

ہرانی ہی اہل بیت کا پیرو تھا جسے بھی بنیادین قبول کر لیا تھا۔ اہل بیت اس زمانہ میں
عورت کے ساتھ اسکا شادی کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اسے بھی اہل بیت و ہرم ترک کر دیا تھا
اس لیے ریحون کے بعد کا زمانہ بھی بے استقلال ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ دراصل اسلام
نے کوثر رانی کی حکومت کے بعد ہی اپنا سکہ چھایا جسکی بنیاد و شہر شاہ میر نے رکھی ہے
شاہ میر کے عہد حکومت سے مذہب اسلام نے وہ ترقی شروع کی جسکے آثار اب تک
پہلے سترہ سو پانچ ملے ہیں۔ یہ مسلمان بادشاہ تقریباً پانچ سو سال تک درستی سے حکومت کرے
اس ملک میں بڑے بھلے و نشان سے حکومت کرتے رہے۔ آخر کار محمود شاہ دہلی کے
خدا میں بیٹا بیٹ بیٹے محمد عظیم خان صوبیدار کشمیر سے معروف ہو کر جہاد و جہاد میں
خیر خواہ سے سازش کر لی۔ بلکہ بھارت خدو رخصت ملک کے پاس پہنچا
اور اسے ورش کرنے پر مجبور کیا۔ جہاد و جہاد سے صرف بے سحر دنیا اپنے کو بے شمار فرج
و دیگر کشمیر پر ہوا۔ اپنے ملک میں مسلمانوں کو حکومت کا شایہ دیکر سکھوں کی حکومت
کا ہم کر دی۔

اس وقت میں کے بعد دیگر پنج خاندان مکران کے جتنا مفصل لکرا ہے اسے یہ
پر کیا گیا ہے۔

- (۱) خاندان انار بے استقلال سال ۱۰۰۰ء تا ۱۰۰۰ء
- (۲) خاندان لالین لال سال ۱۰۰۰ء تا ۱۰۰۰ء
- (۳) خاندان چک ۱۰۰۰ سال بیکار و ۱۰۰۰ء تا ۱۰۰۰ء
- (۴) خاندان غلیہ سال ۱۰۰۰ء تا ۱۰۰۰ء
- (۵) خاندان انار بے سال ۱۰۰۰ء تا ۱۰۰۰ء

اورنگ اول

زمانہ بے استقلال

ایک حکومت اعلان ۱۰۰۰ء اور ۱۰۰۰ء تا ۱۰۰۰ء

ریحون نے سبھ کی حکومت شادی لیکن اسے بھی زیادہ عرصہ تک حکمرانی کا موقعہ ملا

اس کے بعد اس کا بیٹا جید رخان صفدر شاہ کے باعث عنان سلطنت سنبھالنے کے قابل نہ تھا۔ اسلئے ریجن کی بیگم کوٹہ رانی نے سہہ یو کے بھائی اودیان دیو سے عقد نکاح کر کے حکومت اس کے سپرد کر دی۔ اودیان دیو کا مندر امارت پر بیٹھا اس اورنگ پور مسلمانوں کے دور حکومت میں خارج نہیں کر سکتا۔ اور وہ ہی اودیان دیو کے عقائد کو صحیح طور پر مسلمانوں سے دہشتہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلئے اودیان دیو کو راجہ بابا دیوی کے خاندانی اہل تھے۔ لیکن بین المذاہب میں اون درجات کے باعث جو اوپر بیان ہوئے ہیں اسے ہی مسلمانوں کے دور حکومت میں شامل کیا گیا ہے البتہ عدم وثوق اور سابقہ حکمرانوں سے تعلقی رکھنے کے باعث اس اورنگ پور زائد بے استقلالیت سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ریجن کا عنان حکومت ہاتھ میں لے کر تھوڑے عرصہ بعد ہی مر جانا بیشک مسلمانوں کی امیدوں کا خون بہاتا ہے۔ ساتھ ہی جبکہ کوٹہ رانی کی کوتاہ اندیشیوں یا پولیسک چاموں پر غور کیجاتی ہے تو ایسی اور بھی بڑھتی ہے۔ ریجن کی وفات کے بعد حکومت ایک پڑائے حکمرانوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔ اس نے ایک غریب الوطن شاہ میر کو اسلام قائم رکھنے پر آمادہ کر دیا۔ جس نے اودیان دیو کے بعد جلد ہی ہی رعایا کے کشمیر اپنے حسن بیاقوت سے مطیع و متقاد کر کے فرمانروائی کا جندہ اکھڑا کر دیا۔

ریجن شاہ الملک الملک الدین

ایام ابالت ۲ سال ۶ ماہ ۱۲۲۵ء لغات ۱۲۲۶ء مطابق ۱۲۵۰ء لغات ۱۲۵۱ء
۱۲۵۱ء میں ریجن شاہ حکومت کشمیر پر متمکن ہو کر عدال واد سے رعایا وبراہ کو سرفراز کرنے لگا۔ مخالفین کو حکمت عملی سے حلقہ انقیاد میں لا کر ملک کو شہر و قبا سے پاک کر دیا۔ اپنے آثار و امچند کی لڑکی مسماہ کوٹہ رانی سے عقد مرصحت کر کے باہمی کین و قفس رفع کرنے کے دریغ ہوا۔ علاوہ ازیں امچند ونگہ بیٹے راون چند کو بھی ملتان خیر و امن سے مرہون احسان کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے اسے یہ نہ کہ خطاب و کراؤ کے

باب کی جاگیر دستور اسکے خوار کردی نہایت ہی ملک بہت کا وہ تمام حصہ جو کشمیر کے
 زیر فرمان تھا راؤن کو بخشہ دیا جس سے اسکے انتظام جوئی کے خیال کی پوری تلافی
 ہو گئی۔ شاہ میر جگدیش چند سازشوں اور حرکتوں میں اسکا مساوینہ دیکار
 رہا تھا منصب و کالت پر مامور ہو کر امور ذات چاہانی کا ایک خاص حد تک ملک
 دشمنانہ بیگیا اس کے علاوہ ریجن شاہ نے اپنے بیٹے چند خان کا اہلیق بھی اسی
 شاہ میر کو مقرر کیا اور خود بھی عموماً اسی کی رستے پر امورات ملکی سرانجام دینے لگا۔
 سہہ یو جو بحر کے دو پورے کے موقع پر کشمیر پہاگ گیا تھا موزوں سلطنت حاصل
 کرنے کی خواہش میں وارڈ کشمیر ہوا۔ لیکن یہاں کی حالت ہی بدلی ہوئی پائی۔ ریجن
 بھی بے تامل ہوا۔ سہہ یو تاب نہ پا کر تھوڑی سی جدوجہد کے بعد صبر کا پتھر کھینچ کر
 راکھ حسرت و یاس سے کشمیر اور حکومت کو ہمیشہ کے لئے اودھ غ کھڑا کر دیا۔
 ریجن شاہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تربت کا باشندہ اور مجدد مذہب کا پیرو تھا۔
 جب وطن سے آوارہ ہو کر کشمیر پہنچا تو اُس نے یہاں دوستانہ ہی طریقہ پایا لوگ فریسی
 پابندیوں کو چھوڑ کر خدا سے بھی منحرف ہو گئے تھے۔ گھر گھر کا نیامش بدعتی آدمی جدا
 طریقہ برائے نام تو یہ لوگ شیروہ مت کے پیرو بنے تھے۔ لیکن درحقیقت انہیں کسی
 مذہب کی بڑک نظر نہ آتی تھی بس بے دینی اور لامذہبی تھے ریجن کو یہی مشاثر کیا۔
 آخر جو غی اُس نے تخت حکومت پر قدم رکھا اسے مذہب کی جلاش ہوئی شاہ میر کی
 مصاحبت اور زبرد آفتائے اُس کے واپس ایک گونہ اسلام کی نسبت نیک خیال پیدا
 کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ تمام رعایا غیر مذہب کی معتقد تھی پوٹیکل خیالات اسلام کے
 مانع ہوتے تھے کہ وہ کھلے طور پر دین اسلام قبول کر لے۔ پہلے تو اُس نے تمام مذہب
 مروجہ کی تحقیقات پورے طور پر کی۔ اور پھر سب کو میزان امتحان میں کرا دیا۔
 آخر ایک دن اُس نے مستم ارادہ کر لیا کہ کل صبح جس شخص کو میں سب سے پہلے دیکھوں گا
 اسی کا دین اختیار کروں گا۔ اس کا محل لب دریا واقع تھا جب دوسرے دن صبح کو
 سند سے اٹھا تو اُس نے دریا کی طرف کا دیکھ کر دیکھا کہ کوئی شخص دریا کے
 کنارے پہلے سلام نماز پڑھا کر اسے سب سے پہلے دیکھتا ہے۔ اُس نے اُس فقیر کو
 بلا کر لیا۔ اسلام کے اصول سے پوچھے ہی وقف تھا اُس نے خدا کا شکر ادا کیا اور

صدر اہل رعایا فقیر مذکور کے ماتہ سے مشرف باسلام ہو گیا۔ مشہور تھا جو اسیدن شمشاد کو دار دوسری مکر ہوا تھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جسے کشمیر میں دین اسلام کی بنیاد اس طرح ڈالی جس طرح اوپر ذکر ہوا۔ یحییٰ کا اسلامی نام ملک صدر الدین قرار پایا۔ اسکے دین اسلام اختیار کرنے کے متعلق کسی نے یہ اشعار موزون کیے ہیں۔

یار من پر محفل آرائی شد تماشا ئی ہر تماشا ئی
نوسخہ کرد و دعویٰ اسلام ہوئے او کرد و نفسہ آرائی
کفر و اسلام را بجا آئے سو خود مراں جنگ را تماشا ئی

اسکی مطاعت میں راویں چند راویں بعض دیگر اُمراء اور عوام الناس بھی اسی موقعہ پر صاحب کے دست مبارک پر بیت اسلام میں داخل ہوئے۔ بقول "اناس علی دین لوکم" و ذوق اسلام کا نور چاروں طرف پھیل گیا۔ لوگ جوق جوق نئے دین میں شامل ہونے لگے۔ ملک صدر الدین اپنے عہد حکومت میں اشاعت اسلام کے لیے ہمہ تن سعی و محنت فرماتا۔ علیٰ ہی کی بدولت تھا کہ سو اود سال کے قریب عرصہ میں ملک صدر الدین مشہور بزرگوار کے لیے دریائے بہت درجہ علم کے کنارے پر خانقاہ تعمیر کرائی۔ جسکے متصل ایک مسافر خانہ اور مسجد بھی تیار ہوئی۔ اور بیل شاہ کا مندر باری ہو گیا۔ مندر وغیرہ۔ مصارف کے لیے صدر الدین نے برگہ نامی میں چند گاؤں وقف کر دیے۔ جو ان کے خزانے کے زمانہ ملک خانقاہ مذکور کی جاگیر میں شامل تھے۔ مسلمانوں کی عمارتوں میں پہلی عمارتیں ہی خانقاہ اور مسجد ہیں جو آج تک بیل شاہ کے محلہ موسومہ بہ بیل اگر بیل نشان میں بدستور موجود ہیں۔ سوائے خانقاہ مذکور باقی تمام عمارات وقتاً فوقتاً ضبط ہو گئی ہیں۔ اس خانقاہ کے متصل جانب شمال ملک صدر الدین نے اپنا محل بھی بنایا کر دیا تھا جسکے متصل ایک جامع مسجد بھی بنوائی گئی تھی۔ لیکن اس تمام عمارت کا اب نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ شاہی محلات کی جگہ اب حضرت یحییٰ صاحب کا مقبرہ ہے۔ بعض ہندو مورخوں کا قول ہے کہ یحییٰ شاہ کشمیر کے بٹ قوی سید غلام علی تھے کہ وہ اسے اپنے مہرب میں شامل کر لیں۔ لیکن انہوں نے منقولہ نہیں کیا کیونکہ کسی پرانی تاریخ کشمیر میں ہے کہ بیل شاہ کا اصلی نام سید شرف الدین تھا۔

اور مسجد باقی رہی لیکن جامع مسجد جو نوڑے عرصہ بعد ہی بنائی گئی تھی اور چھوٹے ممالک پر
پر طیار کی گئی تھی ایک زمین مسجد کے نام سے مشہور ہوئی آئی ہے۔
جامع کشمیر میں اس قدر انقلاب پیدا کر کے ایک صدر الدین کو زیادہ عرصہ تک
حکومت نصیب نہ ہوئی اور صرف دو سال سات ماہ کی جہانپانی کے بعد حیدر خان ملک
چودہ سالہ بچہ چوڑ کر لہی ملک عدم ہو گیا۔

اودیان دیو

ایام حکومت ۱۲ سال ۱۲۸۱ء تا ۱۲۸۳ء مطابق ۱۲۸۱ء تا ۱۲۸۳ء
۱۲۸۱ء تک صدر الدین کی وفات پر تخت کے لئے پرتزار عداوت تھا حیدر خان تو نابالغ
بچہ تھا اس لئے بالاتفاق اسے سلطنت سے برطرف کر دیا اور نئے مہاکم کی تلاش میں ہوئے۔
۱۲۸۲ء کو کوٹ رائی بیوہ ملک صدر الدین نے جہان دولت سے مشورہ کر کے پڑنے
راجہ بہہ بوجے بہائی اودیان دیو کو جو واقعہ زولو کے وقت سے بہاک کر سوا کشمیر میں
پناہ گزین تھا اور اس وقت حدود پہلی میں سکونت پذیر تھا بلکہ اس نے آرائی حکومت
کر دیا۔ ساتھ ہی خود بھی اودیان دیو کے ملک زوحیت میں داخل ہو کر کفیل ہوا
ملک دہلی بن گئی۔ اودیان دیو خود تو بڑا کم سمجھتا اور بے عقل تھا لیکن کوٹ رائی اعلیٰ درجہ
کی پولیسکل اور مردانہ قابلیتوں کی عورت تھی تمام معاملات حسن و خوبی سے سرانجام
دینے لگی۔ اس نے شاہ میر کو منصب وزارت اور جوٹ کا پوری کو عہدہ سپہ سالاری
عطا کر کے حکومت کی بنیاد اعلیٰ پیمانہ پر قائم کر دی۔ اور خود ہی کمال عدل و انصاف
داد حکومت دینے لگی۔ چار سال تک یہ معاملات ملکی سحر و خوبی سے سرانجام پاتے تھے۔
آخر ۱۲۸۳ء کو پیر بے حسینی اود پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے اور بادشاہ نام ایک
نر کی سپہ سالارہ نو شوہر ترکوں کا بے نقد و شکر ساتھ بیکر ہیرہ پور کی راہ سے ملک
پر حملہ آور ہو گیا۔ ترکوں کا نام شکر تمام ملک کا غلبہ تھا۔ خود انہر خاں کے ظلم و
بیشم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہرے لگا۔ اور وہ دیو بڑا گہرا پاک نہ آؤ دیکھتا نہ آؤ
سمت دیکھت اور سلطنت کو چھوڑنے کی جانب بہاگ گیا۔ کم ٹرائی جو اپنے پاس

زیر سایہ ذوالقدر خاں کے منگوائے میں قدرت کے عناصر کو کامیاب رہ کر چکی ٹہنی اب بھی
 مستقل مزاجی سے سردار دارا اپنی جگہ پر ڈٹی رہی۔ اگرچہ خود ترکہ کی دونوں ہتھی اور بزدلی سے
 بچ رہی گہرا لگتی تاہم اسے ہمت نہ ماری اور تمام امر اور زور اور دیگر سربراہ اور زور
 اخلاص کو طلب کر کے غیرت آمیز الفاظ میں ان کے دلوں میں وہ جو شش بہر دیا کہ جس کے
 سب مرنے مارنے کو تیار کر دینے چاہئے لگ گئے۔ اس ہمہ کار نظام شاہ میر کے
 سپرد کر کے تمام نیک و بد کا اسے ذمہ دار بنا دیا۔ جس نے کبھال جو انگریزوں کی چاروں
 طرف سے فوج جمع کرنی شروع کی۔ نزدیک و دور کے تمام رؤسا اور اعیان ملک کے
 نام اس مضمون کے پردے لکھے کہ ذوالقدر خاں کی فوج کشی کے وقت جو دن ہتھی
 اور بزدلی و ایمان کشمیر سے ظہور میں آئی وہ سب پر روشن ہے۔ اگر اس وقت لڑ سہد ہو
 پائے استقلال قائم رکھ کر مقابلہ کیے بغیر ہوجاتا تو غریب رعایا کو ان مصائب کا شکار ہونا
 پڑتا۔ جسے باعث ملک بھی اور ملک بھی تباہ و دیران ہو گیا۔ اب دو سر غنیمت سر پر
 آن پہنچا ہے۔ اگر اب بھی ہم دل چاہتے تو جو خرابی پیدا ہوگی وہ خود بخود نہیں چلے
 ہی تباہ کنی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے بزرگوں کی نصیحت و خبرہ کے کارناموں کو مد نظر رکھ کر
 مرنے مارنے کو تیار ہوجائیں تو بمصدق "اسی مئی تمام من اللہ" عجیب نہیں کہ دشمن منہ
 کی کہائے۔ ملک تباہی سے بچے اور نائیدہ ہی غنیمت کو جلد آدھی کا حوصلہ نہ ہو ورنہ یہی پیش
 آئے دن پیش آتی رہتی جن سے شجاعت ملی مشکل ہو جائیگی۔ اس قسم کے ہندو اصرار کا نتیجہ
 اور اعلان و اشتہار ہے کہ دونوں کے دلوں میں مردانگی اور جوانمردوں کے دلوں میں جوش
 پیدا کروایا۔ سب متفق ہو کر جان توڑ کوشش کے لیے تیار ہو گئے۔ یکبارگی غنیمت پر ٹوٹ
 پڑے۔ اور ایسا جنگامہ جدال و قتال برپا ہو گیا کہ قیامت کا منہ نہ بگیا۔ اس موقع پر کشمیر
 نے اس شجاعت و جوانمردی سے شہرانی کی کہ ترکوں کی ترکی تمام ہو گئی۔ اور منہ کی کہا کہ
 وہیں لڑ گئے۔ شاہ میر خوشی کے شادیانے بجا رہا ہوا۔ رانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔
 کوٹ رانی نے بھی اسکی خدمات کی پوری وادوی اور بڑی عزت افزائی کی۔ اسکے علاوہ
 تمام ملک میں شاہ میر کی شجاعت اور جوانمردی کی دھمک بڑھ گئی۔ لوگ اسکے کارناموں
 کے راگ گانے لگے۔ آگے چلی نصب وزارت پر ممتاز تھا۔ اب تو تمام سیاح و سفیر کا ملک
 و مختار بن گیا۔ اسکے بیٹے جشید اور علاؤ الدین بھی علاوہ کامراج میں اعلیٰ مناصب پر ممتاز

اورنگ دوم

از ابتدائی سال ۱۷۰۷ء تا ۱۷۰۹ء مطابق ۱۱۰۷ھ تا ۱۱۰۹ھ بمطابق ۱۷۰۷ء اور ۱۷۰۹ء
آخر کار ۱۷۰۹ء کو سائیں نور شاہ کی پیشین گوئی صادق آئی اور دشمنوں کو
مغلوب و منکوب کر کے حکومت ملک کا سہل شاہ میر کے سر پر نہجا۔ اس
ہائے اورنگ کی زندگی اور حالات اس امر کے شاہد ہیں کہ باز نگاہ عالم ہیں
واقعات کے حدوث کا سلسلہ علت و معلول اسی متخل حقیقی کے دست
قد رست میں ہے ورنہ ایک شخص کی زندگی کی تقلید کرتے ہوئے ہمیشہ ایک
نتیجہ نکالنا لازمی ہوتا۔ سپاہی کی حالت سے شاہ شاہ کا رتبہ صرفہ پتویش
ہونا بارش ہی کے تعبیر میں درج تھا۔ گھر سب سے سے نا اور شاہ اور غلام
سب تکلیفیں بنا اسی منع حقیقی کے دست قدرت کا محتاج ہے۔ ورنہ اگر ہر ایک
شخص ان کی زندگیوں کا نمونہ پیش نظر رکھ کر ویسا ہی جاہ و شہم پیدا کرنا چاہتے تو
ضروری نہیں کہ ویسا ہی رتبہ حاصل کر سکے۔ برخلاف اس کے اگر وہ شاہ شاہ خان
چاہتے تو ہر گز پست یا پچھلے یا جیسے نامہوں کے سر حکومت کا سہل یا بدھ دیہ
اسی طرح شاہ میر کے پہلے پہل داخل کشمیر ہونے کے وقت کس کو گمان تھا
کہ اسی جلاوطن آوارہ روزگار کے ستارہ بخت میں حکومت کشمیر کا زائچہ کچھ چاہتے
چونکہ تاثیر اندوزی ساتھ تھی۔ اس لئے اس کی زندگی میں ایسے ایسے واقعات پیش آئے
جو کامیابی کے لئے بمنزلہ زردبان ثابت ہوئے۔ بڑھتے بڑھتے بخت مساعی نے
اسے مستدامت پر چھا کر حکومت سلاطین کشمیر کا بانی بنا دیا۔

علاوہ ازیں کشمیر میں دین اسلام کا بانی بھی اسی کو سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ اول
اول ملک صدر الدین نے دین اسلام سے مشرف ہو کر ہدایت کا پرل روشن
کیا لیکن ایک اور بھی شاہ میر کی فیض صحبت سے گناہ تھما جس نے اس کے
راغب کر دیا۔ اور دوسرے بڑھن شاہ عرف ملک حذر الدین کے انتقال پر پہلا چڑھ
و خروش بھی مفقود ہو گیا تھا۔ اور بان دیو اگرچہ زوال قدرت کے چلنے کے بعد سلطان مالک کے

میں رہا اور اس نے مسلمان عورت سے شادی بھی کر لی لیکن جیسا کہ ہم آئے ہندو نہیں کہتے
 ویسے ہی اسے کچھ مسلمان بھی نہیں خیال کر سکتے۔ حقیقت وہ کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا بلکہ
 وہ ان وقت موقع کو پابند تھا جس نے تخت پر قدم رکھ کر تو اسلام کی مخالفت ہی کی اور نہ
 اسکی اشاعت کیلئے کسی قسم کی کوشش کی۔ البتہ شاہ بیرس کے عہد حکومت میں ہی اشاعت
 اسلام کیلئے سعی کرتا رہا۔ اگرچہ پہلے تو لوگ مذہب حالت ہی میں تھے لیکن آخر کار شاہ بیرس کی
 ناجوشی نے اسلام کا سکہ ایسا جھایا کہ مدد بردارست خرتی ہوئے لگی سلطان حسن شاہ کے
 زمانہ تک یہ مذہب پورے عروج پر رہا۔ اور بیرس کی رکاوٹ کے زنی کرتا رہا۔ آخر کشمیر میں
 سلطان حسین مرزا دالئے خراسان کی طرف سے بیرس الدین خراسانی سفیر بھگوار کشمیر پہنچا
 اس کے کشمیر کو پہنچتے ہی حسن شاہ کا انتقال ہو گیا جس سے میر صاحب کو آٹھ سال تک کشمیر
 شیرنے کا موقعہ مل گیا۔ دوران قیام میں اس نے ظاہر میں تو بابا اسماعیل ولی کے دامن حمایت
 کو پکڑا اور اسکا معتقد بنا لیکن وہ پردہ مذہب تشیعہ کی بنیاد لئے کی فکر میں ہر وقت سرگردان
 رہتے لگا۔ اس منہ اسے کامیابی نہ ہو سکی۔ آٹھ سال کی جا بجا کوششوں کے بعد یہ خراسان کو
 لوٹ گیا۔ تاہم اس عرصہ میں اس نے علی بخار کو اپنا معتقد بنا لیا تھا یہی وہ پہلا شخص ہے
 جس نے ملک صدر الدین کی طرح پہلے پہل مذہب تشیعہ کی بیعت اختیار کی اور آہستہ
 آہستہ اپنے نئے دین کو وہ عروج دیا کہ چکوں کے زمانہ میں یہ مذہب راج دہم ہی بن گیا
 تھا۔ بیرس الدین خراسانی پوچھا تو سلطان حسین مرزا کو بھی اس کے مذہبی عقائد
 سے آگاہی ہو گئی۔ چنانچہ دالئے خراسان نے یہ زبردستی میر صاحب کو دیا سے
 کلا دیا اب پھر میر صاحب کے دل میں کشمیر کی دلکش ہوا لہرانے لگی۔ مسافر میل و جول
 نے اسے کامل یقین دلادیا تھا کہ اہالیان خطہ کی ضعیف الاعتقادی اور مادہ لوحی اس کیلئے
 کامیابی کا وسیع میدان خوشگوار نتائج کیساتھ ہم پونچا سکے کی کافی گنجائش رکھتی ہے۔ چنانچہ وہ دوبارہ
 سلطان محمد شاہ کے عہد میں علی کشمیر چلے گئے۔ علی بخار کی اطلاع منہ ہی نے بہت سے افراد کو
 میر صاحب کا معتقد بنایا خصوصاً فرقہ چک۔ بلکہ مریدان اسخ الاعتقادی داخل ہوا کی خلاصہ
 کا دم بھر رہے لگا۔ اس وقت تو چکوں کی موجودگی میر صاحب کے کام نہ آئی کیونکہ ان دنوں
 سید محمد بیٹی کا ستارہ اقبال گان حرج پر تھا اور وہ میر صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور
 اس نے آپ کو ملک سے قلع کر دیا لیکن جو بیچ آپ لگا گئے تھے انہی نے رشور و ناپا تار میر صاحب

شاہ میر عرف سلطان شمس الدین

ایام حکومت ۲۰ سال ۵ ماہ ۱۳۵۱ء تا ۱۳۵۳ء سلطان شمس الدین شمس الدین
 سوادکیش سے ملکہ ۲۵ سالہ قیام کشمیر کے بعد ۱۳۵۳ء میں شاہ میر نے تاج شاہی سے سبکدوش ہو کر
 سلطان شمس الدین مقرر کیا۔ شجاعت و جلالت مستعدی اور استقلال کے علاوہ انسانی
 است شعاری کے تمام وہ اوصاف جو ایک عادل اور باذل بادشاہ میں ہوتے
 ہیں ان کا حقہ موجود تھے منصب وزارت کے دنوں میں بھی رعایا سے کثرت
 اس کی ایسی گردیدہ احسان ہو گئی تھی کہ او دیان دیو اور کوٹہانی کی نسبت بھی اس کی قدر و
 بڑھ گئی تھی خصوصاً جبکہ ترکی سپہ سالار کے مقابلہ میں اسے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تو
 لوگ اس کی جانب اور بھی زیادہ رغب ہو گئے یہی وجہ تھی کہ کوٹہ رانی کی سخت دشمنی پر لاکھ
 وقت کے لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی، عنان حکومت ہاتھ میں لیکر بھی اسے
 اپنی سابقہ چال ڈال کو نہ بدلا اور ہر طرح سے رعایا کی بہبودی اور آسائش کیلئے کوشش
 رہا۔ سب سے بڑا احسان تو اس نے رعایا سے کشمیر پر یہ کیا کہ الیہ سیکاری بیکار و بیوہ
 کے بچوں کو حصہ مقرر کر دیا اگرچہ خود دین اسلام کا پیرو تھا لیکن اس نے تمام غیر مذہب
 والوں سے دودیزاؤ کیا کسی کو شکایت کا موقع نہ دیا
 کوٹہ رانی اندر کوٹہ میں بیٹھ کر ہوئی سلطنت حاصل کرنے کی کوشش پر مشغول رہی تھی
 سلطان شمس الدین نے فتنہ و فساد مٹانے کیلئے اسے اپنے حقہ موصالت میں پایا جا رہا
 لیکن اس الوالعزم رانی نے اپنے ملازم سے شادی کرنا منظور نہ کیا اس سے شمس الدین
 ہمدرد ہو کر اور بھی بڑھ گیا اور اس نے اندر کوٹہ پر فوج کشی کر دی رانی نے مصداقت و ملت
 پر کمر بستہ کر لی اور سلطان سے نکاح پڑا اگر اس کے ہر اہل سرنگار کو گئی لیکن رات کو
 اس نے اپنے خیمہ میں چھری پر دمک کر تمام جھگڑوں قضیوں کا فیصلہ کر دیا
 سلطان شمس الدین نے بکرمی سمت کو موقوف کر کے نیا ن جاری کیا جس کی بھندار
 دو سالہ ملام کے آغاز سے یعنی زمین شاہ کی بیچہ دہی سے شروع کی یہ سن شاہان چٹالی
 کے زمانہ تک کشمیری سن کے نام سے ملک میں رائج رہا۔
 اس سلطان کے عہد میں طائفہ لون جو اویہ پادیو کے خاندان کا خاندان تھا

نئے بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور بغاوت کا چھڑا کر کے انہوں نے تمام ملک میں شورش برپا کر دی لیکن سلطان کی ہر دفعہ فوجی کے مقابلہ میں ان کی دال بنگل ملی اور منہ کی کھا کر مغلوب ہو گئے۔ اس بغاوت کی پاداش میں سلطان نے انہیں سلطنت کے کاموں سے بالکل خارج کر دیا اور بجائے ان کے انوارم اگر سے وجہ کی سرپرستی کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے اکثر مناصب جلیلہ مالی ملکی اور جنگی انہیں لوگوں کو ماتہیں دیدی۔ آخر تین سال ۵۰۵ھ کی حکمرانی کے بعد ۵۱۰ھ میں سلطان شمس الدین دنیا نے فانی سے کوچ کر گیا اور بمقام بہتل دفن ہوا جہاں اسکا مقبرہ سلطان بادشاہ کے نام سے اب تک مشہور چلا آتا ہے۔ اس کی تاریخ وفات کسی نے یوں لکھی ہے۔ آدھ شمس ہا زبیر حباب اس بادشاہ نے جمشید لد علی شیر دوشیہ چھوڑے جو یکے بعد دیگرے حکومت لگا۔ پر مامور ہو

سلطان جمشید

ایام حکومت ایک سال دو ماہ ۵۱۰ھ لغایت ۵۱۲ھ مطابق ۵۱۰ھ لغایت ۵۱۲ھ
 ۵۱۰ھ میں مرحوم سلطان کا بڑا لڑکا جمشید جانشین ہوا جو اپنے چھوٹے بھائی علی کو اپنا نائب اور مختار بنا کر بالاتفاق عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا لیکن ابھی ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ علی شیر نے لڑائی بغاوت استادہ کر کے جنگامہ کا دربار پر مار دیا پہلے پہل تو سلطان کی فوج پہلے در پہلے علی شیر پر غالب آتی رہی لیکن آخر کار علی شیر نے سلطان کے اہلکاروں سے سازش کر لی اور بمقام دہاتی پورہ سلطان کو شکست فاش ہوئی۔ اور سلطان کے وزیر پرچو الدین نے جو سرنگوں میں سلطان کا قاتل تمام تھا امور اہل حکومت سر انجام دے رہا تھا۔ تلج و تخت علی شیر کے حوالہ کر دیا۔ جس سے جمشید خود بخود سلطنت سے کنارہ کش ہو گیا اسی زمانہ میں سلطان جمشید فقہاء اکی سے جان بحق تسلیم ہو گیا جس سے تمام آئندہ چھ گزروں کا فیصلہ ہو گیا۔

۵۱۲ھ سے ترقی کرتے کرتے سلطان جمشید کے عہد میں اسلام اس حالت کو پہنچا تھا کہ اس میں کئی ایک صاحب کمال پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے منجملہ ان کے علاء الدین پطاس من اور یاس من تین بھائی ایسے صاحب یمین و یرکت گذرے ہیں۔

کرا کا یہ دو اتقانام کشمیر میں تریان و دخلاق تھا اور لوگ جو حق حق ان کی خدمت میں تہن پہن
 تھے۔ خلاص تن اور پائس من دونوں انتہال کر گئے تو یاس من جو سب سے چھوٹا تھا۔
 از نام خلق و یکھکر جائے سے باہر ہونے لگا تندی نام ایک رحیم عورت نے
 اسے دام محبت میں اسیر کر کے راہ راست سے منحرف کر دیا لیکن جلد ہی ہی خواب
 سے وہ بیدار ہو گیا اور اپنے کروار سے نائب ہو کر بارگاہ الہی سے مغفرت کا
 سبب بھی یاس من کا یہ دو اتقا یکھکر اپنی حرکات سے نادم ہوئی اور راجی
 یر کے یاس من کے سریدان یا اخلاص من داخل ہو گئی ان تینوں بھائیوں کی کرا
 اور خرق عادات دین اسلام کی ترقی میں ایک بڑی حد تک معاون و مددگار ہوئیں۔
 جن کے باعث اکثر اہل یان ملک کے دلوں میں اسلام کی صداقت نقش بر سنگ ہو گئی۔



سلطان علاؤ الدین علی شہیر

ایام حکومت ۱۲ سال ۱۲۸۸ء تا ۱۳۶۸ء
 وزیر سرراج الدین کی سمت اور سے ۱۳۶۸ء میں علی شہیر تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔
 اپنا لقب سلطان علاؤ الدین رکھا۔ اس سلطان کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا اور تقریباً تمام
 پرانے عمارتیں جو حادثات آتشزدگی کے موقوف پر ویران ہو گئی تھیں اس نے از سر نو
 تعمیر کرائیں بلکہ اپنے نام پر شہر سرنگیوں محلہ علاؤ الدین پورہ بھی آباد کیا جو آج تک اس نام
 سے مشہور چلا آتا ہے۔

خائفہ دون جو سلطان شمس الدین کے وقت سے حکومت سلاطین سے بیزار چلا آتا
 تھا اس کے عہد میں روگردان ہو کر کشتواثر کی طرف بھاگ گیا اور قوم نائک کو بھی ہمراہ لیکر گیا لیکن
 سلطان علاؤ الدین نے بڑی حکمت عملی سے انہیں قابو میں لا کر محبوس کر لیا۔
 اہل ہنود کے آخری دور کے زمانہ میں جو فسق و فجور لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا تھا
 اس کے تدارک کیلئے سلطان نے ایک حکم جاری کیا کہ بدکار عورتیں اپنے شوہروں
 کی میراث سے بالکل محروم رکھی جائیں جس سے نہروں، فاجشہ عورتوں نے
 بدکاریوں سے نائب ہو کر پرہیزگاری اختیار کر لی۔ اس سلطان کے آخری دور حکومت

میں بیعت بارش کے باعث فخر عظیم برپا ہو گیا۔ تاہم سلطان کی مہمیں
 ہولناک اثر کو بالکل کمزور کر دیا۔ آخر گیارہ سال ایک ماہ کی حکومت کے بعد
 مطابق ۱۱۷۹ء کو داعی اجل ہوا۔ تاریخ وفات ۱۱۷۹ء
 بہر تاریخ وفات سلطان پانچ گنت محانتش فرودس

سلطان شہاب الدین

یہ نام حکومت ۱۱۷۹ء سے ۱۱۸۹ء تک لغایت ۱۱۹۹ء مطابق ۱۱۷۹ء تک
 ۱۱۸۹ء میں سلطان علاؤ الدین کا بڑا بیٹا شہاب الدین تخت خلافت پر نشمن ہو کر داد
 دہش میں مصروف ہوا۔ تاریخ تاج پوشی ۱۱۸۹ء

تاریخ غیب بہر سال جلوس برگوشہ ہشت نامی

چونکہ شہاب الدین سلطان شمس الدین کے دوسرے بیٹے کا لڑکا تھا اس لئے زمین
 ملک کے رد سے اسے تاج پوشی کا کوئی حق نہ رہتا لیکن واقعات کا سلسلہ کچھ اس طور پر واقع ہوا
 کہ سلطان علاؤ الدین اپنے بھائی حمید کو معزول کر کے حکومت ملک پر قابض ہو گیا جس
 سے حکومت شہاب الدین کے ہاتھ لگ گئی۔ اس کی نسبت روایت ہے کہ لڑکپن
 کے زمانہ میں ایک دن شہاب الدین شکار کھیلنے گیا تھا شکار میں اس نے کسی جانور
 کے پیچھے گھوڑا ڈالا جو اس میں سرشار اس قدر کے نکل گیا کہ اپنے تمام ہمراہیوں سے جدا ہو گیا

سلطان مصطفیٰ تاریخ فرشتہ رقمطراز ہے کہ سلطان شہاب الدین اور قطب الدین بھی سلطان علاؤ الدین کے
 بھائی تھے لیکن کسی دوسری تاریخ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی اس میں شک نہیں کہ شہاب الدین اپنے
 دادا سلطان شمس الدین کے حمید سے پیدا ہوا تھا۔ اور اسی کے حمید میں اس نے شہاب الدین پر یہ کی کیا
 بھی ڈالی تھی لیکن یہ امر اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ سلطان شمس الدین ہی کا لڑکا تھا بعض
 تاریخ حسن بھی فرشتہ کے قول کا متبع کرتا ہے۔ لیکن پرانی تاریخوں کے مقابل میں اس کا قول مستند نہیں
 سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ دور اسلام کے شروع ہونے ہی تاریخ نویسی کو بھی عروج ہو گیا اور اس وقت کی
 بہت سی پرانی کتابیں مل سکتی ہیں۔ قاضی کی تاریخ اس سے تھوڑے عرصہ بعد ہی لکھی گئی تھی جو صحیح ہونے
 کی کافی دلائل رکھتی ہے۔

عرف رائے شیردل جھنڈا اورافستہ جی چو اس کے قدم قدم چنے آتے تھے ساتھ رکھے اس دور
 ونبوب سے شہاب الدین کو شدت پیاس نے سخت دلی کیا۔ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر
 بھٹک رہے تھے کہ ناگذا ایک بارندہ دو دھبہ کھایا لے آئے ہیں لئے درو کوہ سے کل آئی شہاب الدین
 نے اس عنایت بزدی سچا اور عارف کی دعوت پر پنا لیکر بقدر اشتہا پانی لیا اور پس ماندہ جھنڈا
 کو دیدیا جو کچھ اس سے بچ رہا اُسے رائے شیردل خوش جان کر گیا اوراخنہ جی کیلئے کچھ نہ بچا۔
 پیالہ واپس لیکر اس عورت نے شہاب الدین سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے شہاب الدین
 تو ایک والوالہم بادشاہ ہوگا اوریت سے خوات کر گیا جھنڈا اور رائے شیردل علی الترتیب
 میرے سپہ سالار اور وزیر بنیئے سکرشنہ لب اختہ جی کا عمر کا بیانا لیرجہ چکاست اور جہادی ہی
 مرچا بیگا جب یہ لوگ شکار سے واپس آئے تو گھروا دیکھتے ہی اختہ جی راستے لگ کر غم ہو کر
 جس سے عورت نہ کہہ دے پیشنگوئی کا یقین کامل ہو گیا اب جبکہ نصیب نے پادری کی تو
 شہاب الدین سلطان بن گیا اسے جھنڈا کو سپہ سالار اور رائے شیردل کو وزارت عظمیٰ کے عہدے کی
 پیشنگوئی کی پھیل کر دی۔

ان تینوں رفیقوں نے حکومت ملک پر تسلط پا کر انتظام مملکت کے لئے
 پوری کوشش کی اور اہمات کلی ٹبری دانشمندی اور قابلیت سے سرانجام
 دینے لگے۔ ذوالقعدان کے وقت سے تمام ملک میں یہ انتظامی اور
 استری پھیلی ہوئی تھی۔ اکثر جاگیردار اور علاقہ دار چند چند تہذیبوں
 اور قصبوں پر دست تسلط بٹھا کر بعض تو بالکل خود مختار بن بیٹھے تھے اور بعض
 بلوئے زادہ کچھ رسوم با تحفہ و تحائف دیدیا کرتے تھے لیکن وحقیقت وہ سب خود مختار ہی تھے سخت
 کی حکومت بالکل نہ مانتے تھے شہاب الدین نے اول تو تمام سرکشوں و باغیوں کی کوشمالی
 کر کے انہیں ملیج و نقاویا اور پھر ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا تمام صوبہ کشمیر کی علاقہ
 بندی کر کے خراج کیلئے مناسب قواعد جاری کئے جب ادھر سے بھی فراغت ہو گئی۔ تو
 جہاں گیسری پر آدات ہو گیا۔ سبے شمار فوج آراستہ کر کے اس نے

لے اس خانہ کی نسبت بعض مورخوں کا قول ہے کہ یہی خسرو دلاہی عارفہ تھی جس کے کمالات آج تک کشمیر
 میں مشہور چلے آتے ہیں لیکن یاد رہے کہ دلاہی اس واقعہ سے قریب ایک سو سال بعد سلطان نہیں بن سکتا
 کے زمانہ میں گزری ہے۔

سید تاج الدین بھٹی کے بیٹے سید حسن کو ہر اول فوج مقرر کیا اور بارہ مولہ کے راستہ مکمل
کھڑا ہوا پہلی۔ سواو کنر۔ باجوڑ اور علاقہ قوم گکھر تختیہ کر کے کابل جا پہنچا۔ وہاں کا حاکم
سلطان احمد خاں اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ لیکن ایک خوزیر لڑائی کے بعد میدان
کا رزار سے بھاگ نکلا۔ سید حسن نے فتاقب کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ آٹھ ماہ کابل
احمد خاں زندان میں رہا۔ آخر کار سید تاج الدین بھٹی کی سفارش سے رہا ہوا سلطان
شہاب الدین نے اس کا موردی ملک اسے واپس دیکر وہاں کی حکومت پر دستور اس کے
سپر دکر دی۔ راجہ اتحاد قائم رکھنے کے لئے سلطان نے اپنی ہمشیرہ احمد خان
کے عقد میں دے دی ماوراس کی جس سے خود شادی کر لی۔ ساتھ ہی اسکی حیثیت کی شادی
سلطان کے بھائی قطب الدین سے قرار پائی۔ فتح کابل کے بعد شہاب الدین کے
بدخشان کا رخ کیا۔ بدخشان۔ نغمان۔ مغرانی۔ غور۔ قندھار و ہرات فتح کرتا ہوا خراسان
پہنچ گیا آخر کار ان اطراف کے اکثر ممالک قبضہ اقتدار میں لاکر وہ ہندوکش کی راہ سے
کشمیر کی طرف مراجعت اختیار کی۔ لیکن راستہ میں گلگت اور وادستان کے وسیع
قطعوں نے اس کی توجہ اپنی جانب منطقت کر لی اور سلطان ان علاقوں کو بھی مفتوح
کر کے تبت جانکلا۔ اس زمانہ میں نیت والے کاشغر کے قبضہ میں تھا۔
سلطان کی نقل و حرکت سے آگاہ ہو کر والے کاشغر نے اس کے مقابلہ کے لئے پیشہار
فوج بھجوائی لیکن خوش نصیب شہاب الدین مظفر و منصو غوشی کے شادیا نے بجاتا ہوا۔
کشمیر لوٹ آیا۔ یہاں پہنچ کر بھی اس نے اپنے ہماروں کو دم نہیں لینے دیا۔ پہلے تو اس نے
لپٹے سپہ سالار کو جتوں اور کشتواڑ کی تختیہ پر مامور کیا جو اس مہم کو بھی دنوں ہی میں سر کر کے
آج موجود ہوا۔ اور پھر کسی بڑی مہم کی تیاریوں میں شروع ہو گیا۔ چنانچہ سید حسن
کو پچاس ہزار سوار۔ اور پانچ لاکھ پیدل فوج آراستہ کر کے بارہ مولہ
کے راستے ٹمک سے نکل کھڑا ہوا۔ یوسف زبوں کا ٹمک سواو باجوڑ اور پشاور فتح
کر کے اسے خبر لی کہ شامان دہلی کی بانتظامی نے ملک پنجاب میں شور و فساد برپا
کر دیا۔ سید حسن بہادر حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے فرمان کے مطابق ملک کشمیر کا راستہ اور رسم و رواج
دریافت کرنے کیلئے کشمیر آیا تھا۔ سید حیدر بھی اس کے ہمراہیوں میں ہی تھا۔ یہاں پہنچ کر جب یہ باریاب بارگاہ
سلطانی ہوا تو سلطان شہاب الدین نے اس کی تحسین کا لیت سے خود ہدیہ کر کے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔

کر لکھا۔ سو غنیمت جاکر اس نے پہلے تو لہستان اور لاہور پر حملہ آور ہو کر ان علاقوں کو فتح کر لیا اور پھر تقریباً تمام ملک پنجاب کو روندنا ہوا غلام دلی ہو جب وہ ریاست تلچ کے کنارے پر پہنچا تو فیروز شاہ تغلق کی فرج جو سلطان کے مقابلہ پر متعین تھی آہا ہونچی اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ فغانان تغلق کی حکومت پہلے ہی سے بوسیدہ ہو رہی تھی اور بادشاہ دہلی میں شہاب الدین جیسے خوشنوار دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ نہی ماس لئے پس و پیش ہی میں تھا کہ امیر کبیر امیر سید علی ہمدانی جو قطب الاقطاب دوران تھے۔ در بیان آئے۔ اور انہوں نے سلطان شہاب الدین کو صلح کر لینے کا حکم دیا۔ اس احتیاط سلطان ان کے فرمان کے مطابق صلح پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت ۷۷۹ھ میں ہمدان لکھا گیا جن کے روزے قرار پایا کہ سرحد سے کشمیر تک کا تمام علاقہ سلطان شہاب الدین کے قبضہ تصرف میں رہے اور باقی ملک بدستور فیروز شاہ کے زیر حکومت قائم کیا جائے۔ اس کے علاوہ فیروز شاہ کی تین لڑکیاں سلطان کے آدمیوں سے منسوب ہوئیں۔ یعنی ایک تو سلطان کے لڑکے حسن خان سے دوسرے اس کے بھائی قطب الدین سے اور تیسرے اس کے سپہ سالار سید حسین بہادر سے نامزد ہوئی۔ جس سے تمام جنگجوؤں کا فیصلہ ہو گیا۔ اور سلطان نے ممالک مقبوضہ کا خاطر خواہ انتظام کر کے کشمیر کو مرجع اختیار کیا۔

سلطان شہاب الدین ربط و ضبط ملک اور دیگر امور استہانتی میں اپنی نظیر پ ہی تھا چنانچہ اس کا زمانہ حسن انتظام کے لحاظ سے قابل رشک خیال کیا جاتا ہے۔ شجاعت اور جوانمردی اس کی فتوحات سے اور بلند خیالی اور عالی دماغی مفتوحوں اور مظلوموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے خوب عیاں ہے۔ جن جن ملکوں اور علاقوں کو اس نے فتح کیا

۱۔ مصنف وقایع کشمیر کا قول ہے کہ شہاب امیر کبیر سید علی ہمدانی ۷۷۹ھ سلطان شہاب الدین کی آخری یوش کے دنوں میں دار و خطہ ہدئے تھے۔ سلطان کا بھائی قطب الدین ان دنوں کشمیر تھا۔ ذرا وہ ان کی خدمت کما بنتی انجام دیتا رہا۔ چارہا تک یہاں رہا تو فرور کبر آپ ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے جب یہ مقام فیروز پور پہنچے تو سلطان بھی آپ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ آپ ہی کی تحریک سے تنخواص میں صلح ہوئی۔ ذرا کشمیر کی تاریخ یہ ہے ۷۸۰ھ تا تاریخ مقدم اور بعد از مقدم شرف آبادہ شیخ نور الدین دلی کی ولادت بھی اسی سلطان کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

پھر انہیں کے حاکموں اور وارثوں کے حوالہ کر دیا جس سے اس کا نام نامی چار داتا تک عالم میں روشن ستاروں کی طرح چمک اٹھا۔

فیروز شاہ سے صلح کرنے کے بعد اس نے مستقل طور پر کشمیر میں قیام اختیار کیا اور اپنے آبادی ملک اور مہبودی رعایا کی جانتی توجہ ہوا اس کے حمیدیں شہاب الدین پورہ کو جواب شہام پورہ کے نام سے مشہور ہوئے اور جسکی بنیاد اس نے اپنے والد اسطان شمس الدین کے حمیدیں ڈالی تھی کہا رولین اور وسعت حاصل ہوئی بلکہ بجائے سرنگر کے وہی دارالصدر بھی مقرر ہو گیا۔ اس میں اس نے ایک عالیشان جامع مسجد بھی بنوائی جس کے آثار آج تک شہاب الدین کی شان و شوکت کی گواہی دیتے ہیں۔ فوجوں اور ملچنوں کیلئے اس نے ایک ہزار ہا کین تعمیر کرائیں اور ملک کو امن و امان اور قاضی البالی اور خوشحالی سے منور کر دیا اسلام کی خدا داد ترقی دیکھ کر بعض برہمنوں اور خصوصاً مندروں کے پوجاریوں کو جیٹ رو نیا ز کے بندھونے سے آمدنی کم ہونے لگی تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکانی شروع کر دی چند دھوٹے مارنے پر تیار ہو گئے کئی جگہ سے فتنہ و ہنگامہ کی خبریں سلطان کے صبح مبارک تک پہنچنے لگیں تو اس نے اس شورش کا استیصال پوٹیکل لحاظ سے نہایت ضروری سمجھا کئی پرانے مندروں کو مہا بھماں مفسد لوگ جا کر پناہ لیتے تھے اور انہوں سے ادا کے خزانگاہ ہوتے تھے مہار اور منہام کرائے گئے بچ بھارہ کا مشہور و معروف مندر بھی مشہور و دہا لاکر دیا گیا اس کے علاوہ سرنگر کے بھی کئی مندر ویران کئے گئے۔ ابھی یہ فتنہ فرو نہیں ہوا تھا کہ سلطان نے اپنی سندھی حکیم کی ایک بھانجی لاجپہ سے بھاس کر لیا۔ جس سے حکیم ناراض ہو کر اپنے ملک میں چلی گئی۔ سلطان نے ناراض ہو کر اپنے بیٹوں حسن خان اور علی خان کو بھی جو حکیم کے بطن سے نئے کشمیر سے باہر نکال دیا۔

شکستہ میں طوفان سیلاب نے کشمیر میں قیامت برپا کر دی تقریباً دس ہزار گھر اٹھتی ہوئی موجوں اور ہستی ہوئی لہروں کی زور ہو گئے بیشتر لوگ خاندان ہو کر مصیبت کی زندگی بسر کرنے لگی رہنماؤں کی شورش ابھی ختم نہ ہوئی تھی اور حکیم کے ناراض ہو کر چلے جانے اور بد میں اپنے بیٹوں کو بھی ملک کرنے کا بچہ ابھی فراموش نہ ہوا تھا کہ طوفان کے تازے صدمہ نے اس کو بھیار کر دیا سلطان نے آثار مرگت کر اپنے بیٹے حسن خان کو کشمیر میں واپس بلا بھیجا لیکن ابھی وہ رستے ہی میں تھا کہ سلطان عین ات مرگ میں اپنے بھائی وراثت ال معروف قطب الدین کو اپنا جانشین مقرر کر کے انتقال کر گیا۔

تاریخ وفات
نورہ ایکشمیر میں رخت بست اور پھر کشمیر و شہاب قطب
شہاب دگر قطب جانشینت اور شہاب
محلہ بلدیہ میں اس کا مقبرہ تھا جس پر ایک ٹنگین گنبد بھی بنا گیا تھا لیکن انقلاب زمانہ
اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا البتہ سلطان زین الدین کے مقبرہ سے تین قدم
کے فاصلہ پر اب بھی اس کی قبر کے نشان ملتے ہیں۔ ہمارے زیرِ تیسرے حکم کے عہد میں پرتاب سنگ
نام ایک سرکاری اہلکار نے اس مقبرہ کی کچھ مرمت کرائی تھی لیکن اب پختہ حال ہو رہا ہے۔

سلطان قطب الدین

ایام حکومت ۱۲۷۸ء تا ۱۲۹۷ء مطابق ۱۲۷۸ء تا ۱۲۹۷ء
۱۲۷۸ء میں سلطان قطب الدین نے سرورِ سلطنت کو پور عدل و انصاف سے زینت
بخشی اس نے شہر سرنگاویں محلہ قطب الدین آباد کیا اور اپنا پایہ تخت شہاب الدین پورہ
سے تبدیل کر کے خود بھی دیں آ رہا تھا۔ جہاں اس نے کئی ایک عالیشان عمارتیں اور محل تعمیر
کرائے۔ یہ بادشاہ بڑا عادل و منصف مزاج اور عاقل پیر و درختا اگرچہ اپنے مذہب کا بڑا پیرو
تھا لیکن تعصب سے کوسوں بھاگتا تھا۔ تمام مذاہب اور تمام اقوام کو ایک نظر سے
دیکھتا تھا اس کے عہد میں تمام مذاہب والوں کو پوری آزادی حاصل تھی۔ علم و دوست
بھی اول درجہ کا تھا۔ اکثر عالموں فاضلوں اور شاعروں کی صحبت میں رہتا۔ بادشاہ شفا
جہاں نیاں اکثر مطالعہ میں مصروف رہتا۔ طبع بھی موزون رکھتا تھا۔ بلکہ شاعرانہ ذائقہ کا بارہ
بھی اس میں اعلیٰ درجہ کا موجود تھا۔ ذیل کے اشعار اس کے طبع زاد ہیں جن سے
اس کی قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اے بگڑ شمع رویت عالی پروانہ
من بچدیں آشنائی بخورم خون جگر
وز لب شیرین تو شولیت درہر خانہ
قلب مسکین گر گناہے میکند ہمیش کن
آشنا و حال ابن استوائے در بیکانہ
عیب نبود گر گناہے میکند دیوانہ
سلطان قطب الدین نے مقصدوں اور فتنہ پروازوں کا البتہ کبھی بطریق احسن کیا۔
جب حاکم لوہر کوٹ نے لوٹے بغاوت کٹر کیا تو اس نے فوج قاہرہ بھیجو اگر اس کی خوب

گو شمالی کی۔ حاکم لوهہ کوٹ لڑائی میں مارا گیا اور قطب الدین کی قوج اس علاقہ میں اپنا تسلط
بٹھا کر واپس آگئی۔

سلطان مرحوم کا بیٹا حسن خان جو باپ کی طلبی پر کشمیر آ رہا تھا شہاب الدین کی وفات
کے بعد اپنے چچا قطب الدین کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ جس نے کمال نوازش اسے بھی امورا
ملکی میں شامل کر لیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد مخالفوں کی فتنہ انگیزی نے سلطان کو اس سے
بدگمان کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا لیکن
حسن خان کو اپنے باپ کے وزیر برائے شیردل کے ذریعہ عین وقت پر خبر مل گئی اور وہ
وزیر موصوف کے مشورہ سے بھاگ کر قطب الدین کے مخالفوں کی پاس لوهہ کوٹ چلا گیا۔
جب وزیر کی کارستانی کی اطلاع سلطان کو ہوئی تو وہ سخت آشفتمند ہوا اور اسے
شیردل کو گرفتار کر کے زندان بھیج دیا لیکن انقلاب حشیدہ وزیر جس سے بھاگ کر حسن خان
کے پاس لوهہ کوٹ چلا گیا جہاں دونوں نے متفق ہو کر ظلم رسیدہ راجگان لوهہ کوٹ سے
سازش کر کے قطب الدین کی مخالفت پر کمر بستہ چست باندھی۔ لیکن نقیہ پر کے مقابلہ میں
ان کی ایک بھی پیش نہ چل سکی اور اسی علاقہ کے بعض زمینداروں نے موقعہ پا کر دونوں کو
گرفتار کر لیا اور قطب الدین کے پاس لے آئے جس نے اسے شیردل کو قتل کر دیا
اور حسن خان کو جیل میں بھیج دیا۔

اس بادشاہ کے زمانہ میں کئی مرتبہ سخت فحط برپا ہوا۔ لیکن جو دو سخا اور بدل و عطا
نے اس کے خوفناک اثرات سے ملک کو بالکل محفوظ رکھا۔

جلوس کے دوسرے سال ۸۱۷ھ میں امیر کبیر سید علی محمد علی قدس اللہ سرہ نے
دوسری مرتبہ گلشن کشمیر کو قدم بیعت لزوم سے میرا ب کیا۔ اب کے آپ کے ہمراہ سا
موسادات بھی وارد خطہ ہوئے قطب الدین جو اپنے بھائی کے عہد میں بھی اپنی ہمارا فامی
پر نامور رہ چکا تھا۔ کمال حسن عقیدت سے پیش آیا۔ آپ حملہ علاؤ الدین پورہ میں لب
دریا ایک سنگین صفہ تیار کر کے مشغول عبادت الہی ہوئے اور آپ کے ہمراہی
بھی حضرت امیر اور سلطان کے زیر سایہ امن و امان سے ایام زندگی بسر کرنے لگے
قطب الدین عموگامان کی صحبت با برکت سے مستفید ہو کر سعادت ابدی حاصل
کرنا رہتا۔ اور آپ کے اوامر کی تعمیل صدق دل سے ایک دلی غلام کی طرح سجا لاتا۔

چنانچہ اس کے عقد میں دو بچی بنیں بختین جب حضرت امیر نے اسے فہمائش کی کہ بوجہ
 دین محمدی دو بچوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا ممنوع ہے تو سلطان نے فوراً ایک
 کو طلاق دیدی۔ حضرت امیر بھی سلطان کی خوش اعتقادی سے اس کے حال پر بڑی
 مہربانی فرماتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تبرکاً اپنا کلاہ مبارک اسے عطا فرمایا۔ جس کو
 سلطان ہمیشہ اپنے تاج میں رکھتا تھا۔ اس کی اولاد بھی بدستور اس کو تاج میں رکھتی رہی یہاں
 کہ آخر کار شاہ میں سلطان فتح شاہ یہ کلاہ متبرک اپنے ساتھ قبر میں لے گیا۔ جس پر مولوی محمد
 صاحب نے جو اس زمانہ میں مشائخان دین کے سرفراز تھے پیشینگوئی کی۔ بیلاج شاہی از
 سر شاہان کشمیر بر افتاد۔ و سرواری آئندہ رو بہ نگو ساری نہاد لگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور
 اسی دن سے حکومت سلطان میں ضعف آنا شروع ہو گیا۔ اس مرتبہ حضرت امیر محمد باغ
 یہاں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ ۱۰۸۵ھ میں پھر وار خطہ ہوئے۔ لیکن
 جلد ہی ہی بزم زیارت حوین پھلکی تشریف لے گئے۔ جہاں اپنے اس جہان فانی سے
 دار البقا کا راستہ اختیار کیا۔ نقش مبارک حشمتان میں لیجا کر دفن کی گئی۔
 اکثر سادات جو آجکل کشمیر میں پائے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں حضرت امیر کے ہمراہ
 پس پیش وار خطہ ہوئے۔ انہوں نے بھی یہیں کی رہائش اختیار کر لی۔ اس کے علاوہ
 ہزاروں کشمیری بھی حضرت امیر کے دستِ معیت سے مشرف باسلام ہوئے۔ چنانچہ مذہب
 اسلام نے اس سلطان کے عہد میں باوجود اس کی بے نقصی کے اپنا پورا تسلط جما لیا۔ آپ
 فیضانِ صحبت نے لوگوں کو ایسا متقی اور پرہیزگار بنا دیا تھا کہ انہیں دنوں میں ایک
 کشمیری نو مسلم سہمی شیخ بلیکمان جس کا اصلی نام سرکٹ تھا یمن و برکت اور شجاعت میں اس
 ممتاز ہوا کہ اچھے لپھے صاحبِ کمال اس کی تربیت کا رشک کرتے تھے۔ اس کہانی اور گذشتہ
 واقعات سے معلوم ہو گا کہ کشمیر میں مذہب اسلام کی اشاعت میں اس وقت تک کسی

سلاہ ابتر ہو رہا تھا۔ جہاں نے کسی سیدزادے پر رشتہ فاطمہ جو کہ تمام سادات کے قتل عام کا حکم
 دیدیا سوچ رہے وہ حضرت شاہ جہان کے ہمراہ کشمیر چلے آئے۔ منجملہ ان سات سوسادات وغیرہ
 مشہور اور قابل ذکر صحابِ مندرجہ ذیل ہیں۔ میر سید حیدر۔ سید جمال الدین عطائی۔ سید کمال
 کمال ثانی۔ سید جمال الدین محمد شاہ۔ سید فیروز المعروف۔ سید جلال الدین۔ سید محمد کاظم۔ میر سید کن الدین
 قطب۔ میر سید محمد قریشی۔ میر سید محمد مراد۔ سید محمد قریشی۔ میر محمد قاری۔ سید نعمت اللہ وغیرہ ان
 لوگوں کے مفصل حالات تاریخ خواجہ اعظمی اور تذکرۃ الصالحین کشمیر میں درج ہیں۔

قسم کا جبر و تشدد نہیں کیا گیا بلکہ لوگوں نے اپنی خوشی اور رضامندی

اختیار کر لی تھی ماس سلطان کے عہد میں لوگوں کی پوشش میں تغیر عظیم

پہلے یہاں ہندوستانی فیشن کے لباس کا رواج تھا۔ تنگ پاجامے چھوٹے کپڑے یا دھڑیل

پہنتے تھے لیکن حضرت امیر کے ارشاد کے موافق سلطان نے لباس تبدیل کر لیا۔ اور چونکہ یہ

عہد ہے کہ جو چیز بادشاہ کو مرغوب خاطر ہو رعایا بھی اسی کی طرف جھک جاتی ہے نیز یہ

”وَقَوْلُهُ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عَلٰی دِيْنٍ مَّوَكُّفٌ“ اس لئے رعایائے ملک یہ بھی بادشاہ کی مطابقت

میں لباس کا وہی طریقہ اختیار کر لیا۔ یہ لباس ترکی لباس کا نمونہ تھا۔ حضرت امیر چونکہ خود

فقر اور صوفی منش تھے۔ اس لئے انہوں نے درویشانہ مذاق بھی اُس میں شامل کر دیا اور کچھ

چوخہ کے ایک لمبا کونہ مریج کر دیا۔ جو تھوڑی بہت ترمیم کے بعد آج تک کشمیر میں بدستور

پہنا جاتا ہے۔ اور ہندو مسلمان اس کو استعمال کرتے ہیں۔ آخر ۱۶ سال سات روز کی جہانیا

کے بعد ۱۳۹۶ء میں سلطان قطب الدین نے رحلت اختیار کی۔ اور روضہ میر حاجی محمد کے

متصل محلہ لنگر پٹہ میں مدفون ہوا۔ تاریخ وفات۔

قطب برخواست زروئے کشمیر کشمیر و قطب راج سکندر

از سر جاہ سکندر بنشست ۹۶ھ

سلطان سکندر

۱۱۴۰ھ تک ۱۳۹۶ء تک ۱۳۹۶ء مطابق ۹۶ھ تک بغایت ۸۲ھ ہجری

۱۳۹۶ء مطابق ۹۶ھ میں اپنی ماں لورہ کی استمداد سے میرزا آشکار خلافت پدری

پر مہم ہو کر سلطان سکندر کے نام سے مشہور ہوا۔ تاریخ جلوس یہ ہے:۔

شاہ عادل سکندر ثانی کہ از یافت مرزا یو تلج

ملک روشن پوش از دست گرچہ بودہ ظلم چون تبیلج

بہر تاریخ سال سلطنتش عقل گفتہ شرح دادہ دلج

لورہ مردانہ قابلیت کی بیگم تھی جب تک یہ زندہ رہی اس لئے گھٹے بیٹے کو ایسے قابل نہ

۱۳۹۶ھ تاریخ فرشتہ میں اس کا نام سورہ لکھا ہے۔ (فوق)

مشورہ دیئے جس سے سلطان سکندر کی سلطنت کو وہ بزدلی حاصل ہو گئی جو پرنے راجگان کے
 وقت سے بھی کشمیر کو نصیب نہ تھی جب شاہ محمد کے بادشاہ کا داماد تھا۔ فتنہ پردازوں کی حرکت
 سے سلطان کی مخالفت پر آمادہ ہوا تو مادر جمالیوں نے آگاہی پا کر اپنے داماد اور اس کے
 ساتھ ہی اپنی بیٹی دونوں کو زہر دیکر صفوحستی سے مٹا دیا۔ اسی اثنا میں رائے
 بادری نے جو سلطان کا وزیر اعظم تھا اندرونی محضمت کے باعث بادشاہ کی مخالفت
 کا بہانہ سامنے رکھ کر اس کے سگے بھائی میرزا ہیت خان کو بھی سموم کر کے مار ڈالا لیکن جب
 سکندر کو اپنے بد باطن وزیر کی کج رائی سے آگاہی ہوئی تو سخت متروک ہوا اور وزیر موصوف
 سے بطن ہو گیا چونکہ رائے بادری کمال زور و شور پر تھا۔ یکایک اس کا تدارک نہ کر سکا
 لیکن دہرہ اس کی چٹائی کی فکر میں ہو گیا۔ وزیر بھی مار ڈالا اور اپنے بچاؤ کی تجویزیں سوچنے لگا
 چنانچہ اس نے سلطان کے پاس ظاہر کیا کہ ابالیان تبت کو چیک دائرہ اطاعت سے
 منحرف ہو گئے ہیں اور ان کی گوشمالی کے لئے بذات خود لشکر کشی کرنے کی اجازت چاہی
 سلطان بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ بد کردار اس کی نظروں سے دور ہی رہے۔ فوراً اجازت
 دیدی جائے معلوم نہ تھا کہ وزیر بے تدبیر کن تجویزوں میں ہے۔ اسکو دو پہنچ کر اس نے تمام
 ملک میں طلائع طوفان برپا کر دیا۔ تمام ملک تبت کو سخر کر کے سلطان سے منحرف
 ہو گیا اور نئی سلطنت قائم کر کے خود مختار بادشاہ بن گیا۔ سلطان سکندر نے اس کی تادیب
 کے لئے بیڑی دل لشکر بھجوا یا بعد دو تبت میں جنگ عظیم برپا ہوا۔ آخر کار کئی ایک خونریز لڑائیوں
 کے بعد ملک حرام وزیر مغلوب ہو کر مفید ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد جیل کے مصائب سے تنگ
 اگر رائے بادری نے بھی زہر کا پیالہ نوش جان کر کے اپنا کام تمام کر دیا۔ اس صبر کے
 بعد سلطان نے از سر نو ملک تبت پر اپنا قبضہ جما لیا۔ تمام برسی رسومات جو زمانہ قدیم
 سے مروج چلی آئی تھیں اس کے عہد میں یک قلم موقوف ہو گئیں۔ باج تمنغہ جو عرصہ
 دراز سے جاری تھا۔ اس نے ہندو مسلمان تمام اقوام کو معاف کر دیا اس کی
 بڈل و عطا اور قدر دانی و عزت افزائی کا شہرہ سنکر عراق۔ خراسان اور ماوراء النہر
 وغیرہ بلاد قرب و دوار سے لوگ جوق جوق جمع ہو کر ملازمت شاہی میں داخل ہونے لگے
 علم و ہنر کی قدر ہر جہاں ہو گئی۔ انتظام مملکت اور میوہی رعایا کے لئے اس نے بہت
 کوشش کی۔ یہ سلطان بڑا صاحب اقبال تھا۔ بہت سی فتوحات کر کے اپنے مقبوضات

کو در در دور تک بڑایا۔ جس طرف لو ائے عویت کھڑا کرتا۔ فتح مندی اور فیروزی استقبال کے لئے حاضر رہتی۔

اسی سال جبکہ سلطان موصوف نے تخت سلطنت پر قدم رکھا حضرت امیر کبیر میر علی ہمدانی کے نوجوان خلیفہ الصمدی عمر ۲۲ سال سید میر محمد ہمدانی برفاقت تین سو گیارہ رنفا وار دخلہ ہوئے۔ اور بائیس سال تک اس ملک میں قیام پذیر رہ کر یہیں رہ گئے عالم جاودانی ہوئے۔ سلطان سکندر نے آپ کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی۔ اور فیوضات باطنی سے بہرہ ور ہو کر سجا اور بیٹے خدات میں دل و جان سے کوشش کرتا رہا۔ آپ کی رہائش کیلئے محلہ نوہشتہ میں ایک عالیشان مکان تعمیر کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس نے سید صاحب کے فرمان کے مطابق بچانہ کالی شور کی جگہ جس کو سلطان قطب الدین نے سہار کر کے حضرت امیر کے لئے حصہ بنوایا تھا۔ اب حضرت موصوف کی یادگار میں خانقاہ محلے تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ کے متعلق ایک لنگر خانہ بھی جاری کیا گیا جس کے مصارف کیلئے سلطان سکندر نے تین گاؤں وقف کر دیئے جو سکھوں کے زمانہ تک اسی خانقاہ کی جاگیر میں شامل رہے۔ سید مذکور کے مشورہ سے اس نے تمام منوعات دیگر بدعات مشروع مثل شرب الخمر، قمار بازی، زنا کاری، چوری اور دیگر مسموات بد بالکل ممنوع کر دیں اور ساز و سرود، چنگ و رباب جس کے لوگ عرصہ دراز سے والدہ شیدا ہو رہے تھے۔ ایسے اوڑا دیئے کہ ملک میں ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اسی اثناء میں ملک سیہہ بٹ جو سلطان کا وزیر خاص تھا۔ متہ خوبن، واقارب میر محمد ہمدانی کے مانعہ سے مشرف باسلام ہو گیا اور اپنی لڑکی بارعہ کو سید مذکور کے عقد موصلت سے اختیار بخش کر اس سے سلسلہ ملہ آپ کا منقرہ بھی منسکریں ہے۔ ۷۵ کشمیر میں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی اسی نام سے مشہور ہیں۔ ۷۶ در حقیقت یہاں کوئی مقبرہ نہیں۔ البتہ اس مقام کو حضرت امیر کی نشیمن گاہ ہونیکا فقر حاصل ہے اس لئے یہ مقام بھی متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ اس جگہ ایک عالیشان مسجد ہے جس کی ایک طرف وہ متبرک صفحہ ہے۔ ۷۷ ماں حضرت امیر سکونت پذیر تھے۔ اس کے علاوہ حضرت امیر کا ایک چچہ اور عرصائے یہاں رکھا ہوا ہے جس کی زیارت کے لئے حضرت کے حرس کے دن تقریباً تمام کشمیری مسلمان آبادی جمع ہوتی ہے۔ اس خانقاہ کی ایتہ سلطان قطب الدین کے وقت میں ہوئی۔ اس کے بعد جس قدر انقلابات اس متبرک خانقاہ نے دیکھے آئندہ موقعوں پر درج کئے گئے ہیں۔

تو اہل بیت پر کیا یہ سہیٹ کو جس کا اسلامی نام ملک بیعت الدین قرار پایا تھا۔ دین اسلام اختیار کرنے کے بعد راسخ الاعتقاد اہل ہندو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ملک کو بھی سب خوبوں پر جو بھتی تھیں اس نے دل میں اقرار کر لیا کہ ان سب کو جب تک مسلمان نہ کر لوں گا۔ وہ نہ لوں گا۔ طغین کی پٹری دل ہی دل میں پکا رہے تھے کہ ہمایوت باہر نکل آئے اور دلوں کی باتیں زبانوں پر آگئیں۔ ہر جگہ سرگوشیاں اور کھیاں ہوئے لگیں۔ ہندو اس تکوین تھے کہ کسی طرح سابقہ دوست پھر ہاتھ میں آجائے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ ایسی چیز جو ہمارے خیال میں نجات ابدی اور روحانی مسرت کا باعث ہے یعنی دین اسلام کی پیروی وہ تمام کشمیریوں کو راسخ کیا جائے۔ ملک ثلوت کو ضد ہے کہ میں جان لیکے ٹلون سرسجدہ ہے مہیجا کہ بری بات رہے اسی اثناء میں کہیں کہیں بلوے بھی ہونے لگے۔ ملک بیعت الدین نے خوب ملک پرچ لگا کر تمام حالات سلطان کے گوشہ گزار کئے اور کہا کہ جب تک اس فرقہ کو نیست و نابود نہ کیا جائیگا ملک کو استحکام کبھی نصیب نہ ہوگا اس فرقہ کو موجودہ بادشاہوں سے جو حسد دیکھ رہے ہیں اس کے دو بڑے باعث ہیں۔ ایک تو پاٹ کا چین جانا۔ اور دوسرے اسلام کی توراتی شاعریوں کی تائید کی کو بھی مٹانے کے درپے ہیں چنانچہ سلطان پر اس کا انسون کا۔ مگر ہوا۔ سلطان نے سب سے پہلے مندراٹھری شہر کو جو اس زمانہ سے ساڑھے چار ہزار سال پیشتر آباد رہا ہے کر لیا۔ اس پر تعمیر کر لیا تھا۔ منہدم کرنے کا حوم کیا۔ جس کا سلسلہ ایک سال تک جاری رہا اس مندر کی بنیاد بڑی مضبوط تھی چنانچہ پھر دہاں سے نکلوانے کے بعد سلطان نے دہاں ٹکڑیاں جمع کر کے آگ لگا دی جس سے تمام مورتیاں اور دیگر متقی و مثلاً انصاریہ بنکر آگہ ہو گئیں۔ اس کے بعد بج ہمارہ کے مندر جو قد او میں تین سو سے زیادہ تھے سمار کئے گئے مندر دزیہ ایشری کے پتھروں سے بن ہمارہ میں ایک سجدہ تعمیر کرائی گئی۔ بسم اسی طرح ہر پتھر بارہ نوریشیر مندر و فیرو کے مندر بھی منہدم کرائے گئے۔

سلطان بیان کیا جاتا ہے کہ ان مندر میں سے ایک مندر دزیہ ایشری کو جو رفعت و شان میں سب سے بڑا اور مشہور مندر تھا۔ سمار کرنے لگے۔ تو شہر اُسے آتشیں ہوا مار ہوئے۔ لوگ سخت ڈر گئے۔ لیکن سلطان نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور اپنی رائے پر بہت متوکل رہا۔ آخر کار جب یہ مندر گر گیا تو اس کی بنیاد سے ایک پتھر نکل جس پر بحر و فہرکت لکھا تھا۔ بسم اللہ پتھر نہ نشست دزیہ ایشری مینے بسم اللہ ایک انسون سے جو مندر دزیہ ایشری کو ویران کر دیا۔

مناد رہا شری اور تارابٹ جو بمقام سرنگر محلات تھا جی۔ اس نے۔ ویران کے گھر اور ان کے پتھروں سے سرنگر کی جامع مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔ عرض بہت کم مندر تھے جو ملک سیف الدین اور سلطان کی دست برد سے بچ رہے۔ مندروں کی جگہ مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر کی گئیں جس سے سلطان بت شکن کے نام سے مشہور ہو گیا جب ملک میں بیٹا در شاہی ہو رہی تھی۔ اکثر ہندو اپنی جان بچانے کیلئے اپنے آپ کو مسلمان کہنے لگے اور نہراہ مسلمان ہونے کے جزیرے کے اجراء نے غریب ہندوؤں کو مسلمان بننے پر مجبور کر دیا کہتے ہیں جب نو مسلموں کے زناوروں کو وزن کیا تو وہ تین خروا یعنی سات من آٹھ سیر انگریزی پختہ۔ سلطان کی حالت دیکھ کر عوام مسلمان بھی ہندوؤں پر دست تقدی دراز کرنے لگے۔ سب سے پہلے محمد احمد الہی پر سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب سلطان کے مظالم سے گنہ گار گئے تو انہوں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کی اشاعت فتن محبت اور نیک نمونوں سے ہوتی ہے۔ اور اب بھی اسی طرح ہوتی رہیگی۔ تلوار کو قابو میں رکھو اور تالیف فلولی سے کام لو۔ یہ پیر جمی کسی دین اور آئین میں جائز نہیں ہے۔ مباہلہ اور ہر چہ خواہی کن کہ در طریقت ماغیر ازیں گناہ ہے نیست سلطان پر اس نصیحت کا اثر پڑا لیکن ملک سیف الدین کی دن رات کی مصاحبت کے اس کو پاؤں نہ ہونے دیا۔

مسلمانوں میں امیر بنہوڑ بہت دوستانہ پر عملہ آور پڑا۔ ابھی دریائے اٹک کے کنارے ہی پونچا تھا کہ سلطان نے نہایت عظمیٰ سے کام لیکر ادا نا ایلچی اٹھا رہتا بہت کے لئے اس کے پاس روانہ کر دیا۔ امیر سلطان کی حسن قاباہت سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶۔ تاریخ فرشتہ میں برہمپور کے مشن کی بابت کہا ہے کہ جب راجہ لکھنیا دہلی کے چنگیزیم الشان اور حکم مند تعمیر کرایا تو جو میوں سے اس کی مدت قیام کا حال پوچھا۔ انھیں سب جواب دیا کہ اس تاریخ سے جب ایک ہزار ایک سو سال گزریں گے تو گند نام ایک بادشاہ اس بیت نما کو ترا اور ویران کرے گا اور عطار کی صورت یعنی صورت کو اپنے ماتحت توڑے گا۔ مساوت کے پشمنوں ایک تانبے کے پیڑ پر کندہ کرے گا اور ایک صندوق میں رکھو اگر بنیاد کے نیچے دفن کر دیا۔ چنانچہ جب بنیاد کو دفن کی تو لوں برآمد ہوئی۔ اور سب عبارت بخط سنسکرت حرف بحرف مسجود پائی گئی۔ رفیق:

ہند خوش ہوا چنانچہ سچو اب اس خط مباحث کے اُس نے ایک ریخیر یافتی اور نئے شاہی اور
 خلعت گراں قدر سلطان کے لئے بھیج کر اظہار خوشنودی کیا اس کے بعد سلطان نے
 بھی مولانا نور الدین کو بے شمار تحفہ و تحائف دیکر صاحبقران کی خدمت میں ارسال کیا۔
 امیر نے بکمال خوشی و مسرت تحفہ و تحائف قبول کئے اور ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا
 اور اس کے ایلچی کو حکم دیا کہ واپسی پر سلطان ہمارے ملاقات کے لئے حاضر رہے جب
 امیر تیمور مراجعت پذیر ہوا تو اس نے دیوان اعلیٰ نے سلطان کے نام ایک حکم نافذ
 کیا کہ باریابی کے موقع پر وہ تیس ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشتر فی طلبانی لیو
 نذرانہ پیش کرے۔ اسی اثناء میں جب سکندر کو اطلاع ہوئی تو اس نے زین الدین
 کو امیر کی خدمت میں بھیج دیا۔ جس نے بمقام جوں باریابی حاصل کر کے معروض
 سمع اعلیٰ کیا کہ سلطان حسب الحکم ہمیں حاضر ہونے کو تھا کہ راستہ میں بمقام
 چھٹیاں اپنے ایلچی مولانا نور الدین سے ملائی ہوا جس نے اسے نذرانہ پیش کرنے کا
 حکم سنایا اب اس کے انتظام کے لئے سلطان کشمیر کو لوٹ گیا ہے۔ اور عنقریب
 حاضر خدمت ہوگا۔ امیر تیمور نے اس امر کے بے جا احکام جاری کرنے سے
 سخت براظمتہ ہوا اور کہنے لگا کہ ملک کی حیثیت سے بڑھ کر نذرانہ طلب کیا گیا
 ہے اس لئے اس نے زین الدین کو حکم دیا کہ وہ اپنے سلطان کو مطلع کر دے کہ از قلم نذرانہ
 وہ کوئی تردد نہ کرے اور ۳۰ رجب ۸۸۵ مطابق ماہ مئی ۱۴۸۱ء کو دریائے انک
 کے کنارے پر حاضر رہے۔ لیکن سلطان ابھی بارہ مولابی پہنچا تھا کہ امیر تیمور دریائے
 انک عبور کر کے سمرقند کو روانہ ہو گیا۔ اس لئے سکندر نے اپنے بیٹے شاہی خان کو قباقر
 اور بوٹیارا ایلچیوں کی رفافت میں امیر کے پاس سمرقند بھیج دیا۔ اور خود واپس لوٹ آیا
 شاہی خان عرصہ سات سال تک امیر تیمور کے ہر کاب سمرقند ہی رہا۔ آخر تیمور کے انتقال
 کے بعد ۸۸۵ھ میں مراجعت اختیار کر کے کشمیر آگیا۔

اس میں شک نہیں کہ حیثیت ناموری و شوکت شاہی سکندر کی سلطنت کشمیر کیلئے باعث
 غرختی اور ممالک غیر سے بھی اس نے اکثر لوگ بلو کر مناصب جلیلہ اور ملج اعلیٰ پر ممتاز کئے
 جس سے اس کی مردم شناسی اور علم دوستی بھی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس نے رعایا کے
 ایک ضروری اور لازمی جزو ہندو فرقہ کو وہ اذیت دی یا اس کی چشم پوشی کی وجہ سے

اور ہماروں خصوصاً ملک سعید الدین نے جو ظلم و ستم ہندو بادشاہ اور عادل بادشاہ کے واجب نہ تھے۔ بہر حال ۲۲ سال ایک ماہ ۱۵ روز شمس پور جاہ و جلال کے ساتھ فرمانہی کرنے کے بعد رجب آخری وقت آپہنچا تو اس نے اپنے تینوں بیٹوں یعنی بیرخان شاہی خان اور محمد خان کو طلب کر کے بیرخان کو جو سب سے بڑا تھا و بعد ہندو فکر کے علیحدہ کے نقشے سرخزاد کیا اور باقیوں کو اس کی مطابقت کا سبق سنا کر ۲۲ محرم ۱۲۰۰ھ میں رہ گئے عالم فانی ہو گیا اور مندر لوئی شور کے احاطہ میں شمال کی طرف مدفون ہوا نہ تاراج ہوئے وفات کئی ایک مسلمان شاعروں نے بڑی قابلیت سے موزون کی ہیں مگر یہاں

۱۵ سلطان سکندر رنات سخی اور فیاض بادشاہ کشمیر میں گذر رہے اس کی سخاوت کا مشہور سنکر ہندوستان عراق خراسان اور دیگر ممالک سے قابل اور برگزیدہ لوگ دربار کشمیر میں جمع ہو گئے تھے۔ علم و فضل کا کمال حیر چا تھا۔ شوکت و عظمت اور دہدہ و عجب اور کثرت افول ج میں ممتاز تھا۔ رسومات بدو و کر کے اس نے بہت سے احکام حسنہ جاری کئے جن میں سے تین کا ذکر تاریخ فرشتہ میں بھی لکھا ہے۔ اول یہ کہ اس ملک میں شراب کشید کرنے بیچنے خریدنے اور بیچنے کی سخت ممانعت تھی۔ دوسرا یہ کہ اس نے متحدہ جو ایک قسم کا ٹیکس ہوتا تھا اپنی تمام ہندو رعایا کو معاف کر دیا تھا تیسرا یہ کہ سستی کی رسم کی جس کی رو سے ہندو عورت اپنے مردہ شوہر کے ماتھے پر جلائی جاتی تھی سخت ممانعت کر دی۔ اور اس کو ایک ظلم قرار دیا۔ مرنے سے پہلے اپنے تینوں بیٹوں کو اپنے پاس بلوایا اور ان کو اتحاد و اتفاق کی وصیت کی ایسا زبرد اور نیک دل بادشاہ کا ایک اپنی رعایا کے ایک کثیر حصے کی دل آزاری پر کس طرح آمادہ ہو گیا۔ بظاہر نہایت تعجب انگیز بات ہے۔ لیکن جب یہ نظر غفلت دیکھا جائیگا اور مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی جائیگی تو معلوم ہو گا کہ جو کچھ استاد اذل میں پردہ کہتا تھا اسی پر عمل کیا جاتا تھا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب تک سلطان سکندر کی ماں جو نہایت ظالمہ اور بدبر عورت تھی زندہ ہی رہی۔ اپنے بیٹے کو امورات جہان بینی سے آگاہ کرتی رہی۔ بلکہ اس کی ادائیں حکومت میں مہمات ملکی میں خود دخل دیتی رہی۔ اس کے انتظام اور اس کی دجاہرت سے نہ سلطان کو استخفاف کی طاقت تھی اور نہ امرائے کشمیر کوئی فتنہ پیدا کر سکتے تھے۔ جب سلطان کی ماں کا انتقال ہو گیا تو رائے مادر می نے جس پر نہایت شاہی کا دار و مدار تھا پہلے درپردہ پھر علانیہ بناوٹ اختیار کر لی اور ملک میں شور و فتنہ ہو گیا۔ اس فتنہ کے فرو کرنے کے بعد حضرت میر محمد ہمدانی کشمیری جس تشریف لائے۔ بقسمہ حاشیہ صفحہ ۲۸

صرف فوت سکندر پر ہی پرکتفا کیا جاتا ہے۔

سلطان علی شاہ

۸۷۲ھ

ایام ایلان ۱ سال ۹ ماہ ۷ روز از ۱۱۱۶ھ قنایت ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۸۱۰ھ قنایت ۱۲۲۳ھ

۱۱۱۶ھ میں علی شاہ باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے سلطان مرحوم کے وزیر و مشیر ملک سیف الدین کو بدستور عمدہ وزارت پر ممتاز رکھا جس نے نئے سلطان کو بھی بیچارے ہندوؤں کی تحریک و تکذیب پر آمادہ کر دیا۔ تعصب مذہبی میں علی شاہ باپ سے بھی چا قدم اگے نکلا چنانچہ اس نے ہندوؤں کو پوجا پاٹ سے بھی رک دیا تشفقہ لگانے کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹۔ جن کے ماتھے پر پہلے تو سلطان نے بیعت کی۔ پھر یہ بیعت بدستور شدت سے خواہشاہ کا دلبر تھا۔ اس نے رضا و رغبت خود دین اسلام قبول کیا تھا اپنی لڑکی بارہ کا حضرت میرے محل کر دیا سلطان کو حضرت کی بیعت سے آداب دین یعنی علم فقہ و حدیث اور خدمت اسلام کا اور دینی فرائض ہوا۔ یہ بیعت کا اعزاز بھی پڑا یا بلکہ سیاہ و سفید کا مٹی کو مستند علیہ قیود دیا۔ یہ بیعت نے جس کو اپنے سابقہ دین اور مذہبی بھائیوں سے عداوت خاص ہو گئی تھی۔ کیونکہ مذہب تبدیل کرنے کے لئے وہ بھی اس کو چھٹی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ برہمنوں کی دلی آزاری اور زنا رسانی پر کمر باندھ ہی ہو کر رہے ان کے بعد بادشاہ کو بھی اپنا بھیل بنالیا۔ اب داد فریاد کی کوئی گنجائش نہ رہی برہمنوں کو سخت ایذا ہو گئی۔ سونے چاندی کے بت دار الضرب میں گٹا کر مسکو کا کر گئے۔ ہندو و سورتوں نے

بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جس قدر ظلم و ستم کشمیر میں سلطان سکندر کے نام سے ہوئے اس کا بانی مہمانی دراصل یہ بیعت ہی ہے جو بادشاہ کو خوش کرنے کیلئے ہندوؤں پر طے کر دیا جو بد جفا و رکھتا تھا۔ چنانچہ صاحب گلدستہ کشمیر بدلت ہر گوپال کو ل صفحہ ۷۰ پر لکھتے ہیں۔ اس نے دینی سپہرٹ نے مسلمان ہو کر بادشاہ کو اپنے پرنے و ہر دم کے برفلاف ترغیب دی اور کہا کہ مٹاؤ کہ انہما و دینت شکنی لانہ ہے۔ گلزار کشمیر جس جس کے صنف دیوان کرپام صاحب ملکہ الہام جیوں کشمیر انجمانی میں ادیبوں نے کمال بے نقصی اور اعتدال سے اپنی تاریخ لکھی ہے۔ صفحہ ۷۰ پر لکھا ہے کہ یہ بیعت جو سپہ سالار تھا جس نے چار و منزلت کی خاطر ہندوین و لا اور بادشاہ کو مندر بارے خیر کے اعتبار سے اس کی طرف مہربانی لیکن صاحب گلدستہ کشمیر کا ایک اور جگہ لکھا ہے کہ یہ سید محمد ہندو صاحب ہندوستان کے وزیر دربار کے

سخت ممانعت کر دی گئی۔ چاروں نے اس کے منہ میں تانگ لگا کر خودکشی اختیار کر لی۔
 بعض گھبراہٹ کو گنگا نثار خود بھی ایسی ہی جگہ گئے۔ کئی دریا میں غرق ہو گئے۔ ہزاروں نے
 مسلمان ہو کر اپنی جان بچائی۔ سینکڑوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ باقیوں نے جلاوطنی اختیار
 کرنے پر مجبور ہو کر جب دیر کو لوگوں کے پھاگنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے راسنوں پر
 پہرے بٹھا دیئے کہ کوئی شخص پروانہ راہداری کے بغیر باہر نہ جاسے۔ آخر کار جب اس
 کے منہ میں درد سے گدردے تھے تو احکام الحاکمین نے سلطان میں ملک سیف الدین کو صفحہ
 ہستی سے معدوم کر دیا۔ جس سے تقسیم تمام جو رو بدعت کا فیصلہ ہو گیا
 جیسا کہ نقیب میں یہ شخص لائق تھا ویسے ہی نعم فراست اور معاملہ فہمی میں بھی بے نظیر
 تھا اس میں شک نہیں کہ اگر سیف الدین میں مادہ نقیب کسی قدر کم ہوتا تو اس کا نام آپ
 سے لکھنے کے قابل تھا۔ کشتیر میں اس کی عقل و دانش کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں
 لیکن یہاں ان کا تذکرہ محض طوالت کا باعث ہے۔ اس وزیر نے تین سلطنتوں
 کا زمانہ دیکھا۔ یعنی قطب الدین۔ سلطان سکند۔ اور سلطان علی شاہ۔ ان تینوں کے
 عہد میں امور ملت کی انصاف نہایت قابلیت سے انجام دیتا رہا۔ اور چالیس برس
 تک منصب وزارت پر ممتاز رہا اس عالم سے انتقال کر گیا۔

ملک سیف الدین کے انتقال پر علی شاہ نے اپنے بھائی شاہی خان کو منسوب
 وزارت پر مقرر کیا جس نے پہلے منظم کی بجائے عدل و انصاف کا سکہ چٹا دیا۔ اس
 بقیہ ماشیہ صفحہ میں پانچ بیوت سے گزرا ہے۔ میرزا محمد ایک صوفی شمس اور فقیر کامل بزرگ
 دل آزاری اہل تصوف کا شیوہ نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جب میرزا محمد
 صاحب ملک ان معاملات کی خبر پہنچی تو انہوں نے ایسی بات سے سلطان کو منع کیا لیکن کچھ
 عرصہ کے بعد ابیر جمالی صاحب کے تشریف لیجانے کے باعث، سید بٹ کی مہربانی سے پھر کشتیر پر قائم
 کی تیر کی چپا کٹی۔ سلطان کی وفات پر نہایت دردناک مرتبے لکھے گئے و درمیان بہت مشہور ہیں
 جن کے مطلع یہ ہیں کہ کیا ست شہداء سکند کیا ست میانفش۔ در انتظار بلاکتہ کو تو بچو گانش۔ زہر جفا
 دل ہر کہست چرخون است۔ یگر زرد در کباب است دیدہ جیون است۔ (توق)
 علاوہ یہ مندرجہ کل منبرہ پدہ شہاد کے نام سے مشہور ہے جس میں سلاطین کشتیر کے علاوہ اور بھی کئی کئی
 گرامی اصحاب مدفون ہیں جو ہمارے گنج بازار کے متصل واقع ہے +

کی صحبت بنے سلطان پر وہ اثر کیا کہ اپنے کردار ناشائستہ سے سخت تاوم اور نیراہ ہو گیا اور
 تانی مانات کے فکر میں پوچھا پوچھ چھ سال چھ ماہ کی حکمرانی کے بعد سلطنت اپنے بھائی
 شاہی خان کو سپرد کر کے زیارت حرمین الشریفین کے لئے عازم ہوا۔ لیکن جب جموں
 پہنچا تو وہاں کے راجے جو اس کا سلسلہ نقار ترک سلطنت پر اسے بہت کچھ
 سخت سسنت کہا یہ موم کی ناک وہیں پھیل گیا اور راجہ جتو سے بیٹھار توج
 لیکر براہ پہلی واپس آگیا جب اڈھی پہنچا تو شاہی خان بھی اپنی افواج آراستہ کر کے
 برسرِ مقابلہ ہوا لیکن شکست کھا کر سیالکوٹ کو بھاگ گیا۔ علیشاہ پھر تخت سلطنت
 پر بیٹھ گیا۔ اور بدستور سابق جو رو بہ رحمت سے رعایا کو برادر کرنے لگا۔

ان دنوں راجہ جسرتھ خان گنڈر نواح پنجاب میں جسے عوج پر تھا۔ شاہی خان
 اس کے پاس چلا گیا تا وہ اس سے امداد لیکر کشمیر پر چڑھ آیا۔ بلکہ جسرتھ خان ہدایت
 خواہش سے ہمراہ آیا۔ اور دونوں بجائیوں میں خوزیر لڑائی پھیر گئی۔ لیکن غلامی ہی
 علیشاہ مغلوب ہو کر جسرتھ خاں کی قید میں آگیا۔ اور شاہی خان مظفر و منصر و اعلیٰ
 کشمیر ہوا۔ رعایا پہلے ہی سے علیشاہ کے مظالم سے تالاں اور شاہی خان
 کے حسن انتظام کی مدح مثنیٰ۔ سب نے بنیبر قیل و قال اس کی اطاعت
 قبول کر لی۔

سلطان علیشاہ نے چھ سال نواہ تک حکومت کی۔ اس کے عہد میں واسکے کا شہر
 پوش کہہ کے ہر وقت اپنے قبضہ میں کرے اور سلطان عدل و استقامت کے باعث ہنس خار و پھول و گیہوں

ملے صاحب گنڈم کشمیر کہتے ہیں کہ ہر اوجی ترک سلطنت کر کے جب علیشاہ پنجاب تک آیا تو وہاں کے
 نے جو اس کو خسرو بھی تھا اس کو ہار کر کے واپس بھیجا۔ صاحب گلزار کشمیر کہتے ہیں کہ سخت فرما دیا کہ اپنے
 جہاں کو جہاں علیشاہ انچوں مدد تو لے جیوں و درود و نوز۔ بزرگ ہوتا تباری و زیارت کرے رات آجائے و ساف و درویش
 فرشتہ میں کہ اپنی سلطنت کے بد عیث و بد خست لینے کے لئے اپنے راجہ جتو سے کہہ پاں پاس نہیں ہو کر شاہی خان
 کی اور بد راجہ جتو نے بھی ایسا ہی کیا یہ سہو ہوتا ہے کہ جہاں علیشاہ اپنے تابع و فرشتہ کیج کشمیر عکس کی کے افواج راجہ جتو
 علیشاہ کا خسر کہا ہے صاحب گلزار کشمیر جتو تک علیشاہ کا اتنا تسلیم کرتے ہیں کہ سلطنت کے بد عیث و بد خست
 کرتے صاحب گلزار کشمیر کہتے ہیں کہ جتو تک علیشاہ کا اتنا تسلیم کرتے ہیں کہ سلطنت کے بد عیث و بد خست
 اور جسکو چاہئے دو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ اپنی مولا نامہ کی کشمیر جتو کی تاریخ میں کہتے ہیں کہ جتو
 بعد سلطان علیشاہ جتو کی کو نکدہ دہاں کے راجہ کی حکمرانی مثنیٰ راجہ جتو کے سلطنت و رحمت کی اور جتو سے کہ
 اس کو شکر کی پراۓ کیا ہیں جس وقت اس کو ہندوؤں اور ساءنوں کی مختلف تائیدوں سے اقتباس کر کے نظروں
 کے سامنے رکھ دیا ہے جس کو چاہیں تسلیم کر لیں۔ (خون)

ٹھا کور کرتہ دار المہامی بخشا۔ لیکن قضاۃ باعد است اور شخصیت و انتہائی مقدمات کا کام خالص اپنے ماتحتوں میں رکھا۔

یہ بادشاہ شجاع۔ کریم النفس بخاول اور عالم تھا۔ تعصب بریاکاری۔ جور و جفا اور ظلم و دغا۔ اس کے پاس بھی نہ بچھکنے پاتے تھے۔ جلوس کے دن اس نے سابقہ حکمرانوں کے تمام قیدی اور مجبوس رہا کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے تمام ان رسالت بد کو جو سابقہ سلاطین یا راجگان کی کوثر اندیشی سے ملک میں پھیل رہی تھیں ایک قلم موقوف کر دیا۔ نرخ نویسی منسوخ کر دی۔ جہانہ اور عداوردہ جو مقتدار غریب رعایا سے وصول کیا کرتے تھے ممنوع قرار دیا۔ غریب کو تمام امورات ملنے والی کی نسبت جدید قواعد و ضوابط مرتب کئے اور ان کا خلاصہ تختہ لٹائے مس پر کندہ کرا کے کوچہ و بازار اور شہر و دیہات میں نصب کر دیا تاکہ لوگ ان کاروں کے دھوکا و فریب سے بچ سکیں۔ اسی طرح سودا گروں اور تجارت پیشہ لوگوں کے لئے بھی عام ہستہ جاری کر دیئے۔ کہ اب وہ لوگ غارت گری کو ترک کر دیں اور تجارت اختیار کریں۔ تیل لیں اور مقول منافع پر مال و اسباب فروخت نہ کیا کریں۔ اور دھوکا دہی اور فریب بازی سے اجتناب کریں۔ لوگوں کی امانت میں خیانت نہ کریں۔ گزہ جریب۔ پائے اور بوزانہ ملا حلقہ کر کے پوری مقدار اور اوزان کے پیمانے جاری کیئے۔ اس سے پہلے جو سونا اور چاندی سلطان سکندر اور علیشاہ کے زمانہ میں مندر وں اور موریتوں کو غارت کر کے جمع ہو جاتا تھا ملکساہوں میں مضروب کیا جاتا تھا جس سے راجح الوقت مسکین میں نذر کر دیا وہی پیدا ہو گئی۔ سلطان زین العابدین نے پرائی ضرب کو موقوف کر دیا اور خالص دہائیں مسکوک کر کے نیا سکہ جاری کیا۔ چنانچہ اس وقت کے سکوں کے فائدہ اب بھی ملتے ہیں۔

اس بادشاہ کی سخت نشینی نے ملک کی گلیا پلٹ دی۔ سرکشوں اور قتلہ پروانوں کو اس حکمت عالی سے ویل و خوار یا مطیع و منقاد کر لیا کہ ملک بھی ان کے شر سے بچ گیا اور کوئی فساد بھی برپا نہ ہوا۔ ایسی گہری پانسی کا آدمی تھا کہ عقل و ذہن سے عقلمند آدمی اس کی دشمنی اور دوستی میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص مور و عقاب بھی ہوتا تو اس سے اسے ان دس فلس یعنی پون کا وزن ایک پاؤنچہ ہے ۱۱۰ مثقال سلطان علیشاہ نے ترک

جال باڑی سے اُسے ملک سے نکال دیا کہ وہ جلاوطنی کو بھی سلطان کی عنایت ہی سمجھتا۔ لوگ اُس کے جائز ناجائز احکام کی تعمیل میں رضا مندی سے کرتے بلکہ اُسے فخر سمجھتے۔ اس کے عہد میں طائفہ کو چکائیں کئی پشتوں سے سلاطین کے کوکہ چلے آئے تھے۔ اب اس قدر عروج پا گئے کہ عورات سلطنت میں بھی دخل انداز ہونے لگے۔ چاروں طرف تسلط و تغلب کا سک جانا شروع کر دیا جس سے سلطان سخت برا فردختہ ہوا۔ اس بات کو دیکھ کر وہ لوگ بھی جھجلائے۔ اور اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ آخر کو سلطان نے اس گروہ کو بلطاعت الجبل نوشتہ بہ ہنچا کر اس طرح قتل کیا کہ اس فتنہ محشر انگیز کی خبر بھی کسی کو کانوں کان نہ ہوئی۔ اسکا قاعدہ تھا کہ ہر ایک شخص کو متوسط درجہ پر رکھنے کی کوشش میں رہتا تاکہ لوگ جاوہ اعتدال سے تجاوز نہ کر سکیں۔ نامحرموں اور بیگانوں کی ستر رات کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا اور اپنے متعلقین اور اہل کاروں کو بھی ہمیشہ ایسی حرکات سے روکتا رہتا تھا جو چوروں چکاروں کے بارے میں علاوہ دیگر قوانین ایک یہ بھی ہشتہار دے رکھا تھا کہ اگر کسی کا مال و اسباب جو رلیجائیں تو وہ مال یا اُس کی قیمت گاؤں کے رئیسوں سے وصول کی جائے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ چوری بالکل ختم ہو گئی۔

انفعال مقدمات میں جو اُس نے اپنا فرض منصبی بنارکھتا اسکی ہم فرماست اور عقل و دانش کی جو رقعات فتنہ طور میں آتی رہی کئی ایک مثالیں مشہور ہیں بعض اوقات ایسے ایسے فیصلہ دیتا کہ دانا یا بے دہر بھی اس کی ذہانت اور طباعی پر عیش عیش کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی عورت نے سوکن کے چلاپے سے اپنے شیر خوار بچہ کو مار ڈالا اور تمت قتل کی دوسری پر لگا دی۔ دانشمند راج بھی جیسے قصیدے کے نقشبند ہیں لاچار ہو گئے تویہ مقدمہ سلطان کے روبرو پیش ہوا اس نے ملزمہ کو قلعہ میں طلب کر کے بوجہ معافی اصل حقیقت دریافت کی لیکن وہ بدستور اس فصل کے ارتکاب سے انکار ہی کرتی رہی آخر کار سلطان نے اُسے کہا کہ اگر تم بے گناہ ہو تو کپڑے اتار کر تنگے بدن دربار سے گزر جاؤ لیکن ملزمہ نے اسے منظور نہ کیا۔ اور ایسی رسوائی سے موتمن کو اچھا سمجھا۔ اس کے بعد مدعیہ کو بلوا کر پوچھا گیا۔ وہ بھی بدستور بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۔ سلطنت کے حکومت کشمیر شاہی خان کے سپرد کی اور آپ جموں میں پہنچا

استغاثہ پر لڑی رہی لیکن جب سلطان نے اُسے دربار سے تن عیاں نکلنے کا حکم دیا تو فوراً اطمینان ہو گئی۔ اور کپڑے اتارنے لگی سلطان نے اُسے روکا اور دوسری عورت کے لئے جلاوطن کو تازیانہ لگانے کا حکم دیا۔ آخر جب جان پر آجی تو اُس نے اپنے مجرم ہونے کا اقبال کر لیا اور اپنے کئے کی سزا پائی۔

اسی اثنا میں اس نے شہر سری نگر میں جانب غرب عالی شان عمارتوں کا ایک محلہ تعمیر کر کے نوٹ شہر کے نام سے موسوم کیا۔ اسی محلہ میں سلطان نے اپنا محل بسا اور محلات دربار بھی تعمیر کرائے۔ دربار عام کے لئے بارہ منفرہ عمارت بنائی گئی تھیں ہر ایک منزل میں پچاس حجرے واقع تھے جن میں سے ہر ایک حجرے میں پورے پانچ سو آدمی سما سکتے تھے یہ قصر نگارین جیسا کہ وسعت اور سہولت میں رشتہ کار تھا ویسے ہی صنعت و حرفت اور نقش و نگار میں عجوبہ روزگار گنا جاتا تھا۔ سرکاری طور پر یہ محلات زینہ ذیاب کے نام سے موسوم تھے۔ لیکن عوام اسے راز دان کے نام سے پکارتے تھے۔ علاوہ ان میں نالہ مند سے ایک نہر کائی گئی تھی جو اس محل کے صحن سے گذرتی تھی یہ عجیب و غریب عمارتیں عرصہ دراز تک سلطان زین العابدین

بقیہ حاشیہ ۳۵۔ نور اجموں نے ترک سلطنت پر ملامت کی۔ اور واپس جاتے کا مشورہ دیا۔ راہ جوں اور راہ راجہ راجہ دوڑوں سلطان کی امداد پر تیار ہوئے۔ آخر شاہی خان شکست کھا کر جہتھ کے پاس پہنچا جو ان دنوں پنجاب پر متصرف تھا۔ اس کے بعد علیشاہ نے تنہا شاہی خان اور جہتھ پر فوج کشی کی۔ لیکن شکست کھائی۔ شاہی خان نے تاج سلطنت سر پر رکھا۔ اور ہر چند راجہ جوں اور جہتھ نے اس کی تباہی و مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ پھر بھی اپنی شہرہور حلیم الطبعی عالی حد ملکی اور بلند خیالی سے انہیں نے ان کو محاف کر دیا۔ تذکرہ بے مثل راجگان راجہ صفو علیہاں و ان دنوں۔ راجہ کار جہتھ شاہاب الدین خان عرف مکار سینہ تھا۔ فوق۔ ۱۲۔

۱۱۔ جو نو شہرہ سری نگر کے متصل اب ایک علیحدہ گاؤں شمار کیا جاتا ہے اسی شہر کا ایک محلہ تھا۔ ۱۲۔

۱۳۔ یعنی بادشاہ کے مکان۔ ۱۴۔

کے جاہ و جلال اور عظمت و شان کی زندہ یادگار ہم پہنچاتی رہیں آخر کار بچوں کے شور و فساد کے زمانہ میں مخالفوں نے اس عالی شان عمارت کو بھی آگ لگا کر نیست و نابود کر دیا۔

انتظام ملک کے بعد سلطان ملک قرب و حوا پر فوج کشی کی تیاریاں کرنے لگا۔ ملک ثبت جو سلطان علی شاہ کے وقت وائے کا شجر کے قبضہ میں آگیا تھا یاد آگے باعث ملال خاطر ہونے لگا۔ ایک لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار ہمراہ لے کر اس ملک پر چڑھائی کر دی۔ اور سر سے وائے کا شجر نے بھی ٹڈی دل لشکر غنیم کی سرکوبی کے لئے بھجوا دیا۔ تمام شہری و قلعہ ثبت جنگ عظیم برپا ہوئی۔ اس لڑائی میں اس قدر سپاہی اور سردار کام آئے کہ کشتوں کے پشے لگ گئے۔ اگرچہ کشمیری فوج بہادر و پش غنیم کے لشکر سے بہت کم تھی لیکن تائید غیبی ان کے شامل حال تھی۔ دشمن منہلو ہوا اور سلطان مظفر و منصور ہر دو قوت پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے سال اپنے پیارے رفیق اور معاون جسٹھ خاں لکھنؤ کو ہمراہ لے کر پنجاب کی جانب روانہ ہوا۔ اور پشاور سے دریائے ستلج تک تمام علاقہ اپنے قبضہ اقتدار میں لاکر بادشاہ دہلی سے مبادی طلب ہوا۔ فریقین میں خونریز لڑائیاں ہوئیں مگر شہری جدوجہد کے بعد آخر کار صلح پر موافقت ہوئی۔ اور فیروز شاہ تغلق کے عہد نامہ کے مطابق سرحد سے کشمیر تک تمام ملک زین العابدین کے حصہ میں آیا۔ واپسی پر اس نے امرا اور سرداران لشکر کو گران بہا انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ سپاہیوں، مبادروں اور دلاوروں کو بھی گھرانے پر بخشش سے الامال کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب کسی ملک کو فتح کرتا تو جو مال غنیمت اس کے ہاتھ آتا سب کا سب شکریوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ علاوہ ان میں عموماً خراج مقرر کر کے ملک بھی مررونی مالکوں کے حوالہ کر دیتا تھا۔ جس سے اس کی رعایا اور سپاہ و دونوں خوش و خرم رہتے بلکہ ہر وقت اس کے پرستار بن جاتے۔

جب مہمہ آرائی اور جمائگیری سے فراغت پا کر کشمیر پہنچا تو ربط و ضبط ملک آبادی مزرعات اور بیہودگی رعایا کے انتظام میں از سر نو مصروف ہوا۔ بعض قطعات ارضی ملہ کہتے ہیں کہ ایک سال تک اس کی بنیاد و سنگت رہی۔

جو وہ اندر نماں کے وقت سے فجر اور غیر آواز چلے آتے تھے اُس نے آباد کر دیتے
انبار، پاشی اور پل جو عدم قوجی کے باعث شکستہ حال ہو رہے تھے مرمت کرائے
کئی ایک مرفوں پر جہاں مرقان آب کا اندیشہ تھا وہیں ہر اک آباد کر دئے۔ اس زمانہ
میں آبادی اسی اسی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ سوائے زرعت کے ایک چہ زمین بہی
غالی نہ دکھائی دیتی تھی۔ پانی کی نہریں ہی تھے الامکان تمام زمینوں میں پہنچائی گئی تھیں
اس کاروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فراخی معیشت جمیعت خاطر وسعت ماکولات اور ارتقاء
علاقت اس حد تک پہنچ گئی کہ اگلے اور امیر سے غریب تک کوئی کسی کا
محتاج نہ رہا۔ ہر ایک شخص و نیادسی تفکرات سے آزاد فانی البالی اور خوشحالی سے
عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگا۔

سلطان زمین العابدین کو یہ وساحت اور تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ وہ اپنے
اورقات غریزہ کا بڑا حصہ سیر و تفریح اور دورہ پر صرف کرتا تھا۔ عموماً تمام سال دولت
و برکت ہاتھ ہی میں پھرتا رہتا۔ خصوصاً کوہسار تالاب اور چشمہ اس کے مذاق کی خاطر
سیرگاہیں تھے جہاں خوشگوار آب و ہوا دیکھتا مکان اور باغات بنا کر وہیں طبع آفاقی
ڈالتا۔ چشمہ کو ٹرائنگ تھیں اس نے جو بھندل کی ایک کشتی ڈالی ہوئی تھی جس پر
بیشہ کر چشمہ مذکور کی سیر و سیاحت کرتا۔ اسی طرح کوہ ہرکبہ کے واسطے میں تالاب
گنگا کی باہر کشت گنگا میں ہی اس نے سیر و شکار کے لئے کشتیاں رکھی ہوئی تھیں
جیل اور کے مغربی کنارے کا علاقہ جو عدم آب پاشی کے باعث ویران پڑا تھا اسکی توجہ
کا خاص مرجع تھا۔ اس علاقہ کو آباد کر کے اس نے زمینگیر کے نام سے موسوم کیا۔

لے تحصیل گولہ کام علاقہ شریاں میں ۱۳۰۰ فٹ کی بلندی پر قریب دو میل لمبا اور چھ سو گز چوڑا
تالاب ہے جس کا واسطہ دو سو گز عمیق کشمیر کے پہاڑی چشموں میں سب سے بڑا ہے۔ اس کا پانی
ماہ جون تک بند رہتا ہے۔ پہاڑی چوٹی پر جیسی جیل کا واقعہ ہوتا قدرت کی ایک عجیب و غریب
صنعت ہے۔ ۱۲۰ فٹ کو چھ گہرے دھن میں بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر قریب دو میل لمبا اور
دو سو چوبیس گز چوڑا چشمہ ہے۔ ہندو اسے ہرودار کے مساوی تبرک اور مقدس خیال کرتے
ہیں۔ ہر سال ماہ اگست میں یہاں میلہ ہوتا ہے جس میں ہزاروں ہندو جمع ہوتے ہیں۔
گنگا کی طرح اس میں ہی مردوں کی سوختہ ہڈیاں یعنی پھول ڈالے جاتے ہیں۔ گرمیوں کے

اس کی سپہ سالاری کے لئے لاکھوں روپیہ کے خرچ پر منبع نالہ پور سے کئی نہریں نکالی گئیں جس سے تمام میدان زرخیز و سرسبز و شاداب ہو گیا۔ تاریخ ۵۵۹

چوتھ تعمیر آن جوئے گرامی خسرو تاریخ ۵۵۹ جوئے خورم
اس علاقہ کی آمدنی تمام وکمال علاؤ و فطار کے لئے مخصوص رکھی گئی۔ اپنے تہام کے لئے بھی اس نے خواہی زینہ گرمیں موضع ترمہ گام کے متصل ایک وسیع اور فراخ باغ بنوایا جو پورے و مریع میل میں واقع تھا اس کے چاروں گوشوں پر عالی شان اور سرشتک تھیں جن میں سے ہر ایک اچھوہ روزگار تھا بنوائے۔ ان کے ارد گرد ایک بین دولت اور اعیان مملکت نے ہی اپنی اپنی بے نظیر عمارتیں بنوائیں۔ جنہوں نے اس باغ کو باغ رضوان بنا دیا۔ علاوہ ازیں دیگر ممالک قریب و بعید سے قسم قسم کے بوٹے اور رنگ برنگے خوشبودار پھول منگا کر لگائے جس سے یہ باغ وادی کشمیر میں بے مثال ہو گیا۔ اس باغ میں نیشکر کی کاشت بھی کی گئی تھی۔ لیکن اسکی پیداوار اچھی نہ ہوتی۔ موضع ترمہ گام میں قوم چکاں کا رئیس پاڈوچک بٹراؤسی اقتدار اور صاحب رسوخ تھا۔ جب اس کے گاؤں کے متصل سلطان نے باغ اور رہائشی عمارتیں بنوائیں اور خود بھی اکثر اوقات وہیں رہنے لگا تو اس بدکیش کو تہ اندیش کے ذہن میں سما گئی کہ بادشاہ کی آمد و رفت سے فرقہ بچاں کو تکلیف پہنچنے کا احتمال ہے چنانچہ اس نے اپنے اچھائی گیسوں سے مشورہ کر کے ایک دن جب کہ بادشاہ رملں موجود نہ تھا۔ رات کو وقت تمام عمارتوں کو جلا کر خاکستر بنا دیا۔ اس حادثہ کے اطلاع سے بادشاہ سخت ہراساں ہوا اور اس نے فوج کشی کر کے موضع ترمہ گام کی اینٹ سے اینٹ بھاوسی۔ لیکن پاڈوچک کو عین وقت پر اطلاع ہو گئی اور وہ اپنی قوم کو ساتھ لے کر اپنے اصلی وطن ورتشا کو نکل گیا۔ سلطان نے عمارت منہدم کی تعمیر پھر کرادی۔ لیکن وہ بدبناؤ ناک میں لگا ہوا تھا۔ دفعہ پاتے ہی گیا اور پھر چلا گیا۔ اب کے سلطان نے اس کا پورا انصاف کیا اور ملک دار و پریچر آئی کر دی گرائی پھرنے سے پہلے ہی اس نے اٹلیان ملک کو سازش میں باغ کر گزرتا رہی پر آواہ کر لیا جنہوں نے تھوڑے ہی دنوں میں مفرور کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ سلطان اس کی بدکرداریوں سے آگ بگولا بنا ہوا تھا۔ اس

بقیہ حاشیہ ۳۸۔ دو درختوں کے سوائے یہاں ہی ہمیشہ برف جی رہتی ہے۔

نے پانڈو چک کو بھرت تیار کیا مروت والا اور اس کے تعلقداروں اور ساتھیوں
ایک ایک کر کے تہ تیغ ہو کر ڈالا۔ مقتولوں کی عورتوں اور بچوں کو بھرت
اور میں بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب مروتوں کی اولاد جو ان ہوئی تو انہوں
نیا ملک سے جو ان اطراف کی اقوام میں مشہور صاحب مروت و
خوشنما وندی ہوئے۔ یہ سب کیا اور پھر موضع تریہ گام میں اگر سکونت پزیر
کے پانڈو کا لڑکا حسین چک جو پاپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا ترقی
شاہی دربار میں پہنچ گیا اور غلامات جسٹ کے باعث غنایات خسروانہ سے ممتاز
الغرض اس کے علاوہ زمین العابدین نے اور بہت سے
میں سے اکثر محتاجوں کے لئے وقف کر دیئے۔ لہذا ان کے وہ مات مقام جہاں
نام سے مشہور ہوئے حسب ذیل ہیں:-

۱) زمین دیوب یار ازہوان وہ شاہی محلات ہیں جو محلہ دشت سہرو میں
گئے تھے اور جہاں ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

۲) زمین گروہ ملاو ہے جس کا ذکر ابھی ہوا اور جو آج تک اس ارشاد
میں اسی نام سے چلا آتا ہے۔ اور نہایت سرسبز و آباد ہے۔

۳) زمین پوروہ قصبہ ہے جو سری نگر سے مشرق کی طرف ملاو
ہے۔

۴) زمین کھوٹ یہ بھی ایک گاؤں ہے جو علاقہ ساہیوال واقع پامیں
(۵) زمین کدل مشہور پل جو بہا راج رہنیر گنج بازار سری نگر کے
واقع ہے۔

(۶) زمین بازار یہ بازار بھی شہر سری نگر میں واقع ہے اور زمین کا
نادر کدل تک چلا گیا ہے۔

(۷) زمین رنگ یہ ایک جزیرہ ہے جو تحصیل ولریں آباد کیا گیا تھا اور
زمین العابدین کی یادگار بہم پہنچا ہے اس موقع پر جزیرہ زمین رنگ کی تعمیر کا
ذرا وضاحت سے بیان کرنا لازمی ہے۔ یہ جزیرہ ۵۰ گز لمبا اور ۷۰ گز چوڑا
کتے ہیں کہ ایک دن جب سلطان زمین العابدین تحصیل اولہ کی سیر کیا

نہ تھا اس نے شہر بند مت نگر کے ایک مندر کے آثار پانی کی تہ میں دیکھے۔ جو عموماً سردیوں میں پانی کم ہونے پر دکھائی دیتے تھے۔ اس نے حکم دیا کہ اسی مقام پر عمارت تعمیر کی جائے۔ اس کے اہتمام کے لئے ایک بڑی کشتی طیار کی گئی جس میں پتھر اور مٹی بھر واکر اسی موقع پر غرق کی گئی۔ اسی کشتی کی بنیاد پر یہ جزیرہ طیار ہوا۔ جب کشتی غرق کر دیا گیا موقع آیا تو مندر و نظروں سے غائب ہو گیا۔ سلطان خود موقع پر آیا غواصوں کو اس کی تلاش کا حکم ہوا اور انہوں نے غوطہ لگا کر مندر کو ڈھونڈ لیا بلکہ اس میں سے دو ریت بھی نکال لائے۔ جب جزیرہ طیار ہو گیا تو اس پر ایک عالی منظر کا شانہ بنوایا۔ جس کا پہلا طبقہ پتھروں سے دوسرا اینٹوں سے اور تیسرا لکڑی سے طیار کیا گیا تھا۔ اس کے متصل ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کرائی گئی تھی اور عمارت تو تمام منہدم ہو گئی ہے لیکن یہ مسجد باوجود خستہ حالی کے اب تک موجود ہے۔ اس جزیرہ کی تعمیر کے لئے کارگیر علاوہ کشمیر کے گجرات سے بھی بلوائے گئے تھے زینہ لنگ کی تعمیر کا مادہ تاریخ یہ ہے۔

تاریخ بن عباد اندراں جشن کند پیوستہ جو تار پنج خود نش خرم باد موضع زینہ پور کو کہی اس نے عالی شان عمارتوں اور باغات سے معمور کر کے لڑشک ارم بنا دیا تھا اس کی سیرابی کے لئے قصبہ شوپیاں سے ایک نہر بھی کھدوئی گئی تھی۔ اس سے پہلے جھیل ڈل کا پانی بتقام جبہ کدل وریائے جلم سے ملتا تھا اس نے مٹی ڈلو کر اس جگہ کو بند کر دیا اور جھیل کا پانی باہر نکالنے کے لئے نالہ مار طیار کر دیا۔ جس سے پرگنہ اجن کی زراعت بھی سیراب ہو گئی۔ اس نالہ پر سات چھریاں بھی بنائے گئے تھے جو آمد و رفت میں بڑی آسائش بہم پہنچاتے تھے۔ اس کے علاوہ مندر تا پیر اور اندر کوٹ کے پتھر جمع کر کے اس نے اندر کوٹ سے سو پور تک ایک مضبوط ڈیم طیار کیا جو شکر کا کام دیتا تھا۔ اس ڈیم کی آئندہ مرمت کے لئے موضع رادو گام وقف کیا گیا

اس کے علاوہ اس نے مالک دور و دراز سے ہرفن کے ماہروں و حرفتگروں اور صناعتیوں کو محقول مشاہروں پر بلا کر صنعت و حرفت کا بازار گرم کر دیا۔ گجراتی معماروں اور بنجاروں کو ملازم رکھ کر لوگوں کو ان کے فنون سکھایا۔ اسی طرح

کاغذ گری۔ صفائی۔ جلد سازی۔ قلمدان سازی۔ حکاکی۔ مہر کنی۔ تابا لہ گری اور قالین بافی
تمام صنعتیں بڑے اخراجات اور سعی سے ملک میں مروج کیں۔ مزید برآں کئی ترکیب
طبع نازک خیال زمین اور رسا اشخاص انتخاب کر کے سرکاری خرچ ہر دوسری
ولایتوں کو بھجوائے تاکہ مختلف صنعتوں اور حرفتوں میں بہرہ وافی حاصل کریں۔
اور اپنے ملک میں واپس آکر اہل ملک کی تعلیم و تربیت کریں۔ اپنے محل سرا کے
متصل اس نے ایک تعلیمی درس گاہ قائم کی جہاں بالکل مفت تعلیم دی جاتی تھی
بلکہ طالب علموں کو جزوی و کلی اخراجات کے لئے بھی اس نے ایک جاگیر عطا کر دی
تھی اس تعلیم گاہ سے ہزاروں کو فیض حاصل ہوا۔ اسکے علاوہ ہی جاگیر تعلیم و تربیت
کے لئے مدارس جاری کئے۔ حکیم حادق اور طبیب کامل جگہ جگہ سے بلوائے
اور کشمیر میں ہی علم طب کو رواج دیا۔ شفا خانہ بنوائے۔ آمدورفت کے راستوں
میں منزلیں سرانیں اور مسافر خانے تعمیر کرائے ملک کو امن و امان اور آسائش
و آرام کا گھر بنا دیا۔ اس سے پہلے اہل ان کشمیر فن آتش بازی کے نام سے ہی یاد
تھے۔ اس کے عہد میں جو نام ایک آتش بان دربار میں آیا۔ جس نے طرح طرح
کے کھیل و تماشہ کر کے تماشا ٹیوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کے ارشاد
سے اس نے کئی کشمیریوں کو بھی اس فن میں استاد کمال بنا دیا۔ کشمیر میں تنگ
رائی اور آتش بازی کا مسجد بھی جیو آتش باز ہے۔

بادجو و اسقدر شان و شوکت اور جاہ و جلال کے کہ بادشاہ ہمیشہ سادہ و رفیع
رہتا تھا اور خزان و دفائن جمع کرنے کی طرف بالکل مائل نہ ہوتا تھا بلکہ ہمیشہ سے ترقی
ملک اور آسائش رعایا کا خیال و منگیر رکھتا تھا جس طرح بادشاہ خود ہمہ صفت مہر و
جامو یہی اسے اہل کار اور مشیر ہی مل گئے تھے جو ہر ایک اوصاف حمیدہ اور
صفات پسندیدہ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھا۔ ہندوستان اور خراسان
سے زر کشیدہ اس نے بے بدل عالم اور فاضل بلوائے اور ان کو مناصب طیلہ
عطا کر کے اپنی مصاحبت اور مجالست میں رکھا۔ خود ان کے قابل قدر مشوروں
سے استفادہ اٹھاتا اور دوسروں کو بھی فیضان صحبت سے مستفیض کرنے کی
کوشش کرتا۔

یہ بادشاہ علم کیسیا اور سیمیا میں بھی بخوبی ماہر تھا۔ کان میں اور کان جو اب بھی اس کے
ماںہہ آتی تھیں چنانچہ جو اہرات زینہ رتن اسی کے عہد سے مشہور چلے آئے ہیں۔
یہ بادشاہ اپنی سالگرہ کا جشن بھی بڑی دھوم دھام سے مناتا تھا اس موقع پر لاکھوں
روپیہ خرچ ہو جاتے تھے رات کو دریائے بہت (جلم) کے کناروں پر اس آب و
تاب سے جشن چرانا کرتا کہ تمام شہر قید نور بن جاتا تھا۔

کشمیری راجوں اور بادشاہوں میں سب سے پہلے زین العابدین نے دیگر ہمسفر
بادشاہوں کے ساتھ سلسلہ اتحاد قائم کرنے کی طرف توجہ کی۔ وہ لوگ بھی اسکی
دوستی کو فخر سمجھتے تھے اور اسکی خوبیوں کے مدح تھے خاقان سعید ابوسعید خاں نے
خراسان سے اس کے لئے تیز رفتار سپاہ تارسی اور شتران راہوار بادید پابطور
متحفہ بھجوائے۔ اس نے بھی سلسلہ ارتباط مستحکم کرنے کے لئے کئی خبر وازر و حضرات
قرطاس مشک عطر گلاب سرکہ کا سٹائے بلورین کشمیری شال وغیرہ عجاائب کشمیر
خاقان مذکور کو بھجوائے۔ اسی طرح سلاطین ترکستان و ہندوستان سے بھی
بتبریل ہدایا و ہدیائے شہودت و اخلاص قائم کر کے ہر ایک کو اپنے دام محبت
میں اسیر کر لیا۔ شریف مکہ سلطان محمود گجراتی سلطان بہلول لودھی۔ خدیو مصر
اور سلطان روم کو بھی تحفہ و تحائف بھجو کر رابطہ اخلاص اور شہودت آتش میں گریدہ
کر لیا۔ والے لاسہ نے نور راج ہنس جو نہایت ہی خوش رنگ اور خوش شکل تھے۔
جھیل بان سہرے اسیر کر کے اس کے پاس بھجوائے۔ کہتے ہیں کہ اگر ان جانوروں
کے آگے پانی اور دودھ ملا کر رکھ دیتے تھے تو وہ اپنی منقاروں سے دودھ کے
اجزاء پانی سے جدا کر لیتے تھے۔ غرض اس نے تقریباً نصف دنیا کو اپنا دوست بنا
لیا اور دشمن سے بے فکر ہو کر عیش و آرام سے حکمرانی کرتا رہا۔

اس کے عہد میں سب سے بڑھ کر جو امن رعایا نے کشمیر کو تھا وہ یہ تھا کہ اس کے
وجود میں تعصب مذہبی اور ظلم و تعدی کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ شہر مکہ کی ایک گھاٹ
پانی پینے کی مثال اسی زمانہ پر صادق آتی ہے کہ اجمال کہ کوئی شخص کسی سے ظلم تو دور
کنار سختی سے بھی پیش آئے کسی مسلمان کو یہ جرات نہ تھی کہ اون سے اونے ہندو
کا دل دکھائے بلکہ یہ بادشاہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا اور ہر

ایک مذہب ولایت کی دلجوئی میں جہتیں ساعی رہتا تھا۔ سلطان سکندر اور علیشاہ کے زمانہ سے ہندوؤں پر جو مظالم اور سختیاں ہو رہی تھیں اس نے ان سب کا تذکرہ بخوبی کر دیا۔ مذہب کو اس نے وہ عروج دیا جو راجگان کے وقت میں ہی اسے نصیب نہ تھا۔ ظلم رسیدوں کو بڑی بڑی جاگیریں اور اعلیٰ مراتب عطا کر کے ان کے افسرہ و دلوں کو تروتازہ کر دیا۔ جن لوگوں کی جاگیریں غضب الہی میں آکر ضبط ہو گئی تھیں ان کو واپس دے دیں۔ جو لوگ پہلے وقتوں میں ملک چھوڑ کر بھاگ گئے تھے بعضوں کو تو سلطان نے خود واپس بلا لیا اور بعض خود بخود اس کے جود و احسان کا شہرہ بن کر وطن بالوف کو لوٹ آئے ان کے علاوہ ہندوستان سے کئی برہمن بھی یہاں آ گئے اور انہوں نے ہمیں کی بود و باش اختیار کر لی بعض بیڈت جو سابقہ سلاطین کے عہد میں ملک سیف الدین کے ہاتھ سے زبردستی مسلمان ہوئے تھے انہوں نے پھر اجماع دین اختیار کر لیا۔ کسی قاضی یا مفتی کو جرأت نہ ہوئی کہ مواخذہ کرتا۔ اہل ہندو کی تمام مذہبی رسومات جو اشاعت اسلام کے بعد باطل منقول ہو گئی تھیں پھر زندہ ہو گئیں۔ اس نے فرقہ بندی کی سرپرستی یہاں تک کی کہ ان سے ایک تحریک کرائی کہ وہ لوگ اپنے مذہب کے برخلاف کوئی ایسی کارروائی نہ کریں گے جس سے ان کے عقائد میں فرق آئے۔ اور ان کے مذہب کو ضعف پہنچے یعنی قبیحہ ہی لگائیں۔ اور علانیہ اپنے آپ کو ہندو کہیں سا اور جو کچھ ان کی مذہبی کتابوں میں درج ہے اس پر عمل کریں۔

ہندو مورخوں نے سلطان کی اس طرفداری اور ہندوؤں پر مراعات حسنہ و مہذول رکھنے کے متعلق عجیب و غریب حکایتیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ سلطان ابتدا سے عہد میں ہندوؤں پر چنداں تسکت نہ تھا۔ لیکن ایک دفعہ وہ ایسا بیمار ہو گیا کہ زندگی سے قطعی ناامیدی ہو گئی۔ شری ہت شناہی طبیب اور دیگر اطباء نے نامہ ارنے ہی بہت زور لگایا۔ لیکن سب ناکام رہے۔ انہیں دنوں ایک ہندو جو گی جو علم سیمیا میں ماہر اور یگانہ روزگار تھا کشمیر کے کسی گوشہ میں رہا کرتا تھا۔ اُمراؤں و اُس کے پاس دوڑے گئے۔ اور امداد کے طالب ہوئے۔ مورخان ہندو تو کہتے ہیں کہ زین العابدین مرچکا تھا۔ اُس جوگی نے اپنی روح اُس میں

ڈال کر اس کو زندہ کر دیا۔ اور خود مر گیا۔ جوگی نے قبل عمل کرنے کے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ جب میری روح سلطان کے بدن میں منتقل ہو جائے تو میرے قالب کو میرے اصلی آسن پر لیجاؤ۔ اور اُس کو خوب حفاظت میں رکھو۔ تاکہ سلطان کو صحیح اور تندرست کر کے میں پھر اپنی اہلی حالت پر آ جاؤں۔ شاگرد جوگی کے بدن کو جو بالکل بے حس و بے حرکت تھا باہر لایا۔ اور اُس سے کہا کہ اپنے سلطان کو جا کر دیکھ لو۔ میرے اُستاد نے اُس کو اچھا کر دیا ہے۔ اب میں اُستاد کے معالج کے لئے اُس کو اپنے امتحان میں لئے جاتا ہوں۔ چونکہ نئے زمین العابدین میں ایک ہندو کی روح موجود تھی۔ اس لئے قدرِ ثناء سے ہندوؤں سے محبت تھی۔ اور وہ اُن سے نیک سلوک کرتا تھا۔ لیکن اربابِ دانش سے مخفی نہیں ہے۔ کہ روح ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ جو جوگی صفائے قلب کی وجہ سے صاحب کشف و شہاب الدعوات ہو۔ کسی بیمار کا علاج کرے گا۔ اپنی دعا کی تاثیر اور خلوص دل کی وجہ سے اُس کو اچھا کر دیگا یا کسی اہل غرض کی مراد پوری کر دے گا۔ سنن منتقل ہو سکتا ہے روح کا منتقل ہونا قریب قیاس نہیں ہے۔ بابر بادشاہ کی موت اور ہمایوں کی بیماری کا حال سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ دونوں باپ بیٹے سخت بیمار تھے۔ بابر نے خلوص دل سے دعا مانگی کہ بار ابا ہمایوں کی جلد بیماری سے وہ بھی میری بیماری میں شامل کر کے اس کو صحت و تندرستی عطا فرما۔ دعا دل سے نکالی تھی۔ اپنا اثر کر گئی۔ بابر زیادہ بیمار ہو گیا اور ہمایوں تندرست ہوئے لگایاں تک کہ تیسرے ہی دن بابر کا انتقال ہو گیا۔ قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ جوگی اور سلطان زمین العابدین کا بھی معاملہ ایسا ہی ہوگا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ کا ذکر ہے نور خان ہندو کہتے ہیں۔ کہ ایک شہزادہ کشتی میں سوار ہو کر دریا کی سیر کر رہا تھا جب عالی کدل پر پہنچا تو ایک پنڈت تالی کو جو غارت گہ ہوش و حواس تھی دیکھا۔ اور دیکھتے ہی یہ صبر جاتا رہا۔ اک آہ کے ساتھ ہوش جاتے ہی نگاہ کے ساتھ۔ وہ برہمنی پانی کا گھڑا دریا کے گھاٹ پر بھری ہوئی تھی جب اُس نے گھڑا سر پر رکھا تو شہزادہ نے گھڑے کو گلیلہ کا نشانہ بنایا جس

ہنسے گھڑا تو ٹوٹ گیا۔ لیکن پانی اسی طرح مہلق رہا۔ جو اُس حسن کی دیوی کے جت
ست اور اسکی عصمت و پاک ذات کی کا نتیجہ تھا۔ اسی حالت میں وہ اپنے گھر گئی
جب خاوند نے یہ حال دیکھا تو اُس نے خشمناک ہو کر جلے دل سے بد دعا دی۔
کہ جس نے یہ حرکت کی ہے اُس کے سینے میں درد اٹھے اور اُس کو دردِ سیاہی
نصیب ہو۔ برہمن کی دعا قبول ہو گئی۔ سب ہزاوہ ایسا بیان ہوا کہ جان کے لالے
پڑ گئے۔ جب سلطان کو اصل معاملہ سنا گا ہی ہوئی۔ تو وہ پابریہ نہ برہمن کے گھر
گیا۔ اور وہاں صحت کا خواستگار ہوا۔ برہمن نے بادشاہ کو بہت سی نیند و نصح
کیں کہ بادشاہ اور شاہزادے جب اپنی رعایا کے ساتھ ایسا سلوک کرینگے۔ تو
غریب رعایا کا کہاں ٹھکانا ہوگا۔ آخر برہمن نے شاہزادہ کی صحت کی دعا مانگی۔ جو
بارگاہِ حقیقی میں قبول ہوئی۔ بادشاہ کے دل پر اس واقعہ سے بڑا اثر ہوا۔ اور
وہ رعایا اور خصوصاً ہندوؤں کی دلجوئی میں اور بھی سرگرمی دکھانے لگا۔
ہندوؤں کے میلوں اور تیرتھوں میں سلطان بذاتِ خود موجود رہتا تاکہ
کوئی شخص اُن کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرنے پائے۔ ہندوؤں کے میلوں
کو عربی فارسی تعلیم دلو کر بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز کیا۔ بعض ہندو جو منہدم
کئے گئے تھے از سر نو تعمیر کرائے۔ مندر و مٹھی شور و آواز کوہِ سلیمان کی صورت کرائی
جس میں چار نئے حجرِ مستون لگائے اور اُس کے سقف اور گنبد کو بھی حضرت
کر کے مستحکم و استوار بنادیا۔ سلطان زبانِ دانی میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ ہندی
فارسی اور تہذیبی زبانیں بخوبی جانتا تھا۔ طبِ ہندی کو فارسی کا لباس پہنا کر کشمیر
میں جاری کیا۔ اور دوسری بٹ ایک ہندو حکیم کو طبیبِ شاہی کے اعزاز سے
سرافراز فرمایا۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابیں جو دستِ برد میں آگئی تھیں ہندوؤں
سے منگو کر ملک میں تقسیم کیں۔ ویدوں شاتروں پرانوں اور برہمنیت کتھا کا فارسی
میں اور فارسی کتابوں کا سنسکرت میں ترجمہ کرا کے ہندو مسلمانوں کے دلوں
سے ذاتی بغض و عناد کی جڑیں کاٹ دیں جس کا اثر آج تک دونوں فرقوں میں پایا
جاتا ہے یعنی موجودہ زمانہ میں بھی کشمیری ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور
برتاؤ دوسرے ممالک کے لئے بھی قابلِ رشک ہیں۔ انہیں ایام میں مسلمانان کے

ساتھ پر ایک پھوڑا نکلا جس سے وہ سخت لاچار ہو گیا۔ آخر جب حکیم شری بٹ کے معالجہ سے اُسے صحت ہوئی تو اُس نے حکیم موصوف کو انعام دینا چاہا۔ لیکن اس نے کسی قسم کا نقدی انعام لینے سے انکار کیا اور درخواست کی کہ میری قوم کو زجزیرہ معاف کر دیا جائے۔ اس کی درخواست بپا یہ قبولیت پہنچی اور لوگ جزیرہ کی مصیبت سے آزاد ہو گئے۔ سلطان نے ایک ہندو برہمن (کشمیری پنڈت) کو وزیر تعلیمات مقرر کیا۔ مندروں کے اخراجات کے لئے جاگیریں عطا کیں اور سلطان کے حکم سے ہر مندر کے ساتھ ایک پاتھ شالا بھی تعمیر کیا گیا جس میں ہندو دیوتاؤں کی آراوی سے اپنا علم حاصل کیا کرتے تھے۔ دارالترجمہ کا افسر علی ہی ایک برہمن کشمیری تھا جس کے ماتحت بڑے بڑے قابل مسلمان تھے۔ سلطان سکندر ربت ننگن اور سلطان علی شاہ کے زمانہ میں ہندوؤں کو مسجدوں میں داخل ہونے بلکہ اُن سے چھو جانے تک کی سخت ممانعت تھی لیکن اس بادشاہ نے یہ سختی ہٹا دی اور ہندوؤں کو بشرط طہارت مسجدوں میں داخل ہونے اور اُن کے صحن میں پھرنے اور دیکھنے کی عام اجازت دے دی۔ سلطان نے ہندوؤں کے ساتھ ایک اور

خاصی صفحہ ۷۸۔ اسے کلام فوق میں ایک نظم ”ایک کشمیری اور پنجابی کا مکالمہ“ درج ہے۔ پنجابی کہتا ہے تم لوگ نہایت خوش نصیب ہو۔ کشمیر میں ہندو مسلمانوں کا اتفاق ضربِ مثل ہے۔ کسی فرقہ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں کشمیری جواب میں اپنے ملک میں بے تعصبی اور باہمی اتفاق کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اُس کے خیال میں بعض غیر ملکیتوں اور خصوصاً ایک نئے فرقہ کی وجہ سے تعصب پیدا ہو جانے کا احتمال ہے اور افسوس ہے کہ بدقسمتی سے آج کل یہ احتمال یقین کے درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور کشمیر میں اس کے اثرات ناظر رہنے ہیں۔ کشمیری کا جواب ملاحظہ کے قابل ہے۔ کتاب ہے۔

دیکھئے آگے دیکھائے کیا خدائے دو جہان
بچ گئے ہم اجنبی لوگوں کی نظروں سے اگر
آئیں گے خود اور اپنے ہم وطن بنو آئیں گے
اب خدا حافظ مالِ خطہ کشمیر کا
خود تماشا بن گئے گھربار کو جو پھونک کر

شکر ہے اب تک تعصب کا نہیں کوئی نشان
زندگی اپنی بسر ہو گی وطن میں بے ضرر
غیر ملکی جس جگہ جائیں گے آفت لائیں گے
ہر جہاں ہے ایسی باتوں کی یہاں ہی ابتدا
کب پڑ گئی اُن کی آوروں کی پہلائی پر نظر

رعایت یہ کہ ان کے قومی اور مذہبی مقدمات کے انقباض کے لئے ہندوؤں کو
مقررہ کئے۔ گاؤں کشی جو عہدِ سلامتی سے جاری ہو گئی تھی۔ اور سلطان سکندر
اور ملی شاہ کے زمانہ میں زور پر تھی اس پر ولعزیز انہیں پسند اور رحم دل بادشاہ
نے اس کی ممانعت کے احکام جاری کر دیئے نہ صرف یہی کیا بلکہ رسمِ ستی کو
بھی جو ہندوؤں کی قدیم الایام سے رسمِ حلی آتی تھی اور سابقہ سلاطین کے وقتوں میں
بند کر دی گئی تھی۔ اور ہر چند کہ زمین العادین بھی اس رسم کے اجراء پر راضی نہ
تھا اور ستی کو ایک صریح ظلم سمجھتا تھا لیکن صرف ہندوؤں کے پاس خاطر سے
اس رسم کو پھینچا رہی کر دیا۔ جس سے جملہ اہل ہندو اس کے از بس احوال ہندو
شکار کی ممانعت تھی کہ یہ غایا کا ایک کثیر حصہ اس کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتا
ہے بعض بعض ہندو و تقریبوں اور تیوٹاروں پر گوشت بھی نہیں کھاتا تھا۔ اس
کے علاوہ اس نے اپنے دربار میں بھی بہت سے کشمیری پنڈتوں کو بڑے بڑے
عہدے دے رکھے تھے۔ بلکہ گلنا تہہ جی سے لائق و فائق و پانیت عالم فاضل
برہمن اور کورہ کھتری عامل و کال جوگی معقول مشاہروں پر ملا رکھے تھے جنکی
قدردنیت مسلمان ذریعوں سے بھی زیادہ کرتا تھا اور ان کی صحبت سے
اکثر مستفید ہوتا رہتا۔ قدرت نے اسے ایسا حلیم الطبع بنایا تھا کہ لمزموں اور مقبول
پر بھی سیاست نہ کرتا تھا بلکہ بڑے الفاظ سے بھی کسی کو یاد نہ کرتا تھا۔ یا یہ بھی
سے جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا فوراً پورا ہو جاتا تھا۔ انہیں اوصافِ حمیدہ اور
اخلاقِ پسندیدہ کے باعث اس نے ہندو مسلمان و عایا کے دلوں میں ایسا گھر کر لیا
تھا کہ ہر ایک اپنے زبانِ قربان کرنے کو تیار تھا۔ حوام اسے بڑے شاہ و رشادِ عظیم کے
نام سے پکارتے تھے اور دل سے اسکی عزت کرتے تھے۔ تاریخ ہندوستان میں
جو پاپیشہ شاہ جلال الدین محمد اکبر کو حاصل ہے اس سے دو چند عزت و اقتدار
بقیہ حانیہ سقم ہے۔ ہندوؤں کو یہ مسلمانوں سے بڑا وائیں گے اور خد کٹر کوس لوٹ کر کھا جائیں گے
اسے یہ تمام حالات علی قلی مرزا کی تاریخ میں وضاحت درج ہیں۔ اسے اس سلطان کا نام بڑشاہ (بڑا بادشاہ)
کے علاوہ بڑشاہ (یعنی ہندوؤں کا لاج) ہندوؤں کی رعایت ہی سے مشہور ہے ویکو گلدستہ
کثیر مصنف پنڈت ہرگوپال کول سنو نمبر ۱۱۷- فوق ۱۷ تاریخ فرشتہ ۱۳

مستحق یہ سلطان ہے جو آج تک ہندوستان دونوں اقوام کے نزدیک ویرانہ اور ولی کا رہتا رہتا ہے

ایک سلطان نے جو سلطان کے مقربوں میں تھا شراب کے نشہ میں ایک ہندو کو اس قدر مارا کہ اس کی جان نکل گئی سلطان کو خبر ہوئی حکم دیا کہ اس رُوسیاہ کو گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں گھومتا ہوا لایا جائے تاکہ شراب نوشی کا انجام - اور تقرب شاہی کے گھمنڈ میں کسی بے گناہ کے قتل کا نتیجہ معلوم ہو - اور باقی لوگ بھی خبردار ہو جائیں۔
 عجیبے اخلاق کا دنیا و دین لے کر اور راست بافقہی خوش بود باد شاہی خوشتر است
 کچھ عرصہ بعد سلطان کے بھائی اور نائب السلطنت محمد خاں کا انتقال ہو گیا سلطان نے اسکی جگہ اس کے بیٹے حیدر خاں کو منصب نیابت عطا کر دیا اور تمام مہمات ملکی و مالی کا شغل بنا دیا۔ انہیں دونوں میں مسعودیٹ اور شیرودیٹ جو بادشاہ کے کوکے تھے اور ہوتا مملکت میں ہی اعتبار رکھتے تھے۔ اندرونی بغض و عناد کے باعث ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ یہ مخالفت یہاں تک بڑھ گئی کہ موقوفہ پاکر شیرودیٹ نے مسعودیٹ کو قتل کر ڈالا۔
 بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے قصاص میں قاتل کو بھی قتل کر ڈالا۔ تاہم بادشاہ کو اس کے ضائع ہو جانے کا بڑا سنج ہوا اور اس نے ایک لاکھ روپیہ اس کی روح کے تصدیق میں خیرات کیا۔

سلطان لہین العابدین کے نعل زندگی کا تین بیٹے تھے لیکن انکی بے اعتدالیوں اور خانہ جنگیوں نے اس الوالعزم سلطان کی زندگی کو بالکل تلخ بنا دیا۔ ان میں سب سے بڑا ادہم خاں تھا۔ لیکن وہ بادشاہ کی نظروں میں حقیر تھا۔ دوسرا بیٹا اس کا حاجی خاں تھا اور بادشاہ اسے بہت چاہتا تھا۔ اور تیسرا بیٹا کاہرام خاں تھا اور یہ منافقت پیشہ تھا۔ جب یہ لڑکے جوان ہوئے تو ایک دوسرے سے رشک کرنے لگے۔ جس نے بڑھتے بڑھتے خوفناک صورت اختیار کر لی۔ اور تینوں پہاڑوں میں نفاق کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ نے رفع شرک کی خاطر ادہم خاں کو معہ فوج باغیاں ثبت کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ ادہم خاں نے جو امر دیکھا تو اسے ہی عرصہ میں تمام ملک کو تہ و بالا کر کے منظر و منصور بشمار مال غنیمت کے ساتھ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس سے خوش ہو کر بادشاہ نے اسے نوازش کا

سلہ گلدستہ کشمیر صفحہ ۲۹

خضر باد سے سر بلند کیا اور ہم خاں کے یہاں پہنچے پر سلطان نے حاجی خاں کو نوہر کوٹ کا حاکم بنا کر دار السلطنت سے دور بھیجوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد حاجی خاں اپنے بھائی بہرام خاں سے شروہ ہو گیا۔ اور کمال کو تہ اندیشی اور بغیر ہر سہ سے بلا اجازت سلطان لشکر گراں قدسہ کر کشمیر پہنچا۔ آیا ہر چند بادشاہ نے اسے اپنی حرکت سے منع کیا لیکن وہ خود ہر باز نہ آیا۔ آخر سلطان بھی فوج اس سے کر کے بیٹے کے مقابلہ کو نکلا اور دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس محرمہ میں اوہم خاں نے خوب داد و شجاعت دی۔ حاجی خاں کے بہت سے نامی گرامی سردار مارے گئے اور وہ تنگ آکر سیرو پور کی طرف بھاگ گیا۔ اوہم خاں نے عقبہ کر کے بھائی کے بہت سے ہمراہی مار ڈالے۔ لیکن حاجی خاں بھائی سے کچھ لکھ گیا۔ باغی فوج کے جو سپاہی سلطان کے ہاتھ آئے تھے خدایا نے شہید سے مروا لئے گئے۔ باغیوں کی عبرت کے لئے مقتولوں کے سروں سے ایک مینار بنایا گیا۔ حاجی خاں کے رفیقوں، مشیروں اور غصوبہ بازوں پر تاخت و تاراج مچا کر بادشاہ نے انہیں بالکل بے دست و پا کر دیا۔ غضب سلطانی سے خوف زدہ ہو کر حاجی خاں کی فوج کے بہت سے آدمی اوہم خاں کے پاس آکر پناہ گزین ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے اوہم خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کر لیا۔ اور امور مملکت کی ذمہ داری سلطنت میں ہی اسے شریک کر لیا۔ انہیں ایام میں شہر جیمیری مطابق شہر کوٹہ کو شہر بارش کے باعث فصل و دان خام رہا جس سے قحط نازل ہو گیا۔ اس قحط میں بہت سی خلقت بھی ضائع ہو گئی۔ نیک دل بادشاہ کو رعایا کی تباہی سے سخت فکر پیدا ہو گیا۔ ہر وقت بلول اور راند و گھبراہٹ۔ موسم کھلنے پر اس نے دوسرے مالک سے غلامنگو کر رعایا میں تقسیم کیا جس سے قحط کی شدت رفع ہو گئی۔ اس کے تھوڑے دن بعد اوہم خاں نے فیوہر سے علاقہ کماراج میں دست تھاول دراز کیا اور طرح طرح کے ظلم و ستم کرنے لگا۔ نقد و جنس جو کچھ کسی کے پاس دیکھتا زبردستی ضبط کر لیتا۔ اس کے مظالم سے تنگ آکر لوگ بادشاہ کے پاس آکر دوا و فریاد کرنے لگے۔ لیکن جو حکم بادشاہ صادر کرتا اوہم خاں اسے بالکل خاطر میں نہ لاتا۔ بلکہ عداوت اس کے برعکاس کرتا۔ یہاں تک کہ آخر کار ایک دن ہمراہی لے کر سری نگر پر چڑھ آیا اور محلہ قطب الدین پورہ میں علم خوار کھڑا کر کے شہر میں تاخت و تاراج مچانے لگا۔ سلطان نے اس کی حرکات سے

متوجش ہو کر باتمالت و مدارا سے رام کیا اور واپس کامراج ہو گیا۔ اس سے پہلے ہی اُس نے خفیہ طور پر حاجی خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ تعجیل تمام تر فوج لے کر واپس آجائے۔ حاجی خاں بھی موقعہ کا منتظر تھا خبر پاتے ہی فوراً اگلیا اور بہائی سے برد آزمائی کرنے کے لئے بمقام سوپور قیام پذیر ہو گیا۔ ادھر سے ادھم خاں بھی لشکر جبار ساتھ لے کر نکلا اور حاجی خاں کے لشکر کو ٹنکت فاش دے کر تمام سوپور کو توہ بالا کر گیا۔ یہ خبر سنکر سلطان نے ادھم خاں کی سرزنش کے لئے لشکر قاہرہ متعین کیا۔ جس نے ادھم خاں کے جان نثاروں اور بہادروں کو تہ تیغ کر کے اُس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ غریب کو خدا کی بار بیزیت کے وقت سوپور کا پل ٹوٹ گیا جس سے ادھم خاں کے تین سو آدمی عرق لہو فنا ہو گئے۔ دوسرے دن ہاوشنا ہی فوج گراں لے کر سوپور آگیا اور دریائے جلم کے جنوبی کنارے پر خیمہ زن ہو گیا۔ دوسری طرف ادھم خاں مخالفت کا جھنڈا کھڑا کئے لڑائی کا منتظر بیٹھا تھا۔ ادھر حاجی خاں بمقام بارہ مولا باپ کی معاونت کے انتظار میں چشم براہ تھا۔ سلطان نے تیسرے بیٹے پر ام خاں کو بہائی کے مستقبل کے لئے بارہ مولا بھیجا یا جس نے اظہار یگانگت و یک جہتی کر کے بہائی سے عہدہ پیمان کر لیا اور اُسے ساتھ لے کر سوپور کی طرف مراجعت پذیر ہوا۔ لوگ دواہ کاؤنچے تو ادھم خاں باپ اور بہائیوں کی متفقہ طاقت سے یوں ہموار ہو گیا کہ پانچاگ گیا۔ اور بادشاہ حاجی خاں کو ساتھ لیکر دار السلطنت کو لوٹ آیا۔ اب کے سلطان نے حاجی خاں کو رہنما و لیخبر بنایا اور تمام معاملات حکمرانی اس کے سپرد کر دیئے۔ پہلے پہل تو حاجی خاں سابقہ ایام کی نارامت دھونے کے لئے باپ کی خدمت میں مکرستہ رہا جس سے بادشاہ بھی خوش ہو گیا اور تمام اولاد سے زیادہ محبت کرنے لگا جس کے ثبوت میں اس نے اپنی مکر خاص محل کشمیر بھی اس کو بخش دی۔ اور جاگیر خاص بھی اُسے عطا کی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد حاجی خاں پھر جاوہ اعتدال سے منحرف ہو گیا اور بادشاہ اس کے حرکات شنیع اور اطوار قبیح سے سخت کبیرہ خاطر ہوا۔ اسی اثنا میں سلطان بعارضہ اسہال مبتلا ہو گیا اور مہات ملکی کچھ عرصہ کے لئے معطل ہو گئے۔ بعض امیروں نے ادھم خاں کو پیغام بھیج کر بلوا لیا۔ لیکن بادشاہ نے اس سے کوئی اتفاقات نہ کی۔ آخر ادھم خاں نے ملے دواہکا متصل سوپور پر لب دریائے بہت ۱۲

بہائی سے صلح کر لی اور دونوں الگ ہو گئے۔ بہرام خاں کو بہائیوں کا اتفاق نہ پایا اور اس نے منافقت کر کے جلد ہی ہی دونوں کو ایک دوسرے کے برخلاف کر دیا۔ اسی زمانہ میں خیر خواہان مالی نے بادشاہ کی خدمت میں وسیعہ مقرر کرنے کے لئے التماس کی بادشاہ نے یہ ظاہر کر کے کہ میری اولاد میں سلطنت کے لائق کوئی منتظر نہیں آتا اس معاملہ کو تقدیر پر رہنے دیا۔ اس کے بعد وہم خاں باپ سے رخصت ہو کر بہائیوں سے علیحدہ مولیٰ قطب الدین پورہ میں جا بیٹھا۔ لیکن حاجی خاں اور بہرام خاں اُسے کب تک دیتے تھے خود ہی آراستہ کر کے بہائی کے اخراج پر آمادہ ہو گئے۔ سادہم خاں ہی مقابلہ برپا ہو گیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ہر روز کشت و خون کا بازار گرم رہتا۔ اور بادشاہ کی حالت ہی دگر گول ہو رہی تھی جب اس نے بیٹوں کے جنگ و جدل کا حال سنا تو پیاری اور ہی زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ اطبا معالجہ سے عاجز آ گئے اور انہوں نے اسے لاوار کر دیا۔ طبیعت روز بروز بگڑتی گئی بیہوشی طاری ہو گئی۔ اور ایک شب روز بادشاہ کی یہی حالت رہی اسی اثنا میں وہم خاں میدان جنگ سے نکل کر باپ کی عیادت کے لئے آیا۔ حسن خاں کچھ جو امرائے نامدار سے تھا حاجی خاں سے ملتا اور اسی رات بہت سے ہمراہیوں سمیت اس نے حاجی خاں کی سمیت قبول کر لی۔ دوسرے دن وہم خاں کو بفریب و قاتل سے نکال کر حاجی خاں و دیوان خانہ خائن میں جا داخل ہوا۔ اور تمام بادشاہی خزانہ و ذخائر پرتقاضن ہو گیا۔ اسکی فروغ ظفر کے باہر مرنے مارنے کو طیار کھڑی تھی جب وہم خاں نے دیکھا کہ معاملہ دگر گول ہے اور اسے تاب مقاومت نہیں تو راہ فرار اختیار کر کے بارہ مولہ کے رہستہ روانہ ہندوستان ہو گیا۔ اس کے ملازموں اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی بیدل ہو کر اسکا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔ حاجی خاں کا سپہ سالار زین لارک وہم خاں کے قنات میں گیا۔ لیکن اُس کے آدمیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسی دوران میں حاجی خاں کا لشکر حسن خاں ہی پونچھ سے آگرہ باپ سے مل گیا جس سے اس کو اور بھی تعزیت ہو گئی اسی حالت میں سلطان رین العابدین ۶۹ برس کی عمر میں ۱۵ سال دو ماہ اور تین روز کی بے مثال جہانباہی کے بعد بیٹوں کی فتنہ پروری سے تنگ آ کر دنیا سے خالی ہو عالم جاودانی میں جا داخل ہوا۔

فغان زین چرخ دولابی کہ ہر روز بجای سے انگند ماہ شب افروز
اور باپ کی قبر کے سامنے مزار سلاطین میں مدفون ہوا کون آنکھ تھی جو ایسے ہر دل عزیز
بادشاہ کے ماتم میں آنسو نہ بہاتی۔ اور کون دل تھا جو اس رحم دل بادشاہ کے غم
میں صد چاک نہ ہوتا۔ رعایا نے بہت ماتم کیا۔ رشاخوں نے مرثیے لکھے۔ دو ایک
شعر درج ذیل میں ہے

سلطان زین العابدین زو فیض زہد بریں	بے نور شد تاج و نگین بے ہوش شد روض و بستان
از بہر تار بخش حیاں بے سر شدہ اندر جہاں	عدل و کرم علم و حلم جاہ و چشم صلح و صفا
در یغیا بادشاہ مسلمین منت	ایام وقت زین العابدین منت
جہان تاریک شد از ماتم او	کہ خورشید زماں زیر زمین منت
کشید از آسمان سراپا غیب	نہاد روادہ ملک دین رفت

۹۷۹- (۱) - (۸۸۰)

شہنشاہ اکبر اور سلطان زین العابدین

شہنشاہ اکبر کو ہندوستان میں کمال ہر دل عزیز ہی حاصل ہے۔ اور اُس کے
حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہے ہی اسی کے قابل۔ لیکن زین العابدین ہی
کشمیر کے ہندو مسلمانوں میں کم ہر دل عزیز نہیں ہے۔ اُس کی شہرت بمقابلہ اکبر
کے اس لئے کم معلوم ہوتی ہے کہ اکبر کو ابو الفضل اور ملا عبدالقاوور جیسے لوگ پڑ پڑے
لگا کر اڑانے والے مل گئے۔ نیز اُس کے دربار میں اکثر اہل فرنگ بھی آئے۔ سارگروہوں
نے جا کر اپنے ملک اور اپنی تاریخوں میں اس کی خوب شہرت کی۔ زین العابدین
کے حالات کشمیر تک ہی رہے اور وہ ہی اس قدر نمایاں تھے کہ اول تو ملتے نہیں تھے اور
اگر کسی کے پاس تھے ہی تو وہ اُسے سینہ بسینہ کہتا تھا زین العابدین کا انتقال ۹۷۳ھ ہجری کو
ہوا اور اکبر ۹۷۳ھ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ تقریباً ایک سو سال کا فرق ان دونوں
میں تھا۔ زین العابدین کے زمانہ میں چچا پہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس لئے اس زمانہ
کی تاریخیں قلمی اور غیر مطبوعہ ہوا کرتی تھیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ قلمی کتابیں عموماً

نایاب ہوتی ہیں۔ اس لئے کتابوں کی کمیابی کی وجہ سے ہی زین العابدین کے حالات تازیکی میں رہے۔ اور ہرچند کہ اکبر کے زمانہ میں چھاپہ کار وراج نہ تھا۔ لیکن اس کے حالات پر نگیزوں فرانیسوں اور انگریزوں نے (جو عموماً اس کے دربار میں آیا کرتے تھے) اپنے اپنے ملکوں میں بذریعہ اشاعت محفوظ رکھے۔ اور بالخصوص اکبر نامہ اور آئین اکبری نے جو زمانہ سلف میں مصلوں اور کتبوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔ اس کو یاد رہی شہرت وہی سمجھ اکبر کے حالات جب انگریزی اور فارسی سے اردو زبان میں مولانا آزاد دہلوی نے لکھے تو انہوں نے اپنی مشہور جادو نگاری سے اس کی شہرت کو بقاء دے دوام کا ظمت بنایا۔ چھاپہ کی برکت سے اکبر نامہ اور آئین اکبری اور اکبر کے زمانہ اور حالات کی دیگر تاریخیں آج ہر شہر اور ہر تاجر کتب کی دوکان سے مل سکتی ہیں۔ لیکن کشمیر کی جتنی فارسی یا سنسکرت تاریخیں ہیں وہ ہنوز پردہ گنہامی میں ہیں۔ اور صرف دو تین زبور طبع سے اس شہر ہوتی ہیں۔ ان میں ہی زیادہ تر حالات مشائخاں اسلام اور اہل اللہ حضرات کے ہیں۔ شائمان کشمیر کے حالات جن تاریخوں میں درج ہیں وہ ہنوز قلمی ہیں۔ اور بوجہ قلمی ہونے کے نہایت نایاب ہیں۔ اس لئے ایسے انتخاب روزگار بادشاہ کے مفصل حالات ہی بہت کم میلاں میں آئے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ زمین و آسمان کئی باتوں میں اکبر سے زیادہ مرتبہ اور جاہ و جلال رکھتا تھا۔ سلطان خود عالم تھا۔ کئی زبانوں سے آگاہ تھا۔ شاعر تھا اور شعر نے البیہ بہ کہتا تھا۔ ہندوؤں کی دلتا اور بول چوٹی کے لئے ایسی ایسی رعایتیں کیں کہ خود ہندو راجوں سے نہ ہو سکیں رعایا کے آرام اور امن عام کے لئے مذہب اور مہینٹ اور جسرانہ وغیرہ جو معامل اور تحصیلدار رعایا سے لیا کرتے تھے موقوف کر دیا۔ رشوت لینے والوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں۔ قتل کا حکم بہت کم دیتا تھا۔ نزدیک سے ہی متفرق تھا۔ نرمی اور ملائمت اور حکمت عملیوں سے زیادہ کام لیا کرتا تھا۔ چوروں اور مجرموں کو سخت سزائیں ہی نہ دیتا تھا۔ حکم تھا۔ کہ قیدیوں کے پاؤں میں زنجیر لگا کرے۔ اور ان سے عمارت کا کام لیا جاکرے۔ یعنی ان سے عموماً مٹی اور تھڑا لکھوائے جاتے تھے۔ گوشت کا استعمال کم رکھتا تھا۔ خصوصاً ماہ رمضان میں بالکل

نہیں کھاتا تھا۔ زین العابدین کیسا عابد نیک نام اور انصاف پسند ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ملک کار و پیہ ملک کے کام ہی میں کرتا تھا۔ خزانوں کے جمع کرنے کا اس کو مطلق شوق نہیں تھا۔ اپنے ذاتی اخراجات ذاتی جاگیر اور ذاتی آمدنی سے بہم پہنچاتا تھا۔ تاہم کی کان اسکی ذاتی جاگیر ہی جس میں ہزاروں مزدور رات دن کام کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور مصروفیات ہی ذاتی خرچ کے لئے وقف تھے۔ سرکاری خزانہ سے اس کا کوئی واسطہ نہ تھا۔

سلطان زین العابدین اور علوم و فنون کی قدرانی

سلاطین کشمیر میں سے ہندوؤں کے ساتھ جس سلطان نے کمال بے تعصبی اور حقیقت پسندی کا کام لیا ہے۔ وہ سلطان زین العابدین عرف پڑشاہ ہے جسکو کج تک ہندو مسلمان نیک نامی کے ساتھ یاد کر رہے ہیں۔ رعایا نہایت احسن تھی۔ نہ مسلمانوں کو بے چینی تھی اور نہ ہندوؤں کو کسی کا خوف تھا۔ کشمیر کی شہرت ہندوؤں سے گذر کر بلخ بخارا۔ عرب خراسان اور ایران تک جا پہنچی تھی۔ علما فضلاء اور صاحب کمال لوگ خود بخود کچھے چلے آتے تھے۔ اور سلطان کے دامن عاطفت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ آہ اسے سلطان زین العابدین پڑشاہ ما۔ نوہ کشمیر پڑھ بیٹھے تری سیت کے ساتھ سلطان کی مجلس میں مہر فن کے صاحب کمال موجود رہا کرتے تھے۔ جن لوگوں نے اس دربار کی مفصل کیفیت سنی ہے وہ اکبری دربار کو اس کے مقابلہ میں پیچ سچھتے ہیں۔ سلطان کو معطر اور دیگر مالک عرب سے کتب احادیث منگواتا اور فرصت کے وقت ان کے مطالعہ میں مصروف رہتا۔ ان کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی کتابیں ہی دوسرے مالک سے منگو کر اپنے ملک میں شائع کرائیں بعض کے ترجمے فارسی میں کرائے۔ بعض سنسکرت میں اور بعض کو کشمیری حروف کا لباس پہنایا۔

اس بادشاہ کے عہد میں اکثر بڑے بڑے صاحب کمال اہل ول اولیائے کرام عالم و فاضل اور شعرائے نامدار گذرے ہیں ان میں سے صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے سلطان کا کسی نہ کسی حیثیت سے واسطہ اور تعلق رہا ہے۔

سید حسین منطقی اصل وطن شہر ہشتنگ ملک خراسان تھا چونکہ علم منطق میں کمال رکھتے تھے اسلئے منطق کے نام سے مشہور ہیں۔ اس پر مشورے سے قلعہ سے قریب چاس ہزار یوں کے ساتھ وطن سے ہجرت کی سلطان سکندر ربث ننگن کے زمانہ میں قاضی کشمیر ہوئے۔ بادشاہ کے خلاف ایک سازش کے الزام میں خود بخود ہی کشمیر سے بجانب دہلی چلے گئے۔ جب سلطان دین العابدین تخت نشین ہوئے تو اسکی فیاضی اور علم و ہمتی کی شہرت سنکر کچھ کشمیر میں چلے آئے سلطان نے سید حسین کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی۔ جس سے اس کو کمال صفائی قلب حاصل ہوئی بادشاہ نے ایک دن اپنے مرشد سے تبرک مانگا۔ آپت دوسرے دن کا وعدہ کیا۔ اور وعدہ کے دن کوئی چیز زیر استین چھپائے ہوئے سلطان کے ہاں آئے۔ اور فرمایا تمہارے لئے تبرک لایا ہوں۔ بادشاہ نے اتہرے ٹپٹا تو آپ نے ایک نو زائیدہ بچہ نکال کر اس کے حوالہ کیا اور کہا کہ میں تم کو اپنا بیٹا بطور تبرک بخشا ہوں۔ اس کا نام محمد بن رکھنا۔ بادشاہ خوش ہی ہوا اور حیران ہی۔ اور اس نے یہ گرائیہ اپنی ایک حرم محترمہ کو جو سادات بیہمتی کے خاندان سے تھی اور لاو لہ تھی۔ حوالے کر دیا۔

سید محمد بن منطقی سید حسین کے بیٹے تھے۔ ان سے بہت سے کشف و کرامات مشہور ہیں سلطان نے ریزہ شک کی تعمیر کے بعد جشن شکرانہ منعقد کیا۔ یہ منطقی بھی اس میں شامل تھے۔ جب اس محفل پر مشورے میں امور غیر مشروع یعنی ناجائز رنگ وغیرہ شرفروغ ہوئے آپ کی رنگ غیرت جوش میں آئی اور اپنے آپ کو دریائے اور میں جو بحرِ رخا سے کم نہیں ہے والد یا۔ سلطان اور اعیان دولت نہایت متفکر و مشرود ہوئے۔ غواصوں کو تلاش کا حکم دیا۔ لیکن کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر بے قرار ہو کر وہیں شہر آیا۔ جب موضع اشیم میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت میرور یا کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بادشاہ آپ

لئے سلطان کے صفائی باطن کے متعلق مورخاں اسلام الکی کئی کرامات اور خوارقِ عادات کہتے ہیں مثلاً ان کے یہ صبر ہی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن سلطان ریزہ شک میں تھا بیٹھا تھا۔ اسکا بیٹا حاجی خاں نامو شیطاں باپ کے قتل کے ارادہ سے وہاں آگیا۔ سلطان نے اسکو دیکھا کہ میری تسبیح میں گئی ہے جلدی جا کر اٹھا اور حاجی خاں غیب بول نہ سکا اور لٹے پاؤں وہیں آیا جب مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سلطان وہاں بیٹھا ہوا وظیفہ پڑھتا ہے۔ حیران ہو کر بغیر ریزہ شک میں آیا۔ جو کہا تو سلطان بدستور اپنی موجودہ تہذیب الدین نے اس سے تسبیح مانگی تو وہ شرمندہ ہو کر باپ کے تہذیبوں پر گر پڑا۔

کے پاؤں پر گر پڑا اور معافی کا طلب گار ہوا۔ آخر عمر میں بادشاہ کی مصاحبت سے کتار کشمیری اختیار کر لی۔ سالتہ سال میں دو ایک مرتبہ ضرور جایا کرتے تھے۔ چونکہ اکثر امرا ان کا اقتدار نہ دیکھتے سکے انہوں نے موقع پا کر آپ کو تشدد کر دیا۔ آپ شاعر ہی تھے۔ آپ کے دو ایک شعرا اس غرض سے لکھے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ صوفیوں کا مذہب کیا ہوتا ہے اور سلطان زین العابدین کے زمانہ میں ہندو مسلمان کس انتہات و گنگاہت سے بسر کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ یہ پیش مردم عارف چرمسجد و چرمکشت بہ چشم اہل نظر خوب و زشت یکسان ہست۔ اگر زرد مذہب و ملت پیر سی از ویسی بہ دین عشق سرخیل حق پرستان ہست۔

سید محمد علی بلخی بلخ کے بادشاہ تھے۔ سو سال کی حکومت کے بعد کہ ابھی شباب ہی پورا نہیں آیا تھا۔ سخت و تلخ کلمات مار کر خدا کی یاد و اختیار کی اشارہ غیبی سے کشمیر میں آئے وہ زمانہ سلطان سکندر بت شکس کا تھا۔ شیخ العالم شیخ نور الدین ولی نے مقام روپون سے بابا نصر الدین کو استقبال کے لئے بھیجا۔ سلطان زین العابدین ہی ان کی نہایت عزت کرتا تھا۔ پگنہ ناگام ان کے اخراج کے لئے وقف کر دیا تھا۔

سید جاننا زولی موطن صفہان تھا نام اہلی سید محمد علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ سلطان زین العابدین کی شہرت اور علما و فضلاء کی قدروانی نے کشمیر کو وطن بنانے پر مجبور کر دیا۔ سلطان نے ہی خاوان اور گاہ کے لئے تین گاؤں وقف کر دیئے تھے۔

سید بن خوردار و میرٹس الدین اندرانی۔ سید صاحب کیلئے سلطان نے ایک عظیم خاندان تعمیر کی جس میں علم ہدایت و ارشاد لینے کیلئے اکثر طالبان علم دین رہا کرتے تھے۔ میر اندرانی سلطان کے زمانہ میں کشمیر میں رونق بخش ہوئے اور محلہ مارڈ شہر سری نگر کو وطن قرار دیا۔ سلطان نے ان کے خادموں کیلئے اسی محلہ میں ایک خاندان اور درس گاہ تعمیر کر دیا۔ جہاں سے چٹھہائے علوم جاری ہوتے رہے۔

شیخ بہاؤ الدین گنج بخش۔ آپ شیخ نور الدین ولی۔ سید محمد فی اور شیخ سلطان کشمیری وغیرہ کے ہم صحبت تھے۔ شیخ نور الدین ولی باوجود صاحب کمال ہونے کے اپنے آپ پر حضرت گنج بخش کو فوقیت دیا کرتے تھے۔ سلطان زین العابدین کو اولیائے کرام کی خاک پا کو طویلیائے چشم سجھا رہا تھا۔ ایک دن نہایت ادب سے محلات شاہی میں آئے اور دریا کی سیر کرنے کی دعوت دی

لے تاریخ کشمیر عظمیٰ تاریخ کشمیر

لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا آپ کا اہل نام بہاول الدین ہے گنج بخش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سلطان زین العابدین کو ایک دن یہ بشارت دی کہ مائیں گنج مائے فلواں وادیم و ترلا و ترا اعظم ترین گردانیدیم۔ اس بشارت کے بعد سلطان کروہ شہرت و شوکت نصیب ہوئی کہ اسکی اپنی زندگی ہی میں اسکا نام بڑا شاہ یعنی بہت بڑا بادشاہ مشہور ہو گیا جسٹہ جیری میں آپ چوروں کے اہل سے نہیں ہو گئے سلطان یہ خبر سنا کر خود موقور پر بیٹھا اور ایک عالی شان غبرو تعمیر کرایا۔

حضرت شیخ نور الدین ولی آپ موقع کیوز میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کرات و خواتین عادت صہیان سے باہر ہیں آپ کے دست مبارک پر خواروں کو مسلمان ہوئے۔ لہذا عاتقہ و آپ کی ملاقات اور باہمی پر محبت نکلتے اور آپ کے مجتہد کشمیری اشعار اور اشوک تمام کشمیر میں مشہور ہیں۔ سلطان زین العابدین کہتا تھا کہ میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ شیخ الشیوخ نور الدین جیسے ولی میرے ملک میں موجود ہے۔ ۶۰ سال ایک باہ اور ۲۰ دن کی عمر کے بعد آپ نے وفات فرمائی۔ ۲۰ سال بعد ان کے انتقال فرمایا۔ خراسان کا حجاز شریف میں ہے۔ جنازہ کے ساتھ علاوہ عوام الناس کے سلطان معاذ کا ن و ولایت واعیان مملکت شامل تھا۔

ملا احمد کشمیری مضبوط و مبہم میں فرد کال تھا شاعری اور تاریخ نویسی میں اعلیٰ پایہ رکھتا تھا سلطان نے قدر دانی فرما کر اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ ملا احمد صاحب بھی تھا۔ تاریخ و قانع کشمیر اور ترجمہ ہا بارت اسکی یادگار ہے مرنے کے بعد ملا سلطان میں جگہ پائی۔

ملا احمد فصیح و عالم اور صاحب دہم ہونے کے علاوہ شاعر و طریقت بھی تھا ایک دن ہرم اگر استہی۔ امرا و زراعت اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بادشاہ سلامت تخت پر جلوہ افروز تھے کہ ملا احمد بھی دستار کا شلہ چٹائی پر بنا خوار کیا کہ جو متا جی متا اپنی جگہ پر بیٹھا۔ سلطان نے جو اپنے دربار کو ہر ملک اور ہر قسم کے لوگوں سے کہتا رہتا تھا سنا کہ اگر فی البدیہہ شاعر پشائی ملا احمد کشمیر ہیں۔ اگر مدعی تو دو مذاق انسان شاعر ملا احمد بھی خاموش رہنے والی سامی نہ تھے خود قبول آئے۔

شناخت پیشانی خدیو اگرگ واری و اشتیم تانیا ایم در میان ماوہ گاواں ور شمار
وہ زمانہ عجیب تھا عجیب لوگ تھے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور بہت سالہ انعام عطا فرمایا۔
حسد اور حاسدوں سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہا۔ مولانا احمد ہی اس سے نہ بچ سکے۔ دریا
ملک لشکر کا خطاب ملا حاسد اور ہی جل گئے آخر کہہ منکر بادشاہ کو ملا احمد سے برا فرزند کرو یا۔ بادشاہ
نے ناراض ہو کر کشمیر سے باہر نکال دیا۔ وہ پیچا را پھلکی میں آ رہا۔ ایک مدت تک وہاں سرگرداں
رہا۔ آخر یہ رباعی لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں بھجوائی۔

نے بہ نجوم ز مبتدا خبرے نے ہنطق ز جزو کل اثر ہے
بر من ایں کسر و جبر چر او انند احمد از غیر منصرف خوانند
سلطان نہایت خوش ہوا۔ مولانا کو واپس بلا لیا۔ اور پیش از میں انعام و اکرام عطا فرمایا۔
پنڈت رتناگر کی تاریخ رتناگر کا نسخہ باطل نایاب تھا جو کلہن پنڈت کو ہی اپنی تاریخ
لکھنے کے وقت ہاد جو و کمال کوشش کے دستیاب نہ ہو سکا تھا۔ وہ نسخہ ملا احمد کو پنڈت پر جا بٹ
سے مل گیا۔ لیکن ملا احمد اس وقت اپنی تاریخ مکمل کر چکا تھا۔ تاہم اس نے بطور دیباچہ اپنی تاریخ میں
شامل کر دیا۔ نسخہ رتناگر میں جو زبان سنسکرت میں ہے۔ اُن لہجوں کے حالات ہی درج ہیں
جن سے کلہن پنڈت مطلق لاعلم رہا ہے۔ اور اس کی تاریخ میں ان کا ذکر ہی چھوڑ گیا ہے۔

حافظ بغدادی وطن اصل بنڈا تھا۔ سلطان کی شہرت سنکر وطن کو ترک کیا اور نہر رہا
کوس کا فاصلہ طے کر کے کشمیر میں داخل ہوا۔ سلطان نے بھی جو نہایت جوہر شناس اور مسافر خواہ
تھا۔ قدر دانی فرمائی اور مصاحبوں میں داخل کر کے فکر معیشت سے آزاد کر دیا۔ حافظ بغدادی
سے بیشتر لوگوں کو علم و عمل کا فیض حاصل ہوا۔ ملا پارسا اصل وطن معلوم نہیں لیکن سلطان کے عہد میں
کشمیر میں آیا۔ سلطان اس کی قابلیت دیکھ کر دربار و شاہی کام میں اعلیٰ مرتبہ رکھ دیا اور مقول گیر عظمیٰ۔
ملا قاضی جمال الدین ملک ہندو سلطان کی فیض بخشی کا شہرہ منکر کشمیر میں آئے۔ ریاضت
و عبادت میں زیادہ مشغول تھے۔ سلطان نے ان کو اپنے حضور میں بلوایا اور اس کا ذکر تعظیم کی۔
عہدہ قاضی القضاۃ ان کے سپرد کیا جس کو انہوں نے نہایت عمدگی سے انجام دیا۔

مولانا قاضی میر علی بخاری آپ بخارا کشمیر میں آئے۔ علم فضل میں صاحب کمال تھے۔ سلطان منصب
قضا پر سرفراز فرمایا۔ اور عنایات و عزت کے دروازے کھول کر عطاے جاگیر کے ذریعہ مال کر دیا
مولانا نے اپنی تمام عمر لوگوں کو استفادہ اور فیض پہنچانے میں صرف کر دی۔

مولانا کبیر سلطان کے استاد تھے۔ یہی عہدیت چھوٹی تھی سکہ ہرت میں تحصیل علوم کیلئے چلے گئے
سلطان کو انکا مرق نہایت ناگوار تھا ہنر مار و پٹے زاد راہ بھی بکھڑکت سے منگوا لیا۔ اور جو ہنر خانہ
انکے سپرد کر دیا تھوٹے دنوں کے بعد شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ اس سے پہلے
یہ منصب کشمیر میں نہیں تھا۔ ایک عالیشان بیت العلوم تعمیر کرائے گئے تھے۔ اور کئی گاؤں طالب علم
کے وظیفوں کے لئے وقف کر دیئے۔ بیت العلوم میں دارالافتاء بھی تھا جہاں طالب علم رات
گوراکر رہتے تھے۔

طاہر و شیخ خراسانی تھے۔ عہد بخت میں اسے کمال حاصل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب عہد بخت ہوا تھا۔ تو
سامعین نقش فریادیں جاتے تھے۔ سلطان نے جوہن اور ہنر علم کا قدروان تھا۔ اسکو گہری ملامت
میں مل کر لیا۔ اور قضاوت قضا سے انعام و اکرام سے الامال کرتا رہا۔ سلطان نے اکثر ساز و مل
عہد۔ بابا و وطنہ و غیرہ کو ملائے۔ فالص کے تھوٹے ٹرہ کر جو ہر گت معص کیا تھا۔ ناچنے والے اور
مٹا و امل لکھ کر شہد و شان بھی گئے اور سلطان کے دامن دولت سے لپٹ کر یہیں کے جوہے۔
ملا جیل بخندانی خوش جوانی میں بے عدیل بے مثال تھا۔ اسکا کام دربار کو خوش کھنا تھا خواہ
کیسا ہی سچ و مال ہو۔ ملا جیل اپنے عجیب غریب لطیفوں اور خوش رنگ کلام سے خوش کر دیا کرتا تھا
جس طرح ملا و سپاہ دل لگی کی باتوں سے اکبری دربار اور بادشاہ کو زندہ دل بنائے رکھتا تھا۔
اسی طرح ملا جیل ہی سلطان اور اراکین کو محفوظ کیا کرتا تھا۔

سوم پیدال ہندو میں سے تھا۔ دارالرحیم میں ایک حوزہ عہدہ پر ممتاز تھا۔ اور چونکہ کشمیر سنسکرت
اور فارسی میں صاحب کمال تھا۔ اسلئے فائز قوت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ہندی اور کشمیری زبان میں
شعر بھی کہتا تھا۔ نیزہ حرب نام ایک کتاب اسے سلطان کے حالات میں لکھی ہے۔
بودی بٹ۔ یہ بھی اہل ہندو سے تھا۔ عجیب باغ اسنے پایا تھا۔ فرسٹ میں قیامت کار سا اور حافظ
اس بلا کا تیر تھا۔ کہ شاہنامہ فردوسی زریا د تھا۔ سلطان کو شاہنامہ خوشن خاص تھا۔ اور بودی بٹ کی
زبان دجو کمال خوش الحانی سے پُر کرنا تھا۔ اسکو وہ کی حالت میں آجاتا تھا۔ سکی یادگار ایک کتاب
زین نام ہے جو عالم بستی میں نہایت مشہور ہے۔ سلطان اس شخص کی نہایت قدر کرتا تھا۔

چندت رو نہ راج۔ دارالرحیم میں تاریخ نویسی عہدہ پر ممتاز تھا۔ اور ملک احمد کا سہم پڑھا۔ روزنامہ
کے کلہن پڈت کے زمانہ یعنی راجہ سنگھ و دیگر سلطان زین العابدین کی وقت تک تاریخی حالات
زبان سنسکرت نظم میں قلمبند کر کے سلطان بدریہ انعام و اکرام اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

سلطان حیدر شاہ

ایام حکومت ایک سال ۱۲ ماہ ۱۹ روز ۱۴۴۳ھ لغایت ۱۴۴۴ھ بمطابق

۱۴۴۵ھ لغایت ۱۴۴۶ھ

سلطان ترین العابدین کی وفات حسرت آیات کے بعد حاجی خاں کی دلی تمنا پوری ہوئی۔ باپ کے انتقال کے تیسرے دن بعد تخت خلافت پر جلوہ افروز ہو کر جشن جلوس کی تیاریوں میں مصروف ہوا۔ اس تجل و احتشام سے اس نے یہ جشن رچایا کہ کشمیر میں ضرب المثل ہو گیا۔ قریب و جوار اور اطراف و اکناف کے بے شمار راجے اہمیت کے لئے اس جلسہ میں شامل ہوئے خلع فاخرہ عطا کر کے سلطان نے رخصت کیا۔ تاج پوشی کے موقع پر اس نے سلطان حیدر شاہ کا لقب اختیار کیا اور اسی نام سے مشہور ہوا۔ ہزام خان کو اس نے منصب وزارت عطا کیا اور یہ گنہ ناگام اُس کی جاگیر میں کر دیا۔ اپنے بیٹے حسن خان کو ولیعہد قرار دے کر اس نے حاکم کامراج بنا دیا۔ بھائیوں کا اتفاق دیکھ کر فتنہ انگیز اراکین دولت میں بد امنی کے آثار ظاہر ہونے لگے زمانہ شناس حسن خان صلیحت وقت دیکھ کر ممالک محروسہ پنجاب کو چل گیا جس سے کچھ دنوں کے لئے مفسدہ پروانوں کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ لیکن وہاں جا کر بھی وہ آرام سے نہیں بیٹھا بلکہ راجوڑی لگھڑ وغیرہ علاقہ جات فتح کر کے جہلم کی طرف بڑھا۔ اور ہولک پال کے بہت سے شہزادوں کاؤں جلا تا ہوا پانچ چھ ماہ کے بعد شینار مال و اسباب لے کر کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان حیدر شاہ خود را اور شراب کا شدت سے عادی تھا۔ بادشاہ کو فاضل دیکھ کر اُمراؤں نے بھی رعایا پوری سے جی چرانے لگے۔ دنیا کے بہشت سے امن و امان پھر غائب ہو گیا اور دھما چوڑی شروع ہو گئی۔ کہنے لگے کہ اب بادشاہ اور خود غرض ہر وقت سلطان کے گرد رہنے لگے۔ ملک میں پھر وہی حالت پیدا ہو گئی۔ جوزمانہ نذوال کے ہندو راجاؤں کے زمانہ میں تھی۔ بادشاہ کو بدست و فاضل دیکھ کر اٹالیاں شکر اور ذمہ و اہل کاروں نے بھی رعایا پر وہ ستم دہانے شروع کئے کہ الامان و الحفیظ

یہ نیم بیضی جو سلطان تیرہواں واقعہ زینت شکرانی بن ہزار مرغ بہ سنج
 اگر ز باغ رعیت لگت جو روئے ہے۔ برادر و علماں ہزار دخت زریخ
 باپ کے طرز عمل اور طریق حکومت کو پامال کر دیا۔ لوگے نام حجام نے بادشاہ کے مزاج
 میں ایسا دخل پایا کہ ولی عہد سلطنت حسن خان اور اس کا باپ بہرام خاں تک جو
 ہزار الہام تھا۔ اس سے خوف کھاتے تھے۔ اور کوئی بات اس حجام کی خلاف مرضی
 نہیں کر سکتے تھے۔ لوگے نے رشوت رستائی اور ظلم رانی سے وہ قیامت برپا کی کہ
 تمام رعایا بیخ اٹھی جس شخص سے کوئی بدلہ لینا ہوتا تھا یا کسی سے عداوت ہوتی تھی
 یا جس امیر نے حسب رُود رشوت نہیں ملتی تھی۔ اس سے سلطان کا مزاج شمر
 کر دیا اور موقع دیکھ کر اس کو نیست و نابود ہی کر دیتا تھا۔ سلطان کا حکم پلٹ جائے
 لیکن میان حجام کا ارشاد و بنزلہ آیت قرآنی سمجھا جاتا تھا۔ غرض یہ لوگ اس سے
 خائف تھے۔ اتنا یہ ہے کہ حسن خاں بھی جس نے سب سے پہلے سلطان کی بیعت اختیار
 کی تھی اور جس کی خاص کوشش اور معاونت سے سلطان کو سلطنت نصیب ہوئی
 تھی۔ وہ بھی اسی پکیش کی مخالفت کے باعث قتل کیا گیا۔

تاریخ کلید شمس کشمیر میں لکھا ہے کہ اس حجام نے ہندوؤں کو خصوصیت سے
 نہایت تنگ کیا۔ ان کے ناک کٹوا ڈالنے کسی کو جان سے مارا کسی کو دریا بھر دیا

ملہ تعجب ہے کہ یہ واقعہ صرف اسی تاریخ میں لکھا ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل تاریخیں اس واقعہ
 کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ گیارہویں صدی میں گیارہواں صاحب ہزار الہام جنہوں
 کشمیر تاریخ فرشتہ۔ تاریخ جہد ولی تاریخ کشمیر عظمیٰ۔ ایک غافل اور بد انجام بادشاہ
 سے ایسے احکام صادر ہو جانا جو عقل اور انصاف اور رعایا پروری کے خلاف ہوں
 ناممکن امر نہیں ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حجام کے ہشت تنہا دینے سے بادشاہ نے
 ہندوؤں پر نفرت کی ہو۔ لیکن مورخین کا اس واقعہ کو نہ لکھنا اس بات کی دلیل ہے
 کہ یا تو ایسا ہوا ہی نہیں اور ہوا ہے تو انہما میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ مسلمان
 مورخوں نے جس طرح سلطان مجنڈرا اور علی شاہ کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ انہوں
 نے ہندوؤں پر سختیاں کی اور ان کی ایسی کارروائیوں پر لافیں مٹا کر کیا ہے۔ اسی طرح
 اگر سلطان حمد شاہ کے زمانہ ۱۲ ہندوؤں پر سختی ہو تو وہ اپنی مشہور رہستہ گوئی اور

غرض ہندوؤں کی تباہی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور غافل سلطان کو خبر تک بھی نہ ہوئی۔
 ہندوؤں نے تنگ آ کر مسلمانوں کے مقابر و مساجد کو جو سلطان سکندر و علی شاہ کے
 زمانہ میں ہندوؤں کی جگہ بنائے گئے تھے، آگ لگا دی۔ اور ایک بلوہ عظیم پیدا کیا
 حجام نے اس واقعہ کو بادشاہ کے پاس خوب تکمریج لگا کر بیان کیا۔ چنانچہ
 بادشاہ نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ جہاں کوئی ہندو نظر آئے ہلاک کر دیا جائے۔
 اس طرح ہزاروں ہندو تیغ کے گھاٹ اُتارے گئے۔ اور ہزاروں تبدیل
 لباس اور رتہ بھوم نہ بھوم یعنی میں ہندو نہیں میں ہندو نہیں کہہ کر بچ گئے۔
 انہیں دہلی میں ادھم خاں کشمیر کے لئے بہت سے بہت سا لشکر جمع کر کے جوں
 پہنچا جہاں اس نے حسن خاں کے قتل کا قصہ سنا اس لئے اُس نے کشمیر کا ارادہ فریض
 کر دیا۔ اور بالائے اتفاق راجہ ملک دیو والے جوں جنگ ہولان میں جا شامل ہوا۔ اتفاقاً
 ایک شیر اُس کے منہ پر لگا اور وہیں گر کر مر گیا۔ سلطان نے اس کی نقش شکنجا کر نوک دل
 کے متصل محلہ سپہ باریں مدفون کی۔ انہیں ایام میں کثرت شراب خواہی کے باعث
 سلطان ایک مرض صعب میں مبتلا ہو گیا اور امورِ دولت ملکی میں خلل آنے لگا۔ اور اکین
 دولت نے جو پہلے ہی جیدر شاہ کی سلطنت سے بیزار ہو رہے تھے اتفاق کر کے
 بہرام خاں کو حکومت ملک کے لئے ناگام سے بلانا چاہا لیکن اس تجویز کی خیرادہم خاں
 کے بیٹے فتح خاں کو جس کو بادشاہ نے نظم و نسق ملک کے لئے سرسید بھجوا دیا تھا۔ عین
 وقت پہنچ گئی اور وہ لشکر جہاز ساتھ کے کر بلا اجازت کشمیر چلا آیا۔ بے شمار مال
 غنیمت بھی ساتھ لایا جس کو اُس نے بادشاہ کے پیش کر دیا۔ چونکہ بلا اجازت
 واپس آ گیا تھا دشمنوں کو جیدر شاہ کے کان بھر نے کا موقع مل گیا۔ اور انہوں نے اُسے
 بھتیجے سے برا لکھتے کر دیا۔ جس سے فتح خاں مایوس ہو کر گھر پٹھ گیا۔ آخر کار ایک سال
 ایک ماہ اور ۱۰ روز کی جہان بینی کے بعد ایک دن بادشاہ محل میں بیٹھا شراب نوشی کے
 مزے اڑا رہا تھا کہ اُس کے پاؤں نے لغزش کھائی اور بام سے گر کر شہرستاناب
 اور جنگ ورباب پر تصدق ہو گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۲ صحیح قانع نگاری سے کلام کے ضرور اسکا ذکر کرتے مسلمانوں کے علاوہ
 صاحب گلزار کشمیر کا اسکے متعلق بالکل خاموشی اختیار کرنا ضرور معنی خیر ہے۔ ۱۲ فوق

سلطان حسن شاہ

ایام حکومت ۱۲ سال ۷۷۵ھ و ۷۷۶ھ تک
 غلامت ۱۲۹۲ھ
 سلطان حیدر شاہ کی اچانک فوت پر شیر شاہ کو مرحوم کے بیٹے حسن شاہ نے اپنے
 چچا بہرام خاں کی مرضی کے خلاف ملک احمد کو کی اعانت سے دولت خانہ خوشہرو میں
 سرحد سلطنت پر غلبہ کیا۔ سلطان نے مساوت کے صلے میں ملک احمد کو منصب وزارت
 پر مقرر کیا اور شیر شاہ اور احمد اگری کو سب سے سالار اور رئیس ملک بنایا۔ دوسرے
 دن اس نے مخالفوں کی بیخ کنی پر کمر باندھی اور جن جن لوگوں کے قتل و فساد سے مملکت
 محتاسب کو مقید کرویا۔ بہرام خاں بھتیجے کی دست درازی سے خوف زدہ ہوا اور
 اپنے بیٹے یوسف خاں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ بہرام خاں کی برہمی اور آوارہ
 گردی سے ہزار ہوں کو دستبرد میں اس کے ہمراہی اور رفیق بہرام خاں کو وادع
 منارت دے کر علیحدہ ہو گئے۔ حسن شاہ جب چچا سے مطمن ہو گیا تو اس نے تمام
 سلطنت شروع کیا۔ باپ کے طرز عمل اور قواعد و ضوابط مشرع کر کے اس نے
 سلطان دین العابدین کا آئین پھر جاری کرویا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا
 جس سے اکثر غرض اراکین کے معاجد میں ضعف آنے کا احتمال پیدا ہو گیا اور انہوں
 نے بہرام خاں سے خط و کتابت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ جنگ پیدا ہو کر کے ابے
 واپس چلا گیا۔ حسن شاہ دورہ بیروسیا حجت پر وینا لگ گیا۔ پھر بہرام خاں علم نبوت
 استیادہ کئے۔ عطا کو قمران میں کو اہل ہوا۔ حسن شاہ بھی فوج لے کر سوہرہ پہنچ گیا۔
 اور چچا بھتیجے میں جان توڑ لڑائی شروع ہو گئی۔ سلطان کا سپہ سالار تازی بیٹ
 قولہ پورہ کے مقام پر بہرام خاں سے ہم نہرو ہوا اور خوب خونریزی لڑائی ہوئی۔ اسی اثناء میں
 بہرام خاں کے منہ پر ایک ایسا تیر لگا کہ وہ میدان چھوڑ کر جھاگ نکلا۔ لیکن تازی بیٹ نے
 تباہ کر کے باپ بیٹے دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اور بے شمار مال غنیمت کے ساتھ سوہرہ
 کو سلطان کے پیش کیا جس نے بڑی سنگ دلی سے چپاکی، انگوٹوں میں سلاخی پھر وادی
 رحیم کے خزانہ سے وہ تیسرے دن مر گیا۔ ملک احمد اتنے دنوں اس کی نعش کی بے ہمتی

کرنا چاہی لیکن مرحوم زین العابدین کے پرانے وزیر زین بدر نے باوجود مخالفت
ولی نعمت کے بیٹے کی لاش کو دفن کر دیا جس سے کینہ و سلطان سخت برہم ہو گیا اور
اس نے زین بدر کی انہوں میں بھی بہرہم خاں کی طرح سلائی پھیر دیا کر قید کر دیا اور وہ
بیچارہ تین سال تک قید کے مصائب برداشت کر کے قید خانہ ہی میں انتقال کر گیا۔
اس کے عہد میں حاکم ہلول پور وغیرہ نے بغاوت برپا کی اور سلطان نے اس کے
اسناد کے لئے تازی بٹ سپہ سالار کو تعین کیا تازی بٹ پہلے جنوں گیا رمان سے
راہ عجیب دیو والے جنوں کی فوج بھی ہمراہ لے کر ہلول پور پہنچا اور ہٹا۔ اُدھر سے
ہٹا رمان حاکم لاہور مقابلہ ہوا۔ اور بمقام سیال کوٹ فرنگین میں جنگ عظیم ہو چکی
ہو اتنا رمان شکست کھا کر بھاگ گیا اور تازی بٹ نے تمام سیال کوٹ کو تاخت
و تاراج کر کے ویران کر دیا۔ اس موقع پر آرائی میں بہت سا مال غنیمت تازی بٹ کے
ہاتھ لگا جس کو لے کر قاضی سپہ سالار کشمیر کو لوٹ آیا۔

حیات خاتون دختر سید حسن بن سید ناصر تہی کے بیٹے سے اس کے ہاں
محمد خاں اور حسن خاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بادشاہ کے حکم سے محمد خاں کی پرورش
تازی بٹ کی بیوی نے کی اور حسین خاں ملک احمد بٹو کے کنارا غرض میں تربیت
پانے لگا۔ انہیں دونوں میں احمد بٹو اور تازی بٹ میں مخالفت کے آثار پیدا ہو گئے۔
جس کے باعث تمام اساکین دولت میں بد امنی پھیل گئی اور خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں
دونوں فریقوں نے ایک دن رات کو جمع ہو کر دیوان خانہ شاہی میں مجادلہ و جھگڑا
کر دیا اور شہین شاہی میں آگ لگا دی۔ اس کارروائی سے ہزار فوج تہہ کر بادشاہ نے
ملک احمد بٹو کو مدد بخشی و قاریب قید کر دیا اور اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا
وہ بیچارہ اسی حالت قید میں دنیا سے گذر گیا اور سید ناصر تہی کو ملک سے خارج
کر دیا۔ لیکن پھر رستہ ہی دونوں بعد اسے واپس بلا بھیجا جب وہ کھوکھ پیر پنجال پر پہنچا
تہہ ملک احمد بٹو حضرت بابا اسماعیل کے اس وقت منہ وں میں تھا اس نے اپنی زندگی ہی
میں محلہ دیدہ شہر محلہ خاتواہ شہر روڈ میں اپنے سے متبرق تعمیر کرایا تھا جو تین دفن ہوا
اس کی قبر پر یہ دو شعر غالباً اس کی اپنی تصنیف سے لکھے ہوئے ہیں۔
تہہ زین جہاں
تہہ زین جہاں

تو اتفاقاً موت سے انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے خسر سپہنشاہ کو دہلی سے بلوا کر رام ملک اس کے ہاتھ میں دے دی لیکن اس خودار دے بادشاہ کو امرائے کشمیر سے بدظن کر دیا۔ جس نے بعضوں کو قتل کر دیا اور بعض اس کے خون سے ملک چھوڑ گئے۔ چنانچہ مشہور سپہ سالار تازی بٹ بھی اس کے پیچھے چلے گئے نہ بچ سکا اور قید ہو گیا۔ اسی طرح جہانگیر باگر سے لے کر اقرار اختیار کر کے لوہ کرٹ ہیں پناہ لی۔

یہ سلطان ابھی پرائیویٹ زندگی میں باپ کا ساتھ دے رہا تھا دن رات ناؤ نوش اور نغمہ و سواد میں مشغول رہتا تھا۔ اس نے اپنی انجمن نشاط کو ایک ہزار دوسو ہندوستانی قوالوں سے آراستہ کر رکھا تھا۔ ہر وقت رنگ و رنگ اور عود و چنگ کی دلربا صدا میں مغل شاہی میں گونجتی تھیں ایام حکومت کے ساتھ ساتھ باد و عیش و عشرت بھی ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ معاملات ملکی سے غافل ہو کر دن رات محو و سرور رہنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر امرائے کشمیر بے جا و اعتدال سے منحرف ہو گئے اور طوائف الملوک سے ملک میں بد امنی پھیل گئی اور راجگان قریب و جوار بھی اکثر باغی ہو گئے۔ سلطنت کشمیر صرف کوہستانی باڑے کے اندر اندر محدود رہ گئی تاہم اس کی زندگی میں بارہ لاکھ روپیہ راج الوقت اور ایک ہزار گھوڑا مالک بیرونی سے خزانہ شاہی میں سالانہ ذیل ہوتا رہا۔

۸۸۵ء مطابق ۱۴۸۰ء عرکو حادثہ آتش زدگی نے محلہ قطب الدین پورہ اور اسکندر پورہ میں طلسم طوفان برپا کر دیا اور تقریباً نصف شہری نگر جل کر راکھ ہو گیا۔ خانقاہ سہلی اور جامع مسجد بھی اس آگ میں شہید ہو گئے۔ لیکن سلطان نے شہری ممالک کو ملکی سے ان دونوں متبرک مقامات کو بصرف کثیر وقوں میں از سر نو تعمیر کر کے پہلے سے بھی بار و نق بہا دیا۔ اور خانقاہ کی تولیت و امامت قاضی حمید الدین کے سپرد ہوئی اور مشہور مؤرخ قاضی ابراہیم کا باپ تھا

آخر کار ۸۹۰ء میں سلطان حسن شاہ کثرت عیاشی اور شراب نوشی کے باعث اسہال میں مبتلا ہو گیا۔ انیس دنوں میں میر شمس الدین عراقی سلطان حسین مرزا و اس کے خزانہ بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵۔ اسے دیرینا غلط ہندو کشیم۔ تاریخ استقلال ۵۸۰ شہان سلطنت ۸۹۰ء

کی طرف سے بطور سفارت سلطانی پوشش کی خاص پوشین لے کر تیرہ ہی جس کے
ذریعہ سلطان دلائے خراسان نے بعض کشمیری تحائف و نقائص بھی طلب کئے تھے
لیکن وہ حسن شاہ کی علالت کے باعث باریاب نہ ہو سکا۔ اسی اثنا میں سلطان کا
انتقال ہو گیا۔ تاریخ وفات۔

انوس کن سلطان حسن	خاقان لقب قیصر ششم
بگذشت از بزم زمیں	سوئے شہستان عدم
از بہر سائل یک قلم	بے دل شد از اندوہ و غم
رقص و نوا نادر و ادا	نوش و دوا ماہ و صنم

سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک شاہ میر کی اولاد نے بڑے استقبال کے ساتھ حکومت
کی اور اگرچہ آخری دو سلاطین کی بد وضعی اور بد کرداریوں نے اُمراء و وزراء اور رعایا
پر ایسا سب کو پہلے ہی سے متوجش کر رکھا تھا اور ان میں بھی بغض و عناد اور فتنہ و فساد کی آگ
بشتعل ہو چکی تھی۔ لیکن اس مخالفت اور مخالفت کا بہانہ حسن شاہ کی وفات کے
بعد چھوٹا اور اس نے وہ رنگ بدلے کہ یہ خاندان بالکل ہی نیست و نابود ہو گیا۔

سلطان محمد شاہ

ایام حکومت ۲ سال ۷ ماہ ۱۳۸۷ء تا ۱۳۸۹ء مطابق ۱۳۹۲ء تا ۱۳۹۴ء
حسن شاہ نے قبل از وفات وصیت کی تھی کہ اس کے لڑکے نابالغ اور کم عمر ہیں
اس لئے ہر ام خاں کے بیٹے یوسف خاں یا اہم خاں کے بیٹے فتح خاں میں سے کسی کو
حکومت ملک دی جائے لیکن جو کوئی اسکا جائز نہیں ہو وہ اس کے لڑکے محمد خاں کو
ولیعہد قرار دے اس وقت تو سید حسن نے بھی اس وصیت کو منظور کر لیا تھا لیکن
اسکی وفات کے بعد اراکین دولت اور اعیان مملکت میں تنازعہ برپا ہو گیا۔ بعض
محمد خاں کے معاون بن گئے اور بعض فتح خاں کی طرف داری پر اڑ گئے۔ شاہنشاہ
ایک دوسرے کی مخالفت پر آمالوہ ہو گئے اور محرکہ جدال و قتال گرم ہو گیا۔ اسی اثنا میں
باوجود اس کے کہ محمد شاہ کی عمر اس وقت سلطنت سال سے زیادہ نہ تھی سید حسن بہت ہی

نے بہرام خاں اور اوٹم خاں کی نالوا دلی نسبت اسی کو ترجیح دی کیونکہ اول تو وہ اس کا بھائی
 تھا اور پھر چند سال بچہ تھا اور اسیے یقین تھا کہ سلطان کی صف بندی میں اس کی خوب
 بنی لگے گی چنانچہ اسیا ہی ہوا اور عرصہ میں محمد شاہ کو تاج پہنا کر فہات ملکی
 کا شغل خود بن گیا۔ سید حسن نے اپنے رعب و قاب کا سکہ ایسا جاری کیا تھا کہ دیگر
 اراکین سلطنت کو بلا اجازت سلطان کی ملاقات ہی نصیب نہ ہو سکتی تھی۔ اس
 خود غرضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ائمہ رائے کشمیر مخالف ہو گئے اور انہوں نے راجہ جوں کو جو تاج
 لودھی کے خوف سے کشمیر میں پناہ گزین تھا اپنے ساتھ ہمال کے ایک دن رات
 کو باغ پوشہ شہر میں خجند میں کوئس اور سادات کے ساتھ مل کر لے کر لے کر دیا۔ اور
 سادات کی دست بندی کو کوتاہ کرنے کے لئے دلیاے تہمت و جہلم کے محل توڑ ڈالے
 اور کافی جمیعت ہمہ پناہ کر دوسری جانب خیالوں کی پیش قدمی کا مقابلہ کرنے کو بیٹھ گئے
 سید حسن کا میثا سید محمد جو سلطان کا باموں تھا اپنی جمیعت آہستہ کرتے کے خیالوں کی
 سرکوبی کو نگلا سہی اشعاعیں عید می رہنے نے تجویز کی کہ بہرام خاں کے ایسے رشتہ دار
 کو جو قید میں تھا کسی حیل سے رہائی کے تحت نکال دیا جائے لیکن ذرا ہی تجویز علی ہی
 میں تھا کہ سید علی خاں نے میرٹھ خاں کو قیل ہی میں ہلاک کر ڈالا جسے بٹھانے
 کہ وہ سید علی خاں کی اس بے جا حرکت کا نوٹس لے لیکن وہ بھی تیج تہر او دو کی ہیٹ
 ہو کر مظلوم سے جا ملا۔ بہرام خاں کی بیوی و بچہ نے تین روز تک بیٹھے کی لاش اپنے
 پاس رکھی اور جب دفن کی تو مقبرہ پر مچا ورن کر بیٹھ رہی اور تمام عمر اسی کے فراق
 میں رہی بیٹھی رہی۔ یہ نیک بخت اور صالح بیگم خاوند کی وفات کے بعد دنیا اور اس کی
 نعمتوں سے بیزار ہو چکی تھی۔ دھانم البصم رہتی اور غنا و عطر کے وقت بھی زبان جوئی کے
 چند لغتوں کے سوا کچھ نہ رکھتی تھی لیکن اب بیٹھے کے دل و دماغ متلازمت سے اسے باطل
 قاریک الہیہ بنا دیا۔ سچہ ہی آتش فتنہ فرو نہیں ہوئی اور رنگ و فسا و بڑھنے لگا۔ سید محمد
 اور سید علی خاں اور ان کے ہمراہی بڑھے استقلال اور مستعدی سے باغیوں کا مقابلہ
 کرتے رہے۔ لیکن ایک اور خرابی پیدا ہو گئی کہ تمام رعایا اٹھ کھڑی ہوئی بلکہ روز بروز
 میں ہونے لگا اور راجہ راجہ کرتے گئے چور و چکاڑوں کو بھی خوب ہتھیار لگ گیا
 جس کے گھبریں ہی چاہتا گھسن جاتے اور لوٹ گھسٹ کر کے چلے جاتے۔ سادات

نے باغیوں اور چوروں کے خوف سے اپنے مکانات کے ارد گرد خندق بنوائے اور بالکل محفوظ و امن ہو گئے لیکن باقی رعایا کو اپنی بے اعتدالیوں اور سرکشی کا شیرازہ خوب بھگتنا پڑا۔ اسی اثنا میں جہانگیر ماگرے باغیوں کے مطالبہ پر لوہہ کوٹ سے کشمیر آگیا۔ اور اسکا بیٹا داؤد ماگرے اور اس کا چھرا ہی اور معاون رفیق ماگرے مع فوج ملتانگر ریاء عبور کر گئے اور سادات پر حملہ کر دیا۔ داؤد ماگرے مارا گیا اور رفیق ماگرے اُسکی رعایت سے ہزار ہو کر بھاگ گیا اور سادات بل فیروزی بجائے اور خوشیاں منانے لے سلطان زرین الغابدین کی طرح انہوں نے ہی باغیوں کے سروں سے دوسروں کو بھرت دلانے کے لئے ایک بینار پیدا کر دیا۔ سادات کا حوصلہ بڑھ گیا تھا دوسرے دن پیش دستی کرنے کے دریا پار ہو گئے۔ آدھرے غیر ہی بڑے جوش و خروش سے بالمقابل ہوا اور عین بل پیو نریری شروع ہو گئی۔ اتفاقاً پل ٹوٹ گیا اور فرقہ بھگت کے بہت سے آدمی دریا بڑ ہو گئے۔ سادات نے اپنی معاونت کے لئے تانار خاں کو نامہ و پیغام کر کے بلو ابھیجا تھا لیکن جب وہ بہیم پور پہنچا تو وہاں کاراجہ مزارحم ہوا۔ اس جدوجہد میں تانار خاں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور وہ ناکام واپس چلا گیا۔ اسی طرح اثر کائی ماہ تک سلطان کے معاونوں اور ملک میں خانہ جنگیاں برپا رہیں۔ آخر کار باغی سرداروں نے اپنی فوج کے تین حصہ کئے اور آٹھ حصہ دریائے بہت عبور کر کے فرقہ سادات پر ہلانے ناکہبانی کی طرح آپڑے۔ کئی سادات مارے گئے باقی بھاگ کبریاہ لینے کو شہر میں جا گئے۔ فاتح امرانے تعقب کیا اور سری نگر میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ غارتگری کے بعد انہوں نے شہر کو آگ لگا دی۔ اس آگ سے سخت نقصان ہوا اور رہائشگاہیں نے تباہی کی کہ خاقانہ ملی تک پہنچ گئی لیکن اس متبرک آستان کو نقصان پہنچانے کے بغیر فرد ہو گئی۔ اس ہنگامہ میں فرقہ بھگت کے دس ہزار آدمی کام آئے۔ سید محمد جس کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی کسی فقیر کے ٹال چھپ رہا۔ اور باقی تمام سادات ہی تتر بتر ہو کر جہاں جسکے سینکڑے روپوش ہو گئے۔ مخالف فتح و نصرت کا دکھا بھی نے ہوئے دیوان خانہ شاہی میں داخل ہو گئے اور خلافت تو مع سلطان کی تنظیم بجا لا کر اسکے مصلح و منقاد بن گئے۔ ایسی حالت میں سلطان کی کیا وقعت ہو سکتی تھی ہر ایک اپنی جگہ آپ ہی سلطان مختار سید علی خاں کو کئی ایک اور سادات کے ساتھ ملک سے نکلوا دیا۔

یہ حالت ہی زیادہ عرصہ تک نہ رہی اور تھوڑے ہی دنوں میں پھر باہم کشمکش شروع ہو گئی اور باہمی فتنہ و فساد کی لگ بھگ اٹھنی ساتھیں دنوں میں جب تابار خاں نو دھنی کا انتقال ہو گیا تو ادھم خاں کا بیٹا فتح شاہ میدان خالی ہا کر جالندھر سے راجپوتی چلا آیا۔ اور ملک سورتی کے حاصل کرنے کی ادھم خاں میں لگا ہوا تھا کہ بعض امرائے کشمیر نے اس سے خط و کتابت شروع کر دی۔ کئی ایک ملک حرام سردار اس کے پاس ہی چلے گئے یہاں تک کہ اس کے پاس بہت سی فوج جمع ہو گئی۔ اور وہ کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گیا۔ فتح شاہ کچھ عرصہ تک اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ جہانگیر مارے ہی اگر اس سے خیال ہو جائے۔ لیکن اس کے بہت سے مخالف پہلے ہی فتح شاہ کے پاس پہنچ چکے تھے اس لئے جہانگیر مارے نے دیر و دانستہ دشمن کے منہ میں جانا مناسب نہ سمجھا اور محمد شاہ کی رفاقت پر اڑا رہا۔ فتح شاہ فوج آراستہ کر کے سیو پور کے راستہ پر گئے اور دن میں آدھل ہوا۔ اور محمد شاہ نے ہی اپنی فوج آراستہ کر لی تھی غنیم کے مقابلہ کو بڑا اور چشمہ کی دوسری جانب صف آسائی کر کے کشت و خون کی آگ روشن کر دی۔ پہلے تو فتح شاہ کی فوج نے غلبہ کیا اور محمد شاہ کے سپاہی ہیدل ہوئے گئے۔ آخر کار جہانگیر مارے خود آگے بڑھا اور گھبراہٹ ہوئی سپاہ کا جو صلہ بڑھاتا ہوا ایک بار دشمن پر ٹٹ پڑا۔ جو جماعت اور جوانمردی اس موقع پر اس بہادر حملہ آور نے دکھائی بیان سے باہر ہے۔ دشمن کی صفوں کو دیر بہم برہم کرتا ہوا فتح شاہ تک پہنچ گیا قریب تھا کہ اسے گرفتار کر لیتا۔ لیکن عین اسی وقت شورش اٹھا کہ محمد شاہ گرفتار نہ ہو گیا اس لئے جہانگیر مارے اپنے سلطان کی امداد کے لئے

سلہ راجہ میں اس وقت برہان الدین خاں عرف ہیرم سینہ حکومت کرتا تھا۔ فتح شاہ یا فتح خاں جو سلطان برہنہ النواہین کا پوتا تھا جالندھر سے جتھہ ہاتھتہ صہ میں سادات اور اہل کشمیر کے باہمی فسادات کی خبریں لگا کر اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے راجہ راجہ کے پاس آیا راجہ نہایت تعلیم اور ستائیت سے پیش آیا۔ لیکن جب جہانگیر مارے نے جو سلطان کشمیر کا مختار کل تھا امداد راجہ کو لکھا کہ سلطنت کے دشمن سے مدارات کرنا۔ اور اس کو اپنے پاس پناہ دینا مناسب نہیں ہے۔ تو راجہ نے امدادیں پہلو کی۔ لیکن اس اثنا میں شہزادہ نے جمعیت ہم نپائی تھی جس کو براہ لے کر وہ سلطان

جیسے بٹ آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ صرف دشمنوں کی کارستانی تھی۔ اسکا شہر مورتا
 تھا کہ فتح شاہ کو موقع ملا تھا آگیا اور چشم زدن میں میدان خالی کر کے چھپت ہو گیا۔ آخری
 حملہ میں جہانگیر مارے نے فتح شاہ کے بچاں نامی گرامی افسر مارے۔ محمد شاہ
 مظفر و منصور مرا جہت پذیر ہوئے۔ سری نگر پہنچ کر اس نے تمام ملک حرام سرداروں
 کے گھر بار ویران کر دیئے۔ منجملہ ان کے تازی بٹ جو قید سے بہاگ کر فتح شاہ
 سے جا ملے تھا اور ابھی تک اس کے ساتھ تھا اس کا خانان بالکل برباد کر دیا جس سے
 کچھ دنوں کے لئے اس قلائم ہو گیا۔ لیکن فتح شاہ ملک خاموش بیٹھنے والا تھا۔ اس
 نہریت سے ہی اسکی تسلی نہ ہوئی۔ بمقام بہرام گلہ قیام پذیر ہو کر اس نے دنوں ہی میں
 کافی جمعیت اکٹھی کر لی اور پھر شمشیر جو حملہ آور ہو گیا۔ اور جہانگیر مارے کی فوج سے
 کرپورہ ناگام پر و ز چار ہو کر جنگ و جدل میں مصروف ہوا۔ اور صرف لڑائی خون کی نڈیاں
 بہا رہی تھی اور فتح شاہ کا سردار تازی بٹ تھوڑے سے آدمی لے کر سری نگر
 داخل ہو گیا اور ملک سیف ڈار وغیرہ افراد کو جو محمد شاہ کی قید میں تھے جیل خانہ سے
 رٹائی دلا کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔

اب جہانگیر مارے کو بھی تشویش ہوئی لیکن وہ بھی بڑا صاحب حوصلہ اور بولسکل
 آدمی تھا اس نے وائے راجوڑی کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ سلطان نے بعد فتح یابی
 کے راجہ راجوڑی کو خلعت گراں پہاڑے کر نصبت کیا۔ فتح شاہ دوبارہ مغلوب ہو کر
 ہیرہ پور کے رہستہ بہاگ گیا۔ لیکن حالت فراری میں ہی فتح شاہ کی کافی دلجوئی ہو گئی
 کیونکہ جاتے ہی وہ جموں پر قابض ہو گیا۔ جہاں اطمینان سے بیٹھ کر فوج جمع کرنے لگا
 چنانچہ کچھ عرصہ بعد وہ عالی ہمت تیسری مرتبہ کشمیر پر چڑھ آیا۔ اسی اثنا میں جہانگیر مارے
 نے سادات بہتھی کو جو ملک سے خارج کئے گئے تھے واپس بلا لیا تھا اس موقع پر ان کو
 ساتھ لے کر میدان کارزار میں آیا۔ جنہوں نے شجاعت اور جواہری کے خوب جوہر
 دکھائے بہت سے شہید بھی ہوئے لیکن بالآخر فتح شاہ کے ہمراہی سیف ڈار وغیرہ
 ان کی بے مثال شہسزنی کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگ پھاڑوں پر چڑھ گئے۔
 فتح شاہ کی مستقل مزاجی نے اسے پھر بھی نہ چوکنے دیا اور چوتھی مرتبہ پھر لشکر گراں

کے کر توجہ دیا۔ بہت سی خونریز لڑائیاں ہوئیں پھر کار چاگیرا کر سے زخمی ہو کر میدان سے نکل گیا باب کیا تھا فتح شاہ کھلے دروازے ملک میں داخل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میر سید محمد بن سید حسن بھی فتح شاہ کا دم پھرتے لگا پھر شاہ تخت چھوڑ کر جائے پناہ و خصوصاً کی فکر میں بھاگ نکلا۔ فتح شاہ فتح و نصرت کا ذکر کیا جاتا اور اس سلطنت میں داخل ہوا اور تمام شاہی خزانوں اور سامان حرب و ضرب پر قابض ہو گیا۔

سلطان فتح شاہ

امام حکومت ۲ سال ۱۱ ماہ و ۱۲ دن عتبات شریف ۱۲۹۳ مطابق ۱۲۹۵ شریف عتبات شریف ۱۲۹۵
اس سلطان نے تخت نشین ہو کر کاروبار مملکت اپنے معاون ملک سیف شاہ کے سپرد کر دیا اور خود اس کے صلاح و مشورہ سے امور ات جہان بانی سرانجام دینے لگا۔ سیف شاہ ہی سلطان کی مطابقت اور فرمانبرداری میں ثابت قدم رہا اور حتی الامکان مہمات ملکی بڑے استقلال اور نیک فہمی سے سرانجام دیتا رہا لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ملک شمس چک۔ سرنگ زینہ اور موسیٰ زینہ ملک سیف شاہ کے عروج سے

سلف تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ چند زمینداروں نے محمد شاہ کو گرفتار کر کے فتح شاہ کے حوالے کر دیا۔ فتح شاہ نے اپنے بھائیوں اور محمد شاہ کو دیوان خانہ میں قید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ تمام سامان عیش و عشرت اکل و شرب اور جمیع ضروریات ان کے لئے مہیا رکھیں۔ ملک سیف شاہ ابھی ان کی انیم و ڈیم میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتا تھا۔ مگر فتح شاہ نے ملک شمس چک بہت چمک کا میٹا اور معمولی حیثیت کا آدمی تھا پہلے پہل وہ سید محمد بہت ہی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اس کے بعد ملک احمد ایتو کے بیٹے ملک نور زور ایتو کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا۔ ذاتی شجاعت اور بہادری کے باعث نام حاصل کرتے کرتے اس نے ملک دار کے ہاں رسوخ پیدا کر لیا۔ جس نے اسے اپنی ملازمت کا رتبہ عطا کر کے ہم نشین بنالیا۔ اسی اثنا میں بانڈو چک کے بیٹے حسین چک کی لڑکی اس کے عقد نکاح میں آگئی جس سے وہ بھی امیروں کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ بڑھتے بڑھتے اس گھر کے بھیدنی نے آقا کی مخالفت پر کربانہ لے لی اور اس نے مروا کر نصب مزارت خود بہال مٹیا۔

متروک ہو کر اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور باوٹھاہ کو بھی اس کے برخلاف کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی فوج اُسے کر کے سیف ڈار اور سید محمد کی مدافعت کے لئے تیر و تشر کش نکال میداں میں آ گئے۔ پہلے تو انہوں نے ستہر کے پل توڑ ڈالے اور پھر مقام رابلہہ معرکہ جدال و قتال برپا کر کے دشمنوں سے لڑنے لگے۔ اس ہنگامہ میں بھی ہزاروں آدمی مارے گئے۔ ایک دن ہنگام کارزار میں ملک سرسنگ ربینہ نے ملک سندھف ڈار کے مرکب سوار سی کو زخمی کر کے اُسے بیدل اور بھدست و پاؤں کر دیا تاہم سیف ڈار نے داؤد شجاعت دینے میں کوتاہی نہ کی اور دل کھول کر تلوار چلائی۔ کشتوں کے پلٹے باندھ دیئے۔ لیکن اس انبوہ کثیر میں وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ آخر کار باط گیا اس کے ساتھ ہی کسی کے تیر خون آشام نے نورنگ سرسنگ کی آنکھ کا نشانہ کر کے اُسے ہی سیف ڈار کے ساتھ ہی عدم آباد کو بھجوا دیا۔ جب طرفین کے سرغنہ مارے گئے تو آتش محاربہ ہی فرو ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد ملک شمس چک نے منصب وزارت سہمالا اور سیف ڈار کی طرح عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ لیکن اعلیٰ ترین منصب نے جلد ہی ہی اس کے وجود میں نخوت اور رعوت پیدا کر دی اور کاچی چک اور بعض دیگر امرا کو غلام کر سید محمد ہتھی کی مخالفت پر تیار ہو گیا۔ اور اُسے ملک سے نکالنے کی نیت سے لڑائی شروع کر دی سید محمد نے محمد شاہ سلطان معزول سے سازش کر لی۔ اور ابراہیم ناگرے۔ حاجی پڑا اور ملک عیدی ربینہ کو اپنا طرفدار بنا کر خانقاہ بلیں شاہ کے متصل شمس چک کے مقابل آکھڑا ہوا۔ شمس چک تابِ تقابل نہ دیکھ کر بھاگ نکلا اور پل مالی کدل عبور کر کے دوسری طرف چلا گیا۔ کاچی چک بھی اس کے پیچھے ہی روانہ ہوا۔ جب پل پر پہنچا تو سید محمد کے آدمی مغروروں کی راہ روکنے کے لئے پل توڑ رہے تھے بلکہ انہوں نے بہت سا فرش اوکھڑا بھی دیا تھا۔ تاہم کاچی چک گھوڑے کو جت کر کے دریا کے پار نکل گیا۔ لیکن اس کے ہمراہی جو آقا کی طرح کو دکر پار جانا چاہتے دریا میں گر کر ملاک ہو گئے۔ اب شمس چک اور کاچی چک نے بالاتفاق بھاگنے کی ٹھیرائی اور کامرائ کی طرف نکل گئے۔ سید محمد اور اُس کے ساتھی ان کے متعاقب تریہ گام تک گئے اور انہوں نے ان کے گھراؤ کرگ ٹکا کر خاکستہ بنا دیا۔ لیکن شمس چک اور کاچی چک دونوں میں بچا کر دروستان چلے گئے۔ جب سلطان فتح شاہ

نے وزیر کے بغیر اپنی ہانسی میں مات کا نقشہ دیکھا۔ تو سخت کو سلام کرنے کے پنجاب کو
 نکل گیا۔ مخالفوں کا قلع و قمع کر کے سید محمد نے مراجعت اختیار کی اور سو پونہ پانچ کروڑ
 بہت بکے کناسے پر اقامت پذیر ہو گیا۔ اتنا ہی ہزیمت میں جب شمس چک نے غنیم
 کی واپسی کی خبر سنی تو وہیں سے لوٹ آیا اور ہزاروں دھارے لگا کر شمس چک اور
 قوم ڈانٹ کر کو اپنے ساتھ شال کر کے انتقام جوئی کے درپے ہوا۔ اسی اثنا میں محمد شاہ
 بھی کینڈیگا سے نکل کر سید محمد سے آ ملا۔ دیکھ کر شمس چک سید محمد کے مقابل تو نہ کھڑا
 ہو سکا لیکن شیخون مار نے چستہ ہو گیا۔ یہ خبر محمد شاہ اور سید محمد کو ہی وقت پر
 مل گئی اور انہوں نے موسیٰ رینہ کو کچھ سپاہی دے کر کیمپ میں چھوڑ دیا اور خود
 گھات لگا کر کینڈیگا میں پہنچ گئے۔ اُدھی رات کے وقت شمس چک کیمپ پر حلا آور
 ہوا۔ اہل کیمپ بھی ہوشیار تھے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔ اُدھر سید محمد بھی گھات
 لگا کر شمس چک کی طرح آ پڑا اور خوب گھسان کی تلوار چلنے لگی۔ ہزاروں سپاہی
 کھیت رہے اور حاجی چک کے بدن پر پچاس زخم کاری لگے اور اس کا کان بھی
 کٹ گیا آخر جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو روئے ہزیمت اختیار کرنے کے میدان خالی چھوڑ
 گئے۔ شمس چک فتح شاہ کے پیچھے دوڑا اور پنجاب کو جا رہا تھا اور بقام نوشتہ ہر
 آٹا سے جا ملا۔ فتح شاہ کی حکومت اس مرتبہ دو سال ۱۱ ماہ رہی۔

سلطان محمد شاہ بار دوم

ایام حکومت ۹ سال ۹ ماہ ۱۹۹۲ء لغایت ۱۵۸۷ء مطابق ۸۹۵ھ لغایت ۹۰۰ھ
 ۱۹۹۳ء میں دوسری مرتبہ سلطان محمد شاہ حکومت ملک پر مامور ہوا۔ محمد
 بہت ہی جسکی طفیل اسے سلطنت ملی تھی منصب وزارت اختیار کر کے داو جہا نیابی دینے
 لگا۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ سلطان حسن شاہ کے عہد کے اختتام ۱۸۸۴ء میں شمس الدین
 عراقی خراسان سے تختہ لے کر کشمیر آیا تھا لیکن بادشاہ کی وفات کے باعث دوبار
 میں پیش نہ ہو سکا اس کے بعد اس وقت تک میر موصوف کشمیری میں سکونت پذیر
 رہا۔ سلطان محمد شاہ اور فتح شاہ کے فساد کے دنوں میں فیصلہ بابا اسماعیل کی خدمت

میں جو ادلیا کے کشمیر میں شمار کیا جاتا ہے پہنچا اور اس کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ لیکن دراصل وہ مذہب تشیع کا پیرو تھا اور اس نے دوران قیام میں بابا علی بخارا کو اپنے منصب کا معتقد بنالیا تھا جب محمد شاہ نے دوسری مرتبہ تخت حاصل کر لیا اور سید محمد اسکا مدار المہام بن گیا تو میر عراقی کو اپنا وطن یاد کیا اور اٹھ سال بعد ۹۹۵ھ میں واپس خراسان ہو گیا۔ لیکن جب سلطان حسین مرزا شمس الدین کے مذہبی عقائد سے واقف ہوا تو اس نے اسے اپنے ملک سے خارج کر دیا چونکہ میر صاحب کو ملک کشمیر میں کافی تعارف حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے خراسان سے ہلا وطن ہو کر انہوں نے کشمیر ہی کی طرف رجوع کیا۔ اور یہاں پہنچ کر بابا علی کی معاشرت سے علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کرنے لگے۔ ملک موسیٰ رینہ۔ کا جی چک اور غازی چک ہی آپ کے معتقد اور مریدان با اخلاص بن گئے جو نئے دین کے پھیلانے میں اپنے مجتہد کے معاون و مددگار ثابت ہوئے۔ جب سید محمد کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت غضب ناک ہوا اور اس نے میٹرس الدین عراقی کو بھروسہ و تشدد و کشمیر سے نکال کر اسکو دھجوا دیا۔ سید کی اس حرکت نے میر صاحب کے مریدوں کو براہ فرزندہ کر دیا۔ ان میں جو سربگور و تہا انہوں نے ہر ایم ماگرے اور حاجی پڈر سے عہد و پیمان کیسے فتح شاہ اور شمس چک کو جو نو مشہرہ میں قیام پذیر تھے بلو بھیجا۔ فتح شاہ جو ہر وقت تاک میں لگا رہتا تھا ایسے موقع کو کب ناہتہ سے دینے والا تھا پیغام سننے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور بڑے جوں ہیرہ پور پہنچ کر موسیٰ رینہ حاجی پڈر اور ہر ایم ماگرے کی فوج سے جو اس کے استقبال کے لئے رال گئی ہوئی تھی اطلاع مقام غامیہ فریقین جنگ و جدل میں مشغول ہوئے اگرچہ محمد شاہ کی فوج فتح شاہ کے سپاہیوں سے تعداد میں بہت کم تھی لیکن سید محمد کی شجاعت نے مخالفوں کی کچھ پیش نہ چلنے دی اور بڑی جواہری سے غنیمت کی جماعت کشمیر کو بھی پس پا کر دیا۔ دوسرے دن بھی قریب تھا کہ فتح شاہ حسب عادت میدان چھوڑ جائے لیکن عین وقت پر شدت انہر دی نے سید کی ترک تازی کی تمام کردی۔ اور وہ اہل رسیدہ جب کہ وہ دشمن پر بڑے جوش و خروش سے حملہ آور ہو رہا تھا اچانک گھوڑے سمیت ویران کنوئیں میں جو کہیں میدان جنگ میں واقع تھا گر گیا۔ سید کے ہمراہی اسے کنوئیں سے نکالنے کے لئے پہنچ گئے۔ لیکن غنیمت نے یک بارگی حملہ کر کے سب کو گھیر لیا۔ اسی طرح سید محمد اور ہر ایک جماعت کو چاہ عدم میں ڈال کر مخالف شادیاں

بجائے لگے۔ بیچارہ محمد شاہ پیدست و بارہ ہو کر بہاگ نکلا اور ساٹھ سال و ماہ کے بعد فتح شاہ کو
اپنی سلطنت حوالے کر کے نوشہرہ کی طرف چلا گیا۔ اس سرگرمی میں محمد شاہ ہی فوج کے
ایک ہزار سات سو جان باز سپاہی کام آئے جن میں سے بارہ سو سپاہیوں کے پاؤں
میں زعفرانی موزہ تھے۔ سید محمد کے اقربا نے اس کی لاش کنوئیں سے نکال کر مزار
سلاطین بن دھون کر دی۔ دشمن چک نہنے مخالفوں کا قلعہ فتح کرنا شروع کیا۔ سید محمد
کا مکان جو کئی سال کے بعد بصرہ کثیر حال ہی میں لیار ہوا تھا اس نے جلو اگر اس کے نقش
و نگار اور رواق و رواق تمام خاک میں ملا دیئے۔ اس حالت میں محل کی ویرانی نے عوام
کے دل میں سخت چوٹ لگائی اور انہوں نے اس عبت نامہ واقعہ کی یادگار میں
نربال کشمیری ولسوڑا شہار سوندون کیئے۔ اس انقلاب عظیم کے بعد سید محمد کے پین
ہٹے موضع سوبہ گام میں بہرام خاں کے گھر رہ گئے تھے جو اپنے مخالفوں کی کثرت و جھگڑ
فراموش ہو گئے۔ شجوان کے سید مرتضیٰ کو دشمنوں نے قتل کے پہاڑوں سے گر کر
ہلاک کیا اور سب کے سب پادشاہی علاقہ قتل میں گرفتار ہو کر قید ہو گیا اور اڑدہائی سال بعد
نہندان سے مخلصی حاصل کر کے محمد شاہ کے پاس نوشہرہ جا پہنچا۔ تیسرا سید یعقوب عالم
مخلوئیت میں اپنی شیر یاد کی حفاظت میں دشمنوں سے محفوظ رہا۔

سلطان فتح شاہ بارہم

ایام حکومت ۱۲ سال ۸ ماہ ۱۵۱۴ء تا ۱۵۱۶ء مطابق ۹۰۷ھ تا ۹۰۹ھ
فتح شاہ نے حریف کے تخت پر قدم رکھ کر شمس چاک کو وزارت پر متنازع کیا۔ اس
کی تخت نشینی کے دوسرے روز اور سید محمد کی وفات کے تیسرے دن رات
کے آخری حصہ میں ہولناک ہونچال آیا اندازہ کیا تھا قیامت کا نوٹہ تھانڈ میں بید کی طرح
لڑنے لگی۔ ہزاروں مکان خاک میں مل گئے سینکڑوں جانیں تلف ہو گئیں اور تین ماہ
لے موزہ ہائے زعفران سے تنو بہاوری و شجاعت کا نشان ملا ہے۔ ۱۲۰۰ء کشمیری سن کے
مطابق جو سلطان زین العابدین کے جلوس سے شروع ہوتا ہے واقعہ ۱۱۴۰ء ۱۱۴۱ء کشمیری
کو یہ حادثہ نازل ہوا اس نزلہ کو بھی اہل کشمیر سید محمد کی سہلیانہ ریت پر استدلال کرتے ہیں۔ ۱۲۰

تک برے زور و شور سے حرکت میں ہوتی رہی۔

پہلے تو شمس چک حسب منشاء سلطان امورات سلطنت سر انجام دیتا رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ اسے انھوں پر چڑا کر اس نے باقی تمام امرائے دولت اور ایک سلطنت کو امورات ملک سے بالکل بیدخل کر دیا اور تمام سیما و سفید ممالک و مختار خود بن گیا جس سے باقی اہل کاروں میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ لیکن موسیٰ رینہ چادرہ اور ابراہیم ماگرے نے چاہو سی اور خوشامد سے باو شاہ کو ایسا قابو کر لیا کہ وہ دفعۃً شمس چک کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا جب دھر سے اطمینان ہو گیا تو ان قندہ انگیزوں نے سرکار شمس چک کو گرفتار کر لیا اور جیل خانہ بھجوا دیا۔ چونکہ قوم ڈانگر اور صیغہ دار کے متعلقین پہلے ہی سے اس کے مظالم سے نالاں تھے موسیٰ رینہ نے کمال دانشمندی سے انہیں لوگوں میں سے ابراہیم دار اور دتی ملک کو شمس چک کے مارنے پر متعین کیا۔ ایک دن یہ دونوں اپنے محافل کا اشارہ پا کر جس خانہ میں داخل ہوئے شمس چک قفسوں کے پیور ہالے ہوئے دیکھ کر سخت گھبرایا۔ لیکن جو منہ کر کے باوجود بازنجیر ہونے کے جان توڑ مقابلہ کے لئے طیار ہو گیا۔ اس وقت کار و بغلی کے سوا اور کوئی شہیاہ اس کے پاس نہ تھا تاہم کرمیت باندھ کر شیر نہستان کی طرح چھپتا اور اس ابنوہ غیبی پر جاگرا۔ جو سامنے آیا ایک ہی زخم کھا کر ٹھنڈا ہو گیا یہاں تک کہ دروازے تک اس نے تیس آدمیوں کو گشتہ اور اسی قدر کو مجروح کیا۔ چنانچہ مثل مشہور ہے

بچو بربنگ و بخت و بخت شمس چک نصرت کس را بکشت

لیکن ناہرے کے آخر کار مخالفوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ چار ماہ تک منصب وزارت پر رونق افروز رہ کر اپنے آقا سید محمد کے پاس جا پہنچی اور اپنے مار پرورہ پیشے کو جو مسند وزارت سے زائل جس تک ہی باپ کے ساتھ ساتھ رہا ہمراہ لے گیا۔

گندم از گندم بر وید جو ز جو اور کافات عمل غافل پیشو

اس نے آناکشی کی خدانے اس کے خاندان کو تباہ کر دیا اور کس کی کسی کے عالم میں کیفر کردار کی پہنچا دیا

اس کے بعد وزارت کا کام ایک موسیٰ رینہ نے ماتم میں لیا جو ابراہیم ماگرے کی صوابدید سے فرائض منصبی حسن و خوبی سے ادا کرنے لگا۔ شمس چک کے قتل کا طزم

قوم و انکو قہر دے کر اس نے اپنے آپ کو تمام الزاموں سے بری کر لیا اور ان پچار کو ملک سے بدر کر کے ذیل و خواہ کر دیا۔ ان کو بھی اپنے کئے کی پوری سزا مل گئی اور پریشان حال ہندوستان میں آواز دگڑی کرنے لگے۔ اسی اثنا میں شیریں الدین عراقی جیسے سلطان جو شاہ شیکہ عہد میں کشمیر سے بدر کیا گیا تھا سلطان کی معزولی اور سید محمد کے انتقال کی خبر سن کر اسکو دوسرے کشمیر گیا۔ مریدوں اور مقتدروں نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ حملہ جیسی بل پہ سکونت اختیار کی جب شمس چک بھی آگیا تو اس نے موئے رینہ کو جو اس کے مریدان باخلاص سے تہادین کی اشاعت پر آمادہ کیا جس نے خانقاہ سلی کے مقابلہ کی ایک عالی شان خانقاہ حملہ جیسی بل میں تعمیر کرائی اور مذہب تشیعہ کے پھیلائے میں جہتیں سی کرنے لگا۔ مسلمانان اہل سنت پر قیامت برپا ہو گئی بعض قتل کئے گئے۔ بعضوں کو ملک سے خارج کر دیا گیا اور بعض جزا شیعہ بنائے گئے۔ اسی طرح ہندوؤں کی تھریب و تہذیب پر زبرد غایت ہونے لگی۔ لوگ زبردستی شیعہ بنائے جاتے گئے۔ صرف مرقہ ہندو کے چوتیس ہزار آدمی شیعہ ہوئے۔ کوئی پوچھنے والا تو تھا ہی نہیں موسیٰ رینہ کی وزارت نے شمس عراقی کے مقابلہ پھیلائے میں وہ نمایاں کوشش کی کہ لوگوں کو سکندر بہت شکن کا زمانہ ہی بھول گیا۔ نیا دین تو زبرد و زرتی کرنے لگا لیکن ملک تباہ ہو گیا۔ اور ہندو اور اہل سنت مسلمان عذابِ مائے شدید کا شکار ہونے لگے۔

موسیٰ رینہ ایشا زبردست آدمی تھا کہ اس کے مقابلہ میں سلطان کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی۔ غایت چکان کو بھی جن کی اولوغزی اور بزرگی کا شہرہ تمام ملک میں پھیل رہا تھا۔ ڈانگروں کی طرح اس نے ایسا ذلیل و خوار کیا کہ کاجی چک، سرنگ چک اور سہ چک جیسے نامدار موسیٰ رینہ کے بیٹے علی رینہ کی اور ول میں پیدل چلتے تھے۔ نو سال تک ملک میں ہی وہ باد پھیلی رہی آخر شاہ عکوبر اہم ماگرے کے بادشاہ کے حضور میں باریابی حاصل کر کے اُسے موئے رینہ سے بلگان کر دیا۔ چنانچہ سلطان نے اسی کو رینہ صاحب کی رنج کنی پر مقرر کیا جس نے دریا سے بہت کے بل توڑ کر دانا لارہ سکندر پورہ کی جانب بے شمار فوج کے ساتھ مہاراجہ مظاہر کا بازار گرم کر دیا۔ موسیٰ رینہ بھی اپنے ہمراہی لے کر آمادہ پیکار ہوا۔ اور خواص موسیٰ رینہ کے مذہبی تشدد کے باعث اُسے نصرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تمام رعایا اہل شہر اور کیا اہل دیہات اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور لاپچار اُسے بھاگنا

پڑا۔ لیکن بچہ تقدیر سے کہاں جاسکتا تھا۔ پنجاب کی جانب بھاگا جاتا تھا کہ موضع
راولپور میں انگور کی بیل کندا جل کی طرح اُس کی گردن میں گھونکیر ہوئی اور وہ گھوٹکے
سے بچنے لگا۔ اٹھنا چاہتا تھا کہ اس کے رفیق سفر نے ایک ہی لالت سے سر جھپکڑ
منغز باہر نکال دیا گویا عجمی قاتل عروم پیادہ اش رسید۔
لاش سری گھر پہنچائی گئی اور جامع مسجد کے سامنے اُس کے آبائی مقبرہ میں مدفون ہوئی۔
موسلی رہنہ کا کام تمام کر کے ابراہیم باگر سے سند وزارت پر قدم رکھا۔ اس
نے ملک عثمان اور دہلی ملک کو جو کوستان پنجاب میں آوارہ و سرگردان پھر رہے
تھے کشمیر بلایا اور اُن کو اپنا سامان بنا کر واد حکومت دینے لگا۔ اسی اثنا میں ابراہیم باگر
کی نظر عنایت پاکر ساری قوم ڈانگر کے افراد ہی سندوستان سے آگئے اور اُس کے
زیر سایہ پرورش پانے لگے۔ یہاں واروہوٹے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس سرکش
قوم نے غلبہ پایا اور باقی تمام سرداروں اور امیروں سے سازش کر کے ابراہیم
باگر سے کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور بہت سی جدوجہد کے بعد اُسے غلوب کر کے
چالیس روزہ سندھ صدارت سے برطرف کر دیا۔ اور اسکی جگہ ملک عثمان کو دارالہمام
بنا دیا۔

فتح شاہ بیچارہ نام کا سلطان تھا موم کی ناک جھڑا پھیر لیا۔ نہ اُس کی دوستی
سے فائدہ نہ اُس کی دشمنی کا ڈر سلطنت اور اسکا استقام تمام سرداران ملک کے ہاتھ
میں تھا اور سلطان اپنی معزولی کے خوف سے جس فریق کو زبردست پاتا اسی سے
مل جاتا۔ ابراہیم باگر سے کی تباہی کے بعد ملک عثمان کے نامقوں میں آگیا۔ اس کی وزارت
کو ابھی تین مہینے ہی نہ گزرے تھے کہ ملک کا جی چک جھاگیر پڑا اور گدال ملک نے
بادشاہ کو اپنے ساتھ بلایا۔ جنہوں نے دہلی ملک اور غازی چک کو برسرِ دربار شمشیر کشیدہ زیر
سے پارہ پارہ کر دیا۔ اور ملک عثمان کو بادشاہ کے سامنے بے اٹھا کر زندان میں پہنچا دیا
اس کارروائی سے ملک میں سخت شور اٹھا اور بد امنی پھیل گئی۔ اور قوم ڈانگر اٹھ کھڑی
ہوئی اور ابراہیم باگر سے نے خونریزی کا بازار گرم کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ اور
اُس کے مشیر کا جی چک اور جھاگیر پڑا۔ سندوستان کو بھاگ نکلے۔ لیکن ابراہیم باگر
نے مصالحت جان کر فتح شاہ کے متناقب اپنا وکیل بھجایا اور اُسے ہیرو پور سے واپس

بلکہ اگر بہت دور تخت حکومت پر بٹھا دیا اور خود اس کا وزیر بن گیا۔ اس عالی بہت وزیر نے
پھر بھی ملک عثمان کو قید سے رہا کر دیا اور اسے وزیر یا احسان کر کے اپنا مددگار بنا
لیا۔ اسی طرح اُس نے اُگروں سے بھی عہد و پیمان کر لیا۔ ملک چٹاگیر اور کاجی چک
وغیرہ بھاگ کر پنجاب چلے گئے۔ اسی اثنا میں خیرائی کہ محمد شاہ معہ لشکر و سپاہ کو ہستان
ملکہ پال میں مقرب کتھالی گیا ہوا ہے اور سید محمد کے بیٹے سید ابراہیم کے سوا کسی
کسی کو نہیں چھوڑ گیا۔ فتح شاہ نے چاہا کہ اس ملک میں بھی دشمن کو چین نہ لینے دے اس
لئے بہت سی فوج بلہا کر کے عثمان حکومت کو نوشتہ ہر کی جانب معطوف کیا۔ جب
اس کی اطلاع سید ابراہیم کو پہنچی تو وہ سخت گھبرایا تاہم از روئے جلالت جلی تیج
اتفاق کھینچ کر برسرِ مقابلہ آگیا۔ مقام غازی کوٹ فریقین میں سخت ہنگامہ کا زار برپا ہوا
اس معرکہ میں سید ابراہیم نے وہ شجاعت اور دلوری دکھائی کہ فتح شاہ کو باوجود
کثیر جمیعت کے بے میل مرام ٹوٹا پڑا۔ ہمدرد سید ابراہیم نے تعجب کیا اور دشمن
کے قہقہہ زدن و جہاز مپاہیل کو قتل کر دیا۔ فتح شاہ اپنا ہاتھ لے کر واپس چلا گیا۔ اور
سید ابراہیم منظور نوشہرہ کو مراجعت پذیر ہوا۔ واپسی پر محمد شاہ نے ہمدرد
سید ابراہیم کو سید ابراہیم کی مستعدی اور جرات کی خوب داد دہی اور اسے ماں کا خطاب
عطا کر کے خاص مقربوں میں داخل کر لیا۔

۱۰۔ اس واقعہ کے بعد ایک سال تک کشمیر میں امن قائم رہا لیکن اس کے بعد
احسان فراموش ملک عثمان نے شکر پور سے موافقت کر کے ابراہیم اگرے کی
تیج کٹی پر کمراندہ ڈالی چنانچہ فتح شاہ کی تحریک سے ابراہیم اگرے کے بیٹوں ملک
ابدالی اور ملک فیروز کو انہوں نے جوں کر لیا اور ابراہیم اگرے کے بیٹوں ملک
گیرا دوبارہ ملک عثمان سے رابطہ بنا اور شکر پور پر یہ کو منصب سپہ سالاری عطا کیا
ابراہیم اگرے جیسا کہ عالی ذہان تھا ویسے ہی مستعد و مستقل مزاج

اور ان جنگ بھی تھا پونچھ پیکر بھی خاموش نہ بیٹھا۔ چک اور پٹنہ جو اب میں آواں
پھر رہے تھے ان سے اپنے ساتھ متفق کر لئے اور سلطان محمد شاہ کو آگے رکھ کر جمیعت
کثیر کے کشمیر پر حملہ آور ہو گیا۔ مقام سرپور ب دریا اس نے پائے استقامت جاتے
اور دشمن کی پیش دستی کا اظہار کرنے لگا۔ فتح شاہ بھی ملک عثمان اور شکر پور کو ساتھ

لے کر بڑا اور غنیم کے مقابل دریا کی دوسری طرف ڈیرے ڈال کر ہم کی تجویزیں سوچنے لگا۔ ملک عثمان نے بادشاہ اور شکر سینہ کو تو وہیں چھوڑا اور خود بالفاق لوہراگر سے رنگی چک وغیرہ امر اکھویا۔ مہ کے راستہ بمقام کرپوہ پوسٹنگری جہاں پہلے ہی سے محمد شاہ کی فوج بھیجی تھی دشمن پر حملہ آور ہوا۔ چنانچہ ان کو پس پا کر کے اس نے میدان خالی کرالیا۔ محمد شاہی سپاہ اقتال و خیزاں سو پور کیمپ کو لوٹ آئی۔ کاجی چک اور علی رینہ جو اس فتنہ کے بانی مہانی تھے اس تازہ ہزیمت سے بالکل ناامید اور بایں ہو گئے۔ اسی دن شام کو علی رینہ دریا ٹے کے کنارہ پہر اکھڑا ہوا اور فتح شاہ کی فوج کو مخاطب کر کے بولا کہ میں ہوں ملک علی سپہر ملا حسین ایک دو مقرب بادشاہ کے اور صبر آئین کر میں انہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ فتح شاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے تین آدمی بھجوائے جن کو علی رینہ نے بزبان شایستہ کہا کہ میں سلطان کا قدیم تک پروردہ ہوں۔ اگرچہ اس وقت سور و خطاب ہوں تاہم حق تک مجبور کر رہا ہے کہ بادشاہ کے کام آؤں بادشاہ کو خبر پہنچا دو کہ ملک عثمان کو دشمنوں نے قتل کر دیا ہے اور اس کی فوج منتشر ہو گئی ہے۔ کل علی الصباح دریا عبور کر کے وہ تہاڑی فوج پر ہی حملہ آور ہوں گے اگر سلامتی و سکار ہے تو صبح ہونے سے پہلے پہلے تو سہ میدان کے راستہ پونچھ چلے جاؤ ورنہ نصیب اعدا کوئی مصیبت نہ دیکھنی پڑے۔ یہ کہہ کر وہ تو رخصت ہو گیا لیکن جب فتح شاہ نے سنا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ بغیر سوچ و سچا معمولی سامان سفر اٹھا کر بہاگ نکلا اور راتوں رات تو سہ میدان لے کر کے حدود پنجاب میں جا داخل ہوا۔

رصد شیشہ لکھا اے قوی بہ رصد جوش کلاہ شری بہ

بادشاہ کا بہانہ تھا کہ علی رینہ میں ماندہ فتح شاہی فوج پر اپڑا اور آنا خان سب کو ملک سے نکال دیا۔ جب ملک عثمان نے سلطان کی فراری اور فوج کی تباہی کا حال سنا تو جو حوصلہ ہو کر سری نگر کو بہاگ آیا۔ رات پر گنہ لار میں نالہ سندھ پر قیام کیا اور صبح موضع کہاں کے نزدیک پہاڑی غار میں روپوش ہو گیا۔ لیکن دشمن کی کینہ ورتلاش کے ماتہ سے نہ بچ سکا آخر ابراہیم ناگر نے گرفتار کر کے اسے جان سے مار ڈالا۔ تاریخ وفات اس کی تشریف ہے۔ اس مرتبہ سلطان فتح شاہ نے ۱۲ سال ۸ ماہ تک حکومت کی۔

سلطان محمد شاہ بارسوم

ایام حکومت ۵ ماہ ۱۵۱۶ء مطابق ۹۲۰ھ

ابن ہم اگرے کی معاہدت سے محمد شاہ قیسری مرتبہ پانچ ماہ کے لئے مسند حکومت پر بیٹھا۔ ان دنوں کشمیر میں کچھ ایسی چٹا پھیل رہی تھی کہ اوستے والے کسی کے قول و فعل اور عہد و پیمان کا کوئی اعتماد اور بھروسہ نہ رہا تھا۔ ہر فانی اور ابن الوقت امر اور منافی اور دوزخ گو و زراحتے۔ فتح شاہ اور محمد شاہ کی باہمی حمایت نے ان کی معاہدت کی۔ جس سے دن عید رات شب بیزات ہو گئی۔ سلطان بیچارے شاہ شطرنج سے بڑھ کر رتبہ نہ رکھتے تھے۔ اپنی لوگ اپنی خود غرضی اور جاہ پسندی سے جیسا چاہتے تھے کشت و مات کا نقشہ جادہ تھے تھے۔ ساج محمد شاہ کو تخت نصیب ہوا تو کل فتح شاہ کی باری ہے۔ اور ملے ہذا القیاس اس مرتبہ بیچارہ محمد شاہ ابھی کلفت راہ ہی دور نہ کرنے پایا تھا کہ فتح شاہ پھر فروج لے کر حیرہ آیا۔ محمد شاہ کے ہمراہی کا جی چک اور جہانگیر پھر فتح شاہ سے جانے سوہ اکیلا بیکار سلگتا تھا سید ابراہیم خاں کو ساتھ لے کر نوٹس ہر چلا گیا ہائے محمد قند کہ جان سلامت لے گیا۔

سلطان فتح شاہ بارسوم

ایام حکومت ۲ سال ۴ ماہ ۲۵ روز ۱۵۱۶ء لغایت ۱۵۱۸ء مطابق

۹۲۰ھ لغایت ۹۲۲ھ ہجری

۱۵۱۶ء میں سلطان فتح شاہ بزارفت جہانگیر پھر بڑے تھل ماوراء قشام سے داخل سری نگر ہوا اور قیسری اور احمدی مرتبہ تخت حکومت پر بطور افرور ہوا۔ اب کے انہی نے آئے دن کے فتنہ و فساد اور بغض و عداوت کے روکنے اور غصہ پروازوں کے دہن آکر کو پیکر کرنے کے لئے ملک کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور باقی تین حصہ جہانگیر پھر کا جی چک اور شکر رینہ کے حوالہ کر کے خود ہی دیگر امرا کی طرح ایک جاگیر دار بن گیا۔ ایک سال بعد ۱۵۱۸ء میں محمد شاہ اور ابراہیم اگرے نے پہر حملہ آور ہوئے

اور پرگنہ بانگل میں لڑائی شروع ہو گئی جس میں ابراہیم ماگر سے اور اس کے دو بیٹے باہر سے گئے اور محمد شاہ بہاگ کر پوچھ کی طرف نکل گیا۔

اس کے دوسرے سال ۱۵۱۷ء کے موسم بہار میں پنڈت لوگ حسب معمول ہیکہ لنگا کے متبرک میلہ پر گئے جب کہ وہاں شہ پر شب ہاشمی کے لئے ٹھہرے تو اُدھی رات کو غول بیابان کی ہیبت ناک آواز اور باؤ طوفان سے متوحش ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس جیم و ہراس کے عالم میں منزل مقصود کا راستہ سمجھ کر سب کے سب ایک جانب کو روانہ ہو چکے۔ جب کہ وہ ہپ رٹوں کی چوٹی پر پہنچے تو آگے عین گڑھا تھا جو اندھیرے میں نظر نہ آ سکا اور ایک ایک کر کے تقریباً تمام زائیرین اس کھڈ میں گر گئے۔ اسی طرح قریب نو ہزار آدمی ہوا عدم میں گر کر فنا ہو گئے۔ اس ہیبت ناک واقعہ کی تاریخ کسی نے اس طرح لکھی ہے۔

از بیابان کشیدہ مترانج غول گھٹا تباہی پنڈتاں

رتباہی پنڈتاں (دہاے بیابان) = تاریخ

آخری مرتبہ بہاگ کر قریب دو سال تک تو محمد شاہ آوارہ پھرتا رہا۔ آخر ۱۵۱۷ء میں سکندر لودھی کے پاس پہنچا اور اس سے تیس ہزار سوار و پیادہ کمک لے کر ملک موروثی کی تسخیر کے ارادہ سے پھر کشمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ جب علاقہ راجورسی کے میدان و اتورہ میں پہنچا تو جہانگیر پڑا اور شکر رینہ نے آگاہ ہو کر اس سے خط و کتابت شروع کر دی اور عہد و پیمان مستحکم کر کے انہوں نے اسے کشمیر بھلا بھیجا۔ ادھر کا جی چک اور نصرت رینہ بھی بادشاہ سے جدا ہو گئے اور علم بغاوت کھڑا کر کے قلعہ ہرشن میں جا بیٹھے۔ فتح شاہ جہانگیر

۱۵۱۷ء سلطان سکندر سلطان بہلول لودھی کا بیٹا تھا۔ جب ایک سنہارن کے بطن سے تھا۔ ۱۵۱۷ء میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اور ۱۵۱۷ء و ۱۵۱۸ء مطابق ۱۵۱۷ء میں اکتالیس سال پانچ مہینے حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ سلطان ابراہیم لودھی اس کا جانشین تھا۔ جس نے باہر کی بارہ چودہ ہزار فوج کے مقابل اپنی ایک لاکھ فوج اور کئی سو جنگی ماتیوں کے ساتھ محض امر کی سیما دہلی اور اپنی غیر سہولت گیری کی وجہ سے شکست کھا کر لودھیوں کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے غائب کر دیا۔ ۱۵۱۷ء فوق سے اس زمانہ میں راجورسی کا علاقہ راجہ بہادر خاں عرف بہادر رینہ کے تصرف میں تھا۔ جو ۱۵۱۷ء سے ۱۵۱۸ء تک حکمران رہا۔ فوق ۱۵۱۷ء۔

کو ساتھ لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوا اور بال قلعہ تاب تھاومت دہاکر کوہستان کی طرف
بھاگ گئے محمد شاہ کو جب ملک کے اندرونی حالات سے آگاہی ہوئی تو اس کا حوصلہ
برعہ گیا اور باقی تمام فوج وہیں پھونک کر صرف دو ہزار آدمی ساتھ لے کر کشمیر آگیا۔ کاجی چک
اور نصرت رینہ رہتے ہی میں اس کے مل گئے ماسرپ کے سب گھلے دروازے
میری نگر میں داخل ہو گئے۔ فتح شاہ نے سوائے ضروری کے کوئی چارہ نہ دیکھا اور ملک عالی
کر گیا۔ فتح شاہ نے بحیثیت مجموعی تینوں مرتبہ اٹھارہ سال و س ماہ اور اکیس روز تک
سلطنت کی اور باوجود ملک سے دست بردار ہو کر سلطنت امر میں تقسیم کر دینے کے
ملک حزام جہاگیر پورہ شکر رینہ اور کاجی چک اپنی بنے بنائوں سے باز نہ آئے اور
پیارے کو ملک سے نکال کر پھونک دیا۔

نیش مقرب نانہ پے ہمیں بہت مقتضائے طبعش ایست

سلطان محمد شاہ بارچہام

ایام حکومت ۱۰ سال ۵ ماہ ۷ روز ۱۵۱۷ء لغات ۱۵۲۷ء

ملاقات ۹۲۳ھ لغات ۹۲۴ھ جمہری

قسمت نے پھر محمد شاہ کی یادری کی اور وہ ۱۵۱۷ء میں کاجی چک کی استداد سے
سلطنت کشمیر پر تصرف ہوا۔ اس مرتبہ کاجی چک مایور پر اور دارالمنہام تھا۔ کچھ عرصہ تک
جھگڑوں جھیلوں سے پاک اور سلطان بھی نظم و ستور ملک کی جانب متوجہ رہا۔ لیکن ملک
کی جہت سے ابراہیم کاجی چک و دیگر املا میں اتفاق نہ ہو سکا۔ اس لئے نصرت رینہ اور
نوپہ مارے سے بغاوت برپا کر دی ماسرپ جہاگیر پورہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا اور شیخون
مارنے کی طیارہ سی کرنے لگے۔ کاجی چک کو بھی مقصدوں کے ارادوں کی خبر مل گئی اور
وہ بھی اپنا بند و بست درست کر کے چھاپا کا انتظام کرتے دکھائی دیے اور کوئٹہ اور
کاجی چک اپنی فوج لے کر نکل آیا بہت کم زور خیز لڑائی شروع ہو گئی۔ سینکڑوں ہاتھ
لگے ہزاروں مجروح ہوئے کاجی چک کے بدن پر بھی کئی زخم لگے بلکہ اسکی انگلیاں
اور ہاتھ بھی کٹ گیا لیکن پوری بہادری سے لڑتا رہا۔ آخر نصرت رینہ مارا گیا اور اس

کے مہاراجہ ہیں یا ہو کر منتشر ہو گئے۔ محمود شاہ کا جی چک کی اس کارروائی سے بڑا خوش ہوا۔

اسی سال فتح شاہ کو جہانپاتی کا شوق پھر واپس گیر پڑا۔ لیکن جلد ہی ہی ۱۵۱۸ء میں اجل سے بقیہ تمام نو شہر فاس نصیبت زدہ کے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا۔ سلطان نے اس کی لاش سنگا کر اوسم خاں کے مقبرہ کے پاس محلہ سہار میں مدفون کر دی۔ حضرت امیر نے جو سرپوش سلطان قطب الدین کو تبرکاً عنایت کیا تھا اور جسکو اس وقت سے تمام سلاطین اپنے تاج میں رکھتے آئے تھے فتح شاہ کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اسکی وفات پر وصیت کے رُوسے یہ کلاہ مبارک اس کے گفن میں رکھ کر مدفون کیا گیا۔ اس واقعہ پر خوشنشین گوئی مولوی محمد الی صاحب نے کی تھی سلطان قطب الدین کے حالات میں لکھی گئی ہے۔

جہانگیر پڑ کے سرپوش خود سری کی ہوا ابھی باقی تھی اور وہ علاقہ پانیپور میں خجستان قرار کر رہا تھا۔ کا جی چک نے اس کی سرکونی کے لئے اپنے بیٹے مسعود چک کو بھجوایا۔ لیکن جہانگیر پڑ خوف زدہ ہو کر یہ طاقت گداشی چک گورینہ کی طرف ہٹا گیا۔ ۱۵۲۰ء میں فتح شاہ کا بیٹا سکندر شاہ ہی باپ کی طرح آمادہ فساد ہوا۔ اس نے ملک ابدال - لوہراگرے اور عیدی رینہ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اور بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے قلعہ راگام میں استقامت پزیر ہو گیا۔ جہانگیر پڑ اور گداشی ملک ہی گورینہ سے واپس آ گئے اور انہوں نے پرنس لار میں قلعہ فساد شروع کر دیا۔ کا جی چک نے مسعود چک اور دولت چک کو جہانگیر پڑ کے مقابلہ کے لئے بھجوایا اور خود سکندر شاہ کی مدافعت کو نکلا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد سکندر شاہ نے تہیار ڈال دیئے اور ملک چور کر پنجاب کو روانہ ہو گیا۔ ادھر گداشی ملک ہی دولت چک کے ہاتھ سے مارا گیا۔ لیکن جہانگیر پڑ نے رفیق کی انتظام جوئی میں مسعود چک پر حملہ کیا۔ اتفاقاً ایک تیراکی انکھوں میں لگا جس سے وہ جان بڑھ ہو سکا۔ آخر کار جہانگیر پڑ بھی تنگ آکر سندھوستان کو ہٹا گیا اور کچھ عرصہ کے لئے اس زمانہ قائم ہو گیا۔ کا جی چک نے مسعود کی جگہ دولت چک کو مقرر کیا اور مرہم کی جاگیر ہی اسی کو دے دی۔

نہب کا جی چک کا اقتدار اس سے بڑھ گیا۔ تو اب شاہ ہی اسکی نظروں میں نا پسند معلوم

لگا محمد شاہ کو ناگوار خاطر ہوا وہ ملک علی ابوال ملک کو برا کر کے اور زنگی چک
 وغیرہ کو متحد اور متفق کر کے اسکی بیچ کئی کے درپے ہوا۔ جب کاجی چک کو معلوم ہوا کہ امرائے
 دولت اور اراکین سلطنت جاوہر اتحاد و مساعدت سے حضرت ہو گئے ہیں تو سخت تشویش
 پیدا ہوئی۔ اور جلد ہی ہی وزارت اور اختیارات کو خیر یا ویکہ کر دوشہروں میں اقامت
 اختیار کر لی۔ انہیں دونوں امیر الدین بابر بادشاہ وہی نے جو تیسرے شہرستان کے تختوں
 سے فارغ ہو چکا تھا کو چک بیگ اور شیخ علی بیگ کو لشکر حصار کے ساتھ دوشہروں کے
 راستہ شمشیر بجا۔ جب وہ لوگ دوشہروں کے نزدیک پہنچے تو کاجی چک کو بھی ان کے
 ارادے سے آگاہی ہوئی۔ اگرچہ وہ بھی محمد شاہ کا مخالف تھا لیکن غیروں کا اس کے ملک
 پر حملہ کرنا اسے گوارا نہ ہوا اور اس نے ابھر ابھر سے بہت سی جمیعت ہم نوا کر لیتے
 بیٹوں غازی خاں اور حسین خاں کو جن کی عمریں بیس سال کے ملک بھاگ تھی غیسر کی
 مدافعت پر متعین کیا۔ یہ دونوں بھائی قلیل جماعت کے ساتھ رات کے وقت دشمن پر حملہ
 آور ہوئے حسین خاں شیخ علی بیگ کے خیمہ میں گھس گیا اور اس کے سر ہانے جا کھڑا
 ہوا۔ ایشیہ خوں کا شام کینچ کر اس نے علی بیگ پر وار کیا جس نے اپنا لکیر اٹکے رکھا۔
 لیکن وہ پار و پار ہو گیا۔ دوسرے وار پر اس نے جو زن من سے سپر کا کا۔ لیکن وہ
 ہی کٹ گیا لیکن تیسری مرتبہ چار پائی کینچے گھس گیا۔ اور انان مانگئے لگا۔ حسین خاں نے
 شہر کی عالی حاکم سے اسے معاف کر دیا اور خیمہ سے باہر نکل آیا۔ اس موقع میں حسین خاں کے
 بدن پر نوزخم گئے۔ غازی خاں کے مقابلہ پر ایک نعل یا گراؤں نے ایک ہی تیرہ سے اسے
 گرا دیا۔ ساتھ ہی تیرہ کے زور سے خود بھی زمین پر گر پڑا اور قاتل مقتول دونوں کا وہیں
 خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد منلیہ انوار کے پانوں اکھڑ گئے اور تمام لشکر اپنے مقبولوں اور
 اسیروں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی اثنا میں کاجی چک نے سلطان محمد شاہ سے خط لکھا
 کر کے اپنے جرائم کی صفائی مانگ لی اور آٹھ ماہ کی جلا وطنی کے بعد وار دخیلہ ہو کر
 سلطان کے مقبروں میں داخل ہو گیا۔ سکندر شاہ جو خیال حکومت کاجی چک کے
 ہمراہ آیا تھا اگر قتل ہو گیا۔ محمد شاہ نے اسکی آنکھیں نکلوا دیں۔ آخر اسی عذاب سے وہ
 بچا۔ اچانک بچن تسلیم ہو گیا اور محالہ زاکر میں مدفون ہوا۔ اس کے بعد علی رینہ اور طالبہ
 نے پرانی تواریخوں میں منوں کو بہی ترک ہی کیا تھا۔

ماگرے کے سینہ خستہ میں کینہ دیرینہ جو شہنشاہ ہوا اور وہ لوگ موضع کچھامہ میں لڑائی کے لئے استادہ ہو گئے کچھ عرصہ تک علی رینہ تازی چک کے ہاں مجوس رہا لیکن اس کے بن قید سے مغرور ہو کر ہندوستان کو چلا گیا۔ اسی اثنا میں ۱۵۲۷ء میں کاجی چک نے پھر حق نمک فراموش کر کے کسی حیلہ سے سلطان محمد شاہ کو مغرور کر دیا اور چند مہراہیوں سمیت موضع لڈ میں جو درہ کوہ کے درمیان واقع تھا قید کر دیا۔ اسکی جگہ سلطان کے بیٹے اور اپنے ہم شیرہ زادہ ابراہیم شاہ کو سامنے کھڑا کر دیا۔ اس مرتبہ محمد شاہ نے ۹ سال ۸ ماہ ۷ روز حکمرانی کی۔

سلطان ابراہیم شاہ

ایام حکومت ایک سال ۱۱ ماہ ۱۰ روز ۱۵۲۷ء لغات ۱۵۲۸ء مطابق

۹۲۴ھ لغات ۹۲۵ھ ہجری

کاجی چک نے بھغونی کوتخت سے معزول کر کے اس کے بیٹے ابراہیم شاہ کو تخت خلافت پر بٹھایا اور خود دارالامام بن کر امورات ملکی و مالی سرانجام دینے لگا۔ علی رینہ جو تازی بٹ کے گھر سے بھاگ نکلا تھا نوشت بہرہ بیچ گیا اور ریگی چک اور فائدہ ماگریاں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ باہمی مشورہ کر کے انہوں نے ابدال ملک کو ابراہیم شاہ دہلی کی خدمت میں ملک کے لئے بھیجا۔ ابدال ملک کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اور شیخ علی بیگ اور محمد خاں کو میں ہزار جوار فوج دے کر اس کے ہمراہ بھیجا۔ ۱۵۲۸ء مطابق ۹۲۵ھ کو یہ لوگ بڑے طمراق کے ساتھ کشمیر پہنچے اور اسے کاجی چک جلد سپاہ و چشم کے ساتھ بڑے بمقام تانگل واقعہ پر گنہ تانگل ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے۔ تازی جو کشمیری فوج کا ہر اول تھا عین تم سے محاربہ و مقابلہ میں مصروف ہوا لیکن اسکی فوج نے شکست کھائی جس سے متلاوں کے حوصلہ بڑھ گئے۔ اور وہ ایک دم حملہ کرنے کے کاجی چک کی فوج پر آپڑے اور خوب گھسان کی تلوار چلنے لگی۔ ہر چند کشمیری بہادروں نے پوری پوری داد شجاعت و مردانگی دی اور بڑے بڑے کراتاہہ ناز ہئے لیکن تقدیر کے مقابلہ میں ان کی دال نہ لگی اسکی اور بھاگ گھرے ہوئے۔ اسی

اشنا میں ایک ترک جو کاجی چک سے ٹٹنے کی بوس دہلی سے ساتھ لایا تھا اور رستم
و اسقندیار کو خاک یا سمجھتا تھا میدان میں آیا اور غرور نہ ہوا۔ کاجی چک کجا است
کجا است کہ با او جنگے کنم۔

بیاتانہ سرد و دلیراں کنیم دریں زرگاہ جنگ شیراں کنیم
پہنیم تاخرو بلند ی کرست دریں جنگ فیروز دہی کرست

یہ لاف دیکھنا سنا کہ بہادر کاجی چک ہی نہ رہا۔ اور نہ ہیست خور وہ گروہ سے

نکل کر اس جہان رعنا کے باقبال ہو گیا ترک ہی شیر ہر کی طرح لپکا اور تیغ و چنار

کو جولانی دے کر اس نے دشمن پر وار کیا کاجی چک نے اپنا آپ بچا کر اور غصہ بنا کر

ہو کر ایک نیزہ اس زور سے اس کے سینے پر مارا کہ پشت کی دوسری طرف جا نکلا۔

اور یہیں است کاجی چک کہ از آگرہ تا کشمیر برائے جان خود می طلبیدی کے نعرے

لگائے لگا۔ دولت چک نے ہی اس مورک میں وہ جو ہر دھکلائے کہ اسکی تیغ رانی

نی دھاک بند ہو گئی۔ جب قتل کرنے کرتے تلوار ہی ٹوٹ گئی۔ تو گرز اٹھالیا۔ ایک ترک

کے سر پر لگ کر وہ ہی ماتہ سے نکل گیا۔ بے ہتھیار ویکہ کر ایک ترک تلوار کھینچ کر

چھٹا لیا۔ اس جو انرو نے حملہ آور کے ماتہ سے تلوار چین کر اسکا کام تمام کر دیا۔ آخر

جب خود ہی سخت مجروح ہو گیا تو فوج سے باہر نکل آیا لیکن ملک ابدال نے اسے

گرفتار کر لیا۔ اسی طرح سپہا برہم خاں نے دوران نہایت سے واپس ہو کر غلج

پر قیامت برپا کر دی اور انہیں بتا دیا کہ بہادران کشمیر کے سامنے شیران زابلستان

کا زہرہ ہی آپ جوتا ہے۔ آخر ترکوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کی جس سے

سید کاٹھوڑ انجمنی ہو کر گر پڑا اور باوجود اتنی جوانمردی اور ولیری کے وام تقدیر نے

اس کو غلوں کے پھندے میں ڈال دیا اور وہ بیچارہ بھی قید ہو گیا۔ اس لڑائی میں

کشمیر کے کئی بہادر مثل سیم چک، سرنگ چک، تازی چک، سہ چک وغیرہ مارے

گئے۔ اور سید بہرہیم خاں، دولت چک اور غازی چک جیسے نامدار مجروح ہو کر

مجبوس ہو گئے۔ کاجی چک مجروح ہو کر ہر کہ کا زہرہ سے نکل گیا اور لکھنؤوں کے ملک

میں جا کر نہاد گزین ہو گیا۔ فرقہ باغریاں اپنے سپاہیوں کو لے کر طبل فیروز ی بجائے

ہوئے بہری نگر کو روانہ ہو گیا۔ دولت چک، غازی اور سید بہرہیم خاں کو دست و پا بستہ

کشتی کے رستے روانہ کیا، شنائے ری میں ایک دن شام کو وقت ولایت کشتی سے پانی میں کود پڑا اور غوطہ لگا کر روپوش ہو گیا۔ کشتی ہوائے آدھی رات تک تلاش کرتے رہے۔ لیکن وہ برنگ نیلوفر کے نیچے اس طرح جا چھپا کہ اس کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔ جب کشتی روانہ ہو گئی تو دولت چاک پانی سے نکل کر یہاں تک گئے سید ابراہیم خاں اور غازی خاں باغیہ قید میں رہے۔ سری نگر پہنچ کر بارہ شاہی فوج ہندوستان کو لوٹ گئی۔ علی ربینہ بطور بدلتہ نوشتہ ہر رنگ اس کے ہمراہ گیا۔ اس نے پوسی پر ملک ابدال ملو ہر گھر سے رنگی چاک اور علی ربینہ نے ملک کے چار مساوی حصہ کر لئے اور ہر ایک اپنے اپنے مفوضہ جاگیر پر منصرف ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ ساتھ ہی انہوں نے محمد شاہ کو بھی کوہستان لڑے سے لاکر برائے نام تخت کا دست پر بٹھادیا۔ سلطان ابراہیم شاہ نے ایک سال گیارہ ماہ اور حکمرانی کی۔

سلطان محمد شاہ بابر پنجم

ایام حکومت پر سال ۱۵۹۷ء اور ۱۵۹۸ء غنائت ۱۵۳۷ء مطابق

۹۳۶ھ غنائت ۱۵۳۷ھ ہجری

اس مرتبہ قوم ہاگر سے بادشاہ کی معاون بنی اور ملک ابدال منصب وزارت پر ممتاز ہوا۔ تقسیم شدہ حصص ملک کی آمدنی سے، خیالات شناہی کے لئے ایک رقم مقرر ہو گئی جس پر بادشاہ اور اس کے متعلقین پر ورش پانے لگے باقی تمام آمدنی اُس کے ملک ہی منضم کر جاتے۔ ملک میں بد نظمی اور بد علی دیکھ کر اطراف و اکناف کے بادشاہوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ چاروں طرف سے حملہ آور ہونے لگے۔ سب سے پہلے نصیر الدین محمد بنایوں بادشاہ دہلی کے بہائی میزرا کا حراں نے بہائی سے اجازت حاصل کر کے لشکر کشی کی۔ لیاری شروع کی اور ۱۵۳۷ء میں تیس ہزار سوار جانناز ساتھ لے کر چڑھ آیا خود تو نوشتہ ہرہ میں قیام کیا اور مجرم ہیک یا شکیقی اور شیخ علی اورنگ کو فوج تلف مزوج حوالہ کر کے کشمیر بھجوا یا۔ امرائے کشمیر خواب غفلت ہی میں تھے کہ یہ بہادر سردار یلغار کرتے ہوئے آدھی کشمیر پایمال کر کے موضع آٹھ درجن

متصل تھیں مگر منہج گئے یہاں سے مجرم بیگ نے مرزا کامران کی خدمت میں فتح نامہ بھجوا دیا جس کو پڑھ کر وہ بہت محفوظ ہوا اور بدل میں تمام لاہور کر نہ منت فرما ہو گیا۔ تاریخ فتح نامہ جو مجرم بیگ نے طبع زاد کہہ کر مرزا کے پاس بھجوائی تھی اس کے تین شعر یہ ہیں

بحکم پادشاہ ہے کوڑا سریش بفہم آسان شود ہمیں فردوس
سفر کردم بسوے ملک کشمیر کہ از خوبی و بدت پلیر فردوس
چو کردم فتح نیم اوبت ارتح خرد گفتا کہ فتح نیم فردوس

اب سرداران کشمیر کی آنکھیں کھلیں سو دشمن کو سر پر ویکہ کر سخت بھرائے۔ تاہم سب نے متفق ہو کر فوج جمع کر لی اور موضع ذر جن کے پاس ایک کیریوہ پر اقامت پذیر ہو کر حرب و ضرب میں مشغول ہوئے۔ کاجی چک نے جب یہ حال سنا تو وہ بھی اپنی فوج لے کر بیٹوں سمیت کوہستان لگھڑے کل آیا اور امیران کشمیر سے آملا مجرم بیگ دیائے جو کر کے کشمیری فوج پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بہت سے گشت و خون اور کشاکشی کے بعد اسکا شکستہ ہوا کر اپنے کیمپ کو لوٹ گیا ان کے دریا پار ہوتے ہی کشمیری فوج کوہ سلیمان ٹے کر کے موضع گوپہ کار میں آ بیٹھی تاہم کچھ عرصہ تک منزل بدستور محاربہ و مقابلہ میں مصروف رہے آخر کار جب انہوں نے دیکھا کہ فتح کشمیر کوئی آسان کام نہیں تو اس نے صلح کا مسئلہ پیش کیا۔ امرا نے کشمیر بھی آئے دن کی کشمکش اور خونریزی سے جان بلب ہوا تھے فوراً رضی ہو گئے جب عہد و پیمان مستحکم ہو گیا تو تمام امرا نے کشمیر خائفانہ علی میں جمع ہوئے۔ مجرم بیگ اور شیخ علی بیگ بھی سواری کشتی وان پہنچے کاجی چک بھی کشتی میں سوار ہو کر استقبال کو ٹیلا تہوڑی دیر تک وہیں علی گفتگو کرتی رہی جس کے بعد فریقین اپنے اپنے قیام گاہوں کو چلے گئے۔ دوسرے دن امرا نے کشمیر سے میزرا کامران کے لئے تحفہ و تکالیف طیار کر کے ترکی فوج کو بارہ نولہ کے راستہ رخصت کر دیا۔ دولت چک اور جہانگیر مارگر سے پھیلکی تک اس کے ساتھ گئے۔

کاجی چک کے کشمیر آنے سے تقسیم ملک میں تغیر و تبدل ہو گیا۔ سلطان محمد شاہ اور سید اجڑا ہم خان کے لئے مقبول جاگیریں مخصوص کر کے باقی ملک کو امرا نے کشمیر سے بھائے چار حصوں کے پانچ حصوں میں منقسم کیا۔ جن میں سے ایک حصہ

کاجی چک کے تفویض ہوا اور اُس نے اپنا صدر مقام زینہ پور میں مقرر کیا۔ دوسرا حصہ ملک ابدال کو ملا جو کبھی سرتی گرا اور کبھی کچھ واہد میں سکونت رکھتا۔ تیسرا لوہاگر کے حوالہ ہوا اور وہ بانگل میں قیام پذیر ہوا اور چوتھا حصہ ریگی چک کے سپرد ہوا اور اُس نے کامراج میں طرح اقامت ڈالی اور پانچواں حصہ علی زینہ کے ماتھے آیا اور وہ ڈلر اور موضع ترش میں مقیم ہوا۔

کشمیری ابھی ہوش بھی نہ سمجھتا تھے کہ ۱۵۳۲ء کو سلطان ابو سعید مرزا والے کاٹھون نے جو ان دنوں ملک تبت میں مقیم تھا اپنے بیٹے سکندر خاں اور مہرزا حیدر سپہ سالار کو لشکر جبار دے کر کشمیر کے لئے تعین کیا۔ یہ لوگ سات ہزار سپاہیوں کو لے کر اور چودہ ہزار جوار سواروں کے ساتھ بعل و پہاگ کے راستہ کشمیر پر حملہ آور ہوئے۔ اس اچانک حملہ نے امرائے کشمیر کو بالکل سراپا کر دیا اور ان پر ایسا غلبہ طاری ہو گیا کہ ذرا قدرت اناری کا زمانہ یاد آگیا۔ چوتھے بڑے سب کے سب ملک خالی کر کے پہاگ نکلے بعض قلعوں میں محصور ہو گئے اور بعض ترک وطن کر گئے۔ اکثر جزیرہ زینہ لنک میں جا کر روپوش ہو گئے۔ اسی اثنا میں میرزا حیدر رسید ہے منہ سری نگریں آگیا اور محلہ نوشہرہ میں قیام پذیر ہو کر دستہ تعدی راڑ کرنے لگا۔ چند روز قیام رکھ کر میرزا حیدر کامراج کی طرف بڑھا۔ جدھر جاتا توٹ مارا اور آتش دہی کا ہنگامہ برپا کرتا جاتا۔ ہزاروں مرد و عورت اور بچے گرفتار کر کے حلقہ فلامی میں داخل کئے۔ انکا مال و اسباب اور اشیاء و اطاک غارت کر کے اس نے کمال سفائی و بیباکی سے تمام ملک کو ویران کر دیا۔ امرائے کشمیر جانیں بچانے کے لئے اس شہرستان کے پیچھے پیچھے فاصلہ پر دیکھ پھرتے تھے اور کسی کو سلسلہ آسنے کی جرأت نہ تھی۔ موسم سرما اسی حالت میں گذر گیا۔ اور اوائل بہار میں تمام اکابران ملک صحرائی بائبل میں جمع ہوئے اور جان توڑ مقابلے کے لڑے۔ لیار ہو گئے میرزا حیدر بھی چادوڑ و بے اٹھ کر صحرائی ٹانگہ کو رکھ کر واپس ہو پڑا اور جانبین ایک دوسرے کا خون بہانے پر طیار ہو گئے۔ (بقول)

دور دریا سے آتش علم بر کشید
بڑا نہ نہ صحت قلم و در کشید
دولت کر بہاؤ و کا و پلنگ
بہم گرفت و نہ بازو بچنگ

بے شیر چنگال اپنا دوست... بیستہ گشتا ہند بڑے دوست...
 کمان کیانی در آمد بزد... فریبہ میان دو ابرو گزہ...
 چند دوز تک فریقین بٹھنے جوش و خروش سے قتل جو تھے رہے۔ امرائے کشمیر
 جن کے سینوں میں سو سو سر کا کینہ رہا۔ ہر خوش دن ہوتا تھا بڑا بڑا جڑہ کرنا تھا مارنے
 لگے زخم و قتل علی ریزہ حسین زینہ چادر اور علی بٹ نے تو دشمن کے سروں کے
 پر سے خالی کر دیئے۔ ساسی اٹھائیں ٹی ریزہ پانچ سو سو اس کے بڑا شرف میزرا کی فوج پر
 ٹوٹ پڑا بگوا بھاگی گری مار غنیمت کے لشکر میں لپٹ لپٹ گئی یہ حالت دیکھ کر انہم علی
 بیگ سینہ اور میزرا حیدر میسر کی طرف سے دو ہزار جبار مارنے لگے کہ شرف میزرا کی
 اور اوکو پٹے۔ اب علی زینہ نے ہاتھ پاؤں جت مارے لیکن جب نیچے سے کوئی
 اداو نہ پہنچی تو بچارہ عرصہ گزارا سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی دیگر امر کی فوج
 بھی میدان چھوڑ گئی۔ اس لڑائی میں کشمیر کے کئی سردار اور ایک ہزار چھ سو ست پناہی
 سوار و پیادہ مقتول ہوئے۔ اس نہریت سے امرائے کشمیر اور بھی پریشان و سرگردان
 ہو گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں جا چھپے میزرا حیدر نے اس فتح یابی کا خیرہ سلطان
 ابو سعید کی خدمت میں بھجوا یا جسکی تاریخ قاضی کا شہر سے اس طرح منظوم کی ہے۔

بھگوان کون شہا عادل	سلطان سکندر غاقان دوران
کر مند شش دہرین و خورم	صحرانی بال باغ سلیمان
بر کسر اعد اور روز ہجرا	قادر شد آدم از فضل نیروان
از لطف انور فتح و ظفر یافت	بر شہ کشمیر تالک ایران
تاریخ فتح حق بین است	روز چہارم از ماہ شعبان

امراے کشمیر نے جب دیکھا کہ ہماری خود غرضیوں اور فائدہ جنگیوں کی وجہ سے
 ملک بھروں کے ہاتھوں میں جا رہا ہے۔ تو نہریت خوروہ سپاہیوں کو جمع کرنا شروع
 کیا۔ پہلے تو جہاں موقع دیکھتے چاہے مار غنیمت کے لشکر میں اتاری اور پرت الی ٹوٹا بیٹے
 پھر دن کو آبی چھپ چھپا کر چلے گئے۔ آخر ملک کا جی پک اور ابدال مارے گئے
 افواج کشمیر کو مارنے اور ملک پر قصد قی ہونے کی ترغیب دی۔ جس سے کشمیریوں
 کی مہم جوئی میں بڑے جوش پیدا ہو گیا۔ مہمان جنگ میں وہ جادو جادوئی کی بہتری

سپاہی کثرت سے قتل ہوئے۔ مرزا علی بیگ جو انواع کا شعری کے
 سپہ سالار تھے نہایت متروک ہوئے نہ کہ فتح و نصرت کے بعد یہ آثار نہریت کیسے؟
 آخر جب انہوں نے صبح سے شام تک کے جنگ میں دیکھا کہ کامیابی کی کوئی صورت
 نظر نہیں آتی تو سوچنے لگے کہ اگر اب شکست ہو گئی تو نہایت تہمت ساری کا موقع ہو گا۔
 شام تک جب لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تو رات کو فریقوں اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے
 صبح کو میرزا حیدر اور ملک ابدال باگری اور ملک کاجی چک کے ذریعہ سلطان کا شعرا اور
 برائے نام سلطان کشمیر (محمد شاہ) کے درمیان صلح کے نامہ و پیغام ہونے لگے۔ آخر
 صلح نامے کیے گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ محمد شاہ اپنی دختر شہزادہ سکندر خاں کے عقد
 ازدواج میں لائے گا شعریوں نے ہی تمام کشمیری اسیروں کو رٹائی دی اور میرزا
 حیدر بتاریخ ۱۱۳۵ھ اس طرح کشمیری مطابق ۹۴۵ھ ہجری کو لدان کے راستے
 کا شعری طرف روانہ ہو گیا۔

یہ چونکہ راہ ہزار تک زمینداران کشمیر کا شعریوں کے جو روئے منہ سے ادھر ادھر ہوا
 پھرتے تھے اس لئے فصل خریف کی کاشت نہ ہو سکی اس لئے پہلے فصل ربيع ہی
 میرزا حیدر کے تظاول سے ضائع ہو چکا تھا اور جو غلہ زمینداروں کے گھروں میں تھا وہ بھی
 انہیں کی نذر ہو چکا تھا۔ اب شمالی لگانے کے موقع پر شمالی کا بیج لگایا گیا لیکن فصل طیار نہ
 ہو سکی اس لئے ۱۱۳۶ھ میں سخت قحط ضرور ہوا۔ غلہ بالکل غنقا ہو گیا۔ ایک من غلہ پانچ ہزار
 ٹنگہ کو فروخت ہوتا اور وہ بھی نہ ملتا۔ ہزاروں جا میں تلف ہو گئیں۔ دوسری فصل طیار ہونے
 تک یہی حالت رہی۔ اس کے بعد دو سال تک اس میں یہاں تک کہ ۱۱۳۷ھ مطابق ۹۴۶ھ
 ہجری کو سلطان محمد شاہ جہان فانی کے انقلابات کا عبرت ناک نظارہ دیکھ کر ملک و دانی
 کو چل دیا۔ اس کے زمانہ آخر میں دو ستارے دم دار طلوع ہوئے جو آفات
 و مصائب کا پیش خیمہ سمجھے گئے۔ حکام اور اعمال جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ بادشاہ
 برائے نام حکومت کرتا تھا کاجی چک اور ابدال باگری کے ہاتھ میں سارا انتظام تھا۔
 بادشاہ نے اپنی بیاری (تپ خرقہ) پر ہزاروں اور لاکھوں کی خیریت کی۔ لیکن چاندی لڑکا
 اس سلطان نے وقتاً فوقتاً پانچ مرتبہ ۲۴ سال اور ۱۰ ماہ تک گھرا لی تھی۔

سلطان شمس الدین

ایام حکومت اربعہ ۱۵۳۶ء تا ۱۵۳۸ء

۹۴۵ھ تا ۹۴۷ھ

اب کی وفات پر سلطان شمس الدین تخت خلافت پر شکن ہوا اور کاجی چک اس کا وزیر بنا جو سلطان کا رشتہ میں ہوں ہی تھا۔ مگر ملک پر متور سابق پانچ حصوں میں تقسیم ہو کر سرواڑاں کشمیری کے ماتہ میں تھا اور بادشاہ اب کی طرح امر کا وظیفہ خور ہوا اس کے عہد میں کاجی چک چند امر کو اپنے ساتھ منتقل کر کے فرتوہاگرنے کی تیج گئی پراوہ ہو گیا۔ یہ کاجی چک اور ملک ابدال باگرے جافین بچانے کی تجویز ہی ہوجا رہے تھے کہ کاجی چک فوج لے کر ان کے سر پر جانپنا تھیوڑے دونوں کی ہمدردی کے بعد دولت چک اور زیوچک ابدال باگرے سے منحرف ہو گئے اور کاجی چک سے آئے تاہم بہت سے فتنہ و فساد کے بعد آخر صلح ہو گئی اور کاجی چک واپس آ گیا کچھ عرصہ کے بعد ابدال باگرے نے پھر سر اٹھایا۔ لیکن کاجی چک کی پریشیکل چاروں نے بہت جلد اس فساد کو دبا دیا۔ کاجی چک کے مخالف ہندہ کی کھا کر خاموش ہو رہے تھے کیونکہ اس دوران میں نے سلطان کشمیر سے رشتہ داریاں پیدا کر کے سب کو اپنا ہوا خواہ بنالیا تھا آخر ایک سال کی حکومت کے بعد سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا۔

سلطان اسماعیل شاہ

ایام حکومت ایک سال ۱۵۴۰ء تا ۱۵۴۱ء

۹۴۵ھ تا ۹۴۷ھ

سلطان شمس الدین کی وفات پر ۱۵۳۸ء کو کاجی چک نے اپنے داماد و حرم کے بھائی اسماعیل شاہ کو گدی دی اور بادشاہی خود کر لے گا۔ اسماعیل شاہ تو نام نہاد بادشاہ تھا دراصل تمام سپاہ و سفید کا مالک کاجی چک ہی تھا اس کی گدستہ

ہسٹری اس بات کی شاہد ہے کہ وہ اول درجہ کا خود سر اور تخت پسند تھا اور کسی دوسرے کو غلطی نہ لاتا تھا جس کا نتیجہ پہلے ہی کئی مرتبہ جنگ کا تھا۔ لیکن جلی عادت کا اثر و جذبہ برگ از دست۔ اب کے ہی اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر دیگر امر کو بھیدہ خاطر کر دیا۔ جنہوں نے جاوہ اطاعت سے روگرداں ہو کر اس کی بیخ کنی کے لئے ملک ابدال مارنے سے عہد و پیمان کر لیا۔ جب کاجی چک امرائے دولت کے منہ پر ہونے کی اطلاع ہوئی اور یقین ہو گیا کہ ان کی متفقہ قتل و جھجک و عہدہ ہر اہونے کی جرات نہیں ہے۔ تو وہ جب دستور سابق ہندوستان کی طرف پہاگ گیا اور اپنے پرانے رفیقوں کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ موسم سرما تو کوہستان گھڑی میں بسر کیا۔ لیکن جب موسم بہار کا موقع آیا تو اپنے معاونوں سے ملک کے کشمیر پہنچا دیا۔ طائفہ ماگریاں قلعہ سوپور میں مستحسن ہو گیا اور کاجی چک موضع گور میں قیام پذیر ہو کر ان سے ٹرنے لگا۔ ملک ریگی چک فوج آراستہ کر کے آگے بڑھا۔ کاجی چک نے دولت خاں اور سید ابراہیم کو تو ماگریوں کے مقابلہ کے لئے چھوڑا اور خود ریگی چک پر حملہ آور ہوا۔ ریگی چک کشمیر پہنچ کر سری نگر محلہ علاء الدین پورہ کے قلعہ میں بیٹھ گیا۔ اور کاجی چک محلہ کلاش پورہ میں جھنڈا کھڑا کر کے محاربہ و مقابلہ میں مصروف ہوا۔ آخر کار ریگی چک پہاگ کے راستہ لار کو پہاگ گیا اور کاجی چک مظفر و منصور سوپور چلا گیا۔ اسی اثنا میں جب کاجی چک کی خبر سے رور ہا تھا مارے قلعہ سے ہانپڑا آئے اور دریا سے بہت کاہل جو پہلے خوف غنیمت توڑ دیا گیا تھا مسرت کر کے دولت خاں اور سید ابراہیم کی فوج پر آڑے تائبم اگرچہ ماگریوں کی نسبت ان کی جماعت کم تھی سادات بہیقی کی جو افرادی اور بے مثال شمشیر زنی نے ان کی ایک ہی پیش نہ چلنے دی۔ ریگی چک کا بہانی مستعد سید یعقوب خاں بہیقی کے ہاتھ نہ مارا گیا اور اٹھ کر جب ریگی چک ہی مقرر ہو گیا تو مارے پریشان اور خستہ حال ہو کر پنجاب کو پہاگ گئے۔ کاجی چک فتح و نصرت کا جھنڈا کھڑا کر کے سری نگر میں داخل ہو گیا۔ سمیل شاہ جہت طور سلطان بنار مار لیکن ملک کی تقسیم تین حصوں میں ہو گئی۔ ایک حصہ سلطان سمیل شاہ کے لئے وقف رہا گیا۔ دوسرا کاجی چک بہمال بیٹھا۔ اور تیسرے حصہ پر سید ابراہیم خاں قابض ہو گیا۔

اس ہنگامے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے کاجی چک کو فراغت کلی حاصل ہو گئی اور وہ با استقلال تمام جملہ امور ذاتی ملکیت میں انجام دینے لگا۔ کاجی چک میر شمس الدین عراقی کا مرتبہ تھا جب علی جگر مول سے اسے نصرت مل گئی تو اپنے دین کی تشہیر کرنے میں مصروف ہوا۔ سینکڑوں بندوں اور اہل سنت مسلمانوں کو چروا کر انہیں بنکر اپنے منصب کو رونق دینے لگا۔ میر شمس الدین عراقی نے اس منصب کی احوط نام ایک کتاب تصنیف کی جس کو کاجی چک نے دستور اہل بنا کر تمام ملک میں شائع کروایا جس سے منصب امید روز بروز ترقی کرنے لگا۔ سلطان پھیل شاہ ڈیڑھ سال قریبی حکومت کر کے ۱۵۳۹ء میں جان بحق تسلیم ہوا۔

سلطان ابراہیم شاہ ثانی

۱۵۴۰ء ایام حکومت ہم ماہ ۱۵۴۰ء بمطابق ۹۴۷ھ ہجری

۱۵۴۰ء میں پھیل شاہ کے بڑے ابراہیم شاہ کے حصہ میں مستند نشینی آئی اور باپ کی طرح نشانہ خلیق کے لئے سلطان بن گیا۔ کاجی چک ہمارے ملک کا اختیار خود کاجی چک بدستور سنبھال رہا تھا۔ انہیں دونوں میں ملک اہل ناگر سے اور ریگی چک غیر سرور اہل فرقہ ناگرباں جو کاجی چک سے نہایت اٹھا کر خجانب میں آوارہ و سرگردان پھر رہے تھے۔ میرزا احمد اور خواجہ جاجی بانڈے کی وساطت سے تمام لاہور ہالیوں بادشاہ کی خدمت میں بھیج گئے۔ انہوں نے کاجی چک کے مظالم اور مذہبی تعصب کا خاکہ ایسے بہانہ آمیز اور دردناک الفاظ میں بادشاہ کے سامنے کھینچا کہ بادشاہ سخت برا فرد ختم ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی کتاب احوط کا ایک نسخہ پیش کر کے انہوں نے ہالیوں اور اس کے در ہالیوں کے ذلوں پر نقوش چک سنگ کی طرح کندہ کروا کر رعایا کے کشمیر کن کن مظالم نشانہ بن کر تباہ ہو رہی ہے۔ اس وقت تو بادشاہ خود ان کے ساتھ پہنچنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن چونکہ ان دنوں خود شیر شاہ کے ماتحتوں سے بہاگا پھرتا تھا ان کی امداد کی نسبت اسے اپنے حقوق حاصل کرنے کا خیال زیادہ مد نظر ہوا۔ نیز میرزا ابراہیم دال جو شیراز عالی سے تھا اس امر کے مانع ہوا اور ہالیوں پر کڑی بندوبست ہو چکے جو وہ پور

کوردانہ ہو گیا۔ اور ان کی آتماں پر اصلاحات نہ کی تاہم میرزا جید ریاس خاطر امرائے کشمیر و حمایت دین ہمایوں سے اجازت حاصل کر کے ملک ابدال ناگر سے وغیرہ کے چہرہ بجانب کشمیر روانہ ہو گیا۔ میرزا جید راہی کشمیر سے کچھ نہرل دود رہا کہ ملک کاجی چک نے اس کی سدا رہ کے لئے ناگوں پر عیاں کا سو رپے تیار کر دیئے۔ میرزا جید ریہہ پھوڑ کر چیر و مار کی راہ سے ۲۰ ماہ ۲۰ رجب ۹۴۰ھ ہجری میں وارو خط ہو گیا۔ ملک کاجی چک نے از راہ غرور و رعوت اس رستہ کی محافظت نہ کی۔ اسی دوران میں سلطان ابراہیم شاہ نے چار ماہ کی حکومت کے بعد دفعتاً انتقال کیا۔ جس سے ملک کاجی چک کی ہمت ٹوٹ گئی۔ کاجی چک اور سید ابراہیم خاں یسنگر سلطان کا انتقال ہو گیا ہے اور میرزا خاص و ارا سلطنت میں جا پہنچا ہے۔ بڑا ہیرو پور پنجاب میں آگئے اور شیر شاہ سوری سے اور ان کے طالب جوئے۔ جو ہمایوں کو ایران میں بھیجا کر کشمیر میں اپنی حکومت مستحکم کر رہا تھا۔

میرزا جید رہ کمال جاہ و جلال شہر میں داخل ہوا۔ اس مرتبہ خلافت توفیق امرائے کشمیر سے ٹہرے اختلاط اور ارتباط سے پیش آیا۔ اس نے یہی ملک کے تین حصے کئے۔ ایک اپنے لئے رکھا، ایک ملک ابدال ناگر سے کو دیا اور تیسرا حصہ ملک کاجی چک کے ماتھے آیا ہے۔

فلک نے ٹوٹ کے ٹٹو دیا حسینوں سے بھر دیا کسی مجرورے کا اس زوال جیسے

سلطان نازک شاہ

میرزا جید ترک

ایام حکومت ۱۰ سال ۱۰ ماہ ۱۰ روز ۱۵۴۰ھ تا ۱۵۴۱ھ

۹۴۰ھ تا ۹۴۱ھ ۹۵۰ھ ہجری

میرزا جید نے ملک میں اقتدار حاصل کر کے مرحوم فتح شاہ کے بیٹے نازک شاہ کے سر پر تاج سلطنت رکھا۔ اور خود عنان حکومت ماتھے میں لئے کر منصب دار اللہ رہا

نہر انجام دینے لگا۔ انہیں دونوں میں ملک ابدال مار گئے گا۔ انتقال ہو گیا اور میرزا حیدر نے ازراہ نوازش خیر و انہ اس کے بیٹے حسین مار گئے کو باپ کی جائیداد اور اس کا منصب عطا کر دیا۔ اس کے علاوہ دیگر امیروں اور رعایا کو بھی احسان ملدی۔ اتفاقات اور حسن سلوک سے انیسامینوں احسان کیا کہ لوگوں کو اس کے سابقہ مظالم ہی خواب و خیال ہو گئے۔ اپنی رعایا میں اس کے لئے اس نے قلعہ اندر کوٹ میں طرح اقامت والی جس طرح سلطانا اہل سلطنت اس کی حمایت و سرپرستی میں شادمان تھے۔ اسی طرح اہل نہر و جہی اس کی لئے تعصبانہ کارروائیاں اور دیگر عنایتوں سے سرور و احسان مند تھے۔ ان کے آواز و پشت کا جی چکنا نا انیدی اور با یوسی کے عالم میں جھکتا ہوا جب شیر شاہ افغان کے پاس ہندوستان پہنچا اور اس سے معاونت کا خواہش کیا تو انہی ہمیشہ زادی جو سلطان محمد شاہ و جہی کی بیوی تھی اس نے شیر شاہ کے عقد میں دی اور جبراً ہوتا ہے بدن و کھلا کر اپنی مصیبت اور جوار و دی کا و نقش اس کے دل پر بھلیا کہ شیر شاہ کی نظروں میں اس کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اور اس نے اسے خطاب خان خانان عطا کر کے حسین خاں شیر والی اور عادل خاں کو پانچ ہزار جوار و پانچ ہزار کے ساتھ اس کی اعانت پر مامور کر دیا۔ ملک حاصل کر کے کا جی چکنا شیر لایا اور تمام ملک کو زیر و بر کر کے لگا۔ میرزا حیدر نے اہل و عیال اندر کوٹ چھوڑے۔ اور خود بلک ریگی چک۔ عیدی دینہ اور حسین مار گئے کو ساتھ لے کر مقام و تہ نارٹیم نے مقابل ہوا۔ ایک ایک وہیں لڑائی جاری رہی جس کے بعد کثرت بارش اور طغیانی آب کے باعث فوجیں کو اپنے اپنے کیمپ بدھنے پڑے۔ کا جی بمقام گیر وارا گیا اور میرزا حیدر موضع کو ہتر میں یا مئے مستقامت اختیار کر کے خون کی دریاں بہانے لگا۔ اس کے بعد دوسرے دن موضع واپس رہے۔ آخری خونریز لڑائی ہوئی۔ ہر خید و لاہران کا جی چک نے شیر زنی اور تیغ زانی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ رکھا۔ لیکن فتح و نصرت خدا کے ہاتھ تھے۔ یکایک کا جی چک کے پاؤں کھٹکے اور وہ دولت خاں اور سید ابراہیم خاں سمیت براہ چیر مار پونچھ کر بھاگ گیا۔ اور غازی چک بھی شیر شاہی افواج کو ہاتھ لے کر نہر و جہی کے راستہ ملک سے نکل گیا۔ میرزا حیدر طبل قیصری بجاتا مراحت پذیر ہوا۔ اس فتح کی تاریخ ملایر صفحہ طیب نے قلم کر رکھی ہے۔

ملک ریگی چک اجازت حاصل کر کے اپنی جاگیر میں کامراج چلا گیا۔ کچھ عرصہ تک میزرا
 حیدر کی مطاعت میں سرگرم رہا لیکن آخر کار اس کے دماغ میں بھی بوسے مخالفت
 سما گئی اور میزرا کی حکم عدولی کرنے لگا۔ آخر ۹۵۰ھ میں میزرا اپنا ہی حاجی باندے
 رحیم ناگر سے اور حیدر ریہہ وغیرہ امراریگی چک کی سبزش کے لئے عازم کامراج
 ہوا اب ریگی چک گھبراہٹ اور کرناہ کے راستے کا جی چک کے پاس کوہستان نوشہرو
 کو چلا گیا۔ اس کے پیچھے میزرا حیدر نے اسکا تمام مال و اسباب تاخت و تاراج
 کر کے اس کے گھر کو آگ لگا دی لیکن دور سے سال ۱۵۲۲ء مطابق ۹۵۱ھ ہجری
 میں وہ پھر کا جی چک کو ساتھ لے کر چڑھ آیا اور کوہستان گلرگ میں صدر رنساو ہوا۔
 ان دونوں میزرا حیدر پر گنہ کامراج میں قیام پذیر تھا۔ خبر پاتے ہی فوراً لشکر لے کر
 ان کی سرکوبی کو بڑا بہت سے کشت و خون کے بعد آخر خون مارا جس میں کا جی چک
 سر بہم ہو کر بہاگ گیا۔ متواتر شکستوں اور ناکامیوں نے اب کے اسے نہانت ہی
 شکستہ دل کر دیا تھا۔ جب بقام قلعہ پہنچا تو پلرزہ نے آدیا۔ جس نے ایسا پکڑا
 کہ جان لے کر ماتار پنج وفات فوت سردار ۱۵۲۲ھ ہجری ہے۔

کا جی چک کی وفات کے ساتھ ہی کچھ عرصہ کے لئے تمام قلعہ و قضا کا خاتمہ ہو گیا
 میزرا حیدر کامران و شاد کام گلرگ سے لوٹ آیا۔ عیدی ریہہ اور رحیم ناگر کے کو اس
 نے الطاف خاں سے وزیر بار کر کے مطیع و متقا کر لیا۔ سکھ و خطبہ تو بدستور ناولک لٹا
 کے ہی نام پر رہا لیکن در اہل حکومت ملک میزرا نے اپنے ہاتھوں میں لے لی۔
 ملک عیدی ریہہ کو منصب سپہ سالاری دیا اور خود انتظام مملکت میں سامعی ہوا۔ مضائقہ
 کشمیر شل بہت کشتوار پہلکی سوانگی وغیرہ علاقہ جات حیطہ تصرف میں لاکر سلطنت
 کشمیر کو ترقی دی۔ لوگوں کو صنعت و حرفت کی طرف مائل کیا اور طرح طرح کے
 اسباب معیشت مہیا کر دیئے۔ دور دور سے ہستادان کمال اور نہر مند ان
 بے بدل منگائے اور تازہ صنعتیں اور دستکاریاں ملک میں مروج کیں۔ حمام قسم
 قسم کے طاق و روانہ و ریچ تکیہ دار و کاغذ گیری پنجرے۔ بدرو شالی خشک کرنے
 کے ظروف جن کو اہل کشمیر تارہ لٹو کہتے ہیں۔ پہلی مرتبہ ملک میں رائج کئے۔ عالموں
 فاضلوں دانشمندوں اور نہر مندوں کی قدر افزائی بھی بدرجہ غایت کرتا اور ہمیشہ ان کی

محبت سے ستیدم ہوتا۔

بدقسمتی سے میرٹھس الدین عراقی کے دلہ و خطہ ہونے کے بعد مسلمانان کشمیر میں
تفرقہ پیدا ہو گیا تھا اور مذہب تشیع کی اشاعت کے بعد مسلمان مسلمانوں کے خون کے
پیاے ہو رہے تھے۔ جن کا ذاتی نبض و غماز مذہبی حدود سے نکل کر سیاسی مقلوں
میں ہی پھیل گیا۔ یہ حالت شبابہ کر کے میرزا احمد عجیب اودھیشہن میں ہو گیا اور اس
کے رستہ نیال کی تجاویز سوچنے لگا۔ بجائے اس کے کہ میرزا احمد رد و نوں فرقوں
میں صلح کر اذیتاں دینا ان کے لیڈرزوں کو نمائش و قبیحہ کرنا اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ
چونکہ مذہب تشیع سے پہلے مسلمانان کشمیر میں کوئی فساد اور بگاڑ نہ تھا اس لئے
کشمیر اودھال کشمیر کی اتہری و بیے مالی کا بہت بڑا باعث اسی مذہب کا اجرا ہے
اس لئے جب تک اس کو رخ و بن سے نہ اکھاڑا جائے گا۔ ملک سے فتنہ و فساد ہی
دور نہ ہوگا۔ لیکن اس تجویز نے جب علی ضرورت اختیار کی تو جو کوششیں اس کے
استیصال کی کی گئی تھیں وہ سب رائیگاں گئیں۔ کیونکہ یہ مذہب اپنے پیروں کے
دلوں میں اپنا پورا اسکے سماج کا تھا۔ بلکہ خلافت اس کے ایک بھاری جماعت جو مسلمان
کشمیر کی رشتہ دار تھی اور ملک کے سیاسی مقلد میں اقتدار کا بل رکھتی تھی۔
مسیحیہ ہو گئی۔ اور میرزا کی حکومت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔ اصل سنت جو
عرفہ تک کا ہی چک اور اس کی جماعت کے ظلم و ستم سبب بہتر تنگ آ گئے
تھے۔ اور اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے اپنی جانیں بچا رہے تھے۔
میرزا کا زرخ و یکہ کرشمیوں کی تاخت و تاراج بکا دہ ہو گئے۔ اور ان دنوں
نے ان کے گھراں کو آگ لگا کر چھوٹک دیا۔ خانقاہ میرٹھس الدین عراقی جو سنہری گھر
جہی بل میں واقعہ تھی مٹا لی گئی۔ باا حلی بنجار کے فریڈ شنگلی رشی کو جو پیر پور میں
مقلین دین کر لیا تھا سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ قاضی میر علی کو بلا وطن کر کے اس
کے گھراں کو لوٹ لیا۔ اسی طرح ملا حاجی خلیفہ بھی جو ایمان شیخ میں ایک نامور
رکن تھا قتل کیا گیا۔ میر عراقی کے سینکڑوں معتقد اس جنگامہ میں مارے گئے اور
ہزاروں گھروں پر ان ہو گئے۔ تاہم یہی میرزا احمد کی چشم کشمیر میں ہوئی اور
اس نے میر صاحب کے بڑے بیٹے جیروانیال کو اس کے دو بے محبوبوں کو شکار کیا اور

سال بھر تک مقید رکھ کر اسے ہی قاضی ابراہیم اور قاضی عبدالغفور کے قوسے پر
 ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ کی تاریخ پنج پیروان دین سے دشت کر بلا کہنی ہے۔
 جیسا کہ اوپر ذکر ہوا مرزا کے تعصب نے شیعوں کو سخت متوجش کر دیا۔ اس کے
 سپہ سالار عید سی رینہ نے اندر ہی اندر سلطنتی جوئی آگ کو شعل کر دیا۔ تمام اہل
 تشیع کو مرزا کی مخالفت اور معاندت پر آمادہ کر کے اس نے حاجی بانڈے اور
 سلطان نازک شاہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا تاہم ظاہر و تمام امران کشمیر نے اس کی
 مطالبات میں بدستور سرگرم تھے۔ لیکن درپردہ اس کی بیخ کنی کے تجاویز میں
 سرگردان تھے۔ سب نے بالافتاق محمد کوٹ کو صدر فساد ظاہر کیا اور میرزا کو اس کی
 گوشمالی کرنے کے لئے آمادہ کر دیا۔ نا سمجھ میرزا نے اپنے چچیرے بھائی میرزا
 قرا بہادر کو ایک ہزار اہل اور ٹیڑھے ہزار کشمیری سپاہی ساتھ دے کر محمد کوٹ کی
 تشریف لے آیا۔ عید سی رینہ بھی بظاہر قرا بہادر کے ساتھ ہوا۔ جب یہ لوگ بارہ مولہ
 پہنچے تو امرائے کشمیر کی کانچھو سیوں اور سرگوشیوں سے قرا بہادر کو شک پیدا
 ہو گیا۔ اس نے بھائی کو اطلاع کی اور ہم ملتوی رکھنے کی اجازت چاہی۔ مگر قسمت
 کے ہار سے اور عقل کے اندھے میرزا حمید کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور اس نے ایک نہ
 سنی بلکہ جواب دیا کہ قتل و غارتگری کشمیریوں سے کم نہیں ہیں۔ اسی اثناء میں حسین باگرے
 نے اپنے بھائی علی باگرے کو بھی مرزا کی خدمت میں بھجوا دیا اور امرائے کشمیر کے حالات
 سے اطلاع دی۔ لیکن میرزا کی حماقت اور اس کی ہم چوہا دیگرے غیبت کی خام خیالی
 نے اسے بھی وہی جواب دیا۔ اسی اثناء میں ۱۱ ماہ رمضان کو اندر کوٹ میں حادثہ
 آتش زدگی واقع ہوا جس سے غلوں کے بہت سے گھر جل گئے۔ میرزا قرا بہادر
 وغیرہ غلوں نے پہرے عرضی بھجوائی کہ اگر حکم ہو تو اس سال چڑھائی سمگل رکھی جائے
 اور ہم لوگ واپس آکر اپنے اپنے مکان تعمیر کرالیں۔ بد نصیب مرزا کو پہرے ہی کوئی خیال
 نہ پیدا ہوا۔ اور ہر دفعہ انہیں آگے ہی دوکھیلنا پڑا۔ آخر کار بعد مجبور سی قرا بہادر
 بمعدا اوق حکم مرگ مفاجات محمد کوٹ پہنچ کر امرائے کشمیر کے مشورہ سے ایک تنگ
 درہ کو ہستانی میں خیمہ زن ہو گیا۔ کشمیری سرداروں نے اس علاقہ کے تمام زمینداروں
 کو سازش میں کانچھ کر غلوں کی معاونت کا راستہ مسدود کرنے پر متعین کیا۔ اور خود

کابل جہاں پر چڑھ گئے۔ دوسرے دن علی الصباح کشمیری لشکر ہاتھوں اور ٹیلوں سے آکر گڑھوں پر چلا اور نہ گیا۔ ایچ کیا ہوا نمل نرے میں پھنسے ہوئے دستے۔ دشمنوں نے ہاتھوں سے پتھر پھینکنے شروع کئے۔ جن سے کچل کچل کر نمل ہلاک ہونے لگے۔ اس موقع پر مغلوں نے بھی شجاعت و مردانگی کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا لیکن ایسی حالت میں محدود ہونے چاہیے کہ تھے زوال آفتاب تک نوٹری خواہی ہو اور ثابت قدمی سے لڑتے رہے آخر کار تنگ آکر ہر نمل کی طرف بھاگ گئے۔ دہاواران کشمیر اور کرم خاں کہاکہ جو کشمیری اور کوہستانی جمیتوں کے ان کے عقب میں دوڑے لیکن قہر اور بہادری میں محصور ہو گیا۔ عیدسی رینہ پانچ سو سووار بہ افسری شمس چک اور بنگہ بک ہریل کے محاصرہ کے لئے چور کر خود پونچھ کو روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن امرا کے کشمیری کی مخالفت و دہرا پر قلعہ سے باہر نکل آیا اور سید کشمیری فوج کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جونہی نزدیک پہنچا تمام لشکر اٹھ کر کیا رگی اسپر ٹوٹ پڑا اور میرزا اگر قہار ہو گیا یہ دیکھ کر سید مرزا بھی پس ہٹا۔ دہرا کے قلعہ سے باہر نکل آیا اور موٹو باکر لکھنؤں کے ملک کی طرف بھاگ گیا۔ قہار بہادر دوسراں کے ہمراہی دست و پابستہ عیدسی رینہ کے لشکر میں پہنچا۔ گئے جس سے پونچھ سے لوٹ کر قہار بہادر و قطب علی کو کہ اور محمد ظفر افسران فوج کو تو مقید رکھا اور باقی قلعہ یا ساٹھ قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دیا۔ اسکے بعد عیدسی رینہ نے سید امیر ایم ہتھی غازی چک اور دولت چک کو بھی کوہستان نو شہر و ہسے بلالیا اور میر پور کے راستے اپنے ہمراہ کشمیر لے آیا۔ تمام کشمیری جن میں سے اکثر شیعہ تھے۔ میرزا حیدر سے منجھرت ہو کر عیدسی رینہ سے جا ملے۔ اب میرزا حیدر بھی خواب فکر گوش سے بیزار ہو گیا اور اپنی کوتاہ اندیشی اور خام خیالی پر تفرین کرنے لگا۔ لیکن یہ کیا ہو سکتا تھا اس کا ستارہ اقبال مطلع زوال میں غروب ہو چکا تھا۔ قہار بہادر و قطب علی کو کہ اور محمد ظفر اسکی حمایت سے جیل خانوں میں ترمیم رہتے تھے۔ مالگیری شور و فساد ہو گیا۔ مشافعات کشمیری باغی ہو گئے۔ ملا قاسم اور ملا باقی جوامر اسے عظام میں اسے حکومت تہت پر لڑا تو ان میں سے موسم سہرا میں ملا باقیان تہت سے اتفاق کر کے ملا قاسم کو بار ڈالا اور ملا باقی

بھاگ کر اسی مصیبت کی ساعت میں اندر کوٹ پہنچا مولائے عبد اللہ مہمند ہی جو
مرزا کے ساتھ ان قاض سے تھا چھکلی کے ربط و ضبط میں مصروف تھا انہیں دلوں
وہ ہی رعایا کی سرکشی سے عاجز آکر بھاگ آیا۔ محمد کوٹ کے حادثہ کی خبر سن کر اس
کے رہے سچے اور ان ہی خطا ہو گئے۔ بے اختیار کشمیر کی طرف بڑھا۔ لیکن
جب بارہ مولہ کے پاس پہنچا تو کشمیریوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ اسی طرح یوسف
مرزا کو کہ کشنوار سے نہایت خور و ہو کر بھاگ آیا۔ لیکن راستہ ہی میں ڈیڑھ ہزار
افغانوں سے تباہ کیا۔ یہ تمام حادثات ایک دن کے اندر میرزا نے سنے اس پر جب اسی
دن محمد کوٹ کی خبر وحشت آنے لگی اس کے کان میں پہنچی تو بے خود ہو گیا چاروں طرف
سے ایک دم ہلاکیں نازل ہو گئیں اور جان سے نا امید ہو گیا۔

فریاد زبور و تم چرخ کبود ہرگز گرہ بستہ کس را نکشود

ہر جا کہ ولے یافت کدو آنے وار صد داغ و گر بر سوزان دل غافرود

یاد جو اس کے میرزا حیدر نے استقلال اور جوانمردی کو ہاتھ سے نہ دیا اور توڑے
سے جاننا نہ سہا ہی اپنے محلات کی حفاظت کے لئے اندر کوٹ چھوڑ کر خود ایک
ہزار غولوں کے ساتھ سرکشوں کی طرف متوجہ ہوا۔ مرزا ہی راہ گزری پہنچا تھا کہ
نیچے فتح چاک ہمارا ہی تین ہزار سوار ہزار اندر کوٹ میں داخل ہو گیا۔ لوٹ مار کر کے
اس نے مصیبت میرزا کے محل کو آگ لگا دی۔ یہ دیکھ کر میرزا کے ایک منہ صبر علی شہ
سلطان زین العابدین کے مکانات جو پر گنہ زینہ گزین واقع تھے پھونک دیئے۔ پھر
اس کے لشکریوں نے عید ہی زینہ اور نوروز چک کے خانان جلا کر خاکستر کر دیئے
لیکن میرزا حیدر کو اپنے رفیقوں کی یہ سرکات پسند خاطر نہ ہوئیں اور اس نے
انہیں سخت تنبیہ کیا۔ نہ مانہ برگشتہ تھا۔ میرزا کی سخت کلامی نے اس کے سہیلیوں
کے دلوں میں ہی کہ دورت پیدا کر دی اور وہ بیدل سے ہو گئے۔ آخر کار اسی
گرداب انقلاب میں پھنسا ہوا مرزا قسمت آزمائی کے لئے آگے بڑھا۔ امرائے کشمیر
قلعہ خانیور میں اقامت گزین تھے جس کے نزدیک ہی موضع واہتورہ میں یہ پتلا بہاؤ
ہی باہرہ دشمن کے ہنسی دل لشکر اور اس کے جوش و خروش کو دیکھ کر کھلم کھلا لڑنے
کی جرأت نہ کر سکا اور باہمی صلاح و مشورہ کر کے شیخوں مارنے کو طیار ہوا۔ چنانچہ

۹۵۰ھ بمطابق ۱۵۴۳ء کو سیاہ رات کے پورے میں میرزا حیدر آٹھ سو چوبیس ہزار کے گریپ کے فکلاؤ وٹمنوں کے غلبہ اور دست و رازی سے مغل جو اس باخۃ ہوز ہے تھے ایک ایک کڑ کے انقلاب زدہ آقا کا ساتھ چور نے لگے یہاں تک کہ قلعہ کے دروازے پر پہنچ کر آٹھ سو میں سے صرف تیس آدمی اسکے ہمراہ رہ گئے اب میرزا حیدر کو یقین ہو گیا کہ اسکی بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ تو کشت ملے اقل جان پر طعین کر ہی برائے نام جماعت کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ لیکن اسکی تدبیر کے ساتھ ہی پس ماندہ رفیق ہی اس سے منہ موڑ گئے اور جب اندر گیا صرف آٹھ جانبازاہن کے ساتھ رہ گئے۔ عالی جہت فرزا اپر ہی پیچھے نہ ہٹا اور بے دھڑک غیر پر جا کر اگوا یا بلائے آسمانی ٹوٹ پڑی۔ نیند کے تواسے گھبرا گھرا اٹھے لگے تھوڑی ہی دیر میں اس نے چوتالیس وٹمنوں کو تشریف نراں سے ہٹا کر دیا۔ لیکن تاہر کے آخر کار خود ہی اسکے ایک تیر کا نشانہ ہو گیا۔ جب غنائوں کو تیر لگا کر میرزا مارا گیا تو خوشی کے نعرے مارنے لگے۔ دولت چک اور غازی چک نے فٹنس کی بھیجی کرتی جا ہی لیکن سید محمد بیقی نے باتفاق سلطان نازک شاہ حسین مارے ہوئے دیگر اہل بیت امرا استقامت کر کے اس کے جسد عنبری کو اٹھا لیا اور سلطانین قلعہ کے مقبرہ کے متصل مزار سلاطین میں دفن کر دیا۔ قبر کی حفاظت کے لئے انہوں نے ایک ہیڈ تک پہنچے رہے۔ اور مزار پر علاوہ اس لمبی چوڑی شتر کے جن میں تانگی حالات و دزدج ہیں یہ بھیج ہی کندہ ہے۔

شہ گورگاں میرزا حیدر رآخر ملک شہادت زدہ کوں شہابی
تفصائے آہی جنیں بد و دو مار مع شہ بہر و ملش تناسے آہی

۱۰۵۰ھ میں مورخ لکھتے ہیں کہ اس رات سیاہ اور چوایا ہوا تھا جب میرزا حیدر خواجہ حاجی بابا کے خیمہ کے متصل پہنچا تو نہ آقا شاہ نظیر کا ایک تیر جو میرزا کا تو رچی تھا اور تیجے کھڑا دشمن پر تیرباری کر رہا تھا میرزا کو جا لیا احمد ملک چاؤرہ راوی ہے کہ کسی قصاب کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ بیض کا قول ہے کہ کمال کو کے ہاتھ سے بزم ختم شہر قتل ہوا۔ مزار کے جسم پر سوانے تیر کے اور کوئی نشان نہ ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے تو رچی شاہ نظیر کے تیر نے اس اہل رسیدہ کا کام تمام کر دیا۔

میرزا اجید سلطان سید کا شعری کاچچیرا اور بابر شاہ کا خالہ زاد بہائی راجا علی
وجو غردی کے علاوہ علوم عقلی و نقلی میں بھی ماہر تھا۔ طبع موزون رکھتا تھا۔ تاریخ
رشتہ بندی اسی کی تصنیف ہے۔ جس سال تک یہاں حکمران رہا۔

۱۸۲۳ء میں کرنل مورکرافٹ مرزا خورانی سرکار انگلشیہ سفارت یار قندہ
کا شہر اور سیاحت ترکستان سے تاریخ ہو کر کشمیر پہنچا۔ مرزا موصوف کی ٹوٹی ہوئی مزار
کی اس سے مرمت کرائی اور قطعہ تاریخی جو اوپر درج ہوا اس کے سنگ مزار پر کندہ
کرایا۔ علاوہ اس کے قبر کے اوپر سنگ مرمر کی ایک ست پیل سلیٹ لگائی جس پر
موصوف جلی عبارت ذیل منقوش کرا کے مرزا موصوف کی خاک میں ملی ہوئی ٹیڈی لگا
کو پھرنے لگا۔

”میرزا اجید زورگاں ابن میرزا محمد حسین زورگاں وفات ۱۰۳۵ھ یونس خاں وفات
۱۰۴۰ھ بابر بادشاہ۔ ویرنہ ابو سعید خاں بادشاہ یار قندہ و مغلستان ابن خاں
ابن یونس خاں مذکور سارا اولاد تو غلوی تیمور خاں از نسل چغتائی ابن چنگیز خاں
مراد میرزا وقت محمود ۱۰۵۰ھ سال نہ صد و بیس در سنہ ہجری و راتیمہ و بعد
نصرت یافت زمان حکم ابو سعید خاں از یار کندہ برآمدہ میں از قیاس ثبت و یہاں سال
۱۰۶۰ھ ہجری سوار تاریخ روز چہارم و رماہ شعبان فتح کشمیر کردہ و باز بھارت
کہ بادشاہ کشمیر بود داود نزد ابو سعید خاں کہ در ثبت ماندہ بود وقت زخان
اور انامور لاسہ نمود و خود بیا رنگہ کوچ کردہ در راہ محرو و بفرقہ کلی بہنیرا
رہ و داود بہدشتان رفت۔ باز بہند نزد ہمایوں بادشاہ رسید۔ و در چہنہ
کہ بادشاہ منہزم باہر ان میرفت۔ میرزا با جیائے حد و پنجاہ سوار از لاہور پہنچ
در مسیت و در جم رجب ۱۰۶۴ھ دوبارہ کشمیر اگر رفتہ تا وہ سال حکمران
بود از قضا ئے الہی غلط از دست احوال الناس شہادت یافت۔
میرزا ایلا دوزان و مغلستان آمدہ ویدہ و بخدمت بزرگاں رسیدہ۔ ماہر اکثر
نہر و محمود جوان دیر صاحب تدبیر بود تاریخ رشتہ بندی از نابلیف ابرہست
مہرچہ فرماییش ولیم مورکرافٹ صاحب بہادر میرزا خورانی و دولت انگلشیہ
باہتمام رسیدہ عزت اللہ خاں“

آخر کے چند حرف پتھر کے ٹوٹ جانے سے معدوم ہو گئے ہیں۔ اس لئے پڑھتے نہیں جاتے۔ اس کتبہ میں مصرعہ تاریخ اور ستہ دونوں میں غلطی ملتی جاتی ہے۔ اصل مصرعہ دروز چہارم از ماہ شعبان ہے جس کا سنہ بحساب الجبرہ ۹۲۹ھ ہوتا ہے۔ اکثر مورخوں کا اور میرزا حیدر کا اپنا قول ہے کہ وہ سنہ ۹۳۵ھ میں کشمیر پہنچا لیکن یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سال کشمیر میں سلطان محمد شاہ کی حکومت نہ تھی۔

میرزا حیدر سے اہل تشیع تو ناراض تھے ہی لیکن اسکے ایک متوسل میرزا میر کی ایک حرکت سے بعض اور لوگ بھی رنجیدہ ہو گئے جس کی کیفیت یہ ہے کہ خواجه اور جہرام پیر سعود چک سے جو ہائٹ جو امر داور بہادر تھا۔ میرزا میر نے صلح کے عہد و پیمان اور قرآن کی حلف اٹھانے کے بعد جب اسے اپنے پاس طلب کیا۔ تو پوشیدہ خیمہ نکال کر اس کے پیٹ میں چونک دیا۔ وہ بارہ درختی ہو جانے کے دوڑا لیکن پکڑا گیا۔ میرزا میر کی اس کاسترتن سے جدا کر کے بارہ میں میرزا حیدر کے پاس لایا جب یہ بے تن سرمرزا کے دربار میں پیش ہوا تو عیدی پر ہی رہیں تھا۔ رویش میں آیا اور مغلوں کے قول و قسم کو گورشت سے تشبیہ دے کر دربار سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ عند و پیمان کے بعد اور صلح صفائی کے بعد قتل کرنا ترکوں ہی کا کام ہے۔ میرزا حیدر حضرت چاہی کہ مجھے اس واقعہ سے مطلع آگاہی نہیں ہے۔ مین بالکل بے خبر ہوں لیکن اس نے میرزا میر کو چونک کر سزا نہ دی اس لئے بہت سے لوگ اس سے کبیدہ خاطر ہو گئے۔

جب دولت چک اور خانسی چک نے دیکھا کہ لاش کبے حرمتی کرنے میں امرائے اہل سنت کے علاوہ سلطان نازک شاہ بھی مانع ہے اور اس کو ایک اخلاقی جرم قرار دیتا ہے تو وہ جوش غضب سے جو اس ہو کر ان مغلوں کی طرف دوڑنے جواد کوٹ میں جا کر راجاں مرزا حیدر کا حرم محترم تھا، پناہ گزین ہو گئے۔ تین روز تک ٹرائی ہوتی رہی آخر ترک عاجز آ گئے۔ مرزا حیدر کی بیگم (خانم) اور ہمیشہ (خانی) نے اپنے چند ساتھیوں کو صلاح دی کہ بغیر صلح کے جان سلامت لے جانا ناممکن ہے۔ اس لئے جہانگ مکھی آیا کہ وہ اپنے وطن

کو جائیں تو سلامت لے جائیں کشمیریوں سے فرزند ان احمد اگر سے کہ سید محمد کے
اقارب میں سے تھا جو سلطان نازک شاہ کا بھتیجا تھا اور مٹلوں میں سے امیر
مہاراج کے لئے نکلے۔ آخر عہد نامہ اس مضمون پر لکھا گیا کہ یہ لوگ اندر کوٹ
سے شہر سری نگر میں آجائیں اور وہاں سے کا شغز جائیں۔ اس مختصری بجائے
میں مرزا قراہا اور مرزا عبدالرحمان حیدر۔ جان ہیک مرزا۔ میرزا اچک۔ میر شاہ
شاہزادہ بیگ۔ محمد نظیر اور صبر علی مشہور آدمی تھے یہ سب لوگ مرزا حیدر کے
اہل و عیال کے ہمراہ ملک بدر کر دیئے گئے۔

اس واقعہ کے بعد ہی سکھ و خطبہ تو بدستور نازک شاہ کے نام پر رہا۔ لیکن ملک
کے انتظام کی ہانگ بچائے میرزا حیدر اب عیدی رینہ کے ہاتھ میں ہی۔ اسی اثنا میں
۹۵۵ھ کو ہیبت خاں نیاززی شاہزادہ سلیم سے فوج لے کر کوہستان جہوں
کے راستہ کشمیر پر حملہ آور ہوا عیدی رینہ نے دولت چاکہ اور حاجی بانڈ سے
کو شکستہ جہاز دے کر اسکی مدافعت کے لئے بھجوا دیا اور ان کے متناقض ہمسرای
حبیب ناگر سے خود ہی روانہ ہو گیا کہ وہ بانہال پر پہنچ کر دولت چاکہ نے پیش قدمی
سے یہ مقام ہانگر سکھ صفوت محاربہ آسامتہ کر دیں اور ہیبت خاں ناگر سکھ کے عقب میں
جانبیٹھا۔ دوسرے دن علی الصبح جنگ شروع ہو گئی یہ ہیبت خاں کی فوج سب سے
داد مروانگی کے خوب جوہر دکھائے لیکن تقدیر سے ان کی کچھ پیش نہ گئی کشمیریوں
کا مورچہ مضبوط استحکم اور بلندی پر تھا۔ اور ہیبت خاں کی فوج پستی میں تھی۔ دوپہر
تک کشمیریوں کے پتے ٹپک گئے اور شام سے پہلے پہلے ہیبت خاں ہی مارا گیا۔ اور
اسکی ساری فوج بھی ہلاک ہو گئی سوائے دو آدمیوں کے اس انبوہ کشمیریوں سے
ایک منہفیس ہی نہ بچا۔ دولت چاکہ نے ہیبت خاں۔ سینہ خاں اور شہباز خاں
کے سران کے ولی نعمت سلیم شاہ کے پاس بھجوادیئے۔ اسی اثنا میں اُس نے
اسے اسی واقعہ کو دوا اور زورخوں نے ہی لکھا ہے اس لئے ان کا خلاصہ ہی یہاں لکھا
جاتا ہے۔ محمد قاسم مصنف تاریخ فرشتہ سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری کے ذکر میں کہتا
ہے کہ نیاززیوں رچھانوں کی ایک قوم نے آتش فساد مچا رکھی تھی سلیم شاہ نے
لشکر گرانہار ان کی مدافعت کے لئے تیار کیا۔ تمام نیاززی لکھنؤں کے پاس سلسلہ

سلطان نازک شاہ کو لکھنچینا کہ شمس چکت۔ بچے ملک اور عیدی رینہ کے جو آدمی میرے
بقیہ ہاشمیہ منعمہ، اکوہستان کشمیر میں چلے گئے۔ لکھنچینا ہو گئے۔ یہی تھا
یعنی اعظم ہمایوں جو نیاز یوں کا سردار اعلیٰ تھا۔ کشمیر میں چلا گیا اور وہاں فتنہ و فساد
برپا کرنا چاہا۔ لیکن حاکم کشمیر نے پیاس خاطر سلیم شاہ اس کو روکا صفت جنگ کرتا رہتا
ہوئی۔ اور اعظم ہمایوں اور سعید خاں وغیرہ تیغ کے گھاٹ اترے۔ حاکم کشمیر نے ان
کے سر کاٹ کر سلیم شاہ کے پاس بھجوا دیے جو نیاز یوں کا جانی دشمن تھا۔

محمد عبدالحمید خاں لودھی مولف شوکت افغانی اپنی تاریخ کے حصہ سوم صفحہ نمبر ۳۴
میں لکھتے ہیں: نیاز کشمیر کے پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ سلیم شاہ نے تعاقب کیا۔
اُدھر مرزا حیدر والے کشمیر سے (مرزا حیدر کے انتقال کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔
اور کشمیر کا والی سلطان نازک شاہ تھا۔ فوق) نیاز یوں کا مقابلہ کیا تاکہ سلیم شاہ اس پر
خوش ہو۔ اعظم ہمایوں آگیا اور چھپاڑ کا ہوا دیکھ کر راجورسی میں آگیا۔ جہاں محمد زید علی
اور صبر علی والے کشمیر کی طرف سے حاکم تھے۔ سلیم شاہ واپس چلا گیا۔ حاکمان راجورسی
نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیر میں لے جا کر مرزا حیدر کو معزول کر دیں۔ حالانکہ
یہ دونوں مرزا حیدر کے متصل تھے۔ اور اسی نے ان کو حکومت راجورسی عطا کی تھی
یہ اچھی احسان مندی اور وفائتاری ہے۔ فوق) لیکن اعظم ہمایوں نے اس کو پسند
نہ کیا۔ بلکہ اس کو اس منہ و پر سے اطلاع دی اور اداؤ کی درخواست کی۔ مرزا حیدر
نے اعظم ہمایوں کو بہت سارے پیہ پیچھا اور خط فاجواب نہایت اخلاق سے دیا۔ اعظم
ہمایوں راجورسی سے نکل گیا۔ جب بے وفائتاریوں نے اعظم ہمایوں کی ناکامیوں
کو دیکھا تو اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ بے وفائی کا عجب الزام ہے حالانکہ اسی شوکت
افغانی میں جو صرف افغانوں کا جاہ و جلال ظاہر کرنے کے لئے ہی تصنیف کی گئی ہے
کئی جگہ لکھا ہے کہ فلاں افغان نے فلاں کے ساتھ طوطی چیشی کی اور اس کی وفائت
کنز و دیکھ کر اس کے دشمن کے ساتھ وفائت کر لی۔ افغانوں میں حسد اور فتناء اور
بے وفائی کی کثرت ہے۔ اسکی شاہد افغانستان کی تاریخیں اور خود شوکت
افغانی ہے۔ لیکن حسد اور فتناء وغیرہ کا الزام کسی خاص قوم پر لگانا اور زمانہ کے
انقلاب سے اس کو محکوم اور زیر دیکھ ہر قسم کے ظمن و تشنیع کا اس کو ناجائز قرار دینا

ہمراہ تھے انہوں نے اس معرکہ میں کوئی رفاقت اور ہمدردی ظاہر نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں بغض و عناد بھل ہوا ہے۔ دولت چک کی اس حرکت نے امرائے کشمیر کے دلوں میں باہمی کینہ و عداوت کا بیج بو دیا۔ جب دولت چک واپس آیا اور پرگنہ ویری ناگ میں عیدی ریہہ سولا تو اس کو دولت چک کی طرز روشن سے اشتباہ پیدا ہو گیا۔ اور حسین ناگر سے کی عدم حاضری سے اس شک کو یقین بنا دیا۔ اور اسی وقت سے وہ ان کی تحریک و تکذیب پر آمادہ ہو گیا۔ دولت چک ہی عیدی ریہہ کے اہواز سے تازہ گیا۔ اس نے سری نگر اگر محمد ناجی سے جو میرزا حیدر کے معاملات میں عیدی ریہہ سے برگشتہ ہونا تھا موافقت و موافقت کا رابطہ مضبوط کیا۔ جنہوں نے عیدی ریہہ کے اسناد کے لئے خانقاہ علی میں جلسہ منعقد کیا۔ اجلاس کے موقع پر محمد ناجی کے بھائی نوروز چک نے خانقاہ کی بام سے ایک سنگ کتان مجلس کے سر پر گرایا۔ اہل محفل کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ لیکن خانقاہ کا ایک ستون مضروب ہو گیا۔ نوروز چک اسی وقت گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ اودھر عیدی ریہہ بھی ظائف ناگیاں۔ سادات بھتی اور چکان کنبہ وارہ کو جو سنی مذہب کے پیرو تھے اپنے ساتھ شفق کر کے ماہ رمضان ۹۵۸ھ میں مسعودی کی سرکوبی کے لئے نکلا۔ اور قلعہ علاء الدین پورہ میں اقامت پذیر ہو کر مخالفوں سے لڑنے لگا۔ اسی اثناء میں ایک دن رات گونس چک کو یہ وارہ۔ بجی ملک خواجہ حاجی بانڈ سے بہرام نیا ملک اور یوسف خاں بے قدا و سپاہ کے ساتھ بارادہ بخون باہر نکلے۔ اور دریا بے ہت کے پل کاٹ کر دولت چک کی فوج پر حملہ آور ہو گئے۔ لیکن ناب مقام دست نہ لاسکے

بقیہ حاشیہ ۱۱۸۔ دانشمندی سے بعید ہے فوق الجہر کے لکھا ہے کہ امرائے کشمیر حسین ناگر سے اور بہرام چک وغیرہ افواج کشمیر کے گریز یوں کے مقابلہ کو نکلے۔ طریق میں خوب لڑائی و کشتہ بازیوں کی پیروی راہزنلی ملی مروانہ وار لڑائی اور ایک کشمیری سردار کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ کشمیری کثرت سے تھے۔ انہوں نے بے سرو سامان نیازیوں کو پتھر مار مار کر مار ڈالا جو ہزار کے قریب نیازی مر گئے۔ کسی نیازی کو زندہ نہ چھوڑا۔ ہیبت خاں یعنی عظیم ہایوں۔ اور اس کے بھائی سید خاں شہباز خاں وغیرہ کا سر کاٹ کر سلیم شاہ کے پاس بھیجا گیا جس کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ فوق

سید ابراہیم خاں اور حسین ماگر سے گرفتار ہو گئے اور باقی جماعت بہاگ کر عید یسین کے پاس تلوعہ علاؤ الدین پورہ میں چلی گئی۔ اس کے بعد دولت چک سے حکومت علی کا دام پھیلایا اور عید یسین کے رقیوں اور معتدوں کو درغلنا شہر و غریب کیا۔ پورہ ماگر سے فتح چک سے ملک اور یوسف چک اس کے ساتھ شمال ہو گئے اور سب کے سب باہم اتفاق دریا عبور کر کے دشمن پر جا پڑے اور کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا عید یسین منہزم ہو کر بہاگ نکلا جب جنگ ختم ہوئی تو واقعہ یہ کہ آدھیں پہنچا تو بیک اجل نے آپکڑا اور بیمار ہو کر سری نگر آ گیا اور کچھ دنوں بعد انتقال کر گیا۔ اس سے دس ماہ منصب وزارت کا کام کیا اور ۱۵۵۱ء کو اپنے کردار کی پاداش پا گیا۔

درجہ اولیٰ فعل جتیا بہت تیغ انتقام ہر کہ بد کردہ دست پر بند بچائے خوشن نام اس کی وفات کے بعد دولت چک نے سید ابراہیم خاں اور حسین ماگر سے کو قید سے رہا کر کے سرخون منبت واجبان کر لیا۔ اور انہیں کے صلح و شہزادے اس نے بیکس سلطان نازک شاہ کو گیارہ سالہ برائے نام چاہا بانی کے بعد ۱۵۵۱ء میں معزول کر کے ملک سے نکال دیا۔

سلطان اسماعیل شاہ ثانی

ایام حکومت ۳ سال ۱۵۵۱ء تا وفات ۱۵۵۳ء مطابق ۹۵۹ھ تا ۹۶۱ھ
 نازک شاہ کی معزولی پر ابراہیم شاہ اول بن محمد شاہ کا بیٹا اسماعیل شاہ ثانی دولت چک کی اعانت و استمداد سے تاج شہزادی سہرورد کہہ کر ایام سہری کرنے لگا۔ اور معاملات ملکی جزوی دہلی دولت چک با اختیار خود سر انجام دینے لگا دولت چک نے عینان حکومت ماتہ میں لے کر اپنی توجہ علی معاملات کی نسبت زیادہ تر مذہبی معاملات کی طرف معطوف کی۔ اور مذہب تشیع کی حمایت اور سرپرستی میں جس سے بڑھ گیا۔ خاتقاہ شمس عراقی جو مرزا حیدر کے زمانہ میں منہدم کرائی گئی تھی اس نے پہلے سے بڑھ کر مستحکم اور رفیع الشان بنوائی۔ اور وہیں میر و امیال کی لاش جو موضع منوش مرثین مدفون تھی شمس عراقی کی قبر کی جگہ دفن کرا دی۔ اس کے علاوہ بابا حسن بنجار

کے لئے ہی ایک بلند خانقاہ تعمیر کرائی اور اس کے بائیں علی بنجار کی لاش بھی اپنی جگہ سے نکلوا کر اس جدید خانقاہ میں دوبائی گئی۔ اس کے ارد گرد بہت سی مین مالکان اور فی سب سے بوجہ وراثت ضبط کر کے یا با حسن اور اس کی خانقاہ کے لئے وقف کی گئی۔ سولہ جگہ سے اس زمین میں عالی شان عمارتیں اور وسیع باغات تعمیر کرا کر حسن آباد کے نام سے ایک علیحدہ محلہ تیار کر دیا۔ اس کے بطن نبوہ ہوو اور مسلمانان اہل سنت کی تحریک و تہذیب کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں جبراً اپنے دین کی تلقین کر سنے لگا۔ بالآخر ان میں عام حکم جاری کر دیا کہ خطیبان و ساجد خطبوں میں بارہ امام کے نام ہی پڑھ کر کے پڑھائیں۔ غرضیکہ اس دین کی اشاعت میں اس نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور اس میں شک نہیں کہ دولت چک کے عین حیات مذہب تشیع کمال رونق اور شہرت پائی ہو گیا۔

برائے نام سلطان حسین شاہ ثانی کے جلوس کے دوسرے سال ۱۵۵۳ء میں سخت ہوشیال آیا اور سات روز تک اپنے درپے زریوں سے زمین جنتیں کرتی رہی۔ کئی موقوفوں پر زمین بھٹ گئی ننگاٹ اور دراڑ پیدا ہو گئے۔ اسی حادثہ کی وجہ سے کشمیر میں یہ عام مشہور ہے کہ حسن پورہ کی زمین حسین پورہ سے آملی اور حسین پورہ کی حسن پورہ کے ساتھ اسی طرح پرگنہ کا مروج ضلع ماور میں ایک پارہ کوہ کے گرنے سے چھ سو آدمی ہلاک ہو گئے۔

دولت چک کو غازی چک سے عموماً چھڑ چھڑا رہتی تھی۔ چنانچہ کئی مرتبہ اس میں تلواریں بھی کھینچ گئی تھیں۔ لیکن ہمیشہ صلح پر فیصلہ ہوتا۔ اب دولت چک یہ حکم و فریب غازی چک کی سوتیلی ماں جو اس کے چچا کا جی چک کی بھی دوسری بیوی تھی اپنے عقد نکاح میں لے آیا۔ جس سے غازی چک اور علی چک دونوں کے سینہ میں آتش غیرت بھڑک اٹھی اور وہ اسکی تحریک و تہذیب کے ور پئے ہوئے ایک روز جب دولت چک جہاں ڈول کی سیر و سیاحت میں مصروف تھا۔ تو غازی چک وغیرہ نے اتفاق کر کے اس کے تمام مہا و نوں کو گرفتار کر لیا اور محلہ حسن آباد میں قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد دولت چک کی گرفتاری کے لئے ڈول کے کناروں پر ہتلاشی بہرے لگے۔ لیکن اس کو خبر ہو گئی اور وہ کوہستان پہاگ کی

طرف بہاگ گیا۔ اور راستہ میں کسی قوی ہیکل چوپان نے اسے گرفتار کر کے غازی چک کے پاس پہنچا دیا جس نے اسکی آنکھوں میں میل بھرا کر قید کر دیا۔ دولت چک بڑا شہر زور اور جبار سپاہی تھا اس کے بازو اس قدر لمبے تھے کہ جب کھڑا ہوتا تھا تو اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچتے تھے۔ میدان بندی مرگ میں ایک دن اس نے ایک میل پر تیر کاٹا اندارا۔ جب اس کا محل تعمیر ہو رہا تھا تو ایک تہتیر جو بیس گز لمبا اور دو گز موٹا تھا بام پر چڑھاتے ہوئے برسی ٹوٹ جانے سے نیچے گرنے لگا دولت چک نے کھڑا تھا دایاں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بائیں ہاتھ سے اس نے تہتیر بند کور کو اوپر ہی روک لیا اور جب تک کہ پھر برسی ڈال کر اسے اوپر نہ کھینچا گیا۔ اسی طرح تھا مے رہا۔ کہتے ہیں کہ اسکا ہاتھ کٹائی تک زمین میں دھس گیا تھا۔ اسی طرح ایک دن ولی میں شیر شاہ افغان کے سامنے ہاتھی کی دم پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور باوجود دمانکنے کے ہاتھی اصلا حرکت نہ کر سکا۔ لیکن کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر بھرتی ہے۔ جب دولت چک کے ہی زوال کے دن آئے تو ساری طاقت اور سارا غرور کسی کام نہ آیا اور ایک معمولی گڈ ریٹے کے ہاتھ سے امیر ہو کر ذلیل و خوار ہوا۔ اور سخت پسندوں کے لئے عبرت ناک مثال چھوڑ گیا۔

کنج بقائیت و رہیں خاکد اں مغز و قاضیت و رہیں استخوان
 ہرچہ و رہیں نائدہ خرگاہیت کاسہ آلودہ و دست تہیست
 ہرگز از خور و دواش بسوخت ہرگز از گوشت زبانش بسوخت
 دولت چک کی وزارت کے ساتھ ہی اسمیل شاہ ہانی کی حکومت بھی جاتی رہی اور غازی چک نے اسے ہی دخل کز کے اپنے ہمشیر و زادے حبیب شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اسمیل شاہ کی حکومت تین قری سال رہی۔

سلطان حبیب شاہ خانم استلا طین کشمیر

ایام حکومت ۱۱ ماہ ۱۹ روز ۲۵ شیعہ لغایت ۳۵۵ مطابق سنہ ۹۶۰ھ لغایت ۹۶۱ھ

۳۳۵ء میں اسماعیل شاہ اول کے بیٹے حبیب شاہ نے سند شاہی پر قدم رکھا۔ اور غازی چک دار الہیام اور مالک و مختار بنانچر شاہ اور فتح شاہ کے مقابلہ میں امرائے کشمیر خصوصاً چکان تریہہ گام نے بڑا عروج پایا تھا ان لوگوں کے باہمی بغض و عناد نے سلاطین کشمیر کی حکومت کو بالکل ہی دوسیدہ کر دیا تھا۔ سلطان فتح شاہ کی کم ہمتی نے ملک کشمیر کے حصہ کر کے امرائے کشمیر میں تقسیم کر دیے جس سے سلاطین کی رہی رہی حکومت ہی جاتی رہی۔ اب یہ حالت ہو گئی تھی کہ سلطان کی حیثیت شیر قالین سے زیادہ نہ رہی۔ حبیب شاہ کو تاج پہنے ابھی پورا ایک سال ہی نہ گذرا تھا کہ غازی چک کے دل میں خود بادشاہ بننے کی ہوس سمائی۔ چونکہ چاروں طرف مرقچہ چک کا نور تھا۔ بادشاہ بالکل بے دست و پا تھا۔ اس لئے سلطان حبیب شاہ پر نالائقی کے الزام لگائے گئے۔ علی خاں چک نے جو غازی چک کا بھائی تھا یہاں تک جرأت کی کہ ایک دن بادشاہ کے سر سے سرور بارتاج شاہی اتار کر اس پر بھائی غازی چک کے سر پر رکھ دیا۔ چاروں طرف سے مبارک سلامت کی صدا اٹھ بلند ہونے لگیں۔ شاہ و پانے بچنے لگے۔ سلطان حبیب شاہ جو سلاطین کشمیر کے پُر حضرت و سپر عبرت تماشے کا آخری در و درناک ڈور اپہیں تھا تقدیر کی نیزنگیاں دیکھ کر انگشت بندھاں تھا۔ اُدھر تاج سر سے اتار اگیا۔ اُدھر تخت سے اتار کر نظر بند کر دیا گیا۔ اس قبضت و برائے نام بادشاہ کے ساتھ جو سلوک ہو رہا اس کے لئے پہلے سے مشورے کر لئے گئے تھے۔ کسی کو چکوں کے خلاف لب ہلانے کی طاقت نہ تھی۔ جو ان کے مرضی کے خلاف کرتا وہ اجل کے منہ میں جاتا۔ خود سلطان و مہنیں مار سکتا تھا اور اسی کو غنیمت سمجھتا تھا۔ کہ میں بادشاہ تو ہوں گو برائے نام ہی ہوں لیکن افسوس ناخوشی ناسوں نے یہ نام کی سلطنت ہی چھین لی یہ بادشاہ غازی چک کا بھانجہ ہی تھا۔ ناموں نے بھانجہ کو تخت سے اتار کر خود حکومت شروع کی۔ اس سلطان کی یادگار جبہ کدل ہے جو سری نگر کے پلوں میں سے ایک مشہور پل ہے۔

سلطان کشمیر و رشتہائے ہند

سلطان کشمیر ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل سے ہے۔ اور نہ خدیج کہ سلطان
 زین العابدین کے بعد خاتمہ جنگیوں اور خود غرضیوں کا زور ہو گیا تھا چہرہ ہی یہ خاندان
 شہنشاہی قریباً اڑنی سو (۱۲۰۰) سال تک تخت کشمیر پر جلوہ افروز رہا۔ یہاں ہم
 دکھانا چاہتے ہیں کہ جب کشمیر میں ہندو حکومت زوال میں آگئی۔ اور رمان مسلمانوں
 کے پرچم لہرائے گئے۔ اس وقت ہندوستان میں کیا ہو رہا تھا۔ اور اس
 ایک خاندان کے مقابلہ میں ہندوستان میں کس قدر خاندان کے بعد دیگرے
 تخت اور تختہ کی فتنہ ہوتے رہے کشمیر میں مسلمانوں کی مستقل حکومت ۱۲۵۰ء
 سے شروع ہوتی ہے۔ تیورنہ نہ تھا۔ جب کہ سلطان غیاث الدین تغلق سلطان
 قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے بعد تخت ہندوستان پر چڑھا اور روم کو روڈ
 حکومت دے رہا تھا۔ اسی سلسلہ کے اور چچ الاول میں سلطان تغلق کا بھائی کے
 صدر سے اقبال ہو گیا۔ اسی خاندان میں سے ناصر الدین محمود شاہ بن ناصر الدین
 محمد شاہ کی حکومت کے دوران میں ۱۲۰۰ محمد شاہ صغیر بن صاحب قران امیر
 تیمور کے ریا سے شہنشاہ کو مجبور کر کے ہندوستان میں داخل ہوا اور اپنے مشہور
 قتل عام سے ملک کو ترو بالا کر گیا۔ فرانیوں میں جو لوگ ہلاک ہوئے رہے ان کے
 کے بعد وہ امیر تیمور کے حکم سے نواح وادی میں صرف ایک دن میں ایک لاکھ آدمی
 قتل کیا گیا تھا۔ ناصر الدین محمود پر تغلقوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان
 کے بعد ۱۵۰۰ء میں بھٹہ کو سید خیر خاں بن ملک سلیمان تخت پہلی کور وادی
 دینے لگا۔ سلیمان ملک مروان دولت کا ایک خدمتگار تھا جو کہا نہ کہا سنے کے وقت
 ہاتھ دھو لیا کرتا تھا لیکن بیٹا خدمتگا سے بادشاہ ہو گیا۔
 شہنشاہ میں سلطان علاؤ الدین کے نام پر اس خاندان کا ہی خاتمہ ہو گیا۔ اب
 نوویںوں کا خاندان آتا ہے جس کے جد امجد ملک بہرام سلطان بہلول تروہی کے
 دادا نے افغانستان کے پہاڑوں سے سرکال کو کالت غربت و مسافرت

مستان میں قیام کیا تھا۔ یہ خاندان سلسلہ ہجری (سلطان ابراہیم لودھی کے زمانہ تک ہندوستان میں شان و شوکت سے حکومت کرتا رہا۔ اب ولایت ہند میں امیر جوہی کی نسل سے ایک بہادر ترک ظہیر الدین محمد بابر گاہلی سے آتا ہے۔ اور سلطان ابراہیم لودھی کو میدان جنگ میں قتل کر کے عتقان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے لیکن ابھی پندرہ سال ہی نہیں گزرے کہ بابر بادشاہ کے بیٹے ہمایوں کو ایک سپاہی بچہ شیر خاں ۱۰ محرم ۹۴۷ھ ہجری مطابق ۱۳۳۵ء کو دریائے گنگا کے گھاٹ پر سست فاش دے کر اور شیر شاہ اپنا نام رکھ کر گاہے چٹاں گاہے چٹیل کے نظارے دکھاتا ہے۔ سولہ سال ہی نہ گزرے تھے کہ اس خاندان کو بھی زوال آگیا اور سلطان سکندر بادشاہ کشمیر کے زمانہ (۹۶۲ھ ہجری) میں ہمایوں بادشاہ ایران سے اداو لے کر پھر ہندوستان پر قابض ہو گیا۔

۱۲۵ھ ہجری سے ۹۶۲ھ ہجری تک ہندوستان میں کئی خاندان تخت پر بیٹھے لیکن کشمیر میں صرف ایک ہی خاندان اس غرض میں حکمران رہا۔ اور وہ ہی کہہ ہی زوال پذیر نہ ہوتا اگر خود غرض اور فتنہ پروانہ لوگ جو غارتگری کے معمولی کاموں پر متعارف تھے۔ اور اپنی عجیب حکمت عملیوں سے جن میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی لڑکیاں انہوں نے سلاطین کشمیر کو تدریک کے تقرب حاصل کر لیا بادشاہ کی معاملات میں زخم انداز نہ ہوتے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ سوائے اُس ذات پاک کے جس کے قبضہ قدرت میں بادشاہوں کو فقیر اور فقروں کو بادشاہ بنانا عجا نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا۔

اورنگ سوم

دور حکومت چکاں

از ابتدا ۱۵۸۷ء لغایت ۱۵۸۶ء مطابق ۹۶۱ھ ہجری لغایت

۹۶۷ھ ہجری صرف ۳۲ سال

چنین انتہہ دم سرائے پہنچ گئے۔ یہی سترہ دیگر آید بکنج
 پیر زل و ہر کہا کیا نیز گنیاں دکھاتی ہے۔ اس شعبہ باز کے عروج و زوال کے
 کرشمے کس نے مشاہدہ نہیں کئے۔ آنے والے دن نئے نئے ظلم دکھا کر دنیا میں کیا کیا
 انقلابات پیدا کرتی ہے کل کس مساعدت سے غریب الوطن شاہ میر کو سوا دکن سے
 آوارہ وطن کر کے کشمیر میں تخت نشین کیا تھا آج کس معاندت سے اسکی صدیوں
 کی بنی بنائی حکومت کو ایک پل میں الٹ پلٹ کر دو ہزاروں کے ہاتھ میں دے دیا
 آج تک طائفہ چکاں غلامی کا دم بھرتے تھے اب سراسی بلکہ بادشاہی سہو
 ان کے سر باندھ دیا۔ جیسا کہ نیچے ذکر ہوا چکوں کا جہاں لنگر چک ہی رہن اور
 شاہ میر کی طرح اپنے وطن مالوت و اردوستان سے آوارہ دشت ہو کر رام
 سہید کے عہد میں کشمیر پہنچا تھا۔ سلطان زین العابدین کے زمانہ تک یہ لوگ سلاطین
 کشمیر کی ملازمت اور خدمت گاری کے رتبہ سے ہی محروم تھے۔ ستہ عرب میں باند چک
 کا عمارات زمینہ گیر کو دو مرتبہ آگ لگا کر مقتول ہونا اور کچھ عرصہ بعد اس کے بیٹے
 حنین چک کا دربار شاہی میں داخل ہو جانا اس قوم کی ترقی کی پہلی پیش قدمی ہی اس
 کے بعد سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک یہ لوگ سلاطین کی خدمات سرگرمی سے ادا
 کرتے رہے لیکن اس کی وفات کے بعد جادہ اطاعت سے قدم باہر رکھنا شروع
 کر دیا۔ اور اس کے جانشین محمد شاہ اور فتح شاہ کے درمیان نفاق کا بیج بکروڑوں
 کو ایک دو مرتبہ کا دشمن بنا دیا۔ ان دونوں بہائیوں کی باہمی جنگ و جدل نے
 سادات بیتی کا زور بھی کم کر دیا۔ اسی اثنا میں میر شمس الدین عراقی کی بیعت اختیار
 کر کے انہوں نے اپنی خود غرضیوں کو نہ ہی خوش و خروش کا رنگ دے دیا
 جس میں اپنے طائفہ کے علاوہ اور بھی کئی فرقوں کو شامل کر لیا۔ اس بہانے سے
 انہوں نے سادات کا رہا سہا زور بھی توڑ دیا اور پھر سلطان فتح شاہ کی حکومت
 میں انہوں نے وہ رتبہ حاصل کیا کہ وزارت بھی انہیں کے ہاتھ آگئی۔ اسی اثنا
 میں رضاعت اور کوکر کی خدمات اپنے ذمہ لے کر مملات شاہی میں بھی دخل پا گئے
 حاجی چک نے اپنی بہن سلطان محمد شاہ کے حرم سرا میں داخل کر دی اس کے بعد
 ان کا عروج بڑھتا گیا۔ آخر سلطان فتح شاہ نے کشمیر کے حصے کر کے اُسے کشمیر

میں تقسیم کر دیئے اور خود ان کا وظیفہ خوار بن کر بیٹھ گیا۔ محلات سلطانی میں ان کی لڑکیاں گھس گئیں اور دربار شاہی میں چک ہی چک نظر آئے گئے۔ میرزا حیدر کا شہری کی پٹنار اور تسلط کے دونوں میں انکا زور و شور کسی قدر کم ہو گیا تھا لیکن اس کی تباہی کے بعد عیدی رینہ کو ذلیل و خوار کر کے یہ پھر مالک و مختار بن گئے۔ تاہم مصلحت وقت کے لحاظ سے اسماعیل شاہ ثانی اور حبیب شاہ کو انہوں نے تاج تو پہنا دیا۔ لیکن حکمرانی آپ ہی کرتے رہے۔ آخر کار ۱۵۵۳ء میں علی چک نے برسرِ اجلاس حبیب کو معزول کر کے تاج شاہی اپنے بہائی غازی چک کو پہنا دیا اور اسی وقت سے اس خاندان کی خود مختار سلطنت کی ابتدا شروع ہو گئی۔

اس فرقہ کی جو اندرونی اور شجاعت واقعی قابلِ قدر ہے اور اگر ملاحظہ کیا جائے تو ان کا نام سونے کے حروف سے لکھنے کے قابل تھا۔ لیکن مال و دولت اور جاہ و چشم ایسی راہ فریب اور ایمان شکن چیزیں ہیں کہ عورتاں انسان کو گمراہ کئے بغیر نہیں رہتیں۔ اور فرقہ چک کی تو غرض ہی جاہ و چشم تھی۔

چکوں کا دور حکومت ابتدا سے انتہا تک فتنہ و فساد اور بغض و عناد سے معمور رہا جیسا کہ انہوں نے فتنہ سازی اور فساد پر وازی سے سلاطین کی سلطنت کو ترو بالاکر دیا۔ اسی طرح اپنے اوز رنگ میں بھی خانہ جنگیوں اور فتنہ انگیزیوں سے باز نہ رہے یہاں تک کہ باہمی عناد اور جاہ پسندی کے ولولوں میں انہوں نے حکومت ملک ہی ضائع کر دی۔ ان کی حکومت زائل ہونے کا ذمہ وار زیادہ تر یوسف شاہ چک ہے جس نے بہو و حب میں بڑھ کر ملک کی کایا ہی پلٹ دی۔ کیونکہ اس کے زمانہ تک ان کی حکومت میں جو خانہ جنگیاں ہوتی رہیں چک کشمیر کی حدود کے اندر ہی اندر رہیں۔ لیکن یوسف شاہ کی جلاوطنی اور سید مبارک شاہ کی تاج پوشی نے ان جھگڑوں کا رنگ بدل دیا۔ یوسف شاہ نے دربار اکبری میں یہاں کی خانہ جنگیوں کا اظہار کر کے اکبر بادشاہ واپس کو بھی اس ملک کی تسخیر پر مائل کر دیا۔ اور اگرچہ یوسف شاہ کی کشمیر زنی نے مندرجہ کے وراثت ہی کھٹے کر دیئے اور اکبری حکم کشمیر کچھ عرصہ کے لئے پھر ملتوی ہو گئی۔ لیکن یعقوب شاہ کی بے اعتدالی

اور تعصب مذہبی نے رعایا کو تنگ کر کے یوسف شاہ کا سکھایا جو سبق یاد دلایا
اور اکابران ملک اس کے جور و کسٹم سے متوحش ہو کر پیر دلی دربار میں پہنچے۔ اکبر
پہلے ہی کشمیر کے لئے روانہ ہو گیا مگر اس کے بیٹھا تھا ۱۵۷۳ء میں اس کا سپہ سالار بیزر
قاسم پیر پور میں کر کے کشمیر میں داخل ہوا۔ سپہ سالار المعالی اور یقوب شاہ نے
بہت ہمت و بہادری سے لڑا لیکن اندرونی مخالفتوں نے ان کی طاقت کو نہایت کمزور کر رکھا
تھا۔ کچھ پیش نہ چل سکی۔ چھوٹی سی شجاعت و جلاوت میں انہوں نے کوئی ذوق نہ لیا
اور اگر خدا کو ظالم بادشاہوں کی معجز کنی منظور نہ ہوتی تو شاید یہ انقلاب عظیم تاریخ کشمیر
میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اس خاندان نے صرف ۳۲ سال اور ۲ ماہ ہی سلطنت کی۔ یہ
اسے مکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری کہتے وہ آپ جیسا کہ لکھ داتا

شجرہ نسب طائفہ چکان

لنگرچک
پانڈوچک
حسین چک

کاجی چک

چک

غازی چک حسین شاہ چک شکر چک مسوچک غازی چک حسین چک محمد چک
یوسف خاں لومہ چک یوسف شاہ چک

حیدر چک احمد خاں چک لڑنے خاں یعقوب خاں ابراہیم خاں
حسین خاں

غازی چک

ایام حکومت ۸ سال ۱۰ ماہ ۳۱ روز ۱۵۵۳ء لغایت ۱۵۶۳ء مطابق

۹۶۱ء لغایت ۹۷۰ء ہجری

پیشخص منصف مزاج۔ عادل منتظم اور شجاع تھا۔ ۱۵۵۳ء کو عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اس نے از سر نو نظم و نسق کا سکہ جانا شروع کیا۔ باقی تمام اقوام کے اکابروں کا تقریباً فیصلہ ہو چکا تھا کہ چک ہی چک باقی رہ گئے تھے۔ میدان صاف تھا کچھ دنوں تک غازی چک کو سنے خاندان کا تسلط بٹھانے کے لئے کافی ہمت مل گئی اندرونی معاملات سے فراغت حاصل کر کے مصافات کشمیر کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ میرزا حیدر کی تباہی کے دنوں میں جو علاقے سلطنت کشمیر سے باہمی ہو گئے اس نے دوبارہ مطیع و منقاد کر دیے اور ان کے انتظام کے لئے کشمیر سے حاکم اور صوبیدار بھیجوائے ریت۔ اسکو وورٹکٹ۔ پہلی۔ واکلی۔ کشتوار اور بہرہ قبضہ اختیار میں لاکر اس نے لکھنؤ کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد کمال خاں لکھنؤ نے غازی چک سے صلح کر لی جس کے رُوسے اس کی لڑکی غازی چک کے عقد موصلت میں آئی۔

طبیعت میں کسی قدر قصب بھی تھا۔ چنانچہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو جبراً شیعہ بنانے لگا۔ جس سے اکثر اراکین دولت و بخیہ خاطر ہو گئے اور غازی چک اور حسین چک کے قتل پر کمر بستہ باندھ کر آمادہ فتنہ و فساد ہوئے۔ غازی چک کو بروقت اطلاع

ملی۔ چاشنیہ ۱۱۰۰ کے نشان غنہ کا ہے۔ ہایوں کا منظر نظر تھا۔ نہایت بلند و عالی بن بودیغ اور نہایت پیر غنہ عالی رتبہ امیر کی شان میں تہید سے کہتے تھے۔ رعایا اور بالخصوص احرارے دربار اس کے غور و پیجا سے نہایت متفر اور خائف رہتے تھے۔ ہایوں کے انتقال کے بعد ہی تیرم خاں وغیرہ نے منشیوں باندھ لیں اور چاہا کہ ٹھکانے لگا دیں۔ لیکن اکبر نے سخت پریشانی سے خون سے ہاتھ رنگنے نامناسب سمجھ کر آخر قید کیا گیا۔ لیکن یہ ٹھکانے والی اسامی دستہ بیکل بہانے اور کمال خاں لکھنؤ کی مہر ہی میں کشمیر پر حملہ آور ہو گئے۔ فوق

مل گئی اور اس نے رنجی چک کے بیٹوں نصرت چک اور یوسف چک اور شکر ملک کے
ضیانت میں مدعو کیا۔ رات انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اور ظلیہ کے واقعہ پر مبالغہ
کی مخالفت اور مخالفت کا شکوہ و شکایت کر کے صلح و صفائی کا مسئلہ درمیان میں
لایا۔ غازی چک انہیں منصوبوں میں مستغرق تھا کہ دوسرے دن نصرت چک کے
بہاؤوں نے علم بغاوت استناد کر دیا اور شہر کے پل توڑ کر معاربہ و قتالہ پر تیار
ہو گئے۔ آخر غازی چک ہی لشکر کے کشتیوں کے زور و عیدریا کے پار ہوا۔ اور
خونریز فرائی شروع ہو گئی۔ نصرت چک کے بہائی اور ان کے بہت سے ہمراہی
مارے گئے۔ ماورائی تنگ اگر بہاگ گئے۔ یوسف چک اور نصرت چک کو گرفتار کر کے
پاہ جولاں کر دیا۔ تھوڑے روز بعد شکر چک بہرام چک اور فتح چک وغیرہ نے
جیسٹ بہم پہنچی۔ سو پور میں بناوٹ کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ لیکن اب کے ہی سوا
شہر ساری کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ بہرام چک کہو یا میں گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔ مجھ میں
یوسف چک کی آنکھوں میں میل پھر وائے گئے۔ اور اسکا بھائی ایہم چک جو عالم
تبیخ میدریع کیا گیا۔ جس سے تمام غمزدگشتمند ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد عیدی رینہ کاڑ کا شمس رینہ باتفاق چند امرا کے کشمیر ہایوں
بادشاہ دہلی کے پاس امداد طلبی کے لئے گیا۔ ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ
ہایوں بادشاہ کا ناگہانی طور پر درشت ۱۵۶۰ء میں انتقال ہو گیا۔ شمس رینہ اور اس کے
ہمراہی نہایت بددل ہو گئے۔ آخر انہوں نے ابوالمعالی کی طرف رجوع کیا۔ جو لاہور سے
بھاگ کر گھڑوں کی قید میں پھنسا ہوا تھا۔ جب اس سے شمس رینہ کے نام و پیام ہوئے
تو اس کے دل میں بھی کشمیر کی امیدیں دوڑنے لگیں۔ کمال خاں لکھنؤ کو اس نے
اپنے ساتھ لایا اور شیخ کشمیر کی آرزوؤں میں قید سے اس طرح بھاگا کہ پاؤں میں
بیشریاں پڑی ہوئی تھیں اور اپنے نوکر دست کے کندھوں پر سوار تھا۔ ابوالمعالی کو
اس وقت مرزا حیدر گارناہ یاد آ رہا تھا کہ شاید خدائے مجھے بھی میرزا حیدر کی طرح
بہند و شادان کے بہشت کی کشتی پر دروے کے ہمراہیں امیدوں اور آرزوؤں کو

عہد اسکا خیر خواہ تھا۔ ایک تاریخ ہندوستان جلد چہارم نمبر نوادہ ہندوستان
نکار احمد دہلوی جو مرقع

لئے ہوئے وہ راجپوتی ملک جا پہنچا شش رہنے اور سی جانت اس کے ساتھ ہی
ہی۔ یہاں اور لوگ لوہر لگے دولت چک اور دیگر نامی گراہی آدمی ہی اس کے
ساتھ آئے۔

یہ دیکھ کر غازی چک سخت گھبرایا زمانہ کی بے وفائی دیکھ کر میدل ہو گیا لیکن
استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ سید محمد ابراہیم خاں کو بدلا سا مدارا استیصال
کر کے اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ بلکہ اپنی لڑکی اس کے بھتیجے سے نامزد کر کے خارجی
رشتہ اتھا کو اور بھی شکم و مضبوط بنا لیا۔ اور اسکی معاونت اور رفاقت سے
اپنی فوج و سپاہ اور خدم و حشم لے کر سرحد کے مقابلہ کو نکلا اور نہر ناہی برہہ چاکر
مقیم ہو گیا۔ دوسرے دن ندی عبور کر کے فوج مخالفت کی سب فوج پر حملہ آور ہوا۔
مغلوں کی فوج نے خوب دوشجاعت دی۔ قریب تھا کہ کشمیری فوج پس پا ہو جائے
لیکن ٹائیڈ غیبی نے اچانک مغلوں میں اضطراب پیدا کر دیا۔ ان کے پاؤں اکٹھے
شش رہنے بے حوصلہ ہو کر نہریت خورد و مغلوں کو جمع کرنے کی کوششیں کر رہے تھے۔
لیکن غازی چک نے ایک پرجوش حمد کر کے اس کو ایک ہزار سات سو مغلوں سمیت
کر لیا۔ ابوالمعالی پس ماندہ مفروروں کو لے کر کوہستان کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں
سے سید جہاندوستان کو لٹ گیا۔ اس لڑائی میں فقیہین کے چار ہزار آدمی کام
آئے۔ غازی چک تمام سپروں کو قتل کرنے کے بعد شش رہنے کو بھی بے سرفراہ کھینچ کر
منظر و منصور دارالامارت سری نگر کو مراجعت پذیر ہو گیا۔

دوسرے سال شش رہنے کے بھائی محمد رہنے نے انتقام جوئی پر کمر باندھی اور
ایک بھاری جماعت اکٹھی کر کے بھراہی حبیب چک لوائے سرکشی اٹھا کر موجب
قتلہ و فساد ہوا۔ اس نے یہاں تک زور پکڑا کہ غازی چک کی فوجیں گھبراہٹ کے
انہار پیدا ہو گئے۔ اسی اثناء میں غازی چک نے ایک فیل مست میدان میں ہانکا۔ جو
سید باختر رہنے کے سر پر جا پہنچا۔ اس میں چلے بہادر نے شیر کی مانند اس کا مقابلہ کیا۔
اور مردانہ و انرجمانہ کاری لگائے لیکن آخر کار مرزا کو بے ہوش کر دیا۔
موت پر حبیب چک، ماتحتی کے مقابلہ پر آجسٹ غنیمت اک ہو کر ماتحتی اس کے پیچھے دوڑا
حبیب چک نے گھوڑ اور پادیں ڈال دیں اتفاقاً گھوڑے کے پاؤں کسی گڑھے میں جھپائی

سکے اندر تھا بچپن گیا جس سے حبیب چک کے ہاتھ سے تھپا رہی گز گئے۔ ہاتھی بھی
 ہند سے چنگھا کر اس کے پیچھے دوڑا لیکن حبیب چک نے اس کے سونہ کو دانتوں میں
 لے کر اس زور سے کاناکہ ہاتھی چنگھا رہا تھا کہ آلتا ہاگا نہ چونکہ ملک الموت اس کے سر پر
 کبڑا تھا ہاتھی دو بارہ جھکا اور مڑا اور اب کے حبیب چک کو کیر کر اس نے مار مار کر
 کر دیا اس کے ساتھ ہی محمد رینہ کی فوج میدانِ جال کر گئی غازی چک فتح و نصرت کا
 بچا تھے ہونٹے داہیں آگیا۔ اور اس نے فتح کی خوشی میں اپنے سپاہیوں کو انعام و
 اکرام سے مالا مال کر دیا۔ حمید رینہ کو قس رینہ کے رشتہ دار ہونے کے جبر سے
 قتل کر دیا جو موضعِ نجیوہ میں مدفون ہوئے اسی طرح سید کمال کو جو پرگنہ لار میں سادات
 عمرہ سے تھا اس نے نہروہ سے کرار ڈالا اور حضرت سلطان العارفین کو جو پرگنہ ہیروہ
 کو کال دیا اور اکثر نصائد اہل سنت کو سخت رحمت پہنچائی۔

۱۵۵۹ء میں حاجی بانڈے سبکے ملک اور پٹن چک جو ہندوستان میں آگاہ
 و سرگردان پھر رہے تھے مشہور میرزا قراہ باد کو تینے کشمیر کے لئے ہمراہ لائے اور
 کوہستان راہوری میں ہنگامہ شروع و فساد مہیا کرنے لگے۔ غازی چک اور سید ابراہیم
 ہیروہ کے رشتہ داران کی مدافعت کے لئے روانہ ہوئے۔ بمقام بہرام گلہ غنیمت سے
 مٹ بچھڑ ہوئی۔ اسی اثناء میں فتح ملک اور دوہ چک جو کوہستان پر پنجہ میں پریشانی
 حال تھے اور نصرت چک جو قید سے بہاگ کر لاہور کی طرف چلا گیا تھا غازی چک سے
 آئے۔ دوسرے دن خوفِ زلزائی شروع ہوئی مفریقین کے ہزاروں آدمی ہانپنے
 لگے۔ پھر منلوں کا لشکر مغلوب ہو کر ہندوستان کو بہاگ گیا۔

حاشیہ صفحہ ۱۲۱ اس زمانہ میں راہوری میں راہبہا اور خاں جگونت کرتا تھا۔ جس کا انتقال
 ۹۷۰ھ میں ہوا۔ فوقی نے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ جب غازی چک ہیروہ پر پہنچا
 اور نصرت چک وغیرہ نامہ و پیغام سے عہد و پیمان کر کے اس سے آئے تو اس نے اپنی
 چھ ہزار افراد قوم دوم جو مشہور و دات کی پاسبانی اور مال ریشی چرانے پر تقرر ہوا
 کرنے سے جمع کر کے انہیں منلوں کی سرکونی پر آمادہ کیا اس نے ان کے وعدہ کیا کہ
 منلوں کے ایک مسر کے عوض وہ ایک اشرفی انعام و یکا یہ سنکر دوم منلوں
 کے لشکر میں گھس گئے۔ اور مکر و فریب اور حکمت علی۔ اور محاربہ و قتل سے جس طرح

غازی چک عموں کا عایا اور تختین سے پوشیدہ نیک سلوک کرتا اور ان سے عدل و انصاف اور جوہ و احسان سے پیش آتا تھا۔ عادل ایسا تھا کہ گناہ اور قصور اگر بیٹے سے بھی سرزد ہوتا تو معاف نہ کرتا۔ حیدر ملک چاچا و داس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کی بہت ستائش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن غازی چک کے ایک ملازم نے کسی سے زبردستی چند عناب چھین کر اس کے بیٹے حیدر چک کو دیئے۔ اس نے ایک دانہ ہی اپنی منہ میں نہ ڈالا تھا کہ مالک عناب غازی چک نیچے پاس فرما دوسے کے لئے جا پہنچا۔ اس نے عناب واپس دلوا کر خاٹن کے ہاتھ کٹوا دیا۔ جس پر حیدر چک سخت براغضبہ خاطر ہوا اور باپ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے ماموں ملک محمد نے اسے ایسی حرکت سے منع کیا تو حیدر چک نے غصہ میں اگر اسے قتل کر دیا۔ جب غازی چک کو اطلاع ہوئی تو سخت غضبناک ہوا اور بیٹے کو ایسی سرکشی کی پاداش میں عید گاہ کے راستے میں دار پر چڑھا دیا۔ ایک چھپلی کی چوری پر دو سوانہ فیاں جبر مانہ کرتا اگر کوئی شخص کسی کے باغ سے کوئی میوہ چراتا یا بغیر اجازت مالک توڑ لیتا تو اس کے ہاتھ کٹا دیتا۔ اور ایک شخص کے قصور پر تمام اہل محلہ کو منراوید یا کرتا تھا۔ سیاست جلاوت، سفاکی، بیانیاتی، خونریزی، قتل، قطع اعضاء اور چشم کندن وغیرہ میں ہی اپنے دوسرے اوصاف کی طرح بے نظیر تھا۔ آخر عمر بعلت جزام بیمار ہو گیا تو بحساب قمری نو سال ۲ ماہ کی حکومت کے بعد ۱۶۲۳ء میں کار و بار سلطنت اپنے بھائی حسین چک کو تفویض کر کے حکومت سے کنارہ کش ہو گیا۔ لیکن جلد ہی خود غرض مصاحبوں اور مقبولوں کی ترغیب سے اس کا روبرو والی سے نادم ہو کر حسین چک کے غزل کی تدابیر سے چنے لگا۔ حسین چک نے جلد رومیا اور امر کو اپنے ساتھ متفق کر کے اسکی مخالفت کی اور غازی چک کو خانہ نشینی پر اکتفا کرنے کے لئے مجبور کر کے حکومت ہاتھ سے نہ دی۔

اگرچہ غازی چک پر لے در کامتعصب آدمی تھا جس کے باعث عموں کا روار ناشائستہ کامرکب ہوتا مگر اس میں شک نہیں کہ اس نے سلطنت کشمیر کی ڈوبتی ہوئی بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲۔ ہوسکا ہزاروں کے سرکاٹ کر غازی چک کے پاس لے آئے جس سے محل عاجزا گر بہاگ گئے۔ عجیب کہانی ہے جنگی سپاہیوں کی نسبت بھڑکری چرانے والے وحشی

ناؤ کو چھوڑ سنے نکالا اور اس کے جاہر ماتھوں نے ان تمام اہل بیتوں اور بڑا متطبیوں
کا پورا پورا انسداد کر دیا جو آخری دور سلاطین میں سلطنت کی تباہی کا باعث
ہو چکی تھیں۔

حسین شاہ چک

ایام حکومت ۲ سال ۹ ماہ ۱۲ روز ۱۵۶۳ء تا ۱۵۶۴ء

۹۶۱ء تا ۹۶۲ء ہجری

۱۵۶۳ء میں حسین شاہ چک غازی چک کے جھیلوں سے فراغت حاصل
کر کے سند خلافت پر ٹیکن ہوا تاہم جلوس خسرو عادل میں پائی جاتی ہے۔ اس نے
ملک محمد ناجی کو اپنا وزیر اور دارالہمام بنایا جسکی بے اعتدالیوں نے اہل حکومت
میں رعبا کو اس سے ہڈیاں کر دیا اور بعض مفید اور فتنہ پرور لوگ ویرانیہ حادثوں کے
موافق بادشاہ کی بیچ کنی پر آمادہ ہو گئے۔ حسین شاہ ان کے فتور باطنی سے آگاہ
ہو گیا اور وہ فوراً ان کے تدارک اور انسداد کے درپے ہوئے چنانچہ جدیدی دنوں
میں اس نے تمام مستردوں کا پورے طور پر قطع و تمع کر دیا غازی چک کے بیٹے
احمد خاں چک اور ابدال مارے کے لڑکے محمد مارے کو حکومت عمل سے گرفتار کر کے
ان کی آنکھیں نکال دیں۔ انہیں دنوں میں خواجہ فتح المعروف بہ خان زماں اور بہادر خاں
جو دونوں میرزاں کے مقربوں میں سے تھے منافقوں کے کہنے سننے سے دار
الہمام کے خلاف ہو گئے۔ اور فتح چک اور شمسی ڈولی سے عہد و پیمان کر کے
محمد ناجی کے مارنے پر کمر بستہ ہو گئے۔ ایک دن جب کہ بادشاہ بقیہ ریب شکار و تہنہ
گیا ہوا تھا یہ لوگ موقع پر محمد ناجی پر حملہ آور ہو گئے۔ لیکن ملک موصوف حسین شاہ
کے محلات میں روپوش ہو گیا۔ فتح چک اور بہادر خاں و وزیر سے توڑ کر اندر گھس گئے
اور ملک کے آدمیوں میں اور ان میں تلوار کچھ گئی۔ لیکن وہ عجیب تباہی میں متواری
ہو گیا۔ اور غنیمتوں میں ہو کر رزمگاہ سے نکل آئے۔ شاہی دربار اور شاہی ان کے

تیسرے دوڑے اور خان زمان شمس دہلی اور بہادر خان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔ جن نے تینوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور خان زمان کو معزول کر کے اسکا عہدہ مبارز خان کو بخش دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد یہ کورنگ بھی بادشاہ کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن خوش قسمتی سے حسین شاہ کی نیک نیتی نے اُس کو مبارز خان کی تیرہ باطنی سے وقت پر مطلع کر دیا اور اس نے اس احسان فراموش اور اس کے ہمراہی لوہر چک و دونوں کے ہاتھ مقطوع کر دیئے۔ ساتھ ہی نصرت چک جس کو حسین شاہ نے قید کر رکھا تھا اکھیں کھلو کر آزاد ہو پائی۔ احمد کار بادشاہ محمد ناجی سے بھی بدگمان ہو گیا اور اس نے اُسے منصب وزارت سے برخواست کر کے اُس کی جگہ علی کو کہ جو مذہب اسلام کے خفیہ فرسے کا معتقد تھا وزیر مقرر کر لیا۔ ۱۵۶۷ء میں شکر چک اپنے بہائی حسین شاہ سے منحرف ہو کر کوہستان نوشہرہ کی طرف ہجرت کیا۔ اور ادھر ہی اپنا تسلط جاکر خود مختار بادشاہی کرنے لگا۔ وہاں کی رعایا شکر خاں چک کے جو دوست و دشمن اور ظلم و عدلی سے تنگ آکر حسین شاہ کی خدمت میں دادرخواری کے لئے حاضر ہوئی جس نے حکم دیا کہ وہ لوگ خود اس پیش کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ اس کام کے لئے اگر شاہی امداد کی ضرورت ہو تو عند الطلب دینی جائے گی۔ یہ خبر شکر خاں فوج آراستہ کر کے جنگ کو طیار ہو گیا۔ ادھر سے علی خاں چک اور ملک محمد ناجی اس کی سرکوبی کو گئے اور مقام پنجہ خونریز لڑائی ہوئی جس میں شکر خاں زخمی ہو کر ہلاک کیا۔

اسی سال ۱۵۶۷ء میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی نے میسر مہتمم کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ظاہر بطور سفارت مگر باطلابرائے دریافت راہ و حالات ملک کشمیر بھیجا۔ یہ شخص خود بھی شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اور اس کے ہمراہی بھی عموماً تمام اسی ملت کے پیرو تھے کشمیر اگر اُس نے حسین شاہ کو بھی اپنا ہم خیال اور ہم مذہب ہی پایا۔ اس لئے کچھ عرصہ کے لئے باطمینان تمام یہیں قیام پذیر ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص یوسف پڑ جواہل ورجے کا متعصب اور تیز طبع جو جو ان تھا۔ ایک دن قاضی حبیب اللہ جو قاضی شہر اور خطیب مسجد جامع تھا کو مارنے لے حسب نسب سے سید تھے حسین شاہ چک کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ حاصل

کے دامن میں آوائے نماز جمعہ کے بعد قبرستان میں فاتحہ خوانی کر رہا تھا کہ وہ دریائے
 دہن تلوار کھینچ کر بہو کے بھڑیے کی طرح اپنے لپکا لپکا زخم قاضی کے سر پر لگا دیا
 اور زور سے زور اڑا کر نے کو تھا کہ قاضی نے ہاتھوں سے دھمال کا کام لیا۔ جس سے
 اس کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اسی اثنا میں قاضی کا دانا دونا نکال بھی گیا۔ اس
 نے اپنے آپ کو شہر کی پہرہ بنا کر اس مودی کے ہاتھ سے نجات دلوائی۔ یوسف
 بہاگ گیا لیکن علی کو کہ اور دلی کو کہ اپنے اسے گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے فرمان
 کے مطابق مولانا شمس الدین الماس اور ملا بھی گنہگار تھے۔ شہید ہوئی گنہگار
 المشہور ملا فیروز کے فتووں پر یوسف پڑ کر عوام الناس کے سامنے قتل کر دیا
 اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد جب اتفاقاً بادشاہ کا بڑا لڑکا ابراہیم خاں جو حسن و جمال اور
 بیادیت و شجاعت میں یکساں زمانہ ہمارے چچک بین مبتلا ہو کر انتقال کر گیا تو فرما

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵ کو ۲ کی وجہ سے قاضی مشہور ہوئے اصل وطن جو ران تھا لیکن
 کشمیر کی مٹی نصیبوں میں تھی صاحب تصنیف و تالیف تھے ماحول و فروع اہل سنت
 کی پیشہ کرتا ہیں (زبان فارسی) آپ سے یادگار ہیں۔ مزار سلطان زین العابدین میں متصل
 دروازہ مسجد آپ مدفون ہیں۔ (فوق) ۱۷۰ اصل نام ملا یوسف گنہگار تھا کسی شاعر کو
 نے ایک دن الماس کے نام سے پکارا وہی نام مشہور ہو گیا۔ ملا فیروز کا شاگرد تھا۔
 اور استاد کے ساتھ ہی درجہ شہادت کو پہنچا۔ مفتی شہر تھا۔ اور شکلات علیہ
 کو نہایت آسانی سے حل کر دیتا تھا۔ فوق علیہ ملا لچن کے نام سے بھی مشہور تھا
 عین جوانی میں حج کعبہ سے مشرف ہوا۔ مختلف مقامات میں تحصیل علوم کرتا ہوا واپس کشمیر
 آیا۔ مخدوم الملک کہ شہنشاہ اکبر کا استاد تھا۔ ملا فیروز کے شاگردوں
 میں سے تھا۔ کشمیر میں واپس آکر مفتی اعظم کے عہدہ پر مقرر ہوا۔ حضرت
 مخدوم شیخ حمزہ سے ارادت مخوی تھی۔ جس نے احکام شرع میں کمال
 دیانت سے کام لیتا تھا۔ ستر سال کی عمر میں ظالموں کے ہاتھوں بام شہادت
 فوج کیا کہ وہ ماراں دہری پریت کے دامن میں مسجد سنگین ملا شاہ کے صحن
 میں آپ دفن کئے گئے۔ فوق۔

شیخہ کی چڑھ چکی۔ ان کے تہذیبی ملازمین نے بادشاہ کے ذہن نشین کر دیا کہ بصدائق
 آہ مظلومان کنہ۔ فرزند ظالم راکیاب پوسٹ کے بے گناہ قتل کرانے سے یہ
 آفت نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے حق میں انصاف سے پہلو تہی کی گئی ہے۔
 بادشاہ نے اس کام کا الزام مفتیان اسلام کے ذمہ لگایا۔ سلطانہ کو رنے ان کی
 قصبانہ کارروائی پر استنلال کرتے ہوئے ان سے مباحثہ و مجادلہ کرنے کا
 مسئلہ پیش کیا۔ بادشاہ نے فوراً اس بات کو منظور کر لیا اور دن مقرر کیا گیا اور
 متنی اصہبن کی بحث کا فیصلہ شیعوں کی مرضی کے مطابق اکبر کے سفیر مرزا عظیم کی رائے
 پر موقوف رکھا گیا۔ اب کیا تھا میرزا صاحب نے استغناش کی مصنوعی و لائل اور شہادت
 کی بنیا دیرو و توں مفتیوں کو پانسی کا حکم دوا دیا۔ ان بیچاروں نے چند در چند
 ہزارین عقلی و نقلی پیش کئے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ ان کا فتوے بادشاہ وقت کے
 ارشاد کے مطابق جو اس نے سیاست بدن اور انتظام مملکت کے قائم رکھنے کے
 خیال سے زبانی صادر فرمایا تھا وہ ایسا ہی تھا لیکن ان بیچاروں کی کون سنتا تھا ان کو قتل
 کا حکم سنایا گیا اور ایک دن جب کہ اکیان شہر تہ تبریب تھو مار حیل ڈل کی
 سیر و مباحث کے لئے گئے ہوئے تھے بادشاہ نے دو نوں مفتیوں کو قتل کر دیا
 حضرت شیخ یعقوب صرنی نے تاریخ کہی ہے

از پئے تاریخ آن در دین وحید گفت شہ از بہر دین ملا شہید ۹۷ھ

سلطہ حضرت شیخ یعقوب صرنی ر شیخ حسن گنائی ایک بڑے باپ کے بیٹے تھے جو ملک میں
 نہایت نامور تھے سات سال کی عمر میں قسرا ن شریف منتقل کیا۔ چھوٹی عمر میں باجوڑ
 مالیت والدین و استاد تحصیل علوم کے لئے طہران اور خوارزم کی طرف بانہال
 کی راہ سے نکل گئے۔ سمرقند میں کئی دن قیام کیا۔ اور جنگلوں سے لکڑیاں لالا کر خدمت
 استاد کرتے رہے اور تعلیم باطنی سے بہرہ مند ہوئے رہے جب واپس
 آئے تو تمام کشمیر حسن عقیدت کی وجہ سے ٹوٹ پڑا۔ آپ پھر شہد خراسان
 نجف اشرف وغیرہ سے ہوتے ہوئے زیارت ہر دو کعبہ سے مشرف ہوئے
 کشمیر پھر واپس آئے۔ لوگ اسی طرح آنے شروع ہوئے۔ ملک کی حالت
 بھی بگڑ رہی تھی اور مذہب کی آڑ میں بڑے بڑے علما و صلیاں تلوار کے گھاٹ اتر

دوسری تاریخ اس واقعہ کی دو خون شدہ لکھی ہے یہی ہے صلیق کے مقام لینے کے بعد میرزا عظیم سے مزاجت ٹھہرائی حسین شاہ نے اکبر کی مطابقت اختیار کی اور انہماک اطاعت کے لئے اپنی لڑکی اور دیگر تحفہ و تحائف ساتھ دے کر میرزا کو حاضر کروایا۔ اپنی طرف سے میرزا یعقوب کو بمنزلہ وکیل اس کے ساتھ بھیجا یا۔ اسی اثنا میں خواجہ حاجی گنائی ہی جو اکابران مشہر سے تھا۔ شیخ عبداللہی اور ملا عبداللہ و فیہا مسلمانان اہل سنت و جماعت کو ہمراہ لے کر دربار اکبری میں پہنچ گیا اور مولوی ہا اور ملا فیوز کی شہادت کا قصبہ نامہ و قوافل خلاص میں گوش گزار کر کے دوسری کا خواست گزار ہوا۔ اس بات کے سننے سے بادشاہ سخت غصہ ناک ہوا اور اس نے میرزا عظیم میرزا یعقوب اور میرزا عیسیٰ کو قتل کرا دیا۔ اور حسین شاہ کے تمام تحفہ و تحائف مسترد کر دیئے حسین شاہ اپنی حسرات سے بخت نامہ دہا۔ اب اسے بخولی ذہن نشین ہو گیا کہ مذہبی تنازعات میں سرگردان رہنے میں سوائے خجالت اور ذلت کچھ حاصل نہ ہو گا۔ جیسے وہ بدہ اکبری نے مسترد ہو کر ائمہ کے لئے اسے قنبہ بلکہ تائید کر دیا۔

نوجوان بیٹے کی موت۔ اکبر جیسے الو العزم بادشاہ کی ناراضگی درغایا کی بدگمانی۔ اور امراء دولت کی مخالفت کچھ کم ٹھکرات نہ تھے اچانک مرض فالج میں مبتلا ہو کر دنیا سے یوں ہو گیا نہ ہی دوران میں محمد علی کو کہ محمد حاجی اور دتی کو کہ وغیرہ چند امراء نے نامدار لئے باہمی مشورہ سے رائے قائم کر لی کہ علی خاں چک اور سید مبارک خاں بیعتی کو قید کر کے حسین شاہ کے صغیر بیٹے کو تخت نشین کریں تاکہ انہیں ہی خود مختار حکومت کا موقع مل جائے۔ علی خاں ہی پائی جگہ اسی آدمیوں میں تھا اور وہ سید مبارک شاہ سید مبارک خاں۔ ابراہیم خاں اور سنازی خاں اور بولی ملک وغیرہ امراء دولت سے رابطہ مستحکم کر کے شکار کے ہانے سو پر چلا گیا۔ علی کو کہ نے اپنی سیکم کے سزا خاتم دینے کی خواہش میں اس کے واپس بلانے کے لئے دو تین آدمی بھیجوائے۔ لیکن یاد رشی بخت سے وہ اس کے پھندے میں نہ آیا۔ اسی اثنا میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷۔ رہتے تھے آپ یہ واقعات دیکھ کر ہمیشہ پریشان رہتے آخر سلسلہ میں انتقال کر گئے (توق)

تمام امیر و وزیر جو آوارہ گردی کی حالت میں سرگردان و پریشان حال ہو رہے تھے۔ فرداً فرداً اس آکر علی خاں سے مل گئے اسی طرح فیروز خاں اور بولی ملک وغیرہ بھی سری نگر سے ہٹا کر علی خاں سے جا ملے اس کے پاس جب کافی جماعت طیار ہو گئی تو دارالسلطنت پر تسلط ہونے کی نیت سے سو پور سے روانہ ہو گیا۔ انشاء راہ میں مقام مانچنپورہ بجے ملک اور علی کو کہنے لگی اس کی فوج پر شیخون مارا لیکن وہ پہلے ہی سے خبردار اور طیار تھا ایسا لڑا کہ دشمن کو سوائے ہزیمت کوئی چارہ نظر نہ آیا اس کے بعد موضع زینپور میں پہنچ کر انہوں نے مصلحت کی کہ علی خاں کے اقبال جو سری نگر سے ہٹا کر سری اور ولشمندی کے مقابلے میں ہماری وال نہیں گل سکتی۔ اس لئے اس کے ساتھ خصوصیت اور عناد پیدا کرنے میں آخر نہ است اٹھائی پڑے گی۔ بہتر یہی ہے کہ خود بخود اپنی خوشی سے اس کی مطابقت اختیار کر لیں۔ یہ سوچ کر انہوں نے اسی وقت حلیت اور تاج شاہی بابا خلیل کے ماتہ اس کے پاس بھجوا دیا۔ اسی طرح سپہ سالار ملک خاں سے بھی بدھتوق ایمان متحد ہو گئے۔ علی خاں سری نگر آ گیا۔ حسین شاہ نے بحساب قمری سات سالہ حکومت کے بعد معزول ہو کر بقیہ عمر کے ایک سال چھ ماہ مقام موضع زینپور عبادت الہی میں صرف کئے اور سہ ماہ

سہ تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا گیا ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ دولت چک نے جو حسین شاہ کے مقربوں سے تھا بادشاہ کو کہا کہ سب لوگ ہمارے پاس سے فرار ہوئے جاتے ہیں۔ ہم اکیلے کیا کر سکیں گے بہتر یہ ہے کہ اسباب لٹا دیں جس کیلئے یہ سارا فساد ہے علی خاں کے پاس بھیج دیا جائے۔ آخر وہ ہی آپ کا بہائی ہے سلطنت تو ایک ہی نسل میں رہے گی۔ حسین شاہ نے چتر اور تمام جلوں شاہ اپنے بیٹے یوسف کے ماتہ اپنے بھائی کو بھیج دیا اور کہا کہ میں خود بوجہ بیماری حاضر نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ضرور سبب کے ہمراہ آتا۔ علی خاں اس کے جواب میں بہائی کی عیادت کے لئے آیا۔ دونوں بہائی بغلیں ہو کر دیر تک روتے رہے۔ حسین چک نے تخت و تاج اپنے ماتہ سے بہائی کے سپرد کیا اور اپنی سکونت کے لئے زمین پورہ کو پسند کیا جو نہایت سرسبز اور شاداب قطعہ تھا یہ بھی لکھا ہے کہ جب حسین چک کا انتقال ہو گیا تو علی شاہ خود اس کے جنازے کے ہمراہ گیا اور اس نے اپنی موجودگی میں سرفراز کرا فریق

مطابق ۹۷۰ھ میں روگرانی عالم جاوانی ہو گیا۔ حسین شاہ چک مادل باذل اور شجاع تھا اور گواہ بنے بھائی کی طرح اپنے فرقہ یعنی اہل تشیع کا طرفدار تھا۔ لیکن انصاف کو ماتم سے نہ جانے دیتا تھا۔ اپنے دین کی رونق و ترویج میں کوشش کرتا۔ لیکن بہت کم دل آزاری کے ساتھ آخر عمر میں بیٹے کے انتقال اور اکبر کی کشیدہ خاطر کی وجہ سے مذہب کی طرف داری کو بالکل ترک کر دیا۔ اور رعیت پروری اور انصاف پسندی کی طرف مائل ہو گیا۔ اور مسلمان علماء اور مشائخ کی قدر کرنے لگا۔ لیکن افسوس انقلاب زمانہ نے اسے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ دل کھول کر تلافی کر سکتا۔

ایں بادشاہ نے اپنے اوقات عزیز کاٹھیاواڑ میں بنایا تھا اور عوام اسی کے مطابق کاروبار سلطنت ہی بسر انجام دیتا رہا۔

(۱) بروز یک شنبہ مصاحبت مشائخ و فقہاء۔

(۲) بروز دو شنبہ مصاحبت و مشاورت مفتیاں و قاضیاں۔

(۳) بروز سب شنبہ اشغال تفریح و سیر و شکار۔

(۴) بروز چار شنبہ معائنہ افواج و سپاہ و تیر اندازاں۔

(۵) بروز پنج شنبہ مجالست اہل نشاط و درباب رقص و مہو۔

(۶) بروز جمعہ مصاحبت علماء دین و مباحثہ امور دینی۔

(۷) بروز شنبہ مصاحبت برہمنیاں۔ چنڈیاں و وید خواناں۔

ہر ایک فائدہ کے لئے اس نے خزانہ عموماً سے وظائف و شتاہرے مقرر کر رکھے تھے اور ہر مندوں اور دانشمندوں کی پوری قدر افزائی کرتا تھا۔ خدا نے اسے

اسے طبع موزون عطا کی تھی اور شعر و سخن کا شوق ہی بدرجہ کمال رکھتا تھا۔ اس کی شاعرانہ

قابلیتوں کا امتحان ذیل کے اشعار سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

حائل کردہ تیغ و بستہ خنجر ہارے آید۔
ولا بر خیر و کارے کن کہ جاں کارے آید۔

دیگر یہ۔

آن ترک آل پوش سوار مند شاہ۔
لاراں خد کہنید کہ آتش بلند شاہ۔

علی شاہ چک

ایام حکومت سال ۱۵۶۹ء تا ۱۵۷۹ء

۹۷۰ھ تا ۹۸۰ھ

۱۵۶۹ء میں علی شاہ نے تخت نشین ہو کر عدل و احسان کے دروازے کھول دیے۔ عدالت کے بعد مظلوم رعایا کے کشمیر کو یہ دن نصیب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے علی شاہ جیسے نیک دل اور رعایا پرور بادشاہ کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کریں۔ جلوس کے دن اس نے بنام سید سری نگر میں علماء و فضلا۔ امراء و وزراء۔ عوام و خواص سب کو جمع کر کے جلسہ تاج پوشی منعقد کیا جس میں اس نے لمبی چڑھی تقریر کے بعد رعایا پر پاک و احسان مندی اور عدالت گستری سے ہتھار کر نئے کا وعدہ با واز بلند کیا۔ منہیات اور لو و لعب سے نجات انگی و حقیقت جب تک زندہ رہا اپنی تقریر کا سخت پابند رہا۔ جو رو بدعت ظلم و ستم منفا کی بیباکی قتل و غارت جو سابق حکمرانوں کے عہد میں واب تھا ابھی کے لباس میں علانیہ مخرج تھیں اس نے یک ظلم موقوف کر دیں۔ علماء و فضلا کی قدر و منزلت بدرجہا بڑھا دی۔ مشائخ اور فقرا کی تابعداری اور خدمت گذاری اسی بمنزلہ فرض منصبی سمجھتا۔ خصوصاً محبوب العالم شیخ حمزہ اور شیخ ہروی بابا رشتی کی خدمت بابرکت میں اس نے غلامی کی مانند حاضر رہا۔ اور ان کے احکامات کی تعمیل جان و دل سے کرتا۔ شیخ بابا داؤد وفا کی قصیدہ لایہ میں یہ اشعار قلمبند کر کے بادشاہ کی ارادت مندی اور اخلاص کی داد دیتے ہیں۔

والتے دوران علی شاہ دوست و مددگاروں پر اور شاہنشاہ و یوسف شاہ باجاہ و جلال ہر دو ایساں صحبت میں پیر اور یافتہ ہر دو کو خدمت و عاتے خیر خواہی سے سوا اور عاتقہ و عیشاں را مبارک آمد ہے ہم دریں شفاق ایساں کردار نیچاں ارجمال اسی طرح شریفوں کی قدر افزائی و اشمندوں اور ہمنشوں کی عزت و توقیر بہادران اور شیرازیوں کی حوصلہ افزائی ان کی حیثیت سے بڑھ کر کرتا۔ سید مبارک خان بیہقی جب کاؤ کر اجاں پیلے ہی اچکا ہے اس کا وزیر عظیم اور شیر خاص تھا۔ امرائے دولت

رؤسائے ملک کو لائق و مناسب مذاہج اور جاگیرات عطا کیں اور دشمنوں کو بھی چنانچہ
والطاف سے دل شاد کر کے اس نے تمام رعایا کو رشتہ اخلاص و اتحاد میں ایسا
جکڑا کہ حاکم و محکوم میں بظاہر کوئی فرق نظر نہ آتا تھا۔

معزول سلطان نازک شاہ کے بیٹے حاجی حیدر خاں اور سلیم خاں آوارہ گردی
اور پریشانی روزگاری کے مصائب سے تنگ آکر مالک محروسہ کی بازیافت کی
تجوڑیوں میں لگے ہوئے تھے۔ وہ بعض زروائے و افرائے ہندوستان کو اپنی
معاوضت پرستہ کر کے کشمیر پر چڑھ آئے۔ بادشاہ نے اپنے بھتیجے کو ہر چک اور
حبیب چک کے بیٹے محمد چک کو پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ مخالفوں کی مدافعت
پر مامور کیا۔ یہ لوگ بڑے جوش و خروش سے یلغار کرتے ہوئے جا رہے تھے
کہ کوہستان نوشہرہ میں غنیم کے مقابلہ پر آگئے۔ ہندوستانی افواج کی بے تعداد
جمیعت نے انہیں ہر اسیر کر دیا۔ اس لئے قوت بازو سے مقابلہ کی تاب نہ لاکر
انہوں نے قوت و مانع کو کام میں لانا پڑا۔ محمد چک نے حیدر خاں اور سلیم خاں سے
خط و کتابت قائم کر کے رابطہ اتحاد قائم کر لیا اور کوہ چک کو اپنے فساد و فتنہ کے
مشکین باغیوں اور بھارتیوں کے حوالہ کر دیا۔ اور خود اظہار اطاعت
و فرمانبرداری کر کے غنیم کو کشمیر لے آیا۔ جب سنگ پور پہنچے جو ان کی
مواظق ان کے مطلب کا مقام تھا تو محمد چک نے کوہ چک کو آزاد کرنے و دشمن پر حملہ
کر دیا جنہیں سلیم خاں مارا گیا اور حیدر خاں ہٹا کر ہندوستان واپس آ گیا۔

اس کے بعد بہادر سنگ راجہ کشنوار نے سرکشی کی جس کی سرکوبی کے لئے لشکر
جہاز تین ہوا۔ لیکن اس نے گھبرا کر جلدی ہی چھپا کر ڈال دیئے اور اطاعت قبول
کر لی۔ باور اپنی ہمشیر و شہنشاہ دیوی میر زمان کے پوتے اور علی شاہ کے نیرہ بیٹوں
کے حوالہ کر دی۔ اور سالانہ خراج دینے پر راضی ہو گیا۔ لیکن دوسرے سال پہر
رجحوت اور خجوت نے جوش مارا اور برسر فساد ہو گیا۔ اسماعیل گنائی اور حیدر ملک اسکی
کو شمالی کے لئے کشنوار پہنچے لیکن پیچہ وہی ہوا جو پچھلے سال ہوا تھا۔ بہادر سنگ
عین واکساری کر نئے لگا اور گنائی مافات کے عوض اپنے بیٹے نرائن سنگ کے
لہجہ اپنی لڑکی کو جو بعد میں فتح خاندان کے نام سے مشہور ہوئی بھوریر غاٹ کشمیر

بھجوا یا اور عجائبات کشتہ اور سالانہ بطور خیر سراج دینے کا عہد و پیمان
خبر روانہ سے سرافراز ہو ا۔

اسی سال اکبر بادشاہ کے سفیر قاضی صدر الدین اور مولانا عسقلی تھانہ وہ سنہ ۹۷۸
کشمیر کی ورنہ مست لے کر وار کشمیر ہوئے۔ بادشاہ نے بڑی تعظیم و تکریم سے ان
کے ساتھ پیش آیا۔ اور کشمیر میں اکبر کے نام کا سکہ خطبہ دروج کر کے حسب استعداد
بہائی کی لڑکی سے تختہ و تحائف بادشاہ دہلی کی خدمت میں بھجوا دی۔

اس کے بعد نیر و زچک کے بیٹے علی چک نے اپنے طائفہ کے امرا سے
سازش کر کے بغاوت اختیار کی۔ لیکن منہ کی کہانی اور گرفتار ہو گیا۔ بادشاہ سنہ
اس کے مارنے کا حکم دیا لیکن سید مبارک خاں کی سفارش سے جان بخشی حاصل
کر کے جلا وطن ہو گیا۔ تاہم اس شوریدہ سر کے دماغ سے ہوائے خود سری دور
نہ ہوئی کشمیر سے بدرجو حسن علی خاں کے پاس لاہور پہنچا اور اس سے امداد مانگی۔
لیکن اس نے ہی فتور عقل اور فساد و خیل کی بوا سیں پا کر نکلے سا جواب دے دیا یہاں
سے نا امید ہو کر کوہستان فتح کوٹ میں قندہ و فساد برپا کرنے لگا۔ شاہی فوج نے
یہ نثار کر کے اسے پھر گرفتار کر لیا مگر اس مرتبہ بھی سید مبارک خاں کی عنایت
سے رہا کیا گیا۔ اسی طرح غازی چک کا بیٹا رینہ خاں آئندہ منہ نشینی کے گھنڈ
میں جامہ سے باہر ہوا جانا نہا۔ ایک دن علی شاہ کے لڑکے یوسف شاہ سے سخت
کلامی کر سنہ لگا بہا تک کہ ہاتھ پائی کی نوبت پہنچ گئی۔ اس کشکش میں یوسف شاہ کے
میرے دست تار گر گئی۔ اس کے آدمیوں نے غصہ میں آکر رینہ خاں کا کام تمام کر دیا۔

سب سے پہلے کشمیر میں جس غیر ملکی بادشاہ کے نام کا خطبہ دسک پڑا گیا وہ اکبر ہی تھا
فوق۔ علی چک کی سرکشی کی وجہ یہ تھی کہ دو کبہ (جو پہلے حسین چک کا مختار کل تھا) اس
کی جاگیر میں آکر غل اٹانہ ہوتا تھا۔ علی چک نے بادشاہ سے آکر کہا کہ دو کبہ میرے کاروبار
میں غل ڈالتا ہے اگر صرکار توجہ نہ کرے گی تو میں گھوڑوں کے شکم پہاڑ ڈالوں گا۔ علی شاہ
اس معہ کو سمجھ گیا۔ کہ اس کا مقصد میرا شکم پہاڑ نے یعنی مجھ کو ہلاک کرنے سے ہے۔ اس
گستاخی اور بے ادبی پر بادشاہ نے اس کو قید کر کے علاقہ کامراج میں بھیج دیا۔

یہ دیکھ کر یوسف شاہ بھی گھبرا گیا اور باپ کے خوف سے اپنے خیل و خشم کے ساتھ پورے
 کی طرف پہاگ گیا۔ علی شاہ کو بیٹے کی یہ حرکات پسند نہ آئیں اس نے اس کو سزا دینے
 کے لئے اپنے بہائی ابدال خاں کو افواج شاہی دے کر اس کے پیچھے بھجوا دیا۔ اس
 اثنائ میں جب سپہ سالارک خاں کو اطلاع ہوئی تو اس نے بمقام لاہور ویرہ
 ابدال خاں کو چڑھائی کرنے سے روک دیا اور یوسف خاں کو واپس بلوا کر باپ
 سے صلح کرادی۔

اسی سال ۱۵۷۷ء میں فضل خریف کے موقع پر بے وقت اور متواتر برف پانا
 سے محصول ارضی بالکل تلف ہو گیا جس سے قحط عظیم اٹھا۔ اور تین سال تک
 اس بلا نے آسمانی کاوہ زور و شور زما کہ لوگ گوشت انسان کو بھی حلال سمجھنے لگے۔
 قحط زدہ لوگ مردوں کو بھی بے تحاشا کھانے لگے۔

قحط تاحدے کہ خلق از فرط بے قوتی چو شمع
 جسم خود را سوختے بر آتش و بروے بکار

بادشاہ نے قحط زدوں کے لئے خزانہ سمورہ کے دروازے کھول دیے
 دو سال کے اندر تمام خزانے خالی ہو گئے لیکن قحط کی شدت دور نہ ہوئی۔ اب
 علی شاہ سخت گھبرا دیا۔ رات دن رعایا کے غم و الم میں سرگرداں رہنے لگا۔ مگر تقدیر
 ایسی دی گئی کہ چارہ تھا۔ خانقاہوں میں جا کر بڑے مجذوب و کمسار سے دعا میں مانگتا
 اولیائوں کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن کوئی صورت نفع و بہبودی کی نظر نہ آئی
 ایک دن اسے راستہ میں ریتو چاک مجذوب ملا۔ بادشاہ نے بڑی نیاز و شکر
 سے اس سے پوچھا کہ یہ بلا کب تک رہے گی اس نے جواب دیا کہ جب تک تم رجو
 یعنی جب تک تمہاری زندگی ہے۔ اسی سال فصل ریح طیار ہو گیا اور گرانی غلہ کی
 سختی دور ہو گئی انہیں دنوں میں ۱۵۷۹ء عین ایک دن بادشاہ میدان عید گاہ میں
 چوگان بازی کر رہا تھا گیند کے پیچھے لکاتو چوگان سے اسکا پیٹ پھٹ گیا انتہا
 باہر نکل آئیں ابھی گھڑ نہ سنبھلا تھا کہ دم ٹھل گیا۔ اوجھڑیہ حالت تھی اوجھڑا ابدال خاں
 بہائی کی میت چوڑ کر اپنی جمعیت اکٹھی کرنے لگا۔ اور محلہ نور پور کے
 حدود میں صف آرا کی کر کے یوسف شاہ سے لڑنے پر طیار ہو گیا۔ مصیبت وہ

یوسف نے اس حال سے واقف ہو کر باپ کی نشن جاج مسجد

بہر اہی سید مبارک خاں دارالابارت کی طرف بڑھا۔ سید کی صواب وید سے یوسف شاہ نے ابدال خاں کے حوٹھی محمد چک کو چند دیگر امرا کے ساتھ ابدال خاں کے پاس بھجوا دیا جس نے وعظ و نصائح سے داماد کو سمجھانا چاہا لیکن وہ اپنی خام خیالی سے باز نہ آیا آخر سید مبارک خاں نے غضب ناک ہو کر پہلے تو یوسف شاہ کے سر پر تاج رکھا اور اسکی تنظیم و تکریم بجالا کر فوج جمع کرنے کی فکر میں نکلا اور یوسف شاہ بھی اپنی فوج آراستہ کرنے کی تیاریاں کرتے نکلا۔ سید نے بجلی کی طرح حملہ نوٹتے میں پونج کرشمہ پر قیامت برپا کر دی۔ اس کے لشکروں سید جلال خاں اور سید ابوالعالی نے رشتہ جنگ کی اور نصرت چک اور شمس چک کوتادار کے زعموں سے نڈھال کر دیا۔ اس کشمکش کی تاریخ ملا محمد امین نے جو دور سے تماشہ دیکھ رہا تھا فی البدیہہ کہی ہے اولاً شاہ پر یہ صفت نرو۔

یہ حالت دیکھ کر ابدال خاں نے طیش میں آکر سید مبارک خاں پر پرجوش حملہ کر دیا لیکن ابھی دور ہی تھا کہ سید ابوالعالی کے تیرے اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اور سید حسین خاں نے دوڑ کر اسکا سرتن سے جدا کر دیا۔ ابدال کا بیٹا حبیب خاں باپ کے مرے پر میداں چھوڑ گیا سید جلال خاں اجل گرفتہ اس کے پیچھے دوڑا لیکن حبیب خاں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

یوسف شاہ ابھی رزمگاہ میں نہ پہنچا تھا کہ سید مبارک خاں فتح و نصرت کا ٹونکا بجاتا ہوا میدان سے واپس آگیا اور اسے راستہ ہی میں مبارک بادوسی۔ قاضی موسے نے ابدال خاں کی لاش اٹھو کر علی شاہ کی تدفین سے پہلے چکوں کے آبائی مزار میں مدفون کر دی۔ دو دوسرے دن یوسف شاہ نے تترک و قشام سے اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کی۔

علی شاہ کے عہد کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ اور جس کو افسوس ہے کہ سوائے دو ایک مورخوں کے اکثر مورخان کشمیر نظر انداز کر گئے ہیں وہ یہ ہے کہ شاہ عارف درویش جو اپنے آپ کو مشاہطہا سپ صفوسی بادشاہ ایران کی اولاد سے بتاتا تھا اور اب مذہباً شیعہ تھا اور بہاس فقر و تصوف پھر کرتا تھا۔ کچھ دنوں تک حسین علی

ترکمان صوبہ پنجاب کے پاس رہا جب وہاں کچھ دن نہ گلی تو یہ سن کر کہ کشمیر کا بادشاہ
 مذہب اہل تشیع ہے وار کو تیسرے وار علی شاہ نے اس کی حد سے زیادہ عزت کی تہوڑے
 دنوں کے بعد شاہ صاحب نے پر پورے کھائے شروع کیے مریدوں اور
 عقیدہ مندوں کی کثرت ہو گئی تھی اپنے آپ کو مہدی آخر الزمان مقرر کر دیا۔
 بادشاہ ہی معتقد ہو گیا۔ اور مزید اراکین مہدی کے لئے اپنی بیٹی اس کے عقد میں
 کر دی۔ علی ایک نور و زچک اور براہیم ایک وغیرہ امرا کو اسپر ہیاں تک اعتقاد
 ہوا کہ سجدہ پیشی کر کے تھے اور پاؤں کی خاک کو انہوں سے ملتے تھے۔ نوبت یہاں تک
 پہنچ گئی کہ شاہ صاحب کو علی شاہ سے سلطنت چینیے کی فکریں سوچنے لگیں۔ جو
 مستقد امراتے سب کو اپنے ساتھ لالیا۔ جب بادشاہ کو شاہ صاحب کی اس تک حرکی
 اور محسن کشی کی خبر دی۔ تو غضب ناک ہو کر اس کی ایذا رسانی کا حکم دیا۔ شاہ صاحب
 نے تنگ آ کر کہا مجھے تکلیف نہ پہنچائو میں کل خود بخود ہی لاہور پہنچ جاؤں گا۔ خوش
 اعتقادوں نے اس کو سچ مان لیا۔ کیونکہ وہ ان کو کیمیا گری اور سحر جن میں کامل سمجھے
 شاہ صاحب نے الواقعہ غائب ہو گئے۔ لیکن تیسرے دن کے بعد معلوم ہوا کہ
 باغیوں کو دو امیر نمایاں دے کر آپ بارہ ہولاجا پہنچے ہیں بادشاہ نے پکڑ منگوا یا
 حضرت پاہو لان شریف لائے۔ اور حوالات میں دھکیل دیئے گئے۔ لیکن وہاں
 سے نکل بھاگے۔ اور علم سحر جن کے لحاظ سے کوہ سلیمان کی پناہ میں جا چھپے۔ پولیس
 کے دیو وہاں پہنچے۔ اور پھر گرفتار کر لائے۔ اس دفعہ علی شاہ نے اپنی زندگی
 کے مہر کے عوض میں ایک امیر فی لے کر طلاق لے لی۔ اور سائیں صاحب کو تبت
 کی طرف روانہ کر دیا۔ وائے تبت کا نام علی رائے تھا۔ جو شیعہ مذہب سے اس
 خاص رکھتا تھا۔ جب اس نے سنا کہ شاہ صاحب آ رہے ہیں تو خود استقبال
 کو گیا۔ غنیمت و کریم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور اپنی بیٹی شاہ صاحب کے عقد میں
 دیدی۔ تبت میں اتنا تبت گزرنے ہوا ہے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ
 محمد اکبر بادشاہ دہلی نے ازراہ قدر والی اس کی طلبی کے لئے آدمی بھیجے۔ چنانچہ تبت
 سے وہ دارالخلافہ آکرہ میں آیا۔ اور وہاں سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گیا۔

یوسف شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ۱۱ ماہ ۱۴ روز ۱۵۷۹ء لغات ۱۵۸۰ء

مطابق ۹۸۷ھ لغات ۹۸۸ھ ہجری

ابدال خاں کی وفات اور باپ کی تدفین کے بعد ۱۵۷۹ء میں یوسف شاہ نے سرحد جہانپانی پر قدم رکھا۔ دشمنوں کی تباہی سلطنت کے غرور اور تاجپوشی کے گھنڈے اس کے دماغ میں سخت و رعوت پیدا کر دی۔ اور ربط و ضبط مملکت سے فاصلہ اور بے پرواہ ہو کر اس نے عیش و عشرت کا بازار گرم کر دیا جون رات ناؤ نوش اور تہہ و سرود سے سرشار رہتا۔ معشوقان و دنوازا اور محبوباں طنائہ برہم نشاط اور محفل انبساط پری خانہ چین کا نقشہ جانے لگے قوالوں اور زقاصول کی صحبت نے کاروبار و دنیا سے مستغنی کر کے اُسے ایسا والد و شہید بنا لیا کہ دنیا و باپنا سے بے خبر ہو گیا۔ خود ہی موزون طبع رکھتا تھا اور عموماً نے الہیہ اشعار کہتا۔ فارسی کشمیری دونوں زبانوں کا اچھا خاصہ شاعر تھا۔ یہ اشعار اسی کے طبع زاد ہیں۔ دل پروردن جاناں بسان غنچہ پر خون است چہ بے رحمی نہ پر سیدی کہ احوال تل چوشت بیلی خارہ را بر مجنون خود نہ راند زور کند جذبہ مسخر غنائی او سنت یوسف شاہ کی انجمن نشاط کی مرکز عظیم جہ خاتون نام ایک محبوبہ ہوش رہا تھی جو علاوہ حسن و جمال کے خوش الحانی میں ہی اپنا نظیر نہ رکھتی تھی یہ جو روش پرگندہ ہوس کے موضح چند رہاؤں کے ایک محولی زمیندار کی بیٹی تھی۔ پہلے کسی اوباش و قلاتش آکوسی کے نکاح میں تھی لیکن اس کی بے اعتدالیوں نے اسے خاوند سے منحرف کر دیا جس سے اس جوڑہ کو تقدیر کی پیچیدگیوں کی عقدہ کشائی کے لئے ہمیشہ کے لئے مفارقت اختیار کرنی پڑی۔ ایک دن یوسف شاہ نے اسے سہراہ دیکھ کر پایا۔ متاع ہوش و حواس کو ہر اس کے دام محبت میں ایسا اسیر ہوا کہ تاب مفارقت نہ لاسکا دوسرے دن معشوقہ کے والدین کو انطاقت حسودانہ سے سرفراز کر کے اس پریمی پیکر کو مطیع و منقاد کیا۔ جہ خاتون کے معشوقانہ انداز نے

بادشاہ کو ایسا ہی خود بنا دیا کہ رہا سہا ہوش و جاں ہی جا تا رہا۔ مغزاروں اور
گلزاروں کی نیروسیاحت میں مستغرق رہنے لگا۔ کلرگ، سونہ مرگ، اہوہل
اور اچھہل تو ان کے خاص دل لگی کے مقامات تھے۔ علاقہ گورنر میں دریائے
کشن لنگا کے کنارہ پر کوہستان تیل کے پہلو سے ایک چشمہ شکل آبشار نکلتا ہے
جو اسی کے نام سے جبہ خاتون کہلاتا ہے۔ یوسف شاہ اور جبہ خاتون کے عشق و
محبت کے افسانے یوسف و زینب کی مانند آج تک مشہور چلے آتے ہیں۔ یہ
خاتون نورجہاں بیگم عکہ ہندوستان کی طرح زیورہم و طراست سے ہی بخوبی آراستہ
تھی، عفت و عصمت، سلیقہ شکاری، خانہ داری، غرض تمام وہ اوصاف جو ایک
نیک دل بیگم میں ہونے ضروری ہیں اس دور بے بہا میں بدرجہ نایب موجود
تھے جبہ خاتون کے بے مثال حسن و جمال کا شہر و سنگر کو فی سادہ لوح ہی اسکے
وام الفت میں گرفتار ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک مجنون وار دشت غریت کی باویہ پھالی کرتا
رہا۔ لیکن جب بقول چہ نسبت خاک را با عالم پاک کا میابی کی کوئی صورت نظر نہ
آئی اور سینہ در و فراق سے پھٹنے لگا۔ تو اس نے اپنی غمخوار اہلیہ کو راز و رہنا کر کسی
جیل سے جبہ خاتون کی خدمت میں پہنچا دیا۔ کچھ دن کی متواتر آمد و رفت کے بعد موقوف
پاکر غورث نے تمام ماجرا جبہ خاتون کے گوش گزار کر دیا جس نے بکمال حیرت
اور غریب خواری سے اسے حکم دیا کہ کل طالب وصال کو محل میں حاضر کرے
دوسرے دن عاشق جانانہ اپنی بیوی کی رہنمائی سے خلوت خانہ خاص میں پہنچا۔
جبہ خاتون بڑی محبت اور غمخواری سے پیش آئی۔ بلکہ اس نے رات کو اپنے
وصال سے بہرہ ور کرنے کا وعدہ ہی کیا لیکن شرط یہ رکھی کہ شہستان کا مرانی
میں اول تور و شنی چسراغ نہ ہوگی پھر عاشق و معشوق زبان بند رکھیں گے یعنی
بات چیت نہ کرنے پائیں گے۔ اس شرط پر جانفزا نے شیدائی کے مروجہ دل میں
روح پھونک دی۔ دونوں شرطیں منظور کر کے نرگس وار شام وصال کا انتظار
کرنے لگا۔ رات کو جبہ خاتون نے اپنے فدائی کو اندھیرے کرے میں داخل کیے
اسی کی بیوی کو کچھاجھا کر اس کے پاس مجبوا دیا۔ جس سے طالب وصال کی یہی تسلی
ہو گئی اور عصمت کو بہنی داغ نہ لگا۔

یوسف شاہ کی بدکرداریوں اور بے ایمانی میں بددلی پھیلا دی
 سید مبارک خاں بادشاہ کی مصناحت سے دست بردار ہو کر خانہ نشین ہو گیا۔ اور
 اسکی جگہ محمد بٹ وزیر مقرر ہوا مگر اس نے امرائے دولت کے ساتھ بدسلوکیاں
 کر کے سب کو منحرف کر لیا ابدال بٹ جسے خود بھی وزارت کا اشتیاق و انگیزہ ہو
 تھا محمد بٹ اور یوسف شاہ کی بیچ کئی پرآمادہ ہو گیا اور ۶ ماہ عرصہ میں
 مطابق سن ۹۸۵ھ کو آدھی رات کے وقت اس نے علی چک ولد نور وزیر چک
 کو ہر چک شمس چک کو پورا وارہ اور علی چک ولد فتح چک کو ہمراہ لے کر دریا
 بہت کے پل کاٹ ڈالے اور علم بنارت کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ سید
 مبارک خاں کے مکان پر گئے اور اس سے ہی امداد مانگی لیکن اس جہاں بیدار
 نے ان کو نپہر و نصائح سے رام کر لیا اور ایسی بے جا حرکت سے باز رکھا۔ ساتھ
 ہی اس نے بابا خلیل کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجوا یا کہ باغیوں کے ساتھ دلاسا و مدارا
 سے کام لینا چاہئے ورنہ سخت فساد برپا ہوئے گا اندیشہ ہے۔ لیکن بادشاہ جو
 نشہ غرور سے سرشار تھا صلح و صفائی کی بات کب مانسنے والا تھا تو انوں کے
 بہکانے اور زقاصول کے اگسانے سے اس نے سید مبارک شاہ کو کہلا بھیجا کہ
 اگر آج ہی تمام مخالفوں کو مشکیں باندھ کر چارے پاس حاضر کر دو تو بہتر ورنہ تمہاری
 جان کی خبر نہیں۔ یہ سن کر یوسف شاہ دم بخود ہو گیا اور باغیوں کو اس نے نصرت
 کر دیا۔ جب دوسرے دن بھی مجبوس حاضر دربار نہ ہوئے تو یوسف شاہ نے
 سید مبارک خاں کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجوائی جو پل نوکذل مرست کے
 دریا کو عبور کر گئی۔ اور سید ان عید گاہ میں جھنڈے گاڑ کر سید مبارک سے
 مبارز طلب ہوئی۔ اب سید کو معلوم ہوا کہ معاملہ و گروں ہو گیا اگر چیکے پیٹھار ماتو
 آبرو جاتی ہے اس لئے اپنے ہمراہی ساتھ لے کر میدان میں آگیا۔ یہاں ہی
 اس نے دفتر نید و نصائح کھول دیا۔ لیکن اسکی باتوں کی طرف کسی نے توجہ نہ
 کی آخر مجبور ہو کر اس نے بھی صمصام خون آشتام نیام سے نکالی اور جنگ و جدل
 میں مصروف ہو گیا۔ محمد خاں میر قاسم علی ملک۔ ابراہیم گنائی اور شہ خاں ناگر
 جو یوسف شاہ کے بہادران نامدار سے تھے سید مبارک کے ماتھے سے قتل ہو گئے

اور باقی کچھ ترہ بچ کر ہندو نژاد گروا دتہ، سکپاس جاپنے اور کچھ تھیادروال کر سید
کے ملکہ کا محبت میں آگئے۔ اب یوسف شاہ جی خواب میں خوش سے اٹھا اور یوسف
کے گھر گیا اور اپنے بڑا بھائیوں کو ملنے گئے۔ گھر کے حسن و سحر کو جو علی خاں
کا تائیت تھا صلح کا پیغام دے کر سید مبارک خاں کے پاس بھیجوا یا لیکن اس نے
صلح منظور نہ کی اور جواب دیا کہ میں نے کرائی سے پہلے کس قدر منت خرشاہ کی
خوفت اور دعوت نے اس وقت آپ کو روانہ ہی کیجیہ دن کو ہستان و ہرگز
کی تانہ ہوا کہا میں تاکہ ہوا سے خود سری و بلند خیالی خود سوساں اٹھار میں آتش
جنس و عناد ہی فرو ہو جائے گی تو آپ کو واپس بلا کر سند نشین کر دوں گا۔ یوسف
مابوس ہو گیا اور مال و اسباب بطور امانت علی چک کے گھر میں چھوڑ کر ہوا
شہر چھری میں اسے تاج شاہی سید مبارک خاں کے پاس بھیجوا دیا اور خود گروا
کی طرف نکل گیا۔ یوسف شاہ نے صرف ایک سال ایک ماہ ۱۹ روز تک حکومت
کی ہے۔

سید مبارک خاں بھوشی

ایام حکومت ۱۶ ماہ ۲ روز ۱۵ شہر مطابق شہر ۹۹۹ھ

یوسف شاہ کی بطنی پر چند دنوں کے لئے سخت حکومت خالی رہا اور
کوئی شخص امورات جہانباہی کا شغل نہ بنا۔ آخر ۱۶ ماہ جفر ۹۹۹ھ میں علی چک
اور لومہر چک وغیرہ اعیان دولت نے بالاج و وامرام اور ملوٹا و گروا سید مبارک خاں
کو اس امر کا زور بنا کر سند حکومت پر بٹھا دیا۔ ایک سائنٹ ہو نیکل سید
بلوت سے خلوت میں آیا اور تاج شاہی کو سامنے رکھ کر کہنے لگا کہ اسے نفس
شوم بہا و حشمت دنیا را ہیچ اعتباریت بحصول این مرتبہ بوجہ غیب و کناری
کہ در حقیقت اذان توصیت سے

جہان و گاہاں جہاں پہنچ است ہزار باہن این نقطہ کرد و اکم حق
یہ کہ ہر پر سند شاہی پر آیتھا تاج شاہی جو محمد سلطین سے صلح

و کھل چلا آتا تھا توڑ چوڑ کر قضا و سبائین میں تقسیم کر دیا اور جو معمولی لباس میں کاروبار سلطنت سرانجام دینے لگا۔ بعض جو رو بہ بخت جو عہد بچاں سے رواج پا کر بدستور چلے آتے تھے برطرف کر دیئے۔ اور عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے لگا۔ چکوں کی دیادتیاں اسے مرغوب خاطر نہ ہوئیں اور وہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا۔ جس سے اکثر امرائے کشمیر سید سے نفرت ہو گئے اور یوسف شاہ کو تنہی پر آمادہ کر کے ۲ ماہ شبان سترہ مجری کو پھر کو ہستان ہر تل میں لے آئے۔ سید مبارک پہلے ہی حکومت سے بیزار ہو رہا تھا اس نے داؤد میر کو یہ خط لکھ کر یوسف شاہ کے پاس بھجوا دیا۔ مضمون خط یہ ہے۔

شہا نضر و غنا از ما و ملک و عز و جاہ از تو کہ دنیا را وفائے نیست خواہ از ما و خواہ از تو
”دنیا نا پایدار است و ایام دنیا فداں اگر دیر ایک دیگر عامل شود موجب صلاح و فلاح جا نہیں است“

یوسف شاہ نے بھی لڑائی جھگڑے سے صلح و عفا کی کو ترجیح دی اور اپنے بیٹوں یعقوب خاں اور اسد علی خاں کو بہر رفاقت داؤد میر و ملاحسن اسودید مبارک خاں کے پاس بھجو کر جو وہی ان کے پیچھے جانے کو طیار تھا۔ لیکن ابدال بٹ نے اسے منع کیا اور کہا کہ سید مبارک کے مکر و فریب میں نہ آنا چاہئے۔ ہمارا اسطبل ایکٹ درویش میں حامل ہو جائیگا نا جنی اپنے آپ کو کیوں ذلیل و خوار کریں۔ چنانچہ یوسف شاہ نے اپنے مشیروں اور مدبروں کی صواب دید سے داؤد میر کو جواب ذیل دے کر واپس کر دیا۔ مضمون جواب یہ ہے۔

خان را ندانیم ازین گفتگو چہ بات غرض بابت صلح جو
بما از ضرورت صفائی گفت نہ از سہزل از و غامبکنند
بہ بیند اگر سیف بار از خواب شود زہرہ اش آب از قطرات

اس جواب کے استماع نے سید مبارک خاں کے تن مردہ میں روح بھونک دی جلی جوش جو اندر دی اور آتش غیرت بھڑک اٹھی۔ خیال مصالحت کو بہر طاق رکھ کر اس نے کمر بستہ کو مسلح کیا اور عیشیم کے مقابلہ پر اگر کشت و خون کا بازار گرم کرنے لگا۔ گداہنگ ترکمان اور تیر خاں ترکمان جو یوسف شاہ کی فرج کے سہیل تھے سید کے

ہاتھ سے مارنے گئے۔ شکنجی بہڑا ڈورہ چند عہدہ ہوں سمیت گرفتار ہو گیا اور یوسف شاہ
 کچھ آدمی ساتھ لے کر تہل کے عقب میں رو پوش ہو گیا۔ سید کے سپاہیوں نے
 تعقب کرنا چاہا لیکن اس نے انہیں باز رکھا اور بچے ملک کا مکان جو موضع بہرل میں
 واقع تھا جاکر وزیر الصدار کو راجست پیر پٹو علی چک ولد نوروز چک اس لڑائی میں
 شامل نہ ہونا تھا وہ شکار کے بہانے بہرل کے گرد و فواح میں بہرناز ماجب لڑائی کا فیصلہ
 ہو گیا تو اس نے ابدال بٹ سے رابطہ اتحاد پیدا کر کے یوسف شاہ کو تسلی و تسفی کے
 پیغام بھجوائے۔ وہاں سے واپس آکر وزیر پڑوہ سید کی بی بی گئی کے استباب بہر چاہے
 لگا۔ انہیں دونوں میں قضا کار سید مبارک خاں کی طبیعت علیل ہو گئی اور ابدال بٹ
 اس کی عیادت کے لئے گیا۔ دوران نگلو میں اس نے بڑی جھڑپی اور نہی خواہی
 ظاہر کی اور اس کے ذہن نشین کر دیا کہ علی چک میں بوسے مخالفت پیدا ہو گئی ہے
 چنانچہ اس نے اس حکار کی تحریک سے علی چک کو مجبوس کر دیا۔ اس کے معاویہ
 شمس ڈولی اور دولت چک خوف زدہ ہو کر سید حسین کے پاس جا کر شاہ گزین ہو گئے
 اور شمس چک اور علم شیر خاں وغیرہ سید ابو المعالی کے سایہ مہر و ملطت میں جا بیٹھے۔ اسی
 اثناء میں ابدال بٹ نے جو تمام شورش کا بانی سبانی تھا اور آج بھی اندرونی سازشوں
 میں بدستور لگا ہوا تھا لوہر چک اور دیگر مہرواران خرقہ چکاں کو استتعال و یک لڑاوت
 پر آمادہ کر دیا۔ سید کے بیم و ہراس سے انہوں نے یوسف شاہ کو بھی بلا بھیجا اور
 خود شہر کے پل اور راستہ مقطوع کر کے دریا کی دوسری طرف جا بیٹھے۔ سید
 مبارک خاں اگرچہ محنت کمزور تھا بلکہ بستر سے بھی نہ اٹھ سکتا تھا لیکن فوراً ایلار ہو کر سید
 عید گاہ میں آگیا۔ وہاں سے محمد بٹ کے ہاتھ اس نے ابدال بٹ کو پیغام بھجوایا
 کہ کل وہ سیدان زلا گزین اپنے ہمراہی لے کر لڑائی کے لئے تیار رہے۔ لیکن
 ابدال بٹ بڑا حکار اور حیلہ گرد آدمی تھا ایک طرف تو اس نے بابا خلیل کو سید کے
 پاس بھیجا کہ تمہارے آدمیوں نے علی چک کو قید کر لیا ہے اس لئے تمام چک شورش
 ہو کر اپنی مخالفت کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ لڑائی کا قصد نہیں رکھتے۔ اگر
 آپ علی چک کو سہراہ لے کر بابا خلیل کی خانقاہ پر آجائیں تو تمام باتوں کا فیصلہ ہو سکتا
 ہے۔ دوسری طرف اس نے یوسف شاہ کے پاس آدمی بھیجا کہ یہ موقع بھی ہے

بمسارعت تمام سرسئی نگر آجاؤ سادہ لوح سید و بارہ اس کے قریب میں آگیا اور علی چک کو جیل سے نکال کر خاتواہ مذکور پر لے گیا۔ ابدال بٹ نے اپنی طرف سے حیدر چک وغیرہ چند امر کو بھیجا یا جو چکنی پٹھری باتیں کر کے علی چک کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے گئے اور سید کو بظلم و کرم کشتی میں سوار کر کے واپس بھجوا دیا۔ علی چک اور اس کے لڑکے بدستور محبوس رہے۔ ابدال بٹ نے اپنے بیٹے کو یوسف شاہ کے پاس بھجوا دیا کہ اب آپ کا کشمیر آنا فضول ہے اپنی ہی جگہ پر ٹھہر رہیں۔ چنانچہ وہ ٹھن ٹنگ آکر واپس لوٹ گیا۔ اور اس نے شکر خاں کے بیٹے کو ہر خاں چک کو سند حکومت کے لئے منتخب کر کے سید مبارک خاں کو حکومت سے معزول کر دیا۔

لوہر شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ایک ماہ ۱۵۸۱ء لغایت ۱۵۸۲ء

مطابق ۹۸۸ھ لغایت ۹۸۹ھ ہجری

۱۵۸۱ء شعبان ۹۸۸ھ میں یوسف شاہ کا عمو زادہ لوہر چک ابدال بٹ کی ہدایت سے سرپرست سلطنت پر شکن ہو کر لوہر شاہ کے نام سے مشہور ہوا اور سید مبارک خاں جو پہلے ہی ہار کمرانی سے بیتاب ہو رہا تھا بغیر کسی جدوجہد کے گھر چھٹکارا سن و آسائش سے زندگی بسر کرنے لگا۔ عرصہ دراز کی کوششوں اور فتنہ انگیزوں کے بعد ابدال بٹ کو رتبہ وزارت نصیب ہوا۔ عثمان حکومت ماتہ میں لے کر اس نئے وہ عروج پایا کہ لوہر شاہ محض برائے نام بادشاہ رہ گیا۔ تمام کاروبار سلطنت ابدال بٹ اپنی مرضی کے مطابق سرکارا کرتا۔ لوہر شاہ خود ہی ٹیکل اور رعایا پر ور بادشاہ تھا اور مصالحت و جنگ کے لحاظ سے ابدال بٹ ہی عدل انصاف اور جود و سخا سے رعایا پر آیا کو دل خوش کرنے لگا۔ اسی لوہر شاہ کا قلیل عرصہ حکومت دور چکاں میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ بادشاہ کی نیکی نبی اور رعایا پروری کے ساتھ ہی شہنشاہ حقیقی نے بھی مظلوم رعایا کے کشمیر پر فضل و کرم کی نظر کی جس سے اس نے واسطے ہر ایک شخص تاریخ البہال اور مرفع الحال ہو گیا۔ اندانی غلہ اور افراتفری ریاست اس

حد کو پہنچی کہ ایک خستہ دروازہ تھا اعلیٰ ایک فلوسہ کو بکنے لگی ہشت نوروزی
 نوہ ہشت و جو وزن میں پانچ پاؤں کے برابر ہوا کرتی تھی ایک کوڑی کو ملتی تھی
 طرح تک تیل نہ گومت و غیرہ کی ایسی افراط ہو گئی کہ ان کی قدر ہی جاتی رہی۔ تمام
 رعایا خوف و خورم اور شاد کام و کامران عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے لگی۔
 بچن سے لوٹ کر بھی یوسف شاہ اپنے اربوے سے باز نہ آیا۔ جب امرا نے
 کشمیر کی منافقت اور خود غرضیوں نے یہاں کی محافضت سے اسے مایوس کر دیا تو
 وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں آکر ہنپا اور امداد کے لئے خواست گزار ہوا۔ اکبر کمال
 مہربانی اور نوازش سے اس کے ساتھ پیش آیا۔ بلکہ اس نے دو کثیر ہنپا اسے
 بطور انعام عطا کیں۔ لیکن فوجی امداد کے متعلق مصلحتاً لیت و مل اور امر و زور و قزوا
 کرتا رہا۔ آخر گیارہ ماہ کے بعد راجہ مان سنگھ اور میرزا یوسف کو لشکر کشی کے ساتھ
 کشمیر پر مامور کیا۔ جب شاہی لشکر لاہور پہنچا تو یوسف شاہ کا وزیر محمد بٹ جو ایک
 ہزار سوار و پیادہ فوج کے ساتھ پہلوی پور میں انتظار کر رہا تھا آقا سے آمادہ
 یوسف شاہ اپنی حسرت سے دل میں سخت پشیمان ہوا اسے پورا یقین ہو گیا
 کہ اکبر بادشاہ اس امداد دینے میں حکمت علی سے کشمیر پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔
 اس لئے اس نے محمد بٹ کے مشورہ سے راجہ مان سنگھ اور میرزا یوسف سے
 رخصت چاہی کہ وہ شاہی لشکر کی روانگی سے پہلے کشمیر جا کر انتظام ملک و امرائے
 دولت کے اندر وائی حالات سے آگاہی حاصل کرنے تاکہ حکومت کے موقع پر
 آسانی ہو۔ اجازت قبول گئی۔ لیکن اس کی مالی حالت بہت نازک تھی۔ سفر کے
 اخراجات کے لئے سخت لاچار ہوا۔ آخر وزیر باندہیر کی کوشش اور مشورہ سے
 اس نے لاہور کے تاجروں سے کچھ روپیہ قرض سے لیا۔ اور کشمیر کی طرف روانہ
 ہو گیا۔ راستہ میں اس نے اپنی جمیعت کو چار ہزار سپاہیوں تک پہنچا لیا۔ اور
 امراے کشمیر کے نام تو بھیجا کہیں اکبر بادشاہ دہلی سے کسی ہزار سوار و پیادہ کمک لیکر
 آیا ہوں۔ اگر تم لوگ اپنی خوشی سے اطاعت قبول کر لو تو بہتر و بہت تکلیف اٹھاؤ
 اور ملک بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔ گلاس اور نفلوں کے جوڑ و تھم سے تنگ و ناموس ہیں
 ضائع کرو گے۔ لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ بلکہ درانداز کے تمام راستے

مسدود کر کے بیٹھ گئے۔ اور جب اکبر کو بتایا کہ اس کا روالی سے اطلاع ہوئی
 تو وہ بھی سخت براشتفتہ خاطر ہوا۔ یوسف شاہ سب کچھ سن رہا تھا۔ لیکن تقدیر کا نیکہ ٹکائے
 پہلول پور کے راستہ پھیرا نہ پچا۔ لوہر شاہ اور ابدال بٹ نے بھی سامان جنگ
 اور اسلحہ کیا اور یوسف خاں ولد حسین خاں اور حسین خاں ولد رینہ خاں کو تین چار
 ہزار سپاہ کے ساتھ اس کے مقابلہ کو بھیجا۔ بمقام نوشہرہ میٹ بھٹیر ہو گئی۔
 لیکن بغیر مجاہد کے لوہر شاہ کی فوج یوسف شاہ سے مل گئی۔ اس کے بعد حسین
 چاڈورہ اور شمس ڈولی بھی جو بہرام گلہ کی محافظت پر مامور تھے یوسف شاہ سے
 مل گئے۔ راجہ راجو رمی نے جب یہ حال دیکھا تو اس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے
 اور موروغنا یا ت ہو کر ہراول فوج مقرر ہو گیا۔ لوہر شاہ اور ابدال بٹ جو بہرہ پور
 کے راستہ پر پڑے ہوئے تھے یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرا گئے۔ اب انہوں نے
 سید مبارک خاں سے نامہ و پیغام شروع کیا۔ لیکن یوسف شاہ کا ستارہ اقبال
 برج رحل سے نکل کر شمس الزہار عروج پر پہنچ گیا۔ اس نے سید موصوف کو پہلے
 ہی اپنا خیر خواہ اور معاون بنا لیا تھا۔ کچھ فوج بہرام گلہ میں چھوڑ کر یوسف شاہ
 بارہ مولہ کے راستہ سو پور آ گیا اور علاقہ کامراج پر قابض ہو گیا۔ لوہر شاہ نے
 بھی یوسف شاہ کی بہرام گلہ والی فوج کا راستہ روکنے کے لئے ابدال بٹ کو
 تو وہیں چھوڑا اور خود کافی جمیعت لے کر سو پور آ گیا۔ لیکن جب اس نے غنیم کی فوج
 کا غلبہ دیکھا تو ابدال بٹ کو بھی بلایا۔ جو پہلے سری نگر آیا اور وہاں سے بہت سی
 فوج لے کر اور مجوس علی چک کو زنداں سے نکال کر اپنے ہمراہ سو پور لے گیا۔ اور
 وزیر اور شہر بارہ دونوں دریائے جہلم کے جنوبی کناروں پر پائے
 استقامت استوار کر کے جنگ و جدل میں مصروف ہوئے۔ چونکہ درمیان دریا
 حائل تھا صرف تیر و تفنگ کی لڑائی ہو سکتی تھی اور کشمیر نے فی موقوف رہی۔ اسی
 اثناء میں ابدال بٹ نے ایک ہزار جریدہ سوار دیکھ کر حیدر چک کو کہو یا مہ کے

سے ان دنوں راجو رمی کا راجہ مست خاں ولی تھا جو شہرہ میں سخت نشین ہو کر مسدود
 تک حکمران رہا اس راجہ نے بعد ازاں اکبر کے لشکر کے کشمیر کے وقت راہ دیکھا کہ بارہ جہری بہرہ پچا
 وغیرہ کاموں میں پیش قیمت ادا ہوئی اور محافضہ میں مقتول جاگیر حاصل کی ۱۲ فوجی

راستہ غنیمت پر حملہ آور ہوئے کے لئے بھجوا یا اور دوسرے دن اس نے حسب عادت
شریب بازی سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ ابا خلیل کے ہاتھ سے خط لکھ کر اسے
یوسف شاہ کے پاس بھجوا یا کہ امرائے کشمیر خواب کے لشکر میں ہیں عہد و بیان کر کے
یوسف شاہ سے متفق ہو گئے ہیں۔ اور کل اسکی فرج کے ساتھ شمال ہو جائیگے۔ اور ہر
جید رکابہ دو ہزار سوار کے ساتھ شیخون مارنے کے ارادے سے موضع پوسنگڑی
پہنچا ہے اگر سلامتی جان و کار ہے تو اپنی جان عزیز لے کر پونچھہ کی طرف تشریف
لیجائیں ورنہ خیریت نہیں ہے۔

مین آنچہ شرط باطل است با تو میگوئیم۔ تو خواہ از خشم پند گیر خواہ ملا ل
یوسف شاہ نے خط تہدید و تحریف پڑھا تو مفصلہ ذیل جواب منظوم اسکی
طرف روانہ کیا۔

تیرسانی از آب وریا تہنگ
کشاورز را کے سرو بائے من
کشاورز را باد ویرسی چہ کار
شب خون کناں سنے من تاشی
میشو حامی اور خداوند خویش
ہماں ہوشیارم ہماں بخیر و دم
تیرسانی از صید غولاد را
کشن چہ کہ پوشید بھاسے زریہ
خدر کن زریہ و باہ بازی گندہ
بمیدان مرواں فرس تاشی
در انداختی ہم چو رستم بجاہ
ستانی زن ملک آباے من
یہ پور علی شاہ کہ آر و شکست
کہ غولاد خود را پسندیدہ
کہ باز وے جنگم نہ پیودہ

چہ میگوئی اے گرگ ابدال رنگ
تو بودی کشاورز آباے تن
بششیر و ترکش ترانیت کار
پے حسب من لشکر آرستی
خداوند ملک بہ پیوند خویش
تو گر ہوشیاری نہ من چودم
تو کہ برگ شاکن کنی با و را
کسے کو نہ بد بر من ابرگرہ
غضیفہ لید فیروزہ آور دوسر
ز کہ دان خود سر بر افراختی
تو از مکر خود سید بادشاہ
بدان تا ہم بر زنی جائے من
بشراہہ منم دیگران زیر دست
تو از من چہ نرم آئینے دیدہ
در اندازہ من غلط بودہ

من آنکہ عنان باز چیم ز راہ کہ یا سر و ہم یا ستانم کلاہ
ترا آنچہ بایست گفتہ خسام تو دانی و گر بعد ازین و اسلام
با با حسین تو جواب لے کر سری نگر چلا گیا اور ابدال بٹ یا یونس ہو کر بحار بہ و مقابلہ
کے لئے اپنی فوج آراستہ کرنے لگا۔ یوسف شاہ کی طویل جماعت نے اسکا
موصلہ بڑا دیر اور اب وہ جان توڑ مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔

نزاع آپجناں آتے ہر فرورد کہ از تاب او آنچہ ہا شد سوزو
دوسرے دن پچھلے پہر یوسف شاہ نے کوچ کی ٹھیرائی اور موضع ولندہ کے متصل
جہان سے وریا پاپا بٹ تہا پار ہو کر سید ہا سری نگر کو روانہ ہو گیا۔ ابدال بٹ
سہد راہ ہوا لیکن یوسف شاہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تاریخ
ناگماں خیرے دریدہ یک ولندہ؟

یوسف شاہ اور اس کے ہمراہیوں نے اس معرکہ میں خوب ہی داؤد جماعت
دی۔ خصوصاً یوسف چک۔ رینہ چک۔ حسین چک۔ شیمسی چک۔ دولت چک۔ میر حسین
علم شیر ناگرے اور سید یوسف خاں بہیقی کی بے مثال شمشیر زنی نے لوہہ شاہ
کی فوج کے وانت کٹھے کر دیئے۔ اسکا لشکر درہم درہم ہو گیا اور لوہہ شاہ میدان
معرکہ میں چتر شاہی زمین پر پھینک کر ہاگ گیا۔ حبیب چک جو ابھی تک ابدال بٹ
کی فوج میں پائے زنجیر تھا آزاد کیا گیا۔ اور عرصہ دراز کے انقلاب کے بعد یوسف شاہ
فتح کا نقارہ بجاتا ہوا اور اصرار کی جانب روانہ ہو گیا۔ اٹلیان سٹ ہنر مار کیا و
اور تنہیت کے نعرہ لگاتے ہوئے یوسف شاہ کے استقبال کو نکلے اس نے
ہر ایک کی دلجوئی کی اور بڑے اخلاق اور اخلاص سے پیش کیا۔ ملا محمد امین مستغنی نے

ملہ مولانا مستغنی کشمیری الاصل تھے۔ یوسف شاہ چک کے مقربان خاص میں سے
تھے فضل و کمال سے ان کی ذات مہر تھی۔ ذہن رسا اور طبع بلند تھی۔ باوجود اہل
علم و فضل اور صاحب عز و جاہ ہونے کے فکر شعر کا شغل رکھتے تھے۔ شاعری
میں بھی اعلیٰ پایہ تھا۔ اکثر غزلیں اور رباعیاں اور قصائد ان سے یادگار ہیں۔
بیروں آستانہ حضرت سید جلال الدین محلہ آروت میں آپ مدفون ہیں۔ ایک
رباعی آپ کی لکھی جاتی ہے جس میں خندہ نیم طبع عاشق ناساز یا گریہ کرے دوم چوں غماز۔

اس نوکر سے پہلے دیوان حافظ سے فال و کبھی تہی حسین یہ شعر نکلا اور اس موقع پر
صادق آیا ہے یوسف گم گشتہ باز آید بنگہاں غم خور۔
لوہر شاہ نے ایک سال ۱۹ روز کشمیر میں حکمرانی کی۔

یوسف شاہ چک بارثانی

ایام حکومت ۲ سال ۱۹ روز ۱۵۸۱ء تا ۱۵۸۳ء مطابق

۱۹۹۳ء لغایت ۱۹۹۴ء ہجری

یوسف شاہ نے زمانہ اوبار کے رفیق محمد بٹ کو وزیر اعظم اور دارالہمام بنایا
جو گذشتہ وزارت کے بعد اپنی قابلیت خصوصاً دانداری کے لحاظ سے تمام
شاہاں حقوق کا مستحق تھا رقتل و وراثت۔ تہ جیر و نکست علی میں یہ شخص قابل مشیہ ثابت
ہوا۔ منصب وزارت سنبھالتے ہی اسے خیال پیدا ہوا کہ سب سے پہلے ملک سے
اندرونی فتنہ و فساد کو مٹانا اور مضعدوں اور فتنہ پردازوں کی گوشمالی کر کے انہیں راہ
راست پر لانا چاہئے۔ لوہر شاہ پانچ ہزار سواروں سمیت میدان سو پور سے یہاں گئے
سری نگر میں روپوش ہو گیا تھا جس سے آئندہ فساد کا احتمال یقینی اور لاپرواہی ہو گیا۔ وزیر
باندہ چرنے پوسٹ شاہ کمان لوگوں کی تہذیب پر آمادہ کیا مگر نے اطلاع دی کہ
لوہر شاہ قاضی سوئے کے ہاں مقیم ہے۔ بادشاہ نے قاضی کی حسرت اور شہرت
کا لحاظ رکھ کر سختی سے پیش آنا نہ چاہا۔ اپنے خواجہ سر خواجہ بک ناطر کو لوہر شاہ کی
تلاش کے لئے قاضی کے مکان پر بھیجا یا جس نے بڑی تلاش اور جستجو کے بعد اس
کو ایک تنگ دھار بک حجرے سے برآمد کیا۔ محمد خاں میراں سند کے مکان سے
ملا جیسے چک اور پچھ گنائی اہی گرفتار ہو گئے۔ جب سارے مغرور اور سرکش پکڑے
گئے تو بادشاہ کے جھوٹے پیش کئے گئے۔ جس نے ان لوگوں کی تواتر تک جبریل
و صہ خانیوں، بنواؤتوں اور سر کشیوں کے جراثیم کا برسرِ خلاص اظہار کر کے لوہر شاہ
محمد خاں اور حسین چک کی آنکھوں میں پل کھجوا دیئے۔ اور فتح خاں چند پچھ گنائی اور
بقیہ خانیہ منجی ۱۹۸۱ء یا نا کہ کہ سب گزشتہ بیگانہ فتنہ من در دو لم غلوئے مجرم راز و رفق

حسین خاں کو کہہ کے ہاتھ پاؤں معطوع کرا دیے۔

اور بڑا الٹ کا بہائی نوہر علی بیٹ باختر فریدیہ پوٹیکل اسیوہائے گئے۔ اور علی خاں۔ نوروز چک اور یوسف خاں کو اور سنراؤں سے معافی دے کر جن خاندان میں بچھڑیا۔ ان کے بغیر باقی تمام باغیوں کو معاف کر کے بدستور سابق اپنی اپنی جاگیروں اور جائیدادوں پر سرفراز کر دیا۔ منجملہ ان کے شمس چک گوہر وارہ دروستان کی طرف بہاگ کیا لیکن نوہر نور چھی اس کے متعقب دوڑا اور اس نے اسے حدود پوٹیکل میں جا پہنچایا جہاں وہ قلعہ فیروزہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ لیکن اہل قلعہ نے گرفتار کر کے اسے قورچی کے خوالہ کر دیا اور بادشاہ کے سامنے پیش ہونے پر اسکی بھی انگلیں نکلائی گئیں۔ اس کے علاوہ حیدر چک بہاگ گیا اور تبت کے راستہ راہ مان سنگہ کے پاس لاہور جا پہنچا۔

ملک کو اندرونی فتنہ و فساد سے پاک کر کے یوسف شاہ نظم و نسق ملک کی طرف متوجہ ہوا۔ پرانے جو رو بدعت کا قلع و قمع کر کے عدل و انصاف اور رعیت پروری اور محبت گسری سے جہانباہی کرنے لگا۔ خانقاہوں کی پریشانی اور فقر کی خدمت خلوص دل سے کرتا اور عموماً حضرت ہر وی رشی کی خدمت میں پابریہ جاتا تھا۔ سید مبارک خاں سے رابطہ اتحاد اس درجہ تک بڑھایا کہ اس کی ملاقات کے لئے عموماً اس کے مکان پر خود جاتا تھا۔ سید کے لڑکوں سے بھی اس نے عہد و پیمان مستحکم کر لیا بلکہ اپنی لڑکی بھی اس کے بیٹے کے عقد واصلیت سے نامزد کر دی۔ باایں ہمہ جو لہو و لوب از رعیتوں و کامرائی کا چمک لڑکپن سے اس کے دامنگیر تھا باوجود انقلاب زمانہ کے مصداقاً مستحکم رہا۔

لڑکپن میں اس کی ہنسی کا کام کرتے تھے لیکن اس جھڑپ کی حالت میں بھی دنیا داروں سے سخت اجتناب تھا۔ آخر طریقہ رشیاں کے مطابق صائم الدہر و قائم اللیل ہو گئے۔ مہمانوں کی خدمت آپ بہت کرتے تھے۔ ہزار بار کرامات آپ سے مشہور ہیں۔ آخر عمر میں حضرت مخدوم صاحب شیخ محروسے ہی محض ردحالی حاصل کیا۔ اور ان کے ایسا سے گوشت ہی کہا یا جس سے وہ ہمیشہ پرہیز کرتے تھے اور طریقہ سہروردی میں داخل ہوئے۔ بھر مہتا و محبت سال رجاست

کے نہ چھوڑا جب معاملات ملکی سے فراغت ہو گئی تو جو جس جوانی نے پھر چھوڑا
پیش نظر کیا۔ پھر ساز و سرود کھڑے لگا۔ شراب ناک کر دوڑنے لگے۔
مظربان خوش گاہے انجن آراستہ کی علم موسیقی کا مذاق بڑھنے لگا۔ ہر
وقت یہ شعور و زبان رہتا ہے

بیش کوئی کہ تا چشم میسر نی برسم
خزاں ہے رسد و نہ ہمارے گذر و
کچھ عرصہ کے بعد بعض مفصلوں نے قندہ و فساد کی آگ پھر پھیلانی چاہی
لیکن یوسف شاہ کو وقت پر خبر ہو گئی۔ اس نے شمس چک۔ علم شیر خاں مار گئے
سید یوسف اور محمد ملک کو تباہ و برباد کر کے قید میں ڈال دیا۔ ابدال چک کا بیٹا جب
خوف زدہ ہو کر لاہور ہاگ گیا اور حیدر چک سے جاملہ اس موقع پر سچی چک کا
بیٹا شمس چک کا مریض پہنچ کر موجب قندہ و فساد ہوا لیکن گرفتار ہو کر چل خانہ پہنچا۔
اور علی چک کا بیٹا یوسف چک زندان جس سے فرار ہو کر حیدر چک کے
پاس لاہور چلا گیا۔ ان لوگوں نے وہاں مقبوضہ کر کے تبت کی راہ لی اور وہاں
کے راجہ سے پانچ ہزار سپاہ لیک لے کر براہ لاہور کشمیر پہنچا اور چوٹ گئے
یوسف شاہ نے ہی فوج بھجوائی۔ شتاہی افواج کے مقابلہ میں تاب مقاومت
نہ لاکر تبتی سپاہ منتشر ہو گئی۔ حیدر چک کشتوار کی ہاگ گیا اور حبیب چک
نے سو پورا اور یوسف چک نے پرگنہ برنگ میں کچھ دنوں کے لئے اپنے آپ
کو پوشیدہ رکھا لیکن آخر اندر دو دنوں قندہ پرواز گرفتار ہو گئے اور یوسف شاہ
نے ان کی آنکھیں نکلا دیں۔ اسی ایام میں مدار الہام محمد بٹ بھی کسی حریف سے
امریر بادشاہ سے محوشت ہو گیا اور حسین چک کے بیٹے یوسف چک سے اتفاق
کر کے بادشاہ کے قتل کے شور مچانے لگا۔ وہ ہی ان کے
ارادے سے بچھڑ رہا اور مفصلوں کے تدارک کے واسطے ہوا جس سے
دونوں منصوبہ باز ہاگ گھڑے ہوئے اور کوہستان اوڑی میں جا کر سپاہ گریں
ہو گئے۔ سید مبارک کے بیٹے ان کے تعقب میں گئے مقرر درین ہی مقابلہ
پر ڈٹ گئے۔ محمد بٹ گرفتار اور اسکا بہائی حسین بٹ مجروح ہو گیا۔ ان کے

بقیہ حانیہ صفحہ ۱۴۹ - فرمائی اور اسلام آباد میں دفن ہوئے۔ راجہ نوقا

ہمراہی کچھ تو مارے گئے اور کچھ جانیں سلامت لے کر حیدر چک کے پاس کشتواڑ چلے گئے انہیں دنوں میں بادشاہ کا لڑکا یعقوب شاہ بھی باپ سے باغی ہو کر ہمراہی رہنے خاں ابدال خاں وغیرہ امر حیدر چک سے جا ملا۔ اسان اسود اور ول کو تو سمجھا بھگا کر واپس لے آیا۔ لیکن رینہ چک وہیں رہا۔ اسی اثنا میں شمس چک بھی جیل خانہ سے بھاگ کر حیدر چک کے پاس چلا گیا۔ جب کافی جمعیت اکٹھی ہو گئی تو حیدر چک نے کوہ بانہال پر آتش فتنہ افر و خروہ کر دی۔ یوسف شاہ شمس نفیس پلٹا کر کے ان کی تاویپ کو پہنچا۔ وہ لوگ بھی مقابلہ پر استدادہ ہو گئے۔ علی بیٹ اور بیگے رینہ شاہی افسران فوج کے مارے جانے سے یوسف شاہ کے بٹ کریں بل چل گئی اور میدان چھوڑ کر پہاڑوں میں جا بیٹھا۔ تاہم سید مبارک کے لڑکوں نے بہت نہ ماری اور انہوں نے صرف دس بیس ہمراہیوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر غنیم کی فوج کو درہم برہم کر دیا۔ حیدر چک پا پیادہ ضرور ہو گیا اور اس کی تمام جمعیت منتشر ہو گئی۔ شمس چک اور اس کے یوسف شاہ کے پاؤں پر گر پڑے اور سید مبارک کی سفارش سے شمول عنایات ہوئے۔ اس کے بعد حیدر چک یوسف لٹا اور علی چک لاجمان سنگہ کے پاس لاہور گئے اور اس سے معاونت کے خواستگار ہوئے۔ چونکہ راجہ موصوف کے یوسف شاہ کی کارروائیوں سے پہلے ہی برگشتہ تھا اس کے مخالفوں کے ساتھ طوٹا سلوٹی سے پیش آیا۔ اور بڑی عزت و توقیر سے انہیں اپنے پاس ٹھہرایا۔ جب یوسف شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے خواجہ حاجی بابائے کے پوتے خواجہ قاسم کو مجہ تختہ و تجائف مان سنگہ کے پاس بھیج دیا۔ جس نے محمد غنی کابلی کے نوریہ حیدر چک کی برائیاں راجہ موصوف کے کانوں میں پہنچائیں لیکن اس نے خواجہ قاسم کو غرض مند تصور کر کے اعتبار نہ کیا۔ بلکہ ان کی قرار و منزلت پہلے سے ہی زیادہ کر سننے لگا۔ اور نوشت سہرہ و چیمبر کا تمام علاقہ بھی حیدر چک کے تختہ پھل کر دیا۔ خواجہ قاسم نے نیل و مرعہ مراجعت پذیر ہوا۔ مگر اس نے از روئے خوشامد و چالوسی یوسف شاہ کو مان سنگہ کی طرف سے یہ اطلاع پہنچائی کہ وہ اس قدر مستعد ہے کہ اس کے صلیبی بیٹے یوسف شاہ سے اس سے میسر اس کے مقابلہ

تہ سے ممتاز کیا۔ بلکہ امورات ملکی کا انتظام بھی اسی کے سپرد کر دیا۔ محمد بن
 کی گرفتاری کے بعد میرزا یعقوب خان مہام وزارت سرانجام دیتا تھا۔
 جب خواجہ قاسم مستظم وزارت ہوا تو وہ میرزا یعقوب خان کی بیج کنی کے
 ور اپنے ہو گیا۔ باہم سخت کلامی ہی ہوئی جس سے رنجش اور ہی بڑھ گئی۔
 اور خواجہ صاحب نے کثرت واقعات یاد دلا کر بادشاہ کے کان بھر دے
 شروع کئے۔ اسی اثناء میں اکبر بادشاہ کا سفیر تھوڑے ہی واسطہ سے
 کشمیر پہنچا جس میں یوسف شاہ کے نام لکھا تھا کہ جب سے تم نے کشمیر کو
 کی ملک کے حال و احوال سے باہل اطلاع نہیں دی۔ اب چاہئے کہ پورے
 حکم فوراً ہماری خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ مضمون سے آگاہ ہو کر یوسف شاہ کو
 یقین ہو گیا کہ شاہ عالم نپاہ کا سفیر کشمیر کا ارادہ ہے۔ سارا کین دولت اور اعیان
 سلطنت کے مشورہ سے جس میں خواجہ قاسم کی غرض مندانی پالیسی بھی شامل تھی۔
 اس نے اپنے بیٹے میرزا یعقوب خان نذر المہام کو مدد و تحائف تھوڑے ہی
 کے ہمراہ اکبر کی خدمت میں بھیجا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرزا یعقوب خان اکبر کے
 ہمراہ کشمیر پہنچ کر یہاں مقیم رہا۔ اسی اثناء میں شاہزادہ محمد حکیم شیراز احاکم
 کابل کی وفات کی خبر پہنچی اور بادشاہ نے اس کو عنان عزت معظوظ
 کی۔ اور میرزا یعقوب کو حکم دیا کہ وہ یوسف شاہ کو لکھے کہ۔ "ہم نے کسی
 مندرجہ ملاقات کے لئے حاضر ہو چنا۔ چہر ایک کیمپ میں وہ یوسف شاہ
 کی نسبت میرزا یعقوب سے دریافت کرتا۔ یعقوب خان بھی ہر ایک مقام
 سے باپ کو لکھ بھیجتا تھا۔ لیکن امرائے کشمیر اپنے بادشاہ کو غلوں کے شر
 میں جانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب اکبر بادشاہ پہنچا۔ تو
 اس نے حکیم علی اور صالح قاضی کو حکم دیا کہ ہمارے نامور پہنچے تاکہ یوسف شاہ
 کو حاضر دربار کریں۔ مگر وہ فاضری میں کوئی عذر کر کے تو مور و عتاب کیا جائے
 اس فرمان کے مدور سے یعقوب خان سخت مشرود ہوا۔ چنانچہ بلا اجازت ہمدرد
 شاہ اکبر کا سوتیلہ بھائی تھا کشمیری فوجیوں کی اور لاہور تک مار دیا۔ لیکن آخر کار

سے نکل کر تین دن رات میں وہ کشمیر پہنچ گیا۔ میزرا خواجہ قاسم بلائے رفتہ کے
 اچانک باز آجانے سے سخت تکلایا اور اس نے یوسف شاہ کو بھی بیٹھے سے خوف
 کروایا۔ یوسف شاہ نے بیٹے کی بے جا حسرت سے ناراض ہو کر اسے قید کرنے
 کا حکم دے دیا۔ لیکن امرائے دولت کی سفارش سے اس کی جان بخشی ہو گئی۔
 اس کے بعد جب حکیم علی خان پور پنیچا تو یوسف شاہ اس کے استقبال کو نکلا اور
 بڑی تعلیم و کرم سے ہمراہ لاکر سید علی کی حویلی میں اسے رہائش کے لئے جگہ دی
 یوسف شاہ خود بھی اکبر کے حضور میں پہنچنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن مہربان ملک
 اس بات کے برخلاف تھے۔ حکیم علی نے اکبر کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا
 جس نے اسے تو واپس بلالیا۔ لیکن راجہ بھگوان داس کچھواہہ شاہ رخ میزرا
 شاہ قلی خاں وغیرہ بامیس سرداروں کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ کشمیر
 پر مامور کیا۔ اور خود وریائے انک پر خمیہ زن ہو کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے
 لگا۔ جب شاہی لشکر وریائے کشن گنگا عبور کر کے حدود کشمیر میں داخل ہو گیا۔
 تو یوسف شاہ نے بھی حکیم علی کو رخصت کر کے محاربہ و پیکار کی طیارہ شروع
 کی۔ محمد بیٹ اور علم شیر خاں جو ایام بغاوت سے محبوس تھے رہا ہو کر
 انعام و اکرام سے سرفراز کئے گئے۔ محمد بیٹ کو محافظت ملک اور رسد رسانی
 کے لئے سری نگر چھوڑا اور بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ سپاہ کے
 ساتھ غنیم کے مقابلہ کو نکلا۔ کوروست پہنچ کر سید ابوالحالی اور حسین چک کہار
 کے راستہ پر اور شمس چک یعقوب خاں اور ہر فورچی بابا طالب اصفہانی۔
 حسن بیٹ اور حسن ملک چاؤ وزہ موہیل و ششم اور دیگر زمینداران کہک و بہہ
 جولیاس میں مامور ہوئے۔ سخت خونریز لڑائی شروع ہوئی کشمیری سپاہی
 بڑی شجاعت اور جوانمردی سے لڑے اور سینکڑوں مغلوں کے سر کاٹ کر
 یوسف شاہ کے پاس لے گئے۔ چند روز تک یہی حالت رہی۔ آخر قدرت
 الہی سے عالمگیر ابرجھا گیا اور ایک ہفتہ تک اس شدت سے بارش اور برفباری
 رہی کہ تمام ملک میں طغیانی اور طوفان برپا ہو گیا۔ پل اور راستے بگڑ گئے۔ مغلوں
 کی فوج کا سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو گیا۔ رسد رسانی سدود ہو گئی۔ گرائی

غل اس حد کو پہنچ گئی کہ ایک اشترقی کو سیر بھراناج نہ لیتا تھا۔ ان کے سپاہی
گھوڑوں اور ہاتھیوں کو فوج کر کے کہاٹے گئے۔ جن میدان میں مغلیہ فوج
پڑی تھی وہاں لڑائی ہوئی۔ سپاہی شہادت ہوئے اور سپاہی اب
سے ہلاک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر کشمیریوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور منہل بہت ہار کر
پریشان و خستہ حال ہو گئے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن سپہ سالار فوج
راجہ بھگوان داس ہی سخت گھبرا گیا مگر ہوش و حواس بجا کر کے اس نے
یوسف شاہ کے نام ایک خط شاہ پوریاں کے ہاتھ بھجوا دیا کہ اگرچہ موجودہ
صورت میں ہماری حالت خراب ہے لیکن یاد رہے کہ سال آئندہ
تہیں وہ نصیب اٹھانی پڑے گی جس کی کوئی انتہاء ہوگی مناسب ہے کہ
دور اندیشی سے کام لے کر انجام کو سوچا اور اطاعت حلقہ انبیاد میں رکھ کر
یوسف شاہ آکر وہ دہلی میں رہ کر اکبر کا ماہ و جلال دیکھ چکا تھا خود ہی چاہتا تھا
کہ صلح ہو جائے اس لئے اس نے میرزا قاسم شاہ کو شاہ پوریاں کے ہمراہ
لھکوان داس کے پاس بطور ایچی بھجوا دیا۔ جس کی وساطت سے عہد نامہ ہو گیا
یوسف شاہ فوج ہراول کے معاہدہ کے ہمارے سے چار ہزار سوار کے ساتھ
راجہ بھگوان داس کے پاس لشکر میں چلا گیا۔ کشمیریوں نے اس کی تاریخ برباد
تھی اس طرح لکھی ہے۔ تاریخ۔ نیوگرتارگو۔

یوسف شاہ کا بلا سوچ و سمجھا ایسے امر خطیر کا مرتکب ہونا کشمیر کے
لیئے ایک ہولناک واقعہ تھا۔ جس نے امرائے کشمیر کو دیوانہ بنا دیا۔ آخر
یہ نے اتفاق کر کے میرزا یعقوب خاں کو سند حکومت پر بٹھا دیا۔ اور
حکومت باندھ کر بابا طالب اصغرفانی اور محمد سلیم کاٹھری میں ان جنگ میں
غل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اس جوش و خروش سے حملہ کیا کہ دو ہزار تک
زیادہ تین ہزار رملوں کو کھیت ڈال دیا۔ شاہراہ میرزا اسٹالو لوی بخار
لے میرزا شہنشاہ پوری شاہزادہ تھا۔ پریشانیوں اور مصائب اٹھانے کے
بہتہ چھری میں دربار اکبری میں پہنچا۔ اکبر نے بڑی خاطر کی لاکھڑ و بہتہ نقد
تھی گھوڑے لڑائی غلام وغیرہ مرحمت کئے۔ میرزا نے مسئلہ حشری میں

کی تدبیر سے دریا نے جہلم پر پل بنا کر سرحد کہا درہ میں بہاگ یہاں تک نہیں آتا کہ
 کہلک کی ایک جماعت سپر آچڑھی۔ اور اس کو تمام ہمارے چوں سمیت خاک ادا
 میں ملا کر میت و تابو کر گئی۔ اس کا مال و اسباب غارت کر کے لے گئے۔
 اور پل مذکور کو توڑ کر مٹا دیا۔ آخر تنگ آکر راجہ بھگوان داس نے
 یوسف شاہ کی مصلحت سے میرزا علی اکبر کو بطور سفیر یعقوب خان کے پاس
 بھیجا۔ اور اس کو تسلی و تشفی دے کر عہد و پیمان کر لیا اور مبارک خاں لکھنؤ
 کی لڑکی یعقوب خان سے نامزد کر دی جن کے بعد یعقوب خان نے محاربہ
 سے ہاتھ اٹھا لیا اور سبزی نگر کو مراجعت پذیر ہو گیا۔ راجہ بھگوان داس
 یوسف شاہ کو ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس آگیا۔ اس نے یوسف شاہ
 کے بارے میں اکبر کے پاس بہت سفارش کی لیکن اس نے ایک نہ مانی۔
 اور اسے قید کر دیا۔ جن سے بھگوان داس کو سخت عیش آگیا اور اس نے
 اپنے پیٹ میں خنجر بھونک لی۔ کچھ دم باقی تھے موت سے بچ گیا۔ یوسف شاہ
 پانچ بج کر کے رام داس کچھ اہمہ کے پاس لاہور بھیجا گیا۔ دو سال تک
 ٹوڈرل کی حسد میں رہا۔ اس کے بعد جب راجہ مان سنگھ کابل سے
 واپس آیا تو اس کی سفارش سے منصب پانصدی پسر افراز ہو کر راجہ
 مذکور کے ہمراہ عسکر بنگالہ میں داخل ہو گیا۔ اس حادثہ نے یوسف شاہ
 کو شکستہ دل کر دیا تھا چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد غل و مایع کے عارضہ میں مبتلا
 ہو کر دنیا سے گزر گیا۔ اس مرتبہ اس کی حکومت نہ مری سال رہی۔

یعقوب شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ۱۹ ماہ ۱۹ روز ۱۵۸۵ء لغات ۱۵۸۶ء

مطابق ۹۹۳ھ لغات ۹۹۴ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴ میں تفصیل کی ان کے حالات سے متعلق ہوتا ہے کہ وہ حاکم اور ان
 کشمیر میں شامل نہیں تھے شاہ کوئی اور تیموری شاہزادہ ہوگا (موت)

میدان جنگ سے واپس آکر شاہ علی یقوب خاں نے جین تاجپوشی منعقد کیا۔ اور علی ڈار کو نائب السلطنت اور وزیر اعظم مقرر کیا۔ جیسا کہ یقوب خاں خود رانی اور تنصیب میں یگانہ دہر تھا ایسا ہی امور رات سیاسی سے بے بہرہ وزیر بھی اس نے منتخب کیا۔ علی ڈار آدمی تو خوش مزاج تھا لیکن نے نوشی اور شراب خوری کا دل واؤہ استقلال اور استقلال مزاجی سے بالکل محروم تھا۔ اور ملکی کے مقدمات میں صدق و کذب۔ نیک و بد اور صلاح و فساد میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ نشہ شراب سے مخمور اور غارت خان سے مجبور تھا۔ ابھی ایک حکم جاری کرتا گھڑی بعد اسی معاملہ کے متفق دوسرا حکم دے دیتا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی کو اس نے ایک گاؤں بطور جاگیر بخشا۔ اسی دن وہی گاؤں کسی دوسرے کو عطا کر دیا۔ دونوں جاگیرداروں میں جھگڑا اٹھا اور وہ لڑتے لڑتے وزیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دونوں کو جواب دے دیا کہ ہم نے کب کسی کو جاگیر دی ہے۔ گاؤں خالصہ سرکار میں شامل ہے کسی کی جاگیر نہیں۔ اسی طرح آپ کے دوسرے احکام بھی بدلتے دیر نہ لگتی تھی جس سے امور رات ملکی میں فتور آنے کا حکومت کا منشا جھگڑوں جھیلوں کا تصبیہ کرنا ہے۔ لیکن یقوب شاہ کی حکومت اور علی ڈار کی وزارت نت نئے فساد ہرپا کر نے لگی جس سے لوگ بھی تنگ آ گئے۔

اسی اثنا میں یقوب شاہ سید حسین خاں اور بیس ڈوہلی کو قائم مقام جہڑ کر خود اپنے صاحبزادے کی تختہ الٹی کی تقریب پر ملالہ واپس رفت کرنا چڑا۔ معاہدہ کے موقع پر جب اچھہ بل پہنچا تو علی ڈار نے شمس چاک۔ علم شیر ناگر۔ اور میر حسین چاڈوڑہ وغیرہ امرا سے نامدار کو اپنے ساتھ شامل کر کے باوٹا پر حملہ کر دیا۔ لیکن تاب مقاومت نہ لاسکا اور ہنرم ہو کر سید حسین اور شمس سے لڑنے کو سری نگر کو لوٹ آیا۔ لیکن یقوب شاہ ہمراہی محمد بٹ پورس کر کے مخالفوں سے پہلے سری نگر پہنچ گیا۔ تاجم وزیر بھی داخل شہر ہو گیا۔ اور دریائے جہلم کے پل توڑ کر مقام زالا گرفتار لکھنؤ۔ یقوب شاہ نے عید گاہ میں صفوں محاربہ ہرستہ کیں۔ اسی اثنا میں علی ڈار وزیر شہسناجیت و

موانعت کے اعتماد پر یعقوب شاہ کے پاس تلافی یافت کے لئے حاضر ہوا۔ لیکن اس نے اس کی درخواست نامنظور کی۔ اس لئے علی ڈار اور شمس چک دونوں اپنے ہمراہی لے کر سو پور چلے گئے۔ یعقوب شاہ بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا اور قصبہ سو پور پہنچ کر اس نے جنگ و جدل کا بازار گرم کر دیا۔ یہاں بھی علی ڈار کو پیٹھ دکھائی پڑی۔ دریا عبور کرتے ہوئے کثرت ازدحام سے بلی ٹوٹ گیا اور اس کے بہت سے ہمراہی دریا برو ہو گئے۔ شمس چک بہرہ روائہ مصری نگر ہوا۔ یعقوب خاں بھی یلغار کر کے اس سے پہلے ہی داخل شہر ہو گیا۔ اب علم شہید راگرے اپنی فوج لے کر کچھواہہ کی طرف نکل گیا۔ میر حسین چاؤ درہ موضع سمند ٹال جا بیٹھا۔ اور علی ڈار بہتہل کے کسی زمیندار کے ماں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ شمس چک خانقاہ میٹرس الدین عراقی میں جا چھپا۔ لیکن گرختار ہو کر قید ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد محمد بیٹ نے خلعت وزارت زریب تن کیا۔ اور یعقوب شاہ سے فارغ ہو کر اپنے مذہب کی اشاعت کی طرف مائل ہوا۔ ہر ایک سنت و جماعت پر سخت جوڑ و ستم کرنے لگا۔ قاضی موسیٰ جو قاضی میر علی مرحوم کے اخفاء سے علوم غریبہ اور فنون عجیبہ میں آراستہ و پیراستہ قاضی القضاات ملک مختار جامع مسجد کی مرمت کرانے میں عرصہ ایک سال سے مصروف تھا یعقوب شاہ کو اہل سنت کی مسجد کی تجدید ناگوار خاطر ہوئی اور فوراً پر وہ قاضی صاحب کی سرزنش کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ ایک دن اس نے قاضی کو حکم دیا کہ وہ اس امر کا فتوے لکھ دے کہ مؤذن لوگ اذان کے ساتھ کلمہ علی ولی اللہ شامل کر کے پڑھ کریں۔ قاضی نے اس بات کو خلاف شرع سمجھ کر انکار کر دیا۔ اس لئے یعقوب شاہ نے اسے شمس چک کے ساتھ رابطہ اتھا ور کھنے کا الزام لگا کر برسرا جلاس شہید کر دیا۔ اور اسکی لاش ہاتھی کی دم سے باندھ کر تمام شہر میں پھرائی۔ کہتے ہیں کہ جب اس کی لاش اپنے گھر پہنچی تو اس کی ماں نے اسپر اپنا دوپٹہ تیار کر کے خدا کا شکر ادا کیا کہ الحمد للہ میرا بیٹا خدا کے راستے میں شہید ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بیگناہ قاضی کی شہادت کے دن غروب آفتاب سے پہلے آسمان پر سیاہ

جائگہ کے بعد اہلبیان کشمیر بادشاہ کی بدکرداریوں سے سخت ہزار ہو گئے۔ بعض
وعدنا اور قتلہ و قساوی کی ہوا بخاروں طرت چھین گئی۔ اتفاقاً انہیں دونوں میں
بادشاہ نے کوثر اندیشی اور کم عقلی سے ملا جس نے اس کی رائے کے مطابق
محکمہ کو منصب وزارت سے معزول کر کے قید کر دیا۔ اور اس کی جگہ نازک بٹ
کو جو علیہ تعقل و تدبیر تھے بالکل معرا تھا اندازاً انہما م بنایا۔ نیا وزیر بادشاہ سے
بھی بڑھ کر نکلا اور وزیر سے چھین شہر یار سے چنان کا مقولہ صادق آگیا
دونوں دل کھول کر جو رستم میں مشغول ہو گئے۔ رعایا پریشان حال ہو گئی۔
ہندو مسلمان دونوں قومیں مور و عتاب ہوئیں۔ ہزاروں بے گناہ ہلاک
کئے گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں رعایا جرایا جان سے تنگ
آ گئی۔ جب اس کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو بعض اکابران ملک مثل جناب
بابا داؤد خاکی اور حضرت شیخ یعقوب صوفی وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار میں
ہیچے اور انہوں نے اسے شیخ کشمیر کی ترغیب و تحریص دے کر اس سے
حسب قول عہد و پیمان کیا۔ اور خود بھی امداد دینے کا وعدہ کیا۔

خلاصہ نثر الطعہ و پیمان

(۱) حاکم وقت امورات مذہبی۔ یح و شراد اجناس اور منہ غلات کے
معاملات میں دخل انداز نہ ہو۔

(۲) حکامان و اہلکار سرکار اہلبیان کشمیر سے غلام اور کثیر نہ رکھیں۔
۱۵۴۷ء ہاں سنگان ملک ہر قسم کے جو رو بخت اور ظلم و تعدی سے مامون
رہیں۔

(۳) چونکہ امرائے کشمیر زمانہ بے استقلالی کے باعث مصدر قتلہ و قساوی ہو رہے
ہیں۔ فی الحال انہیں امورات ملکی و مالی میں دخل نہ دیا جائے۔
۱۵۴۷ء ہاں عیس اکابران کشمیر کی درخواست پر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴۔ ابرجیا گیا اور انہی و طوفان چلنے لگا۔ بعد اس زور سے کڑکنے لگا کہ تمام
ملک جلا اٹھا۔ عورتوں کے محل استفادہ ہو گئے۔ اور کئی خور و مال بچے دست سے ہلاک ہوئے۔

ہندوستان نے میرزا قاسم میرزہ کو چاہا۔ اس نے اپنا بیٹا فوج
 دے کر روانہ کشمیر کیا۔ شیخ یعقوب صرغی اور حیدر چک بدرقہ اور رہنما مقرر ہوئے
 اور میرزا قاسم میرزہ کو چاہا کرتا ہوا دونوں میں جدوجہد جاری رکھی گئی۔ وزیر
 نازک بٹ کو قائم مقام چھوڑ کر یعقوب شاہ ہی تیس ہزار سواروں سے نہر اتر پیدل کے
 ساتھ ہیرہ پور کے راستے مقابلہ کو نکلا۔ چونکہ رعایا نے کشمیر پہلے دن سے یعقوب شاہ
 کی سلطنت سے بیزار ہو رہی تھی اکثر امرا اور اراکین دولت روگردان ہو کر
 اکبری افواج سے جاملے منجملہ ان کے سید یوسف خاں بھیقی نے بکر و فریب
 وزیر نازک بٹ سے بہت سنا سنا مانجرب ہی لے لیا۔ اور کچھ اہمہ میں علم شیر
 ماگر سے اور ظفر خاں ولد شمس چک سے عہد و پیمان کر کے سری نگر داخل ہو گیا
 اور محمد بٹ اور شمس چک کو جس خانہ سے آزاد کر کے اہل تشیعہ پر لوٹ مار اور
 غارت تاراج مچائے گئے۔ محلہ اور خانقاہ جڈی ہل کو جلا کر خاک میں ملا دیا۔ اور
 شمس عراقی کی قبر کے موقع پر مزیلہ شہر تعمیر کر دیا۔ اسی طرح تمام اہل تشیعہ
 کے خان مان غارت کر کے خاک میں ملا دیئے۔ تین روز تک یہی حالت رہی۔
 اس کے بعد سید یوسف خاں دل کا بنجار کمال کر پونچھ کی طرف جا کر میرزا قاسم
 کی فوج سے جاملے۔ یعقوب شاہ نے ہیرہ پور سے یوسف چک ولد حیدر چک
 راہبہ چک ولد ابدال چک اور سید ابراہیم خاں ولد سید مبارک خاں وغیرہ کو کوئٹہ بل
 کے راستہ کی حفاظت پر مامور کیا۔ لیکن ان کے تمام ہمراہی بھاگ کر اکبری فوج
 سے جاملے اور یوسف چک وغیرہ مایوس ہو کر یعقوب شاہ کے پاس آ گئے۔
 اسی طرح ابراہیم نیا نیک اور شنکی نیا نیک ہی جو بید د کے راستے کی نگرانی پر
 متعین تھے غنیم سے مل گئے۔ البتہ قاسم نیا نیک اور حسین چک جو پیر خیال کے
 راستے بطور ہرا دل گئے تھے۔ میرزا قاسم سے زور بازو ماہوئے۔ قاسم نیا نیک
 تو پہلے ہی حملہ میں مارا گیا۔ لیکن اس کا لڑکا ظفر نیا نیک محمد ملک کی مہارت سے
 مغلوں کے ساتھ اس جوش و خروش سے لڑا کہ اکبری فوج میں تندرزلل پیدا ہو گیا
 اسیثناء میں ان دونوں بہادروں کے قتل ہو جانے پر جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔
 اور اکبری فوج کو پیر خیال عبور کر کے کشمیر میں داخل ہو گئی۔ سید ابو الحارث و انشت

پیس رہا تھا لیکن اسکی کچھ پیش نہ مل سکتی تھی۔ آخر اس کی حکمت عملی اور حسن اخلاق نے محمد بہت شمس چک۔ ظفر خاں اور علم کشمیر خاں کو منلوں سے منحرف کر دیا اور وہ لوگ بمقام بیڑہ پور یعقوب شاہ سے آئے اس طرح منلوں سپاہیوں کے لئے ایک اور محرکہ کا میدان کھل گیا۔ اور اب یعقوب شاہ کی یہی فوج ہے لڑائی شروع ہو گئی۔ پہرہ دن تک بڑے جوش و خروش کے ساتھ میدان کا زلزلہ گرم رہا اور کشمیری سپاہ نے یہی تنگ و ناسوس بچانے کی خاطر کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

شمس چک نے اس لڑائی میں بڑی بہادری دکھائی۔ اپنے ہاتھ سے اس اکیلے جوان مرد نے کئی منلوں کو شربت مرگ چکھا۔ باوجود دشمنوں کی کثرت کے جان سلامت لیکر کرناہ کی طرف چلا گیا۔ چونکہ اس احاکم الحاکمین کو جوٹ ہنشاہ جوٹ کا شہنشاہ اور بادشاہوں کو گھسا اور گرداؤں کو تلخ شہی پہنائے والا ہے۔ کشمیر کی یہ آزاد ہی جو رعایا کے لئے ستم قائل ہو رہی تھی۔ منظور نہ تھی اس لئے اس کے سامان ہی حکمران خاندان کی باہمی خانہ جنگیوں اور مذہبی تعصب و ظلم کی شکل میں خود دار ہو رہے تھے۔ اور یعقوب شاہ کے عہد میں تو وہ کمال کو پہنچ چکے تھے۔ باوجود ممانعت بہادری سے مقابلہ کرنے کے خوب سے تقدیر نے ساتھ نہ دیا اور آخر یعقوب شاہ شکست کھا کر کشنوار کی طرف بھاگ گیا۔ منلوں کا ظفر اب لشکریات کو شریاں میں قیام کر کے دوسرے دن ۱۷ اوتیقہ ۹۹۳ھ کو میرزا قاسم میرٹھ کی سرکشی میں یہ کمال ترک و اقسام داخل سری نگر ہوا۔

جس طرح کشمیر کے ان آخری دو حکمرانوں کا نام یوسف اور یعقوب تھا اور جس طرح یہ دونوں باپ بیٹا تھے۔ اسی طرح ایران کے قزاقوں میں بھی یوسف ترکمان کا بیٹا سلطان یعقوب بیگ ترکمان تھا۔ ان کا بھی جب ایسا ہی انجام ہوا تو وہاں کے کسی شاعر نے یہ شعر موزون کیا جو کشمیر کے ان آخری کشمیری لڑائی حکمرانوں پر بھی صادق آتا ہے۔

ندار یوسف نشانِ یم زان یعقوب آتا ہے
عزیزان یوسف رگم شد چہ شہر یعقوب آتا ہے

اورنگ چہارم دو حکومت شہان خانہ ان چغتائی

(از ابتداء ۱۵۸۶ء تا ۱۷۰۲ء مطابق ۹۹۷ھ تا ۱۰۱۶ھ)

عروس است این چرخ ماتم کہہ۔۔۔ یکے شاہ و در و گر غم زدہ
سلطان سکندر کے عہد حکومت میں جس امیر تھوڑا جعفران نے ۱۵۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا سلطان موصوف کو بھی حلقہ گروش بنایا تھا۔ ناظرین کے دلوں سے محو نہ ہوا ہو گا کہ شاہان خانہ ان چغتائی کا جدا جدا بھی امیر ہے۔ جو مملکت ترکستان اور خراسان کا ایک الود العزم اور نامور بادشاہ گذرا ہے۔ وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت کا استحکام کچھ عرصہ کے لئے مفقود ہو گیا تھا کیونکہ اس خوش نصیب امیر نے گیارہ لاکھ چھوڑے جنہوں نے سلطنت کے حصہ کیلئے اپنی طاقت کو بالکل کمر و کر لیا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد تیوری مملکت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ مرزا آق بیگ کے ماتحت کابل آیا۔ احمد مرزا سمرقند سمبہال بیٹھا۔ محمود مرزا نے حصار و قندہر قبضہ جمالیا اور مرزا شیخ مرزا اند خان اور فرغانہ کا حاکم بنایا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور جاگیریں جنگیں جن سے امیر تھوڑ کی ساری شان و شوکت کا بظاہر خاتمہ ہو گیا لیکن ۱۶۰۳ء میں ابو سعید میرزا کے بیٹے عمر شیخ مرزا کے ہاں یوٹس بیگ حاکم مغنستان کی لڑکی کے بطن سے ایک ایسا اقبالانہ لڑکا پیدا ہوا جس نے ظہیر الدین محمد بابر کے نام سے ایک ایسے عظیم الشان اور نامور خاندان کی بنیاد ڈالی۔ جس کا ستارہ اقبال تاریخی عالم میں جب تک دنیا قائم ہے رشک کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہندوستان اسی خاندان کا ایک روشن میرا ہے جس نے ہندوستان کے علاوہ تاریخ کشمیر میں بھی تغیر عظیم پیدا کر دیا اس سے پہلے یہاں کی حکومت خود مختار فرماؤں کے قبضہ اقتدار میں رہی۔ لیکن اس شہنشاہ کے وقت سے وہ ملک جو کسی وقت اپنی ہمدردی اور شجاعت کا نسکہ تمام ہندوستان پر بٹھا چکا تھا اسی ملک کی معمولی ریاستوں کی قبرست میں دج ہو گیا۔ اگرچہ سابقہ شان و شوکت اور کٹیٹھ کے لحاظ سے اکبر جیسے بادشاہ کے لئے

بھی کشمیر کا فتح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن قدرت نے دوسری فتوحات کے ساتھ
 کشمیر کشمیر کا سرہ بھی اسی کے سر پر باندھنا تھا۔ اس لئے اس کے اسباب اور وسائل
 چکوں کی قاعدہ جنگیوں منبض و عناد نہ تھی تعصب اور دل آزاری میں ایسے چھپا رکھے جو
 اس وقت تک جبکہ ملک ہاتھ سے جاتا رہا کسی کو محسوس نہ ہو سکے۔ یا ر اور ہاتھوں
 کو بھی اس طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ تھا۔ لیکن وہ لوگ اپنے اپنے معاملات میں اپنے
 سرگردان تھے کہ کشمیر کی جانب پوری توجہ نہ کر سکے اور چکوں کو انہوں نے اتنا موقع دیا
 دیا کہ سلطنت کی بنیاد کیا تھی بوسیدہ کر لیں تاکہ ان کے جانشین کو اس کے فتح کرنے میں
 ناقابل برداشت تکالیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اب جبکہ اکبر کا سچا سالار مرزا قاسم مزمل
 کشمیر میں داخل ہو گیا اور دارالسلطنت پر بھی اس نے قبضہ کر لیا تو لوگوں کو دیکھ کر
 یاد آئے لگا بیوقوف شاہ اور عید ابوالمعالی نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح مرزا قاسم
 سے بچ جائے۔ لیکن بادشاہ کی کوتاہ اندیشی اور کم عقلی نے ان کی بے مثال شمشیر
 اور بہادری کی ایک بھی پٹی نہ چلنے دی اور انہیں آخر غمت کی کھا کر ملک غنیم کے حوالہ
 کرنا پڑا۔

فقارتے است پنج انگشت دارد۔ جو خواہ از کیے کاے پر آرد۔
 دوزخ پیش ہند دیگر دو بر گوش یکے بر لب ہند گوید کہ خاموش
 ایک مرتبہ پھر بیوقوف شاہ نے تخت پر قبضہ کر لیا لیکن سبائے اس کے کہ وہ
 ہمارے ہوں کی شجاعت کی داد دیکر ان کی حوصلہ افزائی کرتا اس کے دماغ میں ہیر و ریں
 شکست کھانے کی خیریت جو شہن ہوئی اور ان لوگوں کو جہوں نے اس میدان میں
 پیچھے دکھائی تھی۔ مرزا اپنے پرستہ ہو گیا۔ جس سے تقریباً تمام سردار رنجیدہ خاطر ہو کر
 اٹھ گئے۔ اسی اثناء میں مرزا قاسم بھی مسویر موجود ہوا اور میانجی کو ہمیشہ کے لئے حکومت
 کو خیر باد کہنی پڑی۔

خانہ ان منلیہ نے کوئی سو سو برس شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ تک برے زور
 شور سے حکومت کی لیکن اس کے بعد ہر کالے راز و لے کے مطابق ان کی حکومت میں
 بھی ضعف آتا گیا۔ بادشاہوں نے ملک گیری اور مملکت زانی چھوڑ کر عیش و عشرت
 اور شراب و کباب کی مجلسیں گرم کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ محمد شاہ کے عہد

یہ دربار کیا تھا۔ ایک زفاص خانہ بن گیا تھا۔ امراء و وزراء سے رہبر راسوں اور مغنیوں کو انعام اور خطاب دے دیے جاتے تھے جن سے سلطنت کی بنیاد کھوکھلی ہو گئی اور اراکین دولت منحرف ہو گئے۔ جب کسی فرد بشر یا قوم یا بادشاہ کے برے دن آتے ہیں تو قدرت تمام ایسے اسباب مہیا کر دیتی ہے جن سے تباہی اور خرابی کا اندازہ نہ ہو سکے۔ نادر شاہ کے حملہ نے ان کی یہی طاقوت کو بھی زائل کر دیا۔ پیام ادب کی یہی نشانی ہے کہ نادر شاہ نے چند ضروری امور ات کی نسبت محمد شاہ کو بے دے دیے تھے لیکن اس مرتبہ بادہ جمالت نے جواب تک نہ دیا اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا۔ کہ جواب چھ مے نویسم اگر مے نویسم اقباب چھ مے نویسم آوند زلی است ذالی بادشاہ نیست۔ اس قسم کی باتوں نے نادر شاہ کو بھی تسخیر ہند پر آمادہ کر دیا ورنہ وہ خود کہہ رہا تھا اور محمد شاہ کو بھی لکھ چکا تھا کہ آنچہ کہ از مضافات و رقبات ایران است تسخیر کردم۔ ہندوستان سلطنت علیحدہ است۔ قصد آن نیست مگر آنکہ ہمارا کر و در و پیہ کہ ہماریوں شاہ از شاہ طہا اسپ باضی گرفتہ است بد ہند تعرض نخواہم کرد۔ اسی طرح جب صوبیداروں یا منصبداروں کی عرضیاں اور مراسلہ موصول ہوتے تو انہیں جام مشراب میں ڈال کر آپ فرماتے تھے

ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اوئے

بادشاہ کی یہ حالت دیکھ کر صوبیداروں کو بھی جرأت ہو گئی۔ آوروں کے علاوہ ابوالبرکات خان اور میر تقی محمد نے کشمیر میں شورش برپا کی۔ اور حکومت کشمیر کی وہ حالت کہ دہی کہ صوبیدار صرف رعایا اور انا لیاں سرنگری ذالی مشاء کے مطابق مقرر ہو سکتے تھے اسی پر اکتفا نہیں ہوا۔ بلکہ

امیران کشمیر نے احمد شاہ ابدالی سے خط و کتابت شروع کر دی اور اسے بھی تسخیر کشمیر پر آمادہ کر لیا۔ اور ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم خان نے تو اس خاندان کی نااہلی و دیو دی جو میر تقی محمد کنٹ کو مغلوب کر کے شاہ دہلی سے منحرف ہو گیا اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ ایسے ملک کو فتح کر لینے میں ہقیم کے لئے کونسا امر سہراہ ہو سکتا ہے۔ شاہ شمسیر نے احمد شاہ ابدالی کے جنرل عبداللہ خان ایشک رفاضی نے احمد شاہ چغتہ اور ابوالقاسم خان دونوں کو مٹنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور حکومت کشمیر خود سہماں بیٹھا۔

شجره نسب شاه جلال الدین محمد الکبیر شاه

پیدایش ۱۱۵۰ هجری قمری - سلطان ابو سعید و ترکان - امیر تیمور و ملک جوینی پشت به تن

عمر شش ساله - ولادت ۱۱۵۰ هجری

طاهر الدین محمد یار - ولادت ۱۱۵۰ هجری - وفات ۱۱۵۰ هجری

نصیر الدین محمد جهان - ولادت ۱۱۵۰ هجری

جلال الدین ابی ولادت ۱۱۵۰ هجری - وفات ۱۱۵۰ هجری

زوال الدین جهانگیر - ولادت ۱۱۵۰ هجری - وفات ۱۱۵۰ هجری

شهاب الدین شاه جهان - ولادت ۱۱۵۰ هجری - وفات ۱۱۵۰ هجری

محمد الدین عالمگیر ولادت ۱۱۵۰ هجری - وفات ۱۱۵۰ هجری

محمد اعظم - ولادت ۱۱۵۰ هجری - وفات ۱۱۵۰ هجری

محمد اعظم بهادر شاه عالم - ولادت ۱۱۵۰ هجری - وفات ۱۱۵۰ هجری

محمد الدین جهان در شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

رفیع الدین عظیم الشان بن بهادر شاه - وفات ۱۱۵۰ هجری

کر لیا عالموں فاضلوں کی بھی قدر و منزلت پر رجب غایت کرتا اس کے دربار میں ہر وقت علمی تہ کر رہتے۔ بہت سی عربی و سنسکرت اور ترکی کتابوں کا ترجمہ اس نے فارسی زبان میں کر لیا یا بنجیل اور توریت کے ترجمہ کے لئے شاہ انگلستان سے خط و کتابت کی۔ مشہور و معروف الکبریٰ نورتن وہ انجمن شورا تھی جس میں ابوالفضل - بیزنٹل انجینیئر نواب خان خانان - مرزا کوکلتاش - ابوالفتح - ٹوڈرل - راجہ مان سنگھ اور حکیم جہام جیہ نامی گرامی اشخاص شامل تھے۔ جن میں سے ہر ایک علامہ دہر اور پچانو روزگار ہوئے کا استحقاق رکھتا ہے۔ انہیں مشیروں کی صوابیہ سے امور ات سلطنت میں انجام دینا جب تخت نشین ہوا تو اس کی سلطنت صرف شہر دہلی اور اس کے ارد گرد چند سیلوں تک محدود تھی۔ لیکن اس نے جلد ہی ہی اپنی حکومت کو وسیع کر لیا۔ اولہ - گجرات - آریہ - ٹٹہ - بھکر - بنگالہ - خاندیس - برار احمد نگر - قندھار - بڑیاں پور اور کشمیر وغیرہ علاقہ جات کو مغتوح کر کے تمام ہندوستان پر قابض ہو گیا۔ غرضیکہ الکبریٰ ابوالعزم اور عظیم الشان بادشاہ ہوا ہے جس کی نظیر ہندوستان کیا تمام دنیا میں مشکل سے مل سکیگی۔ اس کی سوانح عمری عجیب و غریب نشیب و فراز سے منور ہے۔ لیکن ملت ثقلیٰ چونکہ واقعات کشمیر سے ہے اس لئے باقی حالات کو نظر انداز کر کے جو واقعات کشمیر کے متعلق ہیں والہ قلم لکے جاتے ہیں ۱۶۰۰ ذیقعد ۹۹۷ھ وہ دن تھا جبکہ الکبریٰ کے سپہ سالار مرزا قاسم خان میر بحرخی میرہ پور کی فتح کے ساتھ ہی تاریخ کشمیر میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا کشمیر کو خود مختار ممالک کے زمرہ سے نکال کر ہندوستان کا ایک صوبہ بنا دیا۔ اور حکومت ملک چکوں کے خاندان سے منتقل کر کے شاہان دہلی کے ماتحت میں دیدی۔ الکبریٰ خود تو ہمیشہ ہندوستان ہی میں قیام پذیر رہا۔ اور ساری حکومت میں صرف تین مرتبہ بطور سیاحت وارد خطہ ہوا۔ لیکن کشمیر کے انتظام کے لئے اس سلطنت ہندوستان سے لائق و فائق اور برگزیدہ صوبہ دار تعینات کر کے بھوپالہ راجہ جن کے مفصل حالات اگلے صفحوں میں درج کئے جائیگے۔ اس بادشاہ نے کشمیر میں انیس سال ایک ماہ اور بارہ روز سلطنت کی۔ آخر ۱۰۱۷ھ میں ضعف پیری کے باعث طبیعت بگڑنے لگی۔ رحمت خراب ہو گئی۔ اور ۱۰۱۷ھ سال کی عمر میں ۱۳ ماہ جمادی الثانی ۱۰۱۷ھ کو سارا جاہ و خشم نہیں چھوڑ کر عالم قالی سے ملک جاودانی کو انتقال

حکومت کے لئے شادیاں بیچنے لگے۔ مغلوں سے قناعت اور تقرب رکھنے کے باعث
 اہل ملک کے دونوں میں حیدر چک کی قدر و منزلت حد سے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ اس
 کے روز افزوں غرور سے مرد کے دل میں بھی تردد اور خوف پیدا ہو گیا اور اس نے
 جلد بازی اور کوتاہ اندیشی سے اسے قید کر دیا۔ اس کا ردائی نے اٹھا اتر کیا اور اس نے
 کشمیر میں بسنے پر ایک اپنی اپنی حالت سے متوحش ہو گیا اور اوھر اوھر بھاگنے لگا۔
 اسی اثنا میں یعقوب شاہ جو فکست کھا کر کشتواڑ بھاگ گیا تھا راجہ بہادر سنگھ
 والے کشتواڑ کے ماں پناہ گزین ہو گیا۔ راجہ موصوف نے جو یعقوب سے رشوت
 مصاہرت بھی رکھتا تھا۔ اس کی حالت پر افسوس ظاہر کیا۔ اور اس کی بزدلی اور
 کم ہمتی پر لعنت طاعت کی۔ جس سے وہ نادم بھی ہوا۔ اور غیرت نے بھی اس
 کے سینہ میں جوش نارا چھانچا۔ یعقوب شاہ و ماں سے دل برداشتہ ہو کر کشمیر چلا
 آیا۔ یہاں آگے ہی لوگ مرزا قاسم کے تشدد سے خوف زدہ ہو رہے تھے اور
 بادشاہ کی جستجو میں تھے۔ بمقام حیرہ ولی پہنچتے ہی اس کے پاس ایک بھاری جمعیت
 اکٹھی ہو گئی۔ اور ایک دن رات کو بالفاق یوسف خان حسین مابراہیم چک اور علی چک
 ماہی و طیور امراء مغلوں پر اڑا۔ اور اس جوش و خروش سے حملہ آور ہوا کہ ایک ہی وار میں
 سینکڑوں فضل و خاک پلاکت میں ملا کر ہٹا۔ شاہی محلات اور اس کے حوالی و زوالی
 مغلوں کی رمانش کے جو مکان تھے جلا کر خاکستر کر دیئے۔ یہ دیکھ کر رعایا بھی اورٹھ
 کھڑی ہوئی۔ مدد دیا اور کچھ د بازار سے مغلوں پر پتھر اینٹ اور لکڑی برستی
 شروع ہو گئی۔ سید ابوالمعالی خٹے شاہی خزانہ جو میر عبد الرزاق کی تنویل میں تھا طرہ
 میں لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں مرزا قاسم بھی خواب خرگوش سے اٹھا۔ پہلے تو اس نے
 حیدر چک کو جیل سے طلب کر کے قتل کیا اور پھر کمرہت باندھ کر مردانہ وار دشمن
 پر ٹوٹ پڑا اور کشمیریوں کو مولیٰ کی طرح کترنے لگا۔ سینکڑوں مارے لگے۔ نہروں
 رتی ہو گئے۔ پامیدہ قزاق جو دلاوران جلالت شعار سے تھا میدان کارزار میں
 شیر بر کی طرح گرجتا جہاں گرتا۔ صغوں کے صف خالی کر دیا۔ علی میر کو کہ بھی اسی جان
 شیر کے ماتھے سے مارا گیا۔ آخر کار سید ابوالمعالی جسارت کر کے اس موذی کے مقابلہ
 پر آیا۔ اور نیزے کے ایک ہی وار میں اس نے اس کو خوار کو چاہ عدم میں ڈال دیا۔

اس پر قریب ستریا ہی کیا بارگی سید پر آڈے اور وہ فن تہا ان کے حلقہ میں آگیا تاہم اس نے حوصلہ نہ مارا اور بڑھ کر حکمران تہہ مارنے لگا۔ اسی جسد و جسد میں گھڑا حملہ آوروں کے سروں کے اوپر سے گذر کر گھیرے سے باہر نکل گیا اور دوبارہ بڑی آب و تاب سے حملہ آور ہوا۔ تلواریں زور و شور سے چلنے لگیں۔ خون کی ندیاں بہیں۔ آخر کار اکبری سپاہ حوصلہ ہار کر منتشر ہو گئی اور یعقوب شاہ پھر ایک مرتبہ فتح نصرت کا ڈھکا بجاتا ہوا دولت خاندان شاہی میں داخل ہو گیا۔ سند حکومت پر جلوس کر کے اس نے مغلوں پر قتل عام چانے کا حکم دیا۔ راستے روک دیئے کہ ہندی لشکر سے ایک فوجی پیش بھی زندہ نہ بچ سکے۔ اسی موقع پر اس نے ظاہر کیا کہ ان لوگوں کو جو بیہوش ہو کر کے مغلوں میں مخوف ہو کر دشمن سے جا ملے تھے مقتول کئے جائیں۔ یہ سنتے ہی کئی ہندو اس گروہ میں شامل تھے۔ دربار سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور یعقوب شاہ کے پاس منتہی آدمی رہ گئے۔ قاسم خان بھی موقعہ کی تلاش میں تھا فوراً چڑھ آیا اب کیا ہو سکتا تھا چارہ یعقوب پھر تاج و تخت اور محل و شاہ نشین کو خیر باد کہہ کر کوہستان اولر کی طرف بھاگ گیا۔ اور قاسم خان دوبارہ ملک پر قابض ہو گیا۔ لیکن امرائے کشمیر جو ایک صدی سے قند و فساد کے عادی ہو رہے تھے۔ اس چپارے کو کب چہن لینے دیتے تھے یعقوب تو بھاگ گیا۔ لیکن شہسی چک۔ سید حسین بیتی اور شمس ڈولی سو پور میں پناہ دے گا۔ چھٹا کھڑا کئے مغلوں کے خون کے پیاسے پیٹے تھے۔ مرنے ان کے ہاتھ کے لئے قوم لکھن کی ایک بھاری جماعت مامور کی۔ لیکن یہ لوگ ابھی پٹن میں ہی پہنچے تھے کہ شہسی چک نے شیخون مار کر سب کو منتشر کر دیا اور خود سو پور کو لوٹ گیا۔ لیکن جلد ہی ہی جائہ شروع ہوئے پر کوہستان کرناہ کو چلا گیا۔ یعقوب شاہ اپنے ہمراہی ماتھے لیکر کشنوار چلا گیا۔ سید ابوالمعالی نے نیا لکھ کے ماں موضع لڑھ میں پناہ لی۔ اور باقی بھی سارے باقی شدت سرا کے خوف سے زمین آوروں کے ماں جہاں سینگ سائے ردپوش ہو گئے۔ مگر یوسف خان۔ حسین خان اور ابراہیم خان نے مزا کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد مزا قاسم خان نے مصلحت وقت سوچ کر سید مبارک خان یا پامہدی۔ یا خلیل اور یوسف خان ولد حسین شاہ کو کمال اعزاز و اکرام خیر بیک کے ہمراہ اکبری خدمت میں بھجوا دیا۔ جس نے مراحم خسروانہ سے ہر شکار کر کے انہیں مل

حافظت میں لے لیا۔ جب زمستان گزر گیا تو پہلے یعقوب شاہ نے برافقت
 ابراہیم چک اور بنہ چک وغیرہ لشکر گرانقدر آراستہ کر کے رگنہ اولیس کوہ دگول پر قیام
 نصاب برپا کیا۔ اور پھر سید ابوالکالی نے ابراہیم خان۔ تیجے زمیندار برتنل۔ ہزارم
 نیانک احمد نیانک زمینداران ماگام اور یوسف رشی زمیندار گیر وغیرہ کو ہمراہ لیکر
 غازی نازی میں علم بغاوت کھڑا کیا۔ اس کے بعد شمس چک بھی گرنہ سے مزاحمت
 پذیر ہو کر علاقہ کالرج میں لوٹ مار چھانے لگا۔ مرزا قاسم خان نے بھی فوج آراستہ
 کی۔ اور سید جلال خان کو سید ابوالکالی کے مدافعہ کے لئے اور مبارک خان لکھنؤ کو
 شمس چک کے تدارک کے لئے مامور کیا اور خود علم شیراگڑے۔ ہمزادہ علیخان
 سید عبداللہ خان۔ گوجرخان۔ مرزا علی اکبر شاہی۔ جلال مسعود اور آٹھ ہزار سوار ہمراہ
 لیکر یعقوب شاہ کے مقابلہ کو ٹرٹا اور موضع گاسو میں محفوظ محاربہ آراستہ کر کے
 لڑائی میں مشغول ہو امیر زادہ علیخان بے شمار شاہی سپاہیوں کے ساتھ مارا گیا اور
 مرزا قاسم خان سینکڑوں اسیر چھوڑ کر مسنگر بھاگ گیا۔ یہاں پونچھکر سید جلال۔ اور
 مبارک خان کو بھی اس نے واپس بلالیا۔ اسی اثنا میں یعقوب شاہ بھی کوہ دگول
 سے اتر کر کوہ سلیمان کے دھن میں آ بیٹھا۔ سید ابوالکالی بھی اس کے ساتھ نال
 ہو گیا۔ شمس چک اور شمس ڈوبی سو پور سے اونٹ لکر کوہ ہانچ پر آ بیٹھے۔ اس طرح
 سو ٹکڑے موہا تھی تمام ملک مغلوں کے ماتھے سے نکل گیا۔ مرزا قاسم بھی گھبرا گیا
 تاہم حوصلہ کر کے اس نے اپنے لشکر کے دو حصہ کئے۔ ایک حصہ پانچ تھن کی جاب
 سے اور دوسرا گوپہ کار کی طرف سے یعقوب شاہ پر حملہ آور ہوا۔ اور طرفین
 کے ہمارے دل کھو لکر لڑنے لگے۔ صبح سے دو بجے تک سخت دابر گیری ہوئی۔ سینکڑوں
 مارے گئے۔ ہزاروں جانیں لے کر میدان چھوڑ گئے۔ کشمیریوں نے وہ قیامت
 برپا کر دی کہ محل سخت پریشان ہو گئے۔ قریب تھا کہ میدان خالی کر جائیں کہ اتفاقاً
 ایک تیر یعقوب شاہ کے سپہ سالار نور دین چک کی آنکھ میں لگا۔ سردار کا گرنہ تھا کہ
 فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ گئی۔ محل بھی نقیب کی جگہ
 نہ کر سکے۔ اور فتح و نصرت کو غنیمت سمجھ کر واپس لوٹ آئے۔ لیکن باوجود اس شکست
 کے یوسف شاہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور نئے نئے لڑائی کی طیاریاں

کرنے لگا۔ دوسرے دن اس نے شمشیر چک کے نام لکھ بھیجا کہ اگر ایک اور قوم
 کی آبرورکھتی ہے تو جب شمشیر ہم لوگوں پر حملہ آور ہو تو تم لوگ سرنگر ہر قبضہ کر لو۔ اسی
 طرح اگر دشمن تمہاری طرف طرہ پٹیا تو شمشیر ہر قبضہ کر لینگے۔ بہر حال لازم ہے کہ ایک دل
 ہو کہ دشمن کو ملک سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ورنہ نا اتفاقی کی حالت میں ناحق
 خلق خدا کی جانیں ضائع کرنا کیا فائدہ رکھتا ہے۔ شمشیر چک نے جواب میں حسن
 ملک تاجی کو یعقوب شاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور کہا بھیجا کہ آپ معہ فوج ہاشمچک
 تشریف لے آئیں۔ جیسے مصالحت ہو گی کیا جائیگا۔ دوسرے دن یعقوب شاہ
 کوہ سلیمان سے اٹھ کر ہاشمچک پہنچ گیا۔ جب مرزا قاسم نے سنا تو وہ فوج لیس کر
 مخالفوں پر حملہ آور ہو گیا اور صفوف محاربہ آراستہ کر کے اس نے ایک فیل مست
 غنیم پر بٹھا جس نے حسن چک کے سر پر موٹ پھیلایا لیکن اس نے ہاتھی
 کی ناک پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہ بدحواس ہو کر واپس بھاگا اور اپنی ہی فوج کی صفوں
 کو پامال کرتا ہوا قریب ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کو مقتول و مہر ج کر گیا۔ یعقوب شاہ کی
 طرف سے شمس ڈولی اور حسن ملک چاڈورہ سے میدان کارزار میں ہنگامہ و حملہ
 کر کے دشمن کو سخت مضطرب کر دیا لیکن شاہی افواج نے ان کے ارد گرد گھیر ڈال
 لیا۔ ادھر سے سید مبارک کے بیٹے اور شمشیر چک خنجر نکال کر مغلوں پر ٹوٹ پڑے
 اور خوب گھسان کی تلوار چلی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ شام کو فریقین اپنے اپنے قیام
 گاہوں کو لوٹ گئے۔ اڑنائی ماہ تک یہی حال رہا کوئی دن خونریزی سے خالی نہ
 رہتا۔ کشمیری سپاہی بھوکے بھیڑیے کی طرح شہر میں اگستے اور مغلوں کا سازو
 سامان دو پر اراق و اراق تک لوٹ کر لے جاتے۔ یہاں تک کہ آٹے دن کے
 شور و فساد اور خرابی اور تباہی سے مرزا قاسم خان اور اس کی فوج سخت پریشان
 ہو گئی۔ چنانچہ تنگ ہو کر مرزا قاسم نے یہاں کی پامنی اور بے چینی کا احوال اکبر
 کے پاس لکھ بھیجا اور اس سے امداد مانگی جس نے یوسف خان رضوی مشہدی کو
 پچیس ہزار جریدہ سواروں کے ساتھ روانہ لکھ بھیجا۔ ساتھ ہی اس نے سید
 مبارک خان۔ محمد بیٹا اربابا غلیل کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی یوسف کے ہمراہ رہ کر کشمیر
 کے فتنہ و فساد کا انسداد کرنے میں اس کو امداد دیں۔ سید مبارک خان نے اس امر

کو قبول نہ کیا جس سے بادشاہ ناراض ہو گیا۔ اور اسے شاہباز خان حاکم بنگال کے پاس بھیجا دیا۔ لیکن فیروز پور کے حدود میں پونچکر اس کا انتہاں ہو گیا۔ اور وہیں مدفون ہوا۔ تاریخ وفات

میسر مبارک خیریتہ صاحب میر بدوشہ کشمیر۔ راہ صفارشید رفت
 کرچہ عمر جہان۔ یافت چہنت مکان سال وقاش عیاں گفت خیریتہ
 محمد بیٹ اور بابا خلیل حسب الحکم بادشاہ یوسف شاہ رهنوی کے ساتھ کشمیر کو روانہ ہوئے۔ محمد بیٹ نے دزادت کے دنوں میں کشمیر میں بڑا رسوخ اور عروج حاصل کر لیا تھا۔ رعایا اس کے عدل و احسان کی شکر گزار تھی ماب بھی جس وقت کہ کشمیر میں نوجوانوں کو اس کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ خصوصاً لومہر چک سپرد و لکھن پورام نیا یک اور اسمعیل نیا یک جو عیان سلطنت کے نامدار مرکن تھے۔ یوسف خان کی فوج سے آئے۔ رعایا اور امرا کی یہ حالت دیکھکر یعقوب شاہ۔ سید ابوالمعالی اور ایب خان کو ساتھ لیکر کشنواڑ کی جانب نکل گیا۔ شمس چک اور شمس ڈولی کو ہستان پونچھ کر بھاگ گئے سرفراز کی حکمت عملی اور محمد بیٹ کی ہرلعنیزی نے تمام مقصدوں اور فتنہ پروازوں کو منتشر کر کے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ رعایا نے کشمیر فرما کر دار ہو گئی۔ اور مرزا قاسم خان امرا کے کشمیر سے کئی ایک نامور اشخاص مثل علی شیر خان، ماگرے۔ یوسف خان۔ میر حسین خان۔ اور ابولاسیم خان وغیرہ کو ساتھ لیکر ۲۲۔ ماہ شوال ۱۵۸۶ھ کو متوجہ آستانہ عرش آشیانی ہوا۔ جہاں پونچکر بادشاہ نے یوسف خان کو منصب ڈیرہ ہزار می اور ابولاسیم خان کو منصب ہزار می عطا کر کے پرگنہ دوہ میں جاگیریں عطا کیں۔ مرزا قاسم خان (۱۱۔ ماہ ۱۵۸۶ھ) در کشمیر میں رہا۔

سید یوسف خان ۱۵۸۶ھ میں مرزا قاسم کے بعد سید یوسف خان رهنوی نے ۲۔ سال ۱۵۸۶ھ ۱۵۹۰ھ ۱۵۹۱ھ ۱۵۹۲ھ ۱۵۹۳ھ ۱۵۹۴ھ ۱۵۹۵ھ ۱۵۹۶ھ ۱۵۹۷ھ ۱۵۹۸ھ ۱۵۹۹ھ ۱۶۰۰ھ ۱۶۰۱ھ ۱۶۰۲ھ ۱۶۰۳ھ ۱۶۰۴ھ ۱۶۰۵ھ ۱۶۰۶ھ ۱۶۰۷ھ ۱۶۰۸ھ ۱۶۰۹ھ ۱۶۱۰ھ ۱۶۱۱ھ ۱۶۱۲ھ ۱۶۱۳ھ ۱۶۱۴ھ ۱۶۱۵ھ ۱۶۱۶ھ ۱۶۱۷ھ ۱۶۱۸ھ ۱۶۱۹ھ ۱۶۲۰ھ ۱۶۲۱ھ ۱۶۲۲ھ ۱۶۲۳ھ ۱۶۲۴ھ ۱۶۲۵ھ ۱۶۲۶ھ ۱۶۲۷ھ ۱۶۲۸ھ ۱۶۲۹ھ ۱۶۳۰ھ ۱۶۳۱ھ ۱۶۳۲ھ ۱۶۳۳ھ ۱۶۳۴ھ ۱۶۳۵ھ ۱۶۳۶ھ ۱۶۳۷ھ ۱۶۳۸ھ ۱۶۳۹ھ ۱۶۴۰ھ ۱۶۴۱ھ ۱۶۴۲ھ ۱۶۴۳ھ ۱۶۴۴ھ ۱۶۴۵ھ ۱۶۴۶ھ ۱۶۴۷ھ ۱۶۴۸ھ ۱۶۴۹ھ ۱۶۵۰ھ ۱۶۵۱ھ ۱۶۵۲ھ ۱۶۵۳ھ ۱۶۵۴ھ ۱۶۵۵ھ ۱۶۵۶ھ ۱۶۵۷ھ ۱۶۵۸ھ ۱۶۵۹ھ ۱۶۶۰ھ ۱۶۶۱ھ ۱۶۶۲ھ ۱۶۶۳ھ ۱۶۶۴ھ ۱۶۶۵ھ ۱۶۶۶ھ ۱۶۶۷ھ ۱۶۶۸ھ ۱۶۶۹ھ ۱۶۷۰ھ ۱۶۷۱ھ ۱۶۷۲ھ ۱۶۷۳ھ ۱۶۷۴ھ ۱۶۷۵ھ ۱۶۷۶ھ ۱۶۷۷ھ ۱۶۷۸ھ ۱۶۷۹ھ ۱۶۸۰ھ ۱۶۸۱ھ ۱۶۸۲ھ ۱۶۸۳ھ ۱۶۸۴ھ ۱۶۸۵ھ ۱۶۸۶ھ ۱۶۸۷ھ ۱۶۸۸ھ ۱۶۸۹ھ ۱۶۹۰ھ ۱۶۹۱ھ ۱۶۹۲ھ ۱۶۹۳ھ ۱۶۹۴ھ ۱۶۹۵ھ ۱۶۹۶ھ ۱۶۹۷ھ ۱۶۹۸ھ ۱۶۹۹ھ ۱۷۰۰ھ ۱۷۰۱ھ ۱۷۰۲ھ ۱۷۰۳ھ ۱۷۰۴ھ ۱۷۰۵ھ ۱۷۰۶ھ ۱۷۰۷ھ ۱۷۰۸ھ ۱۷۰۹ھ ۱۷۱۰ھ ۱۷۱۱ھ ۱۷۱۲ھ ۱۷۱۳ھ ۱۷۱۴ھ ۱۷۱۵ھ ۱۷۱۶ھ ۱۷۱۷ھ ۱۷۱۸ھ ۱۷۱۹ھ ۱۷۲۰ھ ۱۷۲۱ھ ۱۷۲۲ھ ۱۷۲۳ھ ۱۷۲۴ھ ۱۷۲۵ھ ۱۷۲۶ھ ۱۷۲۷ھ ۱۷۲۸ھ ۱۷۲۹ھ ۱۷۳۰ھ ۱۷۳۱ھ ۱۷۳۲ھ ۱۷۳۳ھ ۱۷۳۴ھ ۱۷۳۵ھ ۱۷۳۶ھ ۱۷۳۷ھ ۱۷۳۸ھ ۱۷۳۹ھ ۱۷۴۰ھ ۱۷۴۱ھ ۱۷۴۲ھ ۱۷۴۳ھ ۱۷۴۴ھ ۱۷۴۵ھ ۱۷۴۶ھ ۱۷۴۷ھ ۱۷۴۸ھ ۱۷۴۹ھ ۱۷۵۰ھ ۱۷۵۱ھ ۱۷۵۲ھ ۱۷۵۳ھ ۱۷۵۴ھ ۱۷۵۵ھ ۱۷۵۶ھ ۱۷۵۷ھ ۱۷۵۸ھ ۱۷۵۹ھ ۱۷۶۰ھ ۱۷۶۱ھ ۱۷۶۲ھ ۱۷۶۳ھ ۱۷۶۴ھ ۱۷۶۵ھ ۱۷۶۶ھ ۱۷۶۷ھ ۱۷۶۸ھ ۱۷۶۹ھ ۱۷۷۰ھ ۱۷۷۱ھ ۱۷۷۲ھ ۱۷۷۳ھ ۱۷۷۴ھ ۱۷۷۵ھ ۱۷۷۶ھ ۱۷۷۷ھ ۱۷۷۸ھ ۱۷۷۹ھ ۱۷۸۰ھ ۱۷۸۱ھ ۱۷۸۲ھ ۱۷۸۳ھ ۱۷۸۴ھ ۱۷۸۵ھ ۱۷۸۶ھ ۱۷۸۷ھ ۱۷۸۸ھ ۱۷۸۹ھ ۱۷۹۰ھ ۱۷۹۱ھ ۱۷۹۲ھ ۱۷۹۳ھ ۱۷۹۴ھ ۱۷۹۵ھ ۱۷۹۶ھ ۱۷۹۷ھ ۱۷۹۸ھ ۱۷۹۹ھ ۱۸۰۰ھ ۱۸۰۱ھ ۱۸۰۲ھ ۱۸۰۳ھ ۱۸۰۴ھ ۱۸۰۵ھ ۱۸۰۶ھ ۱۸۰۷ھ ۱۸۰۸ھ ۱۸۰۹ھ ۱۸۱۰ھ ۱۸۱۱ھ ۱۸۱۲ھ ۱۸۱۳ھ ۱۸۱۴ھ ۱۸۱۵ھ ۱۸۱۶ھ ۱۸۱۷ھ ۱۸۱۸ھ ۱۸۱۹ھ ۱۸۲۰ھ ۱۸۲۱ھ ۱۸۲۲ھ ۱۸۲۳ھ ۱۸۲۴ھ ۱۸۲۵ھ ۱۸۲۶ھ ۱۸۲۷ھ ۱۸۲۸ھ ۱۸۲۹ھ ۱۸۳۰ھ ۱۸۳۱ھ ۱۸۳۲ھ ۱۸۳۳ھ ۱۸۳۴ھ ۱۸۳۵ھ ۱۸۳۶ھ ۱۸۳۷ھ ۱۸۳۸ھ ۱۸۳۹ھ ۱۸۴۰ھ ۱۸۴۱ھ ۱۸۴۲ھ ۱۸۴۳ھ ۱۸۴۴ھ ۱۸۴۵ھ ۱۸۴۶ھ ۱۸۴۷ھ ۱۸۴۸ھ ۱۸۴۹ھ ۱۸۵۰ھ ۱۸۵۱ھ ۱۸۵۲ھ ۱۸۵۳ھ ۱۸۵۴ھ ۱۸۵۵ھ ۱۸۵۶ھ ۱۸۵۷ھ ۱۸۵۸ھ ۱۸۵۹ھ ۱۸۶۰ھ ۱۸۶۱ھ ۱۸۶۲ھ ۱۸۶۳ھ ۱۸۶۴ھ ۱۸۶۵ھ ۱۸۶۶ھ ۱۸۶۷ھ ۱۸۶۸ھ ۱۸۶۹ھ ۱۸۷۰ھ ۱۸۷۱ھ ۱۸۷۲ھ ۱۸۷۳ھ ۱۸۷۴ھ ۱۸۷۵ھ ۱۸۷۶ھ ۱۸۷۷ھ ۱۸۷۸ھ ۱۸۷۹ھ ۱۸۸۰ھ ۱۸۸۱ھ ۱۸۸۲ھ ۱۸۸۳ھ ۱۸۸۴ھ ۱۸۸۵ھ ۱۸۸۶ھ ۱۸۸۷ھ ۱۸۸۸ھ ۱۸۸۹ھ ۱۸۹۰ھ ۱۸۹۱ھ ۱۸۹۲ھ ۱۸۹۳ھ ۱۸۹۴ھ ۱۸۹۵ھ ۱۸۹۶ھ ۱۸۹۷ھ ۱۸۹۸ھ ۱۸۹۹ھ ۱۹۰۰ھ ۱۹۰۱ھ ۱۹۰۲ھ ۱۹۰۳ھ ۱۹۰۴ھ ۱۹۰۵ھ ۱۹۰۶ھ ۱۹۰۷ھ ۱۹۰۸ھ ۱۹۰۹ھ ۱۹۱۰ھ ۱۹۱۱ھ ۱۹۱۲ھ ۱۹۱۳ھ ۱۹۱۴ھ ۱۹۱۵ھ ۱۹۱۶ھ ۱۹۱۷ھ ۱۹۱۸ھ ۱۹۱۹ھ ۱۹۲۰ھ ۱۹۲۱ھ ۱۹۲۲ھ ۱۹۲۳ھ ۱۹۲۴ھ ۱۹۲۵ھ ۱۹۲۶ھ ۱۹۲۷ھ ۱۹۲۸ھ ۱۹۲۹ھ ۱۹۳۰ھ ۱۹۳۱ھ ۱۹۳۲ھ ۱۹۳۳ھ ۱۹۳۴ھ ۱۹۳۵ھ ۱۹۳۶ھ ۱۹۳۷ھ ۱۹۳۸ھ ۱۹۳۹ھ ۱۹۴۰ھ ۱۹۴۱ھ ۱۹۴۲ھ ۱۹۴۳ھ ۱۹۴۴ھ ۱۹۴۵ھ ۱۹۴۶ھ ۱۹۴۷ھ ۱۹۴۸ھ ۱۹۴۹ھ ۱۹۵۰ھ ۱۹۵۱ھ ۱۹۵۲ھ ۱۹۵۳ھ ۱۹۵۴ھ ۱۹۵۵ھ ۱۹۵۶ھ ۱۹۵۷ھ ۱۹۵۸ھ ۱۹۵۹ھ ۱۹۶۰ھ ۱۹۶۱ھ ۱۹۶۲ھ ۱۹۶۳ھ ۱۹۶۴ھ ۱۹۶۵ھ ۱۹۶۶ھ ۱۹۶۷ھ ۱۹۶۸ھ ۱۹۶۹ھ ۱۹۷۰ھ ۱۹۷۱ھ ۱۹۷۲ھ ۱۹۷۳ھ ۱۹۷۴ھ ۱۹۷۵ھ ۱۹۷۶ھ ۱۹۷۷ھ ۱۹۷۸ھ ۱۹۷۹ھ ۱۹۸۰ھ ۱۹۸۱ھ ۱۹۸۲ھ ۱۹۸۳ھ ۱۹۸۴ھ ۱۹۸۵ھ ۱۹۸۶ھ ۱۹۸۷ھ ۱۹۸۸ھ ۱۹۸۹ھ ۱۹۹۰ھ ۱۹۹۱ھ ۱۹۹۲ھ ۱۹۹۳ھ ۱۹۹۴ھ ۱۹۹۵ھ ۱۹۹۶ھ ۱۹۹۷ھ ۱۹۹۸ھ ۱۹۹۹ھ ۲۰۰۰ھ ۲۰۰۱ھ ۲۰۰۲ھ ۲۰۰۳ھ ۲۰۰۴ھ ۲۰۰۵ھ ۲۰۰۶ھ ۲۰۰۷ھ ۲۰۰۸ھ ۲۰۰۹ھ ۲۰۱۰ھ ۲۰۱۱ھ ۲۰۱۲ھ ۲۰۱۳ھ ۲۰۱۴ھ ۲۰۱۵ھ ۲۰۱۶ھ ۲۰۱۷ھ ۲۰۱۸ھ ۲۰۱۹ھ ۲۰۲۰ھ ۲۰۲۱ھ ۲۰۲۲ھ ۲۰۲۳ھ ۲۰۲۴ھ ۲۰۲۵ھ ۲۰۲۶ھ ۲۰۲۷ھ ۲۰۲۸ھ ۲۰۲۹ھ ۲۰۳۰ھ ۲۰۳۱ھ ۲۰۳۲ھ ۲۰۳۳ھ ۲۰۳۴ھ ۲۰۳۵ھ ۲۰۳۶ھ ۲۰۳۷ھ ۲۰۳۸ھ ۲۰۳۹ھ ۲۰۴۰ھ ۲۰۴۱ھ ۲۰۴۲ھ ۲۰۴۳ھ ۲۰۴۴ھ ۲۰۴۵ھ ۲۰۴۶ھ ۲۰۴۷ھ ۲۰۴۸ھ ۲۰۴۹ھ ۲۰۵۰ھ ۲۰۵۱ھ ۲۰۵۲ھ ۲۰۵۳ھ ۲۰۵۴ھ ۲۰۵۵ھ ۲۰۵۶ھ ۲۰۵۷ھ ۲۰۵۸ھ ۲۰۵۹ھ ۲۰۶۰ھ ۲۰۶۱ھ ۲۰۶۲ھ ۲۰۶۳ھ ۲۰۶۴ھ ۲۰۶۵ھ ۲۰۶۶ھ ۲۰۶۷ھ ۲۰۶۸ھ ۲۰۶۹ھ ۲۰۷۰ھ ۲۰۷۱ھ ۲۰۷۲ھ ۲۰۷۳ھ ۲۰۷۴ھ ۲۰۷۵ھ ۲۰۷۶ھ ۲۰۷۷ھ ۲۰۷۸ھ ۲۰۷۹ھ ۲۰۸۰ھ ۲۰۸۱ھ ۲۰۸۲ھ ۲۰۸۳ھ ۲۰۸۴ھ ۲۰۸۵ھ ۲۰۸۶ھ ۲۰۸۷ھ ۲۰۸۸ھ ۲۰۸۹ھ ۲۰۹۰ھ ۲۰۹۱ھ ۲۰۹۲ھ ۲۰۹۳ھ ۲۰۹۴ھ ۲۰۹۵ھ ۲۰۹۶ھ ۲۰۹۷ھ ۲۰۹۸ھ ۲۰۹۹ھ ۲۱۰۰ھ ۲۱۰۱ھ ۲۱۰۲ھ ۲۱۰۳ھ ۲۱۰۴ھ ۲۱۰۵ھ ۲۱۰۶ھ ۲۱۰۷ھ ۲۱۰۸ھ ۲۱۰۹ھ ۲۱۱۰ھ ۲۱۱۱ھ ۲۱۱۲ھ ۲۱۱۳ھ ۲۱۱۴ھ ۲۱۱۵ھ ۲۱۱۶ھ ۲۱۱۷ھ ۲۱۱۸ھ ۲۱۱۹ھ ۲۱۲۰ھ ۲۱۲۱ھ ۲۱۲۲ھ ۲۱۲۳ھ ۲۱۲۴ھ ۲۱۲۵ھ ۲۱۲۶ھ ۲۱۲۷ھ ۲۱۲۸ھ ۲۱۲۹ھ ۲۱۳۰ھ ۲۱۳۱ھ ۲۱۳۲ھ ۲۱۳۳ھ ۲۱۳۴ھ ۲۱۳۵ھ ۲۱۳۶ھ ۲۱۳۷ھ ۲۱۳۸ھ ۲۱۳۹ھ ۲۱۴۰ھ ۲۱۴۱ھ ۲۱۴۲ھ ۲۱۴۳ھ ۲۱۴۴ھ ۲۱۴۵ھ ۲۱۴۶ھ ۲۱۴۷ھ ۲۱۴۸ھ ۲۱۴۹ھ ۲۱۵۰ھ ۲۱۵۱ھ ۲۱۵۲ھ ۲۱۵۳ھ ۲۱۵۴ھ ۲۱۵۵ھ ۲۱۵۶ھ ۲۱۵۷ھ ۲۱۵۸ھ ۲۱۵۹ھ ۲۱۶۰ھ ۲۱۶۱ھ ۲۱۶۲ھ ۲۱۶۳ھ ۲۱۶۴ھ ۲۱۶۵ھ ۲۱۶۶ھ ۲۱۶۷ھ ۲۱۶۸ھ ۲۱۶۹ھ ۲۱۷۰ھ ۲۱۷۱ھ ۲۱۷۲ھ ۲۱۷۳ھ ۲۱۷۴ھ ۲۱۷۵ھ ۲۱۷۶ھ ۲۱۷۷ھ ۲۱۷۸ھ ۲۱۷۹ھ ۲۱۸۰ھ ۲۱۸۱ھ ۲۱۸۲ھ ۲۱۸۳ھ ۲۱۸۴ھ ۲۱۸۵ھ ۲۱۸۶ھ ۲۱۸۷ھ ۲۱۸۸ھ ۲۱۸۹ھ ۲۱۹۰ھ ۲۱۹۱ھ ۲۱۹۲ھ ۲۱۹۳ھ ۲۱۹۴ھ ۲۱۹۵ھ ۲۱۹۶ھ ۲۱۹۷ھ ۲۱۹۸ھ ۲۱۹۹ھ ۲۲۰۰ھ ۲۲۰۱ھ ۲۲۰۲ھ ۲۲۰۳ھ ۲۲۰۴ھ ۲۲۰۵ھ ۲۲۰۶ھ ۲۲۰۷ھ ۲۲۰۸ھ ۲۲۰۹ھ ۲۲۱۰ھ ۲۲۱۱ھ ۲۲۱۲ھ ۲۲۱۳ھ ۲۲۱۴ھ ۲۲۱۵ھ ۲۲۱۶ھ ۲۲۱۷ھ ۲۲۱۸ھ ۲۲۱۹ھ ۲۲۲۰ھ ۲۲۲۱ھ ۲۲۲۲ھ ۲۲۲۳ھ ۲۲۲۴ھ ۲۲۲۵ھ ۲۲۲۶ھ ۲۲۲۷ھ ۲۲۲۸ھ ۲۲۲۹ھ ۲۲۳۰ھ ۲۲۳۱ھ ۲۲۳۲ھ ۲۲۳۳ھ ۲۲۳۴ھ ۲۲۳۵ھ ۲۲۳۶ھ ۲۲۳۷ھ ۲۲۳۸ھ ۲۲۳۹ھ ۲۲۴۰ھ ۲۲۴۱ھ ۲۲۴۲ھ ۲۲۴۳ھ ۲۲۴۴ھ ۲۲۴۵ھ ۲۲۴۶ھ ۲۲۴۷ھ ۲۲۴۸ھ ۲۲۴۹ھ ۲۲۵۰ھ ۲۲۵۱ھ ۲۲۵۲ھ ۲۲۵۳ھ ۲۲۵۴ھ ۲۲۵۵ھ ۲۲۵۶ھ ۲۲۵۷ھ ۲۲۵۸ھ ۲۲۵۹ھ ۲۲۶۰ھ ۲۲۶۱ھ ۲۲۶۲ھ ۲۲۶۳ھ ۲۲۶۴ھ ۲۲۶۵ھ ۲۲۶۶ھ ۲۲۶۷ھ ۲۲۶۸ھ ۲۲۶۹ھ ۲۲۷۰ھ ۲۲۷۱ھ ۲۲۷۲ھ ۲۲۷۳ھ ۲۲۷۴ھ ۲۲۷۵ھ ۲۲۷۶ھ ۲۲۷۷ھ ۲۲۷۸ھ ۲۲۷۹ھ ۲۲۸۰ھ ۲۲۸۱ھ ۲۲۸۲ھ ۲۲۸۳ھ ۲۲۸۴ھ ۲۲۸۵ھ ۲۲۸۶ھ ۲۲۸۷ھ ۲۲۸۸ھ ۲۲۸۹ھ ۲۲۹۰ھ ۲۲۹۱ھ ۲۲۹۲ھ ۲۲۹۳ھ ۲۲۹۴ھ ۲۲۹۵ھ ۲۲۹۶ھ ۲۲۹۷ھ ۲۲۹۸ھ ۲۲۹۹ھ ۲۳۰۰ھ ۲۳۰۱ھ ۲۳۰۲ھ ۲۳۰۳ھ ۲۳۰۴ھ ۲۳۰۵ھ ۲۳۰۶ھ ۲۳۰۷ھ ۲۳۰۸ھ ۲۳۰۹ھ ۲۳۱۰ھ ۲۳۱۱ھ ۲۳۱۲ھ ۲۳۱۳ھ ۲۳۱۴ھ ۲۳۱۵ھ ۲۳۱۶ھ ۲۳۱۷ھ ۲۳۱۸ھ ۲۳۱۹ھ ۲۳۲۰ھ ۲۳۲۱ھ ۲۳۲۲ھ ۲۳۲۳ھ ۲۳۲۴ھ ۲۳۲۵ھ ۲۳۲۶ھ ۲۳۲۷ھ ۲۳۲۸ھ ۲۳۲۹ھ ۲۳۳۰ھ ۲۳۳۱ھ ۲۳۳۲ھ ۲۳۳۳ھ ۲۳۳۴ھ ۲۳۳۵ھ ۲۳۳۶ھ ۲۳۳۷ھ ۲۳۳۸ھ ۲۳۳۹ھ ۲۳۴۰ھ ۲۳۴۱ھ ۲۳۴۲ھ ۲۳۴۳ھ ۲۳۴۴ھ ۲۳۴۵ھ ۲۳۴۶ھ ۲۳۴۷ھ ۲۳۴۸ھ ۲۳۴۹ھ ۲۳۵۰ھ ۲۳۵۱ھ ۲۳۵۲ھ ۲۳۵۳ھ ۲۳۵۴ھ ۲۳۵۵ھ ۲۳۵۶ھ ۲۳۵۷ھ ۲۳۵۸ھ ۲۳۵۹ھ ۲۳۶۰ھ ۲۳۶۱ھ ۲۳۶۲ھ ۲۳۶۳ھ ۲۳۶۴ھ ۲۳۶۵ھ ۲۳۶۶ھ ۲۳۶۷ھ ۲۳۶۸ھ ۲۳۶۹ھ ۲۳۷۰ھ ۲۳۷۱ھ ۲۳۷۲ھ ۲۳۷۳ھ ۲۳۷۴ھ ۲۳۷۵ھ ۲۳۷۶ھ ۲۳۷۷ھ ۲۳۷۸ھ ۲۳۷۹ھ ۲۳۸۰ھ ۲۳۸۱ھ ۲۳۸۲ھ ۲۳۸۳ھ ۲۳۸۴ھ ۲۳۸۵ھ ۲۳۸۶ھ ۲۳۸۷ھ ۲۳۸۸ھ ۲۳۸۹ھ ۲۳۹۰ھ ۲۳۹۱ھ ۲۳۹۲ھ ۲۳۹۳ھ ۲۳۹۴ھ ۲۳۹۵ھ ۲۳۹۶ھ ۲۳۹۷ھ ۲۳۹۸ھ ۲۳۹۹ھ ۲۴۰۰ھ ۲۴۰۱ھ ۲۴۰۲ھ ۲۴۰۳ھ ۲۴۰۴ھ ۲۴۰۵ھ ۲۴۰۶ھ ۲۴۰۷ھ ۲۴۰۸ھ ۲۴۰۹ھ ۲۴۱۰ھ ۲۴۱۱ھ ۲۴۱۲ھ ۲۴۱۳ھ ۲۴۱۴ھ ۲۴۱۵ھ ۲۴۱۶ھ ۲۴۱۷ھ ۲۴۱۸ھ ۲۴۱۹ھ ۲۴۲۰ھ ۲۴۲۱ھ ۲۴۲۲ھ ۲۴۲۳ھ ۲۴۲۴ھ ۲۴۲۵ھ ۲۴۲۶ھ ۲۴۲۷ھ ۲۴۲۸ھ ۲۴۲۹ھ ۲۴۳۰ھ ۲۴۳۱ھ ۲۴۳۲ھ ۲۴۳۳ھ ۲۴۳۴ھ ۲۴۳۵ھ ۲۴۳۶ھ ۲۴۳۷ھ ۲۴۳۸ھ ۲۴۳۹ھ ۲۴۴۰ھ ۲۴۴۱ھ ۲۴۴۲ھ ۲۴۴۳ھ ۲۴۴۴ھ ۲۴۴۵ھ ۲۴۴۶ھ ۲۴۴۷ھ ۲۴۴۸ھ ۲۴۴۹ھ ۲۴۵۰ھ ۲۴۵۱ھ ۲۴۵۲ھ ۲۴۵۳ھ ۲۴۵۴ھ ۲۴۵۵ھ ۲۴۵۶ھ ۲۴۵۷ھ ۲۴۵۸ھ ۲۴۵۹ھ ۲۴۶۰ھ ۲۴۶۱ھ ۲۴۶۲ھ ۲۴۶۳ھ ۲۴۶۴ھ ۲۴۶۵ھ ۲۴۶۶ھ ۲۴۶۷ھ ۲۴۶۸ھ ۲۴۶۹ھ ۲۴۷۰ھ ۲۴۷۱ھ ۲۴۷۲ھ ۲۴۷۳ھ ۲۴۷۴ھ ۲۴۷۵ھ ۲۴۷۶ھ ۲۴۷۷ھ ۲۴۷۸ھ ۲۴۷۹ھ ۲۴۸۰ھ ۲۴۸۱ھ ۲۴۸۲ھ ۲۴۸۳ھ ۲۴۸۴ھ ۲۴۸۵ھ ۲۴۸۶ھ ۲۴۸۷ھ ۲۴۸۸ھ ۲۴۸۹ھ ۲۴۹۰ھ ۲۴۹۱ھ ۲۴۹۲ھ ۲۴۹۳ھ ۲۴۹۴ھ ۲۴۹۵ھ ۲۴۹۶ھ ۲۴۹۷ھ ۲۴۹۸ھ ۲۴۹۹ھ ۲۵۰۰ھ ۲۵۰۱ھ ۲۵۰۲ھ ۲۵۰۳ھ ۲۵۰۴ھ ۲۵۰۵ھ ۲۵۰۶ھ ۲۵۰۷ھ ۲۵۰۸ھ ۲۵۰۹ھ ۲۵۱۰ھ ۲۵۱۱ھ ۲۵۱۲ھ ۲۵۱۳ھ ۲۵۱۴ھ ۲۵۱۵ھ ۲۵۱۶ھ ۲۵۱۷ھ ۲۵۱۸ھ ۲۵۱۹ھ ۲۵۲۰ھ ۲۵۲۱ھ ۲۵۲۲ھ ۲۵۲۳ھ ۲۵۲۴ھ ۲۵۲۵ھ ۲۵۲۶ھ ۲۵۲۷ھ ۲۵۲۸ھ ۲۵۲۹ھ ۲۵۳۰ھ ۲۵۳۱ھ ۲۵۳۲ھ ۲۵۳۳ھ ۲۵۳۴ھ ۲۵۳۵ھ ۲۵۳۶ھ ۲۵۳۷ھ ۲۵۳۸ھ ۲۵۳۹ھ ۲۵۴۰ھ ۲۵۴۱ھ ۲۵۴۲ھ ۲۵۴۳ھ ۲۵۴۴ھ ۲۵۴۵ھ ۲۵۴۶ھ ۲۵۴۷ھ ۲۵۴۸ھ ۲۵۴۹ھ ۲۵۵۰ھ ۲۵۵۱ھ ۲۵۵۲ھ ۲۵۵۳ھ ۲۵۵۴ھ ۲۵۵۵ھ ۲۵۵۶ھ ۲۵۵۷ھ ۲۵۵۸ھ ۲۵۵۹ھ ۲۵۶۰ھ ۲۵۶۱ھ ۲۵۶۲ھ ۲۵۶۳ھ ۲۵۶۴ھ ۲۵۶۵ھ ۲۵۶۶ھ ۲۵۶۷ھ ۲۵۶۸ھ ۲۵۶۹ھ ۲۵۷۰ھ ۲۵۷۱ھ ۲۵۷۲ھ ۲۵۷۳ھ ۲۵۷۴ھ ۲۵۷۵ھ ۲۵۷۶ھ ۲۵۷۷ھ ۲۵۷۸ھ ۲۵۷۹ھ ۲۵۸۰ھ ۲۵۸۱ھ ۲۵۸۲ھ ۲۵۸۳ھ ۲۵۸۴ھ ۲۵۸۵ھ ۲۵۸۶ھ ۲۵۸۷ھ ۲۵۸۸ھ ۲۵۸۹ھ ۲۵۹۰ھ ۲۵۹۱ھ ۲۵۹۲ھ ۲۵۹۳ھ ۲۵۹۴ھ ۲۵۹۵ھ ۲۵۹۶ھ ۲۵۹۷ھ ۲۵۹۸ھ ۲۵۹۹ھ ۲۶۰۰ھ ۲۶۰۱ھ ۲۶۰۲ھ ۲۶۰۳ھ ۲۶۰۴ھ ۲۶۰۵ھ ۲۶۰۶ھ ۲۶۰۷ھ ۲۶۰۸ھ ۲۶۰۹ھ ۲۶۱۰ھ ۲۶۱۱ھ ۲۶۱۲ھ ۲۶۱۳ھ ۲۶۱۴ھ ۲۶۱۵ھ ۲۶۱۶ھ ۲۶۱۷ھ ۲۶۱۸ھ ۲۶۱۹ھ ۲۶۲۰ھ ۲۶۲۱ھ ۲۶۲۲ھ ۲۶۲۳ھ ۲۶۲۴ھ ۲۶۲۵ھ ۲۶۲۶ھ ۲۶۲۷ھ ۲۶۲۸ھ ۲۶۲۹ھ ۲۶۳۰ھ ۲۶۳۱ھ ۲۶۳۲ھ ۲۶۳۳ھ ۲۶۳۴ھ ۲۶۳۵ھ ۲۶۳۶ھ ۲۶۳۷ھ ۲۶۳۸ھ ۲۶۳۹ھ ۲۶۴۰ھ ۲۶۴۱ھ ۲۶۴۲ھ ۲۶۴۳ھ ۲۶۴۴ھ ۲۶۴۵ھ ۲۶۴۶ھ ۲۶۴۷ھ ۲۶۴۸ھ ۲۶۴۹ھ ۲۶۵۰ھ ۲۶۵۱ھ ۲۶۵۲ھ ۲۶۵۳ھ ۲۶۵۴ھ ۲۶۵۵ھ ۲۶۵۶ھ ۲۶۵۷ھ ۲۶۵۸ھ ۲۶۵۹ھ ۲۶۶۰ھ ۲۶۶۱ھ ۲۶۶۲ھ ۲۶۶۳ھ ۲۶۶۴ھ ۲۶۶۵ھ ۲۶۶۶ھ ۲۶۶۷ھ ۲۶۶۸ھ ۲۶۶۹ھ ۲۶۷۰ھ ۲۶۷۱ھ ۲۶۷۲ھ ۲۶۷۳ھ ۲۶۷۴ھ ۲۶۷۵ھ ۲۶۷۶ھ ۲۶۷۷ھ ۲۶۷۸ھ ۲۶۷۹ھ ۲۶۸۰ھ ۲۶۸۱ھ ۲۶۸۲ھ ۲۶۸۳ھ ۲۶۸۴ھ ۲۶۸۵ھ ۲۶۸۶ھ ۲۶۸۷ھ ۲۶۸۸ھ ۲۶۸۹ھ ۲۶۹۰ھ ۲۶۹۱ھ ۲۶۹۲ھ ۲۶۹۳ھ ۲۶۹۴ھ ۲۶۹۵ھ ۲۶۹۶ھ ۲۶۹۷ھ ۲۶۹۸ھ ۲۶۹۹ھ ۲۷۰۰ھ ۲۷۰۱ھ ۲۷۰۲ھ ۲۷۰۳ھ ۲۷۰۴ھ ۲۷۰۵ھ ۲۷۰۶ھ ۲۷۰۷ھ ۲۷۰۸ھ ۲۷۰۹ھ ۲۷۱۰ھ ۲۷۱۱ھ ۲۷۱۲ھ ۲۷۱۳ھ ۲۷۱۴ھ ۲۷۱۵ھ ۲۷۱۶ھ ۲۷۱۷ھ ۲۷۱۸ھ ۲۷۱۹ھ ۲۷۲۰ھ ۲۷۲۱ھ ۲۷۲۲ھ ۲۷۲۳ھ ۲۷۲۴ھ ۲۷۲۵ھ ۲۷۲۶ھ ۲۷۲۷ھ ۲۷۲۸ھ ۲۷۲۹ھ ۲۷۳۰ھ ۲۷۳۱ھ ۲۷۳۲ھ ۲۷۳۳ھ ۲۷۳۴ھ ۲۷۳۵ھ ۲۷۳۶ھ ۲۷۳۷ھ ۲۷۳۸ھ ۲۷۳۹ھ ۲۷۴۰ھ ۲۷۴۱ھ ۲۷۴۲ھ ۲۷۴۳ھ ۲۷۴۴

مملکت میں زلفت و فساد سے بابت ہو گیا۔ اس وقت شاہ شمس چک وغیرہ
 کئی سرکش ابھی تک اس کے گرد و فلاح میں اس غرض سے مندار سے تھے کہ
 موقع پائیں تو مغلوں کو ملک سے بھال دیں چنانچہ پہلے پہل شمس چک اور شمس دلی
 نے فوج پونچھ سے فتنہ و فساد کا آغاز کیا اور سر سے محمد بٹ اور سید بہاؤ الدین
 ان کی سرکوبی کے لئے مقرر ہوئے۔ جب یہ لوگ پرگنہ سبیر وہ میں پونچھے
 تو شمس چک نے موقع پا کر ان پر شیخون مارا جس سے بہادران محمد بٹ کو سخت
 نقصان پہنچا لیکن آخر کار منہزم ہو کر پونچھ کو لوٹ گیا۔ اور محمد بٹ مظفر و منصور
 مراجعت پذیر ہوا سید یوسف خان نے اہل حرب کو انعام و اکرام سے سرفراز کر کے
 ممنون احسان کیا اس کے بعد یعقوب خان اور ابو المعالی نے کشت توار سے
 بٹ کر کوہستان و چمن بارہ میں شور و شر اٹھایا اس ہم کے سر کرنے کے
 لئے یوسف خان رضوی نے محمد بٹ اور حاجی میرک کو متعین کیا۔ محمد بٹ نے
 پہلے تو مخالفوں کو حکمت عملی سے گرفتار کرنا چاہا لیکن ابو المعالی کی روشن دماغی
 اس کے دام تزویر سے چو گئی ہو گئی۔ اور وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ محمد بٹ
 کی فوج پر آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو تہ تیغ کر کے محمد بٹ کو بھگا دیا جس
 نے میان کار زار سے بھاگ کر شاہی فوج میں جو غنڈے فاصلہ پر تھے بھاگنا
 لی۔ دوران نقب میں سید ابو المعالی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا تھا اور یعقوب خان
 اس کی غور و پرداخت میں مصروف تھا۔ اسی اثنا میں بارش شروع ہو گئی اور غنیم
 کو بے کشکاک پیپ میں پونچھنے کا موقع مل گیا۔ دس روز متواتر جانیوں کی فوجیں اپنے
 اپنے مقام پر پڑی رہیں اور کسی کو پیشہ سنی کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد
 یعقوب شاہ کوچ کر کے پرگنہ اولر میں آگیا اور وہیں ٹھیکر مرید فوج جمع کر سنے
 کی جانب متوجہ ہو گیا مگر بد قسمتی سے اس کے چرانے ہمراہی بھی اکثر منحصر
 ہو گئے اور محمد بٹ سے جانے مارا اور یعقوب شاہ گھبرا کر محفوظ طور پر چھ کی فلاح
 میں کوہ اولر کی بلندی پر خمیہ زن ہو گیا۔ محمد بٹ کوہ نارستان کے دامن میں جا بیٹھا۔
 دوسرے دن لڑائی شروع ہوئی۔ جس میں یعقوب شاہ کے بہت سے آدمی
 مارے گئے۔ وہ مغلوب ہو کر کشت توار کو بھاگ گیا۔ تاہم سید ابو المعالی جان پر

کھیل کر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور دلیرانہ لڑتارہا۔ آخر کار شاہی فوج نے اسے گرفتار کر لیا۔

۵۔ چو اقبال برگشت در سوئگر۔ دلیری و مردی چہ آید بکار۔
یوسف خان رضوی کے سامنے جب سید ابو المعالی پیش ہوا۔ تو اس نے اس کی شجاعت اور جلاوت کی پوری داد دی۔ اور بجائے اس کے کہ ایک قوی ہوکل اور زبردست دشمن کو فوراً ہلاک کر دیتا، اس نے خاص خلعت جو خود پہنے ہوئے تھا۔ عنایت کر کے اسے صدر عروت پر بٹھایا۔ اس عاقلانہ پالیسی نے مخالفوں کے دلوں پر پورا اثر کیا اور شمس چک اور شمس ڈولی بھی جلدی ہی سید بہاؤ الدین کی وساطت سے یوسف خان رضوی سیاست ملک کی جانب متوجہ ہوا۔ چنانچہ اس نے سیف خان بیگنی۔ علی خان وچھن پارہ۔ ایبہ چک۔ برادر حیدر چک کو جن میں سے ہر ایک بھائی خود مرکز فساد تھا، گرفتار کر کے ان سب کی آنکھیں کالوں سے لوبہ چک کو دار پر چڑھایا۔ بہرام نیایک اور اس کے لڑکے جو ذہر کھا کر ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح بلاناغہ جرز کوئی نہ کوئی مسند بھور و عتاب ہو کر مقتول ہوتا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ سرزمین خاؤ و خابثات قتل سے بالکل پاک و صاف ہو گئی۔

چند ماہ کے بعد فرمان شاہی کے بموجب یوسف خان کو دربار اعلیٰ میں حاضر ہونا پڑا۔ پیچھے اس کا بھائی باقر خان مہام ملکی سر انجام دینے لگا۔ انہیں دونوں میں سالو لو خراج باقر خان کا مصاحب خاص اور اول درجہ کا خود عرض اور حامد شخص تھا۔ اس کے امراء کشمیر کی بدگویاں سننا کر پریشان خاطر کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے بنیہر سچ و بکار۔ سید ابو المعالی۔ علم شیر خان، اگر سے وغیرہ بعض امراء کشمیر کو فید کر لیا اور بادشاہ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ اعیان ملک پھر قتل و فساد پر مستعد ہو گئے ہیں اور اگر یوسف خان جلد ہی نہ پونجا تو ملک ہمارے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اگر نے یہ دیکھتے ہی یوسف خان کو روانہ کشمیر کر دیا۔ جس نے یہاں پوچھ کر سید ابو المعالی۔ علم شیر خان اور بہادر خان وغیرہ کو حضور انور کی خدمت میں بھجوا دیا۔ جہاں پوچھ کر سید ابو المعالی۔ راجہ مان سنگھ کا مصاحب مقرر ہو گیا۔ اسی اثناء میں غازی چک اور لوبہ چک جو عرش آشیانی کے ہمرکاب، اگرہ میں رہتے تھے۔ قتلہ پر دازی کی نیت

سے بھاگ کر جتوں کے راستے کشمیر آگئے۔ لیکن یوسف خان اور محمد
انہیں فوراً گرفتار کر لیا اور ان کی آنکھیں نکال دیں۔ استاد لوی سجاد چورے د
عیار اور دیا کار بھی تھا۔ باقر خان کی وساطت سے یوسف خان کے مقرروں
میں داخل ہو گیا اور دوبارہ بازی اور حیلہ گری سے اس کو اس نے ایسا ماتھوں پر
چڑھایا کہ وہ تمام کام اسی کے مشورہ اور صواب دید سے کرنے لگا۔ اب وہ محمد
کی بھینسی پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے یوسف خان کو بدگمان کر
اس بیچارے کو بھی کشمیر سے نکلوا کر بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔

اکبر خود کشمیر ۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۶ھ میں جبکہ جلوس کا تیفیسواں سال تھا۔ اکبر
جانا ہے نے خود گلگشت کشمیر کا ارادہ کیا۔ دشنے کے نشیب و فراز کو بھوار کرنے
کے لئے سسر کر دلی قاسم خان تین ہزار تنگ تراش و خارا شکاف اور دو ہزار بیلو اور
کے۔ بادشاہ کے جلوس میں شانہ دارہ سلیم۔ شانہ دارہ سلطان مراد۔ شیخ فرید بخشی۔ مرزا
خان خانان۔ زین خان کو کہ عضد الدولہ حکیم ابو الفتح۔ جگن ناتھ۔ سیر شریف آملی۔ قاضی
حسین نورانی۔ راجا داس۔ بوالفضل۔ مرزا کبیرا دھلت مرزا حکیم شیخ فیضی۔ سلطان
خسر اور بہت بڑے بڑے نامی آدمی تھے۔ لشکر اور جلو کے آگے قاسم خان
راستہ صاف کرنے کے لئے جانا تھا۔ بھمبر راجوری سے ہو کر تھنہ پونچے۔ جو رن
بجائ کے ایک کریوہ کے نیچے نہایت سرد قصبہ ہے۔ یہاں سے کشمیری لباس
اور کشمیری زبان شروع ہو جاتی ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ملک آپس میں۔ کوہ۔
دریا۔ جنگ اور زبان کے ذریعے جدا ہوتے ہیں۔ اس لئے کشمیر کا ملک دراصل ہمیں
سے شروع ہوتا ہے۔ بہرام گلہ سے آگے بادشاہ پوچھا تھا کہ مرزا یوسف خان
صوبہ کشمیر کئی کشمیری لہجہ کے ساتھ خود حاضر ہو گیا۔ فردوسی کے دن تھے۔ برف باری
کی کثرت تھی۔ مگر بہرام گلہ تک چنداں تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ ندی نالے بہت
تھے۔ جن پر ساتھ ہی ساتھ پل رکھ کر تیار ہوتے جاتے تھے۔ بہرام گلہ سے
اگلی منزل پر برف کی شدت سے بادشاہ کے ہمراہی ڈر گئے۔ برف پر کشمیری
لوگ پول کی بنی پتھر پڑی آسانی سے گزر جاتے ہیں۔ بہت سی جوتیاں بنوائی
گئیں۔ بادشاہ نے خود بھی پہنی۔ اور برف پر سے گزر گئے۔ جو دو کوس تک تھی

چارلس کی سختی برف کی شدت ہندوستان میں اور پنجابوں کی سرسبکی پہاڑوں کے چر در پہر رستے تازتے کے نشیب و فراز اس پر مینہ اور اولے برستے شروع ہو گئے۔ جو لوگ گذر گئے۔ وہ تو بچ گئے۔ جو پیچھے رہ گئے ان میں سے اکثر آدمی برف میں اکر کر رہ گئے اہل حرم بھی ساتھ تھے۔ بادشاہ نے تاکید کی کہ خبردار ان کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ بادشاہ میرہ پور پہنچے۔ وہاں خیمہ و خرگاہ سب موجود تھے یہاں تک پوچھ کر کچھلی سب کلفت ہول گئے۔ بچوں کی کشفنگی ہوا کی موافقت۔ آبشاروں کی لہریں غرض ایک دوسرے عالم دکھائی دیا۔ یہاں کشمیر سے اکثر خدا پرست۔ وانا یان ملک اہل ہنر اور عالم و شاعر لوگ باریاب ہو گئے اہل حرم پیچھے تھے۔ شاہزادہ سلیم ان کے لینے کو گیا۔ لیکن وہ رستے کی دشواری سے ہمراہ نہ آسکے۔ بادشاہ ناراض ہوا۔ شاہزادہ کو باریابی کی اجازت بھی نہ دی۔ جوش عجب میں خود لینے کو چلا لیکن اخلاص مندوں نے جوش کو نرم کیا۔ اور خان خانان رو لہ ہوا۔ بادشاہ کو خان پور میں ایک درخت دکھایا گیا جس کا تنہ نہایت بڑا اور ہمیشہ تھا۔ شاہیں اس کی بہت تحسین اور سچے بشمار تھے۔ اس میں عجیب بات یہ تھی۔ کہ اگر اس کی پتی سی شاخ کو بھی ہلا دیتے تو سارا درخت ہل جاتا۔

اکبر کا سنا سنا کر جلوس کا چونتیسواں سال شروع تھا کہ جلالت تاب شہر میری نگر میں میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے صوبہ گورنر کشمیر مرزا یوسف خان کے مکان میں قیام فرمایا۔ تیس دن شہاب الدین پورہ کی سیر کی۔ جو دریائے کناڈ کے ایک عجیب دلکشا جگہ ہے۔ چند دنوں کے بعد اہل حرم بھی آگئے۔ مزیم مکان بھی ساتھ تھیں۔ انہوں نے بادشاہ کے پاس آنے کی خواہش کی۔ بادشاہ نے جواب میں لکھ بھیجا۔

حاجی مولے کے بعد وادیرائے حج۔ یارب یود کہ کہہ بیایا۔ یسویے نام۔

بادشاہ نے ملازمہ راج کی سیر کا ارادہ کیا۔ اس زمانہ میں کشمیر میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں۔ مگر بادشاہ کے قابل کوئی نہ تھی۔ چند ہی دنوں میں دریائی محل ایک ہزار سے زیادہ تیار ہو گئے۔ اور دریائے کناڈ سے ایک شہر آباد ہو گیا۔ دریائے دونوں طرف نظر فریب گلزار اور نشاط افزا منظر چشم افروز سی کا کام

رتا تھا۔ لئی دنوں کے سفر میں تین تین ہزار سیکہ زمین نہایت چھوٹی اور شاداب نظر آئی یہاں بیرونی کارکن مکان کے باعث ایک دن سرور بھی رہا۔

میر شاہ کا بادشاہ یعقوب شاہ آورہ گردی میں اوقات بسر کر رہا تھا۔ آج کسی سے معافی مانگنا زمیندار کے ہاں پھیا ہے توکل کسی جاگیر دار کی پناہ میں چلا گیا ہے۔ آخر تنگ آکر بادشاہ کی آستان ہوسی کا ارادہ کیا۔ اپنے آدمی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ بادشاہ نے قصور معاف کر کے ان کو واپس کیا۔ لیکن پھر اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ اپنی زبان سے فردہ بخشائش شکر آئے۔ جب اس کے بھائی نے جان بخشی کا فردہ سنایا۔ تو مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی۔ بادشاہ نے عنایات خاصہ سے کام لیکر میں ہزار کی جاگیر عطا کی۔ لیکن احتیاطاً راجہ مان سنگھ کی نگرانی میں رکھا۔ اور مدت العمر اسی حالت میں رہا۔ بعض حامدوں کی وجہ سے قلعہ رہتاس میں نظر بند بھی ہو گیا۔ لیکن جلد ہی ہی آزاد ہو کر اپنے منصب پر سرفراز ہوا۔ آخر ۱۵۹۳ء میں اپنے بھائی کے ماتھے سے مسموم ہو کر انتقال کر گیا اور کشتواڑ میں دفن ہوا۔

بادشاہ کی رعایا پر مرزا شاہ مراج کے سفر سے واپس دار البریاست میں آکر چٹن اور خیرات کی سیر کو روانہ ہوا۔ مقام ست پور میں باغ صفا کی سیر کی۔ جو مرزا حیر رکا لگایا ہوا تھا۔ پھر کشتی سے اتر کر چٹن میں آیا۔ اور تھپی اور میر شریف آلی کو بہت سارے حاکم و ملوک اور مساکین کے لئے بھیجا۔ بادشاہ کا حکم تھا۔ کہ کوئی فوجی افسر اور فوجی سپاہی بلکہ کوئی بادشاہی اہلکار رعایا کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے ورنہ سخت باز پرس ہوگی غرض ایک ماہ پانچ دن کی سیاحت کے بعد ہان پور۔ بچ بہارہ۔ انندی ناگ اور انت ناگ وغیرہ مقامات کی سیر کر کے براہ بارہ سولہ بادشاہ سلامت واپس آگئے۔ مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر بھی اپنی جگہ اپنے بھتیجے مرزا یادگار کو چھوڑ کر بادشاہ کے ایما سے اس کے ساتھ ہندوستان میں آیا۔

جب اگرہ پونچھ تو انسا لوہی سجار نے الہی کی خدمت میں عرضداشت کی۔
 کہ محاصل سرکاری کا انتظام کشمیر میں ٹھیک طور پر نہیں کیا جاتا۔ جس سے سخت
 نقصان ہو رہا ہے۔ بادشاہ نے قاضی نور اللہ اور قاضی علی کو بندہ دست الہیہ
 کے لئے کشمیر بھیج دیا۔ یہاں لوگ جدید انتظام سے بالکل بے خبر تھے۔ اس لئے
 ہمتان بندہ دست کو نئے احکام کے اجراء میں سخت ترقی درپیش آنے لگیں۔
 تنگ اگر قاضی نور اللہ نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ حکامان علی کی امداد
 کے بغیر بندہ دست الہیہ سرکاری کا تدارک ہو سکتا امر محال ہے۔ اور جو نقصان
 کے مستند اس بابے میں پوزی امداد نہیں دیتے۔ اس لئے بادشاہ نے
 حسن بیگ اور شیخ عمری کو بھی قاضی علی کی امداد کے لئے کشمیر بھیج دیا۔ قاضی
 علی نے تمام امالی محال ضبط کر کے خالصہ سرکاری میں داخل کر لئے۔ سپاہ اور اہلکاروں
 کی تنخواہیں بھی زر نقد ہی مقرر کیں۔ جس سے تمام خطہ کشمیر میں شور و داد پھٹا۔
 قدیم الایام سے تخویدار ہاتھ مارنے کے عادی تھے۔ جدید انتظام سے انہیں
 سخت نقصان پہنچا۔ کیونکہ تغلب کی چنداں گنجائش نہ رہی۔ اس لئے بعض
 خود غرض فتنہ و فساد پر آمادہ ہو گئے۔ پہلے ان لوگوں نے کمال الدین حسین
 کو جو ایدیوں میں سے تھا۔ اپنا سردار بنانا چاہا۔ لیکن جب اس نے انکار کیا۔
 تو درویش علی۔ عادل بیگ۔ یعقوب ترکمان۔ امام علی۔ جولانی وغیرہ اور بعض
 اویا پشوں نے اتفاق کر کے مرزا یادگار کو درغلانا شروع کیا اور اسے اپنا
 معاون و مددگار بنایا۔ حملہ بندہ دست کے برخلاف کر دیا۔ انہیں ایام میں
 حسن بیگ اور شیخ حمزہ کے آدمی میرزا یادگار کے ایک سپاہی کی بیوی کو اغوا کر کے
 اپنے ڈیرے پر لے گئے۔ بعضہ دل نے سپاہی کو برا بھونٹ کر کے قتل کر دیا۔
 اٹھا دیا۔ چنانچہ کئی شیر کینہہ اذیاش بے خبر حسن بیگ کے مکان میں گھس گئے
 اس وقت وہ بیچارہ اکیلا تھا۔ لیکن بڑی جواہر دی سے اس نے سب کا
 مقابلہ کیا۔ قاضی علی اور شیخ بابا والی درمیان آ گئے۔ اس وقت تو آتش فتنہ و
 فساد فرو ہو گئی لیکن دوسرے دن یاحیون نے کوہ ماران کے دامن میں پھر
 ہجوم کیا۔ اور حسن بیگ سے جنگ برپا کر دی۔ اس مرتبہ بھی بعض اہل صلح نے

اس بھگت سے کو رخ کرنا چاہا لیکن حسن بیگ نے تیرہ دروئی سے چٹہ آدمیوں کو مصالحت کے لئے اپنے پاس بلا کر قتل کر دیا۔ جس سے فساد اور بھی بڑھ کر اٹھا۔ حسن بیگ اور قاضی علی نے باغیوں کا کوئی امتداد نہ کیا اور سرنگر سے نکل کر الہ پورہ جا بیٹھے۔ اس ابتداء میں باغیوں نے پورا پورا استحکام حاصل کر لیا۔ اور ہیرہ پورہ کا راستہ بھی مسدود کر دیا۔ ادھر مرزا یادگار نے بھی کارج میں شورش پیدا کر دی۔ اب حسن بیگ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور مرزا کے تدارک کے لئے فوراً روانہ ہوا۔ لیکن جس جلد بازی میں سرنگر سے نکلا اتنی ہی جلد ہی پشیمان ہو کر راستہ ہی سے واپس لوٹ آیا۔ اور خاموش گھر میں بیٹھ رہا۔ اس سے مرزا یادگار کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ اور اس نے سہری بگری پر حملہ کر دیا۔ حسن بیگ اس کے خوش و خروش سے سراپیمہ ہو کر ہندوستان کو بھاگ گیا۔ جب ہیرہ پورہ پہنچا۔ تو مخالفوں نے دریا کے پل توڑ دیئے۔ حسن بیگ کہاں اضطراب دریا میں کود پڑا۔ بہت سے آدمی دریا برد ہو گئے۔ لیکن حسن بیگ چند بدخشی اور قاضی علی دریا کو عبور کر گئے۔ مخالفوں نے پھر بھی سمجھا نہ چھوڑا۔ اور انہیں پیرنجال پر جا پکڑا۔ قاضی علی تو مارا گیا۔ لیکن حسن بیگ مع چند بدخشیوں کے تیراندازی کے زور سے بچ کر بھل گیا۔ اس واقعہ کی خبر جب اکبر کو پہنچی۔ تو اس نے دین خان کو کلناش کو مظہر آباد کے راستے اور صادق خان کو پونچھ کے راستے روانہ کشمیر کیا۔ شمالی کو ہمارے کے زمینداروں کو جہوں کی راہ سے روانہ کیا۔ شیخ فرید بدخشی کو بھی بہت سی جریدہ سپاہ دیکر بھیجا۔ یوسف خان کو ابو الفضل کے حوالہ کیا۔ اور اس کے لڑکے جو مرزا یادگار کی لڑائی سے جان بچا کر بادشاہ کے پاس پناہ گزین تھے نظر بند کر دیئے۔ مرزا یادگار حسن بیگ کی نہریت کے بعد داخل سرنگر ہو گیا۔ تمام خزانہ و ذخائر اور اسلحہ و سامان قبضہ تصرف میں لے آیا۔ اور اپنے آپ کو سلطان مشہور کر کے اس نے اپنے نام کا سکہ خطبہ جاری کر دیا۔ اپنے ہمراہیوں۔ بہرام نیامیک کو خانگاہا وردیش علی کو خان جہان۔ عادل بیگ کو عادل خان۔ مفصود احمدی کو مفصود خان۔ خواجہ یونس کو آصف خان۔ اور موسیٰ میر کو مرزا خان کا خطاب

عطا کر کے اس نے متعدد دن اور ہرزہ داروں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ اسے یقین کال تھا کہ موسم سارا کے باعث راستے جلد ہی ہی مسدود ہو جائینگے مگر باہر کا فہم ملک میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اس عرصہ میں میں انتظام کر لوں گا سلطنت مستحکم ہو جائیگی اور پھر کسی کو میری ہمسری اور مقابلہ کی طاقت نہ رہیگی۔

اکبر کا دوسرا مرتد سفر کشمیر

بادشاہ نے دوسرے سال پھر کشمیر کا ارادہ کیا۔ بعض لوگ اس لیے سفر کے مانع ہوئے۔ لیکن بادشاہ نے شورش کشمیر کے بہانے سے خود ہی جانا مناسب سمجھا۔ اہل حرم کو بھی ساتھ لیا اور ساتھ کو براستہ راجورہ روانہ کشمیر ہو گیا۔ ابو الفضل نے دیوان حافظ سے فال نکالی۔ تو یہ دو بیت نکلے۔

آں خوش خبر کجاست کہیں فتح نہ آید
تا جان فشانش چو زخم در قدم

از بازگشت شاہ دریں طرف منزل
آہنگ خصم او پہلو بردہ عدم

یہ وہ وقت تھا جبکہ مرزا یادگار اپنا مکہ و خطبہ جاری کر چکا تھا۔ مکہ و خطبہ کے بعد فوراً اس کو تپ لرزہ پڑا جس سے بداقبال کا شکار ہو گیا۔ اس کے علاوہ ٹہرن جو اس کی مہر کو کھود رہا تھا۔ اس کی آنکھ میں فولاد کا ایک ریزہ جا لگا۔ جس سے وہ کام کاج سے رہ گیا۔ سب کو یقین ہو گیا کہ اس کا اتہال بہت جلد نوال میں آنے والا ہے۔ غرض مرزا یادگار انجام منہ کشی سے بغیر ہو کر حکومت کے خیالی پلاؤ بھار ہوا تھا کہ اکبر کی آمد آنے لگی جو اس باختہ کردہ بادشاہان جہان۔ درویش علی کو فوج کشی کے ساتھ راجورہ کے نالہ پر روانہ کیا۔ درویش علی نے پیرو خیال کے پاس ایک غرضی قلعہ تیار کیا۔ اور بادشاہ کی آمد اور اپنی پیش قدمی کا انتظار کرنے لگا۔ شیخ فرید بخشی بگی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کراوہ کے نیچے پوچھ گیا۔ درویش علی مقابلہ کو نکلا۔ لیکن اکبر جیسے بااقبال اور شاہ جم جاہ کے لشکر کے مقابلہ میں درویش بچارے کی کیا حقیقت تھی۔ ایک دو چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد جو صلہ مار بیٹھا۔ اور میدان خالی کر گیا۔ غرض لشکر شاہی کراوہ کو طے کر کے ہیرہ پور آیا۔ جہاں خود مرزا یادگار بادشاہ کا مقابلہ کرنے کو موجود تھا۔ بادشاہی لشکر کی یلغار دیکھ کر غافل خان کو ایک گروہ کے

ساتھ سرنگر روانہ کیا تاکہ شہر کی حفاظت کرے کچھ فوج معہ زر کشمیر کے
امیر پور سے آگے روانہ کی تاکہ روپیہ کے لانچ سے وہ رعایا کو اپنے ساتھ ملائے
رکھے۔ مرزا کے درباریوں نے نگاہ دور بین سے اس کی بد اقبالی کا بخارہ دیکھ لیا
اور وہ اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے بادشاہی آدمیوں میں سے شاہباز
نامی بھائی۔ ایرامہم نامی گلو۔ سارو بیگ شامی حسین بیگ و صلیو لیرسم خان
میانہ۔ یارنگ و وزیرک اور ملک محمد نے مرزا یوسف کے چند ملازموں کو
اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اس کی گرفتاری کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اسی رات
کو اس کے خیمہ میں جا گئے۔ یادگار گھڑاگر باہر آئے۔ صرف ایک نوکر یوسف
نامی اس کے ساتھ تھا۔ تھوڑی دور چلکر تعزلی کو گھوڑا لاسنے کو بھیجا۔ بادشاہی
آدمی اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ دفعۃً سارو بیگ شامی کی منظر
یوسف پر جا پڑی۔ اور اسے فوراً گرفتار کر لیا۔

سارو بیگ چاہتا تھا کہ وہ ایسے زندہ ہی بادشاہ کے پاس لیجا سکے۔ لیکن
شاہبازخان نے پیشدستی کر کے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اکاون سو تک مرزا
یادگار کا منگامہ برپا رہا۔ متھراؤ اس ایک بادشاہی ملازم نے یادگار کا سر بادشاہ
کے گھوڑے کے پاؤں میں ڈال دیا جس پر اکبر بہت خوش ہوا۔ اور شکر لہری
بجلا لیا۔ آخر شوبیان سے ہو کر متھرا میں پہنچا۔ ہر طرف سے رستہ ایسا حرا
ہو رہا تھا کہ ایک جگہ بادشاہ کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا۔ بادشاہ نے رستے میں روکت
چنار کا ایک کھوکھلا تنہ دیکھا۔ وہ اس قدر فرخ تھا کہ اس میں ۴۷ آدمی سہا سکتے تھے
چنانچہ بادشاہ نے یہ نظارہ دیکھا اور محفوظ ہوا۔

کشمیر میں بادشاہ بعض بد ہنماؤں نے مشہور کر دیا کہ بادشاہ ملک میں قتل
کے جشن وغیرہ عام مجاہد کیا۔ لوگ برا سیمہ ہو گئے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی۔
اپنے آدمیوں کو کہا کہ لوگوں کو تسلی بخشی کے رام میں اسیر کر دو۔ اور غصہ
کے مرغ راج کو قفس عنقریب سے رہا کر دو۔ عادل خان قلعہ رمی کا کپیس
بلکہ رکن چلا گیا۔ یاقی شوریہ سردوں کو سزا دی۔ ہوا خواہ انعام دیا کہ امیر سے
مالا مال ہوئے۔ چند دنوں کے بعد طلا دان کا جشن ہوا۔ ابو الفضل نے بادشاہ

کے حکم سے چودہ ہزار آدمیوں کو گناہا کھلایا۔ ابوالفضل لکھتا ہے۔ اس ملک میں یہ نسبت ہندوستان کے چاروں گناہت کم نظر آتے ہیں اس کے بعد بادشاہ زعفران زار کی ریز کے لئے روانہ ہوا۔ اس کی شادابی اور خوشبو اور اس کے دلغریب منظرہ نے بادشاہ کو نہایت محظوظ کیا۔ دیوالی کا تیواری بھی زمان ہی منایا گیا۔ بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ دس دنوں کے دو دنوں کے تمام کشتیوں اور مکانات اور کوشوں پر اس قدر چراغ روشن کئے گئے کہ شہر بقیہ یورین گیا۔ کشمیر کے صناعتوں نے ایک سیاہی بادشاہ کے روبرو پیش کی۔ جو نائن کے شانے اور پانی کے دھونے سے بھی محو نہ ہوئی تھی۔ اور خط کو بھی خراب نہ کر لی تھی۔ بادشاہ نے کشمیر کی اس ایکاد کی تعریف کی۔

کشمیریوں میں بادشاہ اول اکبر نہایت ذوراندیش بادشاہ تھا اس نے ہندو شاہزادہ سلیم کو کشادہ پاں راجپوت راجاؤں کی لڑکیوں سے شادیاں کر کے ان سب کو حلقہ اطاعت و ہوا خواہی میں لے لیا تھا۔ یہی چال اس نے کشمیر میں چلی۔ چکوں کی سلطنت گوشت گئی تھی۔ لیکن ابھی ان میں سے ہارون خان (ان باقی تھے جو ماتھے پاؤں ہلانے سے بہت کچھ کر سکتے تھے۔ چنانچہ جشن دیوالی کے اختتام پر شمس الدین چیت کی بیٹی کے منجست جا گئے۔ وہ بادشاہ کی حرم سرا میں داخل ہوئی حسین چیت کی بیٹی کا نکاح شاہزادہ سلیم سے کیا۔ اور اس طرح بادشاہ نے کشمیر کے اولوالعزم خاندان کو اپنا گرویدہ کر لیا۔

اکبر کے کشمیریوں میں دیگن چکوں کے عہد سے رعایا نے کشمیر خستہ حال ہو رہی تھی۔ ان کی تباہی کی خبر دی گئی اور بادشاہ نے اپنے چاہ و جلال کے اظہار کی خاطر کوہ نارن دہری پریت پر ایک شاہی محل اور ایک قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اور خواجہ حسین کابلی کو میر عمارت مقرر کیا۔ راجہ ڈوڈل نے کشمیر کا بندوبست الیہ سرنگام دیا جس کے رہنے کے محال زعفران۔ بریشم۔ پروردن جاویدان وغیرہ خالصہ سرکار میں داخل ہوئے۔ باج تینہ

بالکل موقوف ہو گیا۔ بادشاہ کو یہاں کی آب و ہوا ایسی پسند آئی کہ موسم سرما یہیں بسر کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن جب اہل لشکر نے جو گرم ملک کے رہنے والے تھے کہا کہ ہم سے کشمیر کی سردی برداشت نہ ہو سکے گی۔ اور نیز جب اکیڑ کو معلوم ہوا کہ گرائے اشیاء سے کشمیریوں اور ہندوستانیوں دونوں ناک میں دم آجائیگا۔ تو ۲۰۔ آبان مسئلہ کو کشتی میں سوار ہو کر وائے ہندوستان ہوا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے واپسی پر زینہ لنگ کی بھی سیر کی جس پر سلطان زین القابدین نے عجیب حکمتوں سے مکانات تعمیر کرائے تھے۔ غرض پارہ مولا اور مچھلی سے جو کر رہتاس میں آیا اور ۱۲ ربیع الاول کو مسئلہ میں داخل لاہور ہوا۔

یوسف خان تین سال پانچ ماہ تک کشمیر کا صوبیدار رہا۔ اس کے بعد بادشاہ نے عارضی طور پر خواجہ شمس الدین کو کشمیر کا انتظام سپرد کیا۔ اور تین سال سوار کی سمرابی میں رہے۔ لاہور پوچھ کر کشمیر کی صوبیداری پر محمد قلی خان کو ممتاز فرمایا۔

محمد قلی خان صوبہ کشمیر ۱۵۹۰ء میں محمد قلی خان صوبہ کشمیر بنا۔ جزا قاسم خان اور یوسف خان ۱۱ سال ۱۵۹۰ء نہایت ۱۵۹۱ء کے زمانہ کی دنیاوتوں اور سرکشوں اور نئے ممالک کے تسلط میں جن ہوش بند یوں کی ضرورت ہوتی ہے سب کو یہ نظر رکھ کر اس نے حکمت عملی سے کام لیا چاہا۔ اور فتنہ پردازوں اور مفسدوں کی سرکوبی کے درپے ہوا۔ ہر وقت جو کنار ہتا جہاں کہیں کسی سازش یا فساد کا دھواں اٹھتا۔ اس کا فوراً انداز کرتا۔ اگر کسی شخص کو جادہ اعتدال سے پائیدار دیکھتا تو اس کی سرزنش اور سرکوبی کے لئے اس کا جابرانہ قورامو جو درہتا۔ اس کے سردار محبت علی نے پرگنہ دھن پارہ میں مفسدوں کی ایک بھاری جماعت کو شاہی ملازمت کی ترغیب دیکر چہرہ نویسی کے لئے چشمہ مجید ہون پر جمع کر کے سب کو خاک عدم میں ملا دیا۔ اسی طرح حسین چک اور شمس چک کو موضع ریگی پور میں ملا جیل کے آدمیوں کے ہاتھ سے قتل کرا دیا۔

اس کے عہد میں شمس چک کے بیٹے حسین چک اور ظفر خان ہندوستان

نے جاک کر کشمیر آگئے نازد کوہستان مغربی میں سکونت اختیار کر کے قزوین
اور دکن کی سرحدوں پر سے ماوراء قایانے کشمیر کے مال و زمینیں بہت لوہے
لے جاتے تھے کچھ عرصہ کے بعد حسین خان اور دیرہ خان وغیرہ سے شہزادہ
کرم کے مرنے پر بہت ہراس پان چلے گئے اور اس کی مبادشت سے بہت
لازمین جانتے فتنہ و قیاد ہوئے لیکن ملک گیری کی نسبت زیادہ تر لوگوں
کا خیال واسطہ ہونے پر کفایت کرتا تھا اور جہاں بہت متباہی اور خرابی تھی کہ
کہ حکم بہت بھی ان کے اوصاف و اطوار سے بیزار ہو کر اپنے ملک کو لوٹ گیا
اس کے بعد یہ قزاقان میدان نے جگہ چٹاڑوں پر چالنے بجوارا تے ہو کر
تدبیر جانت اور دات پر دھاوا کر کے ماوراء غریب دھایا کا اسان البیت کو کچھ
تدبیرات سے جانتے دھمکے تھے ان کی ضرورتیں اس کے لئے پر کئے کہ وہاں
کے کوہ بشیر کوٹ پر قوج کلین گاہ میں بھالی جس نے عوفہ پاکران پر حملہ
کر دیا اور سینکڑوں قزاقوں کے سر کاٹ کر ایک تھیٹار طیار کر دیا اس کے بعد
ظفر خان چک کچھ پیادہ اور کچھ ہوا ساتھ لیکر ایماعون پر چور گند آؤں میں صاحب
ثروت و نمکنت قوم علی بشجون مارا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے ان
کا مال و اسباب لوٹ کر لے گیا اور خود کوہستان بیڑہ میں جا چھا لیکن ٹھوسے
ہی عرصہ میں محمد فیضان نے دام حکمت میں لاکر اسے بھی قتل کر دیا یہی طرح
تدبیرات تمام مسندوں اور اوباشوں کو درپہ عدم میں پونچا کر مضمین ہو گئے
شعبہ صاف قزاقان کو اس نے ایسا وسیلہ اختیار کیا کہ وہ لوگ وحید معاش کے
لئے جاگیر داروں اور مضرب داریوں کی آؤں سے اپنے اعزاز و عہدہ نگارسی
انتیاز کرتے ہوئے رہے

اس سے پہلے میوہ دار درختوں کو پیوند لگانے کا رواج کشمیر کیا پسند نہ تھا
میں بھی نہ تھا اس صوبہ کے عہد میں محمد علی افشار داروغہ باغات کشمیر سے پہلے
پہل کابل سے شاہ آلو سنگار تھیاں اس کا پیوند لگایا جس میں کامیابی ہوئی اس
کے بعد اور بھی کئی درختوں کو آرمایا گیا جس سے باغات کشمیر کو روز افزون
ترقی ہونے لگی باغات کے علاوہ اس صوبہ کے لئے بہت ہی عالی شان

عمارتیں بھی بنوائیں اور رشک چین بنا دیا۔ اگرچہ اکبر کی حکومت کشمیر ۱۵۸۶ء سے شروع ہوئی ہے لیکن محمد ظلی کی صوبیداری کے زمانہ تک فتنہ و فساد قائم رہا اس صوبہ نے چکوں کو ذلیل و خوار کرنے سے تمام فاحش جنگیوں کو محدود کر دیا۔ اور رعایا کے کشمیر عدل و انصاف کے سایہ میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگی۔ صوبیدار کو بھی فراغت مل گئی۔ اور اس نے ملک کی رونق و اور ترقی کے لئے قابل قدر کوششیں کیں۔ خواجہ حسین کابلی میر عمارت کو وازان ۱۵۸۹ء سے حسب احکام عرش آشیا فی تعمیر میں مصروف تھا قلعہ کے مصارف کے لئے اکبر نے ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ خزانہ عامرہ سے اس کے پاس بھیج دیا۔ بہاروں غریب اور مساکین جو قاعدہ سے مر رہے تھے خود درمی کرنے سے مالامال ہو گئے۔ صوبیدار کی نیک مثنی کے ساتھ بادشاہ کی اس دریا دلی نے افلاس زدہ رعایا کی بہت سادہ ادکی دس سال تک یہ کام چارسی رہا اور ۱۵۹۵ء میں خواجہ حسین کابلی کی کوششیں تعریف کے ساتھ تکمیل کو پہنچیں۔ اس کے تنگ دروازے پر یہ شعر کندہ ہے۔ جو اکبر کی دریا دلی اور جاہ و جلال کی قابل قدر یادگار جب تک عمارت کھڑی ہے ہم پونچاتی رہیں گے۔

کرنا کے وسط میں کشمیر کو چھوڑا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ رعایا پر اہل کاروں کے
 باغیوں سے سخت ظلم ہوتا ہے اس کا انتظام کیا۔ قلاوٹوں اور خانیوں کو
 کوہنہ راہی جن زمینداروں کی حالت بہت سقیم تھی ان کو جمع معاف
 کر دی۔

کشمیر میں فحط کشمیر اور فحط ہمیشہ سے لازم و ملزوم رہے آتے ہیں۔ بادشاہ
 زیادہ ہو جائے جب بھی تباہی اور اگر نہ ہو جب بھی کشمیر میں خانہ دہرائی ہو جائی
 ہے اس سال بارش کی کمی۔ جمال کی ایذا پہانی اور زمینداروں کی پرکندہ گئی
 کی وجہ سے فحط شدید پانچا ہوا اسی دوران میں بادشاہی لشکر بھی آگیا۔ جس
 سے اس ملک کو اور سختی ہوئی۔ بادشاہی قواؤں نے فحط کو بہت کم کیا۔
 لیکن اس کے کہیں اوصول پناہ کبھی ہے۔ ہر اور کو عید کاہ کے میدان
 میں اسی تہارے بھوکوں اور کنگلوں کی خورد و نوش کا انتظام کیا جاتا۔ قلعہ ناگرہ کی تدبیریں
 بھی نہراہوں لوگ مصروف تھے اور اپنا پیٹ پال رہے تھے۔

بادشاہ کی سیاحت اور جتن قلعہ ناگرہ میں مرزا یوسف خان سابق گورنر کشمیر نے
 کئی دلکش محل تعمیر کرائے تھے۔ ایک محل میں تین سو سیڑھیاں تھیں۔ اگر برے
 اس محل کی سیڑ کے بعد شہاب الدین پورہ اور زمین لنگ کو دیکھا۔ اور ایک
 بہت بڑا جہاز جیسا کہ سمندر میں چلتا ہے بعلت تیار کرایا۔ اور اس میں چھکر
 دریائی سیر کی۔ کشمیر میں ۱۳۔ بجادوں کو سب کشمیری روشنی اور پوجا کرتے ہیں
 اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس رات کو دریا کے بہت زہلیم جو شہر کے
 اندر بہتا ہے پیدا ہوا تھا۔ بادشاہ کو رعایا کی خاطر منقولہ تھی۔ ہر رنگ اور ہر
 حال میں تالیف قلوبی کو مد نظر رکھتا تھا حکم دیا کہ پہاڑوں اور کھوڑوں کشتیوں
 اور دریا کے کناروں پر روشنی ہو اس دن کے لئے خاص طور پر ایک لکڑی
 کا محل تیار کرایا۔ جس میں جشن۔ اور دربار کیا خزان کے موسم میں۔ سیب
 شہنشاہ اور چپا کی فصل دیکھی۔ اور کشمیر کی خزان کے شعلہ خرمایا۔

دو دن قیامت درندہ درختوں
 لیکن تراز بہار پودہ جلوہ خزان

والی نسبت کی لڑکی جب کشمیر مستحکم طور پر اکبر کے زیرِ نگین ہو گیا تو نسبت خور سے سلیم کی شادی کے حاکم علی رائے نے بادشاہ کے پاس اس غرض سے اپنے الجی بھیجے کہ شاہزادہ سلیم کے لئے اس کی لڑکی منظور کی جائے بادشاہ نے اسے منظور کر لیا۔ اور لڑکی کا بیاہ سلیم سے ہو گیا۔

شعبہ نسبت کے واقعات [قیام دوران کشمیر میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ نسبت خور دو نسبت کھان دونوں اپنے قبضہ میں لائے جائیں لیکن ملک میں چونکہ قحط سالی کا زور تھا اور چالیس دن کا آؤدہ تمام لشکر کیلئے میہم پوسٹا نامشکل تھا۔ اس لئے فوج کشی کے ارادہ کو فسخ کر کے طالب اصفہانی اور محمد علی کشمیری کو ایک مختصر جماعت کے ساتھ علی رائے حاکم نسبت خور۔ اور ایوب بیگ سلیم کا شغری۔ مرزا کوکلتاش اور عبدالکریم کشمیری کو چند آدمیوں کے ساتھ حاکم نسبت کھان کے پاس روانہ کیا کہ ان کو متابعت پر آمادہ کریں۔ ان کے پوسٹے سے پہلے ہی علی رائے نے حاکم نسبت کھان کے وزیر راہو رائے سے ملکر نسبت کھان پر قبضہ کر لیا۔ اور خزانہ کو معمور دیکھ کر نواح کشمیر تک تاخت و تاراج کرنے لگا۔ بادشاہ نے یہ خبریں سنکر قلعہ خان جنوبی لاہور کو کمک کے لئے لکھا۔ دماں سے تین ہزار سوار پانچ سو برقی اندازہ ڈرے آئے کچھ سپاہ کشمیر سے ساتھ ہو گئی۔ علی رائے بغیر لڑائی کے بھاگ گیا اور بادشاہی لشکر نے کامیابی حاصل کی۔

عبدالکبریٰ میں جمع کشمیری کشمیر میں پیداوار کا حساب خردوار میں ہوتا ہے۔ ایک خوار تین من سات منیر بادشاہی کا شمار کیا جاتا ہے فصل ربیع میں ایک ایک پتہ کی پیداوار میں سے جس میں گیہوں۔ جو۔ سرسوں ہوں۔ دو تر گھسنہ بادشاہ کو لگان میں دینے پڑتے ہیں۔ ایک ترکہ آٹھ سیر کا ہوتا ہے۔ فصل خریف میں ایک خردوار شمالی خونگ۔ موٹھ۔ ماش وغیرہ میں سے دو ترکہ بادشاہ کو دینے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے اس خیال سے کہ جو ملک نیا ہو اس پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے صرف دو لاکھ خردوار شمالی کا اضافہ کیا۔ یعنی سچائے سلطنت کشمیر میں دہائی پتہ کسر سے زائد کو بھیج دیتے ہیں۔

میں لاکھ جٹ کے ہائیں لاکھ خروار ہر گھٹی جو آہستہ آہستہ آمد۔ لاکھ خروار ہشتالی
 ایک پونجی گئی۔ اکبر کی عہداری سے پہلے زعفران کے ہر خرم بن میں پچھول سے
 زیادہ نہ کھلتے تھے۔ لیکن اس کے عہد میں آٹھ پھولوں تک نسبت پونج گئی۔
 زعفران کا محصول پہلے سات ہزار سے ہیں ہزار تک کے درمیان ہوا کرتا
 تھا۔ صرف مرزا حیدر کے زمانہ میں ایک ہر تیس ۲۵ ہزار تک نسبت
 پونجی گئی۔ لیکن جب زعفران خالص شاہی میں داخل ہوا۔ اور کچھ زمین اور
 کاشت کی گئی۔ تو محصول نوے ہزار تک وصول ہوا۔ بادشاہ نے پچھن زمینیں
 ایسی معاف کیں جن سے زمینداروں اور عوام الناس کو سخت تکلیف تھی۔
 ان میں سے دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب زمیندار ادائے محصول
 شاہی کے لئے زعفران کو صاف کرتے۔ تو اس کے کٹی حصے ہوتے
 جن میں سے نصف بن کے قریب زعفران الی کا۔ ہی اکر لے جاتے۔
 دوسری یہ کہ کاریگار سے تمام رینا کو معاف کر دیا۔ اکبری عہد سے پہلے
 یہ دس گونہ تھا کہ گریبا اور عوام لوگ زبردستی سے پکڑ لئے جاتے۔ اور ان سے
 ہر کاری کام بلا اجرت کراٹے جاتے۔ خصوصاً جنگلوں سے لکڑیاں
 کٹوائی جاتیں۔ جو لوگ انکار کرتے۔ وہ روپیہ دیکر جان چھڑاتے۔ اکبری
 ان سب سختیوں کی سختی سے روک تھام کی۔

اکبر کی ہندوستان کو ایسی جاڑے کا آغا ہو رہا تھا۔ دہلی کے ہائے اور پنجاب
 کے شہ زویر برف اور سردی کی آند آ رہے۔ کانت رہے تھے۔
 بادشاہ نے ان پر رحم کیا۔ اور تین مہینے ۲۹۔ دن کی سیاحت کے بعد براہ
 پیر پنجاں مراجعت پذیر ہو گیا۔

محمد قلی خان کی صوبیداری کو گیارہ سال گزرے تھے کہ بادشاہ نے
 اسے سندھ میں واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ مرزا علی اکبر کو منصب صوبیداری
 پر ممتاز کیا۔

مرزا علی اکبر صوبہ کشمیر
 ۲۸ سال ۱۶۰۸ء - ۱۶۰۹ء
 ۲۴ سال ۱۶۰۹ء - ۱۶۱۰ء
 محمد قلی خان کی کوششوں سے کشمیر میں بارہا
 پورا امن قائم ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کے

جانشین کو اس حرف نہ یہ وہ توجہ دینے کی ضرورت نہ ہوئی۔ اس کے زمانہ میں
بے وقت بارش سے بہت سخت قحط پانزل ہوا۔ روزی کو بہت تکلیف پہنچا۔ اور
مقصود سے کہ بڑا بڑا کھیتوں کے لاجور اور سیالکوٹ سے۔ جیشمار غنہ بھر کر اس
کی شہادت کے لئے کل کمزور کر دیا۔ اسی اثنا میں مرزا علی اکبر کی عمو بیوی داری کے
چوتھے سال سنہ کو اکبر کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا شاہزادہ سلیم
تخت نشین ہوا۔

نور الدین ہمایوگشاہ

ایام حکومت ۲۲۔ سال ۱۶۵۵ء لغایت ۱۶۶۴ء مطابق ۱۷۰۵ء سنہ ۱۶۶۴ء
اکبر کی وفات کے آنحضرت دن ۲۰ جمادی الثانی ۱۶۵۵ء کو شاہزادہ سلیم
نے زینت بخش سو بر سلطنت ہو کر اپنے لئے ہمایوگشاہ کا لقب اختیار کیا
۔ رعایا کی دیکھائی اور ملک کے رفاہ کے لئے نئے نئے احکام جاری کیے
مختلف صوبوں کے نظام پر ناخ ہو کر کشمیر کی طرف بھی متوجہ ہوا۔ اس نے سجا سے
مرزا علی اکبر کے نواب علی خان کو صوبہ کشمیر کی نظامت سے مشرف فرمایا۔
ہمایوگشاہ کا چچا لاسفر کشمیر [توزک ہمایوگشاہ کی پڑ پڑے۔ ہمایوگشاہ میں مظاہر فطرت
اور مناظر قدرت کی ایک عجیب استعداد خدادادہ منظر
تمہید

ایک ایسی اس کو باخوں اور چھوڑوں سے خاص شوق تھا۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے
کہ جب کسی نے پھولوں کا کوئی گلہ ستہ پیش کیا ہے تو اس نے اپنی چلتی
سوار میں ٹھہرائی ہے۔ اور اس گلہ ستہ کو خود ماتھے میں لیا ہے۔ اپنی عظیم الشان
سلطنت کے بڑے بڑے تالابوں۔ جھیلوں اور آبشاروں کی حسن و خوبی
کو خوب بیان کرتا ہے اور ہمالیہ پہاڑ کے مناظر و مناظر کی نہایت دلکش
تصویر کھینچتا ہے۔ وہ کشمیر بھی گیا اور کئی مرتبہ گیا۔ راستوں کی کینیت کشمیر
کے سبزہ زاروں مرغزاروں اور ڈل کے نظاروں سے وہ نہایت محظوظ
ہوا۔ یہ تمام حالات اس نے اپنی توزک میں اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ یہاں

صرف ان کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

رہنے کی کیفیتیں حسین لہال سے کشمیر تک جس راہ سے بادشاہ آیا پختہ
 کوس کی مسافت تھی جس کو بادشاہ نے ۱۹ کوچ اور ۷۰ مقام کر کے ۲۵ روز
 میں طے کیا جس لہال کا حال بادشاہ نے تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتا
 ہے کہ اس منزل سے لگے پہاڑ کے نشیب و فراز کثرت سے ہیں۔ سارے
 لشکر کا ایک ہی وقفہ گذرنا محال تھا اس لئے مقرر ہوا کہ حضرت مریم مکانی
 بیگمات کے ساتھ توقف کریں اور سہولت کے ساتھ تشریف لائیں۔
 عیالہ بیویات کے میر سامان مدار الملک اعتماد الدولہ وغیرہ کو حکم دیا کہ مقبور
 مقبور سے آدمی گذریں۔ رستم مرزا صفوی اور خان اعظم اور ان کی چاہت کو
 ہدایت ہوئی کہ پوچھنے کی راہ سے آؤ۔ بادشاہ خود خاص خدمت گاروں کے
 ساتھ موضع سلطان پور میں آیا اس ملک کے آدمیوں کی زبانیں سننا کہ غیر ایام
 برسات میں جبکہ بجلی اور بارش کا مطلق اثر نہیں ہوتا۔ اس پہاڑ سے صدارت
 ایر کی مانند آواز آتی رہتی ہے جس سے اس کا نام کوہ گرج مشہور ہو گیا ہے
 بیس سال ہوئے جب سے یہاں قلعہ کوہ پر ایک قلعہ بنایا گیا ہے۔ آواز کا
 اتنا موقوف ہے۔ اب اس قلعہ کو گندگدھکتے ہیں چونکہ ہر گرج گدھ معلوم ہوتا
 ہے۔ کیونکہ یہ پہاڑ درختوں اور سبزہ کے نہ ہونے سے خشک اور برہنہ ہے
 سلہر اور نوشہرہ کے حالات میں بادشاہ لکھتا ہے۔ جہاں تک غنہ کام کرنی تھی
 قطعہ سبزہ زادوں سے شکستہ اور چھوٹوں سے گلہریز نظر آتا تھا۔ سلہر میں ایک
 چھول دیکھا کہ اندام میں گل تھی کے برابر اور رنگ میں شہ آتشین تھا ایسی رنگ
 کے اور بھی بہت چھول تھے لیکن وہ سب چھوٹے تھے۔ دور سے ان
 پتوں کا شمار نہایت و قریب معلوم ہوتا تھا۔ دامن کوہ میں کئی نہایت
 عجیب منظر تھا۔ یہاں سے گذر کر گلی کے علاقہ میں داخل ہوا جہاں معمولی
 برف پاری سے بھی روشناس ہوتا تھا۔ چوتھوں اس راہ میں کثرت سے تھا۔
 شہر اور اور زراعتوں پر شکوے لگے ہوئے تھے۔ صنوبر کے
 درخت مثل میوہ کے دیکھ کر غریب سے بچے کا میں سلطان حسین مرزا میں ہیں

ہوا اس نے اپنے مکان پر مجھے نہ دیکھا چونکہ والد ماجد داکٹر بھی دوران سفر تھے۔
 میں اس کے گھر گئے تھے اس لئے میں نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور
 اس کا درجہ بڑھایا۔ یہاں میوے بغیر پرورش کے خود رو ہوتے ہیں۔ اس علاقہ
 میں کشمیر کی روش پر فائدہ و منافع چوب سے بناتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ
 چند منزل تک ایسی بستی نہیں ہے کہ وہاں غلہ اس قدر مل جائے کہ لشکر کو کفایت
 کرے۔ یہاں ہاتھیوں اور ہمارے بچوں کی تخفیف ہوئی جو بعد میں ہمارے ساتھ آ
 شامل ہوئے۔ پانچ کوس کے فاصلہ پر نین سنگھ کی ندی آئی جو بدخشان اور تبت
 کے درمیانی پہاڑوں سے نکلتی ہے۔ ندی کی دونوں شاخوں پر دو پل ایک
 گا۔ گز دو سو چوبیس گز طولانی اور عرض میں صرف پانچ گز بنائے گئے۔ ہاتھیوں کو
 پایاب اتارنا اور سوار اور پیادے پل پر سے اترے۔ یہاں پل لکڑی کے
 بنائے جاتے ہیں۔ اور سالہا سال پرقرار رہتے ہیں۔ تین کوس کے قریب چلکر
 دریائے کشن گنگا کے کنارہ پر منزل ہوئی۔ راہ میں ایک پہاڑ جس کا ارتفاع
 ڈیڑھ کوس ہے واقع ہے۔ پل سے گزر کر ایک آبشار آتا ہے جو نہایت
 لطیف و صاف ہے۔ میں نے نہایت شوق سے سایہ درخت میں اس کا
 پانی پیا۔ اس پل کے محاذی دو سرلوں میں نے بھی تعمیر کرایا۔ پانی عمیق اور تند تھا
 ہاتھیوں کو منگنا اس دریائے عبور کرایا گیا۔ دریائے کے مشرق میں عین پہاڑ پر
 میرے باپ کے حکم سے ایک بچہ سرائے تعمیر اور چونے کی بنی ہوئی ہے۔
 بادشاہ مقام بھول باص سے کچھ آگے نکل گیا تھا۔ کہ برف دھاراں بنے اسے
 گھیر لیا۔ جہاں گھر معادل حرم اس بلائے آسمانی سے بچنے کے لئے معتمد خان مصنف
 اقبال نامہ جہاںگیری کے حیمہ میں جو بالکل خالی تھا چلا گیا۔ اور وہاں شبانہ روز رہا۔
 جب معتمد خان کو خبر ہوئی تو وہ پیادہ پاؤں کی کوس کی مسافت کر کے دوڑ آیا۔ جو
 کچھ نقد و جنس اس کی بیٹا میں تھی بادشاہ کے پیش کی۔ بادشاہ نے نذر معاف
 کر دی اور فرمایا متاع دنیا ہمارے چشم ہمت میں بیچ ہے۔ ہم جو ہر اخلاص کو
 گراں بہا سے خریدتے ہیں۔

کو سرکشی میں جب بادشاہ شہاب الدین پور میں آیا تو دلاور خان صوبہ کشمیر
بادشاہ کی پیشوائی کے لئے اس منزل پر حاضر ہوا۔ راجہ کشت تھوڑی کی سرکولی کے
لئے جو اپنے آپ کو سرکش و خود مختار سمجھتا تھا دلاور خان کو دس ہزار تالی سواروں
اور پیادوں کی جمیعت دیکر کشت تھوڑو روانہ کیا۔ راجہ دو ایک مہینوں کی لڑائیوں کے
بعد تائب و مقاموت نہ لایا۔ مگر قتار ہو کر جہانگیر کے حضور میں لایا گیا۔ جہانگیر لکھنؤ سے
راجہ کی شکل و چاہت سے خالی نہیں تھی۔ اس کی پوشش اہل ہند کی روش پر تھی اور
وہ ہندو ہی اور کشمیری خوب بولتا تھا۔ وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں دیکر
محبت شاہی سے سرفراز ہو کر

کشمیر کے قذیمہ خانوؤں جہانگیر لکھنؤ سے کشمیر اقلیم پیام میں ہے۔ عرض اس کا
خط استوا سے ۳۵ درجہ اور طول اس کا جزائر سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے۔ اس
ملک میں قدیم سے ہندو راجے حکومت کرتے تھے۔ ان کی حکومت کی مدت
چار ہزار سال بیان کی جاتی ہے۔ ان کا حال تاریخ راج ترنگ میں جو والد ماجد
کے حکم سے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے مفصل مرقوم ہے۔
۱۷۷۳ء میں اس ملک نے نو اسلام سے روشنی پائی ہے۔ ۱۷۷۳ء مسلمان بادشاہوں
نے ۲۸۲ برس اس ملک پر سلطنت کی ہے ۱۷۹۲ء میں والد ماجد نے اس کو فتح کیا
اور اس تاریخ سے اب تک کہ ۳۵ سال ہوئے ہماری بے قبضہ میں ہے +

شہر ہری گڑھ شہر کا نام سرنگر ہے اس کی آبادی کے اندر بہت دریا ہے بہت علوم
گدہ تاس ہے اس کے چشمہ کا نام ویرناگ ہے۔ وہ شہر سے چودہ کوس پر جانب
جنوب واقع ہے۔ میں نے اس چشمہ کے اوپر ایک عمارت اور باغ ترتیب پا
ہے۔ شہر میں چارپل سنگ و چوب کے نہایت سنگم بنے ہوئے ہیں اس
ملک کی اصطلاح میں پل کو کدل کہتے ہیں۔ شہر میں ۱۷۹۳ء میں ایک مسجد نہایت
عالیشان سلطان سکندر نے بنائی تھی۔ ایک بدست کے بعد وہ جل گئی ۱۷۹۳ء ہجری میں
ابراہیم ماگر سے وزیر سلطان حسین شاہ کے زمانہ میں دوبارہ تعمیر ہوئی حکام کشمیر
کی سب سے عمدہ یادگار یہی مسجد ہے۔ آدمیوں کی آمدورفت اور غلہ وغیرہ کا کارخانہ
اکثر کشتیوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شہر اور پرگنوں میں ۵۰۰ کشتیاں

۲۰۰ء لاج میں ✽

کشمیر کی بھاس [جہانگیر اکثر کہا کرتا تھا کہ کشمیر میری قلمرو میں بہشت روئے زمین ہے اور اسی لئے ہر سال کشمیر کی سیر کو جایا کرتا تھا۔] اس نے کشمیر کی بہت تعریف کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کشمیر ایک یار ہے سد بہار۔ قلعہ ہے آہنیں حصار۔ بادشاہ کے لئے ایک گلشن عشرت افزا ہے۔ درویشوں کے لئے ایک خلوت گدہ گلشن چمن خوش۔ آبشار دلکش۔ آب ہائے روان شرح و بیان سے زیادہ اور چشمہ سار حساب و شمار سے باہر ہیں۔ بہار میں کوہ و دشت اقسام شکوفہ سے مالا مال۔ درو دیوار و صحن و بام۔ گھروں کے مشعلی لالہ سے نرم افروز ہیں۔ کشمیر میں گڑھی کے مکانات یک منزلہ سے چار منزلہ تک بناتے ہیں اور چھتوں کو خاک پوش کر کے پیا ز لالہ کو سال بسال لگاتے ہیں۔ موسم بہار میں وہ کھل کر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے اور اوتارہ حضورؐ نے بچھو لوں کی جو تصویریں بھیجی ہیں وہ سب سے زیادہ ہیں +

باشندوں کی عادات اور دیگی کو اٹھ [چنانچہ اس ملک میں اول سال خوب پیدا ہوتا ہے دوسرے سال کم اور چھوٹا اور تیسرے سال مونگ کی دال کے برابر ہوتا ہے۔ زمانہ ثبات میں یہاں اچھا اور قدر آور گھوڑا اور گاؤ اور گاؤ ہمیش با بکل کیا سب تھے تازہ طعام کھانے کا رواج بہت کم ہے جو گا ایک وقت کا بچکا ہوا اور وقت کھاتے ہیں۔ طعام میں نمک ڈالنے کا رواج اس قدر کم ہے کہ مردوں کے چہرہ میں نمک کا اثر نہیں ہے۔ عورت و مرد کا طبوسات پشیمین متعارف پٹو ہے۔ اس ملک کے باشندوں کا قول ہے کہ اگر ہم یہ نہ پہنیں تو ہوا کا اثر جسم پر ایسا ہوتا ہے کہ کھانا ہضم نہیں ہو سکتا۔ اس پٹو کا ایک کمرہ عورتیں تین چار سال تک پہنتی ہیں اور کبھی اس کو دھواؤی نہیں۔ سجالیکہ پانی کی یہ کثرت ہے کہ ہر محلہ میں نہر جاری ہے۔ اس گل زمین کے باشندے جدت نعم و ذکا اور جو ہر رشادت سے آراستہ ہیں۔ کشمیری گول نگڑھی پہنتے ہیں۔ آنر پہنا عیب جانتے ہیں۔ گرتہ دراز و فراخ سر سے پانک پہنتے ہیں اور کمر باندھتے ہیں۔ اس ملک کے آدمی سوداگر اور اہل حرفت ہیں۔ شتی۔ شیدہ اور ہنود کے علاوہ ایک فرقہ نور بخشی نامی کا بھی ہے جو اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے برخلاف ہے۔ جہانگیر لکھتا ہے

کہ عبادات و معاملات میں اس فرقہ نے اس قبیل کے تصرفات کئے ہیں کہ تفرقہ
عظیم ہو گیا ہے۔ میں نے ان کی کتاب موطا تو بحث میں علمائے ہندوستان کے
پاس فتوے کے لئے بھیجی جنہوں نے بالاتفاق لکھا کہ اس قسم کی کتاب کا شائع
اور معدوم کر دینا واجبات و فرائض سے ہے برہمنوں اور مسلمانوں کا لباس
یجان سے۔ لیکن ان کی مذہبی کتابیں منسکرت زبان میں ہیں۔ وہ ان کو پڑھتے
ہیں اور بت پرستی کی شرائط کو ادا کرتے ہیں۔ میت خانوں کی عمارتیں سنگین ہیں۔
اور بنیاد سے لیکر چھت تک ان میں تین تین چالیں چالیں من کے پتھر لگے ہوئے
ہیں۔ شہر کے متصل کوہ ماران یا ہری پریت ہے جہاں وال ماجہ نے ایک قلعہ
بنوایا ہوا ہے میں نے یہاں ایک باغ لگایا جس کا نام نور افزار رکھا ہے۔
چشمہ ویرناگ کی سیر [جہانگیر لکھتا ہے] جمہ کو میں چشمہ ویرناگ کے سر چشمہ دریا
بجست و جہلم کی سیر کو روانہ ہوا۔ پانچ کوس کشتی میں گیا۔ موضع پان پور کے باہر اتر
تسکین کشتواڑ سے جب یہ خبر آئی کہ نصر اللہ عرب کو جس کو دلاور خان حاکم
کشتواڑ لکھنوی کی فتح اور راجہ کی گرفتاری کے بعد کشتواڑ کا محافظ بنا آیا تھا
کشتواڑیوں نے بوجہ اس کے مظالم و ختیوں کے ایک لڑائی میں مار ڈالا۔ تو
تمام سینٹھ ہو گئی۔

جہانگیر نے زمانہ ولی عہد میں اس چشمہ پر ایک عمارت اور باغ کی تعمیر
کا حکم دیا تھا جو زمانہ حکومت میں تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ چشمہ موجودہ صورت میں
۷ سگز مقرر اور ۵ فٹ عمیق ہے اس کی ۴۴ محرابیں ہیں۔ ایک محراب پر یہ
عبارت کندہ ہے "بادشاہ ہفت کشور عدالت گستر ابو المظفر نور الدین
جہانگیر ابن اکبر شاہ غازی" تاریخ ۱۵۱۵ سن جلوس دریں سر چشمہ منیف آئین نزول
اجلاس منہ مودہ تاریخ

ایں بنا کشیدہ پرافلاک

از جہانگیر شاہ اکبر شاہ

قصر آباد چشمہ ویرناگ

بانے عقل یافت تارکیش

سہینگر میں آتش زدگی [جب بادشاہ واپس سرنگپور پہنچا تو حادثہ آتش زدگی

نمودار ہوا جس سے بارہ ہزار گھر جل گئے جامع مسجد بھی جل کر شہید ہو گئی۔ جہانگیر

اس موقع پر بذات خود موجود تھا۔ آگ کے فرو کرنے میں خیرسی کو ستمش کل گئی لیکن مشیت ایزدی اپنا کام کر کے مٹی۔ اہل سنت نے اس آگ کا الزام شیعوں کو دیا۔ بادشاہ نے فساد روکنے کے لئے ملک محمد نامی کو مسجد مذکور میں تعمیر کرائے کا حکم دیا۔ جس نے سترہ سال کے عرصہ میں اس خدمت کو بطریق احسن انجام دیکر خالق خدا کی تحسین و آفرین لی۔ اس کے ساتھ ہی نور جہان حکیم کے فرمان کے مطابق خانقاہ جڈی بل ازمر نو تعمیر کی گئی اور ہر محلہ کو مل کی ستر بھی کرائی گئی۔ اس کے علاوہ ملکہ ہند نے خانقاہ معلیٰ کے مقابلہ میں ایک سنگین مسجد بھی تیار کرنے کا حکم دیا۔ جو بعد میں بڑے عالیشان پیماسے پر طیار ہوئی اور اب تک موجود ہے اور سرکاری انباروں کا کام دیتی ہے۔

کشت زعفران جہانگیر جب سیر کشمیر سے فارغ ہو کر ہندوستان کو واپس چلا۔ تو زعفران کے پھول کھل رہے تھے بادشاہ شہر سے کوچ کر کے موضع پام پور میں آیا۔ جو زعفران کی پیدائش کے باعث کشمیر میں مشہور ہے۔ جہانگیر لکھنا ہے جہاں تک نظر کام کر لی تھی پھول ہی پھول دکھائی دیتے تھے اس کی تسخیم دباؤں کو مدطر کرتی تھی۔ زعفران کا مٹہ زمین سے پیوستہ ہوتا ہے اس کے پھول کی پانچ پتیاں ہفتہ کے رنگ کی ہوتی ہیں۔ یہ معمولی سالوں میں ۲۰۰ من یعنی ۴۰ سزاساتی من پیدا ہوتا ہے نصف حصہ خالص یعنی بادشاہ کا ہوتا ہے اور نصف حصہ رعایا کا۔ ایک سیر دس روپیہ کو فروخت ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ نرخ کم و بیش بھی ہو جاتا ہے۔ گل زعفران کو تو لکر کارگیر اپنے گھر لجاتے ہیں اور زعفران اس میں سے نکالتے ہیں۔ وہ اس کو بادشاہی ملازموں کو دیتے ہیں اور اپنی اجرت میں ان سے زعفران کے وزن کے برابر نمک لیتے ہیں کشمیر میں نمک نہیں ہوتا۔ ہندوستان سے آتا ہے۔

کشمیر میں عمارات جہانگیری بادشاہ چونکہ سفر کشمیر کے تجربہ سے برف دیاران کی کھدائی اٹھا چکا تھا اس لئے اس نے حکم دیا کہ کشمیر سے انتہائے کوہستان تک ہر منزل میں بادشاہ اور اس کے اہل حرم کیلئے ایک ایک عمارت عالیشان تعمیر کی جائے کہ سارا اور برف میں خیموں میں گذرہ نہیں ہو سکتا۔ کشمیر کے معماران

چاکر دست اور کاروان زیرک نے بہت تھوڑے دنوں میں یہ عمارتیں
تعمیر کر دیں۔ بادشاہ نے چشمہ ویرناگ میں ایک باغ تعمیر کرایا۔ اس میں ایک
منصور خانہ بنوایا۔ جن میں سب سے اوپر اکبر اور جہانگیر کی تصویر تھی۔ پھر اپنی اور
اپنے مقابل شاہ عباس والے ایران کی۔ پھر زہدہ بدیعہ شاہراہوں اور مراٹھے
خاص کی نقادیر کھئی گئیں۔

کھنڈہ اور راجوری جہانگیر میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ جن مشہور اہل
کے دستہ والیسی مقامات میں سے گذرنا تھا ان کے تاریخی حالات کی
خوب تحقیقات کرتا۔ اور وہاں کے باشندوں کی حالتیں۔ رسم و رواج۔ طرز
معاشرت۔ آب و ہوا غرض ہر چیز کا بیان لکھتا۔ چنانچہ واپسی کے وقت جب
وہ تھقے میں پونچا جو پونچال کے نشیب میں واقع ہے اور وہاں سے راجوری
کو روانہ ہوا تو اس منزل کی کیفیت میں لکھتا ہے کہ یہاں کے آدمی نارسی اور
ہندی دونوں زبانیں بولتے ہیں۔ اصل زبان ان کی ہندی ہے۔ قریب و چار
کے سبب سے کشمیری بھی عام طور پر بولی جاتی ہے۔ یہاں کی عورتیں شہینہ
کا لباس نہیں پہنتیں۔ ہندوستان کی عورتوں کی طرح ناک میں تھکے کا استعمال کرتی
ہیں۔ راجور کے باشندے پہلے زمانہ میں ہندو تھے۔ یہاں کے رئیس کو راجہ
کہتے ہیں۔ ہر چند یہاں مسلمان کثرت سے ہیں۔ لیکن ہندو پنہ کی رسمیں ان
میں جاری تھیں۔ یہاں تک تو ہوتا تھا کہ ہندو عورتوں کی طرح مسلمان عورتیں بھی
اپنے خاندانوں کے ساتھ زندہ دفن ہو جاتی تھیں۔ اکثر بے بساخت اور خال
آدمی اپنی لڑکیوں کو لپاک کر ڈالتے تھے۔ ہندوؤں سے رشتہ داری بھی جاری تھی
لڑکی دیئے بھی تھے اور بیٹے بھی تھے جہانگیر لکھتا ہے کہ یہ حالات جب میر
گوش گزار ہوئے تو میں نے سختی سے ایک فرمان جاری کیا کہ پھر یہ باتیں نہ
ہوئے پائیں۔ اور جو کوئی ان کاموں کا مرتکب ہو اس کو خوب سزا دی جائے
کسی مسلمان کا کسی ہندو کو لڑکی دے دینا سخت جرم قرار دیا گیا۔ لڑکی لیتا جنوں
جرم تھیں تھا۔

تیسرے سال ۱۶۳۳ء میں اعتقاد خان صوبیدار کے عہد میں جہانگیر پھر کشمیر پونچا

اور چار ماہ کی سیر و سیاحت کے بعد اسی سال مراجعت اختیار کر گیا۔ ۱۶۲۵ء میں تیسری مرتبہ بادشاہ حاکم کشمیر ہوا۔ اثنائے راہ میں کچھ دن تک علاقہ جمبہ میں سیر و شکار میں مصروف رہا۔ اور یہ مقام جو کئی جتنی تہذیب و تمدن کے بعد کشمیر کو روانہ ہوا۔ اس وقت پیر پنجاں کا راستہ برف سے مستور تھا۔ اس لئے بادشاہ نے حیدر ملک چاڈورہ کے بھائی علی ملک کو پونچھ کا راستہ درست کرنے پر مامور کیا۔ جس نے بڑی جانفشانی سے دنوں میں کوئٹہ میدان صاف کر دیا۔ لیکن پھر برف پاری شروع ہو گئی۔ اور اس راستہ کو ترک کر کے پہاڑی کے رستے جہانگیر روانہ ہوا۔ اور گلگت وغیرہ مقامات کی سیر میں مصروف ہوا۔ اس مرتبہ چھ ماہ تک یہاں قیام پذیر رہا۔ اور زعفران دار کاٹکوفہ دیکھنے کے بعد دارالسلطنت لاہور کو تشریف لے گیا۔ آخر ۱۶۲۶ء میں جہانگیر کی طبیعت خلیل ہو گئی اور پنجاں کی گرمی سے تنگ آکر چھٹی اور آخری مرتبہ ہیرہ پور کے رہتے پیر کشمیر آگیا۔ یہاں کی آب و ہوا نے اس مرتبہ اُلٹا اثر کیا۔ اور طبیعت روز بروز گہڑی گئی۔ یہاں تک کہ گھوڑے پر سوار ہونا بھی مشکل ہو گیا۔ اور پالکی میں بٹھیکر آخری دورہ کرنے لگا۔ جب کسی قدر افاقہ ہوا تو اس نے مراجعت اختیار کی۔ اثنائے راہ میں بمقام بہرام گلہ سیر و شکار میں مشغول ہوا۔ جہانگیر کا کیمپ اس میدان میں تھا۔ جہاں اب پولیس کے کوارٹر واقع ہیں۔ اتفاقاً اس علاقہ کے کسی نوجوان نے متصل کے پہاڑ کی چوٹی سے ایک زندہ ہرن پکڑا۔ اور انعام کے لالچ میں ہرن کے گلے میں سی ڈالکر وہ لٹے سے بادشاہ کی خدمت میں لارہا۔ تنگ اکہ ہرن پتھر کی آڑ پٹا کر کھڑا ہو گیا۔ اجل رسیدہ نوجوان نے اس کی سی اس زور سے کھینچی کہ وہ ٹوٹ گئی۔ شکار بھاگ گیا۔ اور صیاد غلطان و پیمان ریزہ ریزہ ہو کر بادشاہ کے قدموں میں آگرا۔ اس ہولناک سانحہ کے مشاہدے نے بادشاہ کے دل پر سخت چوٹ لگائی۔ طبیعت فوراً گہڑی گئی اور صنف کے باعث بیہوشی طاری ہو گئی۔ یہ حالت دیکھ کر ہمراہی گھبرا گئے۔ اسی وقت کوچ کر دیا۔ اور رات کو راجوری پونچ گئے۔ جہاں ۲۶ ماہ صفر ۱۰۳۰ مطابق ۱۶۲۷ء کی رات کو پچھلے پر دنیا سے فانی کو الوداع کر گیا۔ تابوت لاہور پونچا گیا۔ اور وہیں بمقام شہرہ رودون ہوا۔ اس کی قبر پر کچھ عرصہ بعد شاہجہان نے عالی شان عمارت تعمیر کر کے ایک بے نظیر مقبرہ طیار کر

دیا۔ تاریخ وفات -

نہنشاہ شاہ شاہ ہانگیر کہ دست صل اور آسمان رفت
چونورالدین محمد بود نامش ازاں از رفتش نورجہاں رفت
از مات میراجوں رخت پرست جہاں ہمگین شدہ اور جہاں رفت
چون تاریخ وفاتش حبت کشتنی خروگفتا جہانگیر جہاں رفت

جہانگیر کے زمانہ میں کشمیر کے دونوں حصے یعنی ملج اور گامراج ۳۸ ہجرتوں پر منقسم تھے کل ملک کی جمع تیس لاکھ تربیٹھ ہزار پانچ سو گیارہ ترکہ تھے جو بحساب نقدی سات کروڑ ۴۶ لاکھ اور ستر ہزار دام ہوتی ہے اس وقت بھی کشمیر میں خرداروں کے حساب سے خرید و فروخت ہوتی تھی لیکن خردار کا وزن تین من ۸ سیر کشمیری تھا۔ ایک سیر ۵۶ تولہ و دو سیر کا ایک کشمیری من یا سوٹھ چار من یعنی آٹھ سیر کا ایک ترکہ اور سوٹھ ترکہ کا ایک خردار مروج تھا۔

صوبہ بیدار جہانگیر کے عہد میں حکومت کشمیر پر بابر کے

۱۱۰۱۸ء تا ۱۱۰۱۹ء ۳ سال ۱۱۱۱ء سے ۱۱۱۲ء مطابق ۱۱۱۱ء سے ۱۱۱۲ء

۱۱۱۲ء تا ۱۱۱۳ء ۱۱۱۲ء سے ۱۱۱۳ء ۱۱۱۲ء سے ۱۱۱۳ء

۱۱۱۳ء تا ۱۱۱۴ء ۱۱۱۳ء سے ۱۱۱۴ء ۱۱۱۳ء سے ۱۱۱۴ء

۱۱۱۴ء تا ۱۱۱۵ء ۱۱۱۴ء سے ۱۱۱۵ء ۱۱۱۴ء سے ۱۱۱۵ء

۱۱۱۵ء تا ۱۱۱۶ء ۱۱۱۵ء سے ۱۱۱۶ء ۱۱۱۵ء سے ۱۱۱۶ء

۱۱۱۶ء تا ۱۱۱۷ء ۱۱۱۶ء سے ۱۱۱۷ء ۱۱۱۶ء سے ۱۱۱۷ء

۱۱۱۷ء تا ۱۱۱۸ء ۱۱۱۷ء سے ۱۱۱۸ء ۱۱۱۷ء سے ۱۱۱۸ء

۱۱۱۸ء تا ۱۱۱۹ء ۱۱۱۸ء سے ۱۱۱۹ء ۱۱۱۸ء سے ۱۱۱۹ء

۱۱۱۹ء تا ۱۱۲۰ء ۱۱۱۹ء سے ۱۱۲۰ء ۱۱۱۹ء سے ۱۱۲۰ء

۱۱۲۰ء تا ۱۱۲۱ء ۱۱۲۰ء سے ۱۱۲۱ء ۱۱۲۰ء سے ۱۱۲۱ء

۱۱۲۱ء تا ۱۱۲۲ء ۱۱۲۱ء سے ۱۱۲۲ء ۱۱۲۱ء سے ۱۱۲۲ء

۱۱۲۲ء تا ۱۱۲۳ء ۱۱۲۲ء سے ۱۱۲۳ء ۱۱۲۲ء سے ۱۱۲۳ء

۱۱۲۳ء تا ۱۱۲۴ء ۱۱۲۳ء سے ۱۱۲۴ء ۱۱۲۳ء سے ۱۱۲۴ء

۱۱۲۴ء تا ۱۱۲۵ء ۱۱۲۴ء سے ۱۱۲۵ء ۱۱۲۴ء سے ۱۱۲۵ء

ترقی ہوئی۔

ہاشم خان صوبہ کشمیر
۳۔ سال ۱۶۰۹ء سے ۱۶۱۲ء
کشمیر پر ممتا نہ ہوا۔ اور تین سال تک عدل و انصاف سے
رہا یا پروری اور عدالت گتتری کر کے ۱۱۲ سال کو واپس ہو گیا۔

صفدر حسن صوبہ کشمیر
۳۔ سال ۱۶۱۲ء سے ۱۶۱۵ء
اس نے بھی تین سال حکومت کشمیر سے ہمکنار رہ کر
احمد بیگ خان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ عادل اور باذل
حاکم تھا +

احمد بیگ خان صوبہ کشمیر
۳۔ سال ۱۶۱۵ء سے ۱۶۱۸ء
میں آئی یہ بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح بڑا نیک دل اور شفیق
فرخ آدمی تھا اور خلق خدا کی فلاح اور بہبودی کے لئے ہمیشہ سعی جمیلہ کرتا رہا۔ اس کی
حکومت کے پہلے سال تہرا لہی کی آگ بھڑک اٹھی اور دباے طاعون کے ہمار
نمودار ہو گئے۔ مقوڑے ہی دنوں میں طاعون نے وہ زور پکڑ لیا کہ مکانات کے مکان
بند ہو گئے۔ حسن شمال نام ایک مغول آدمی تھا اس کے کہنے کا کئیہ معدوم ہو گیا اس
کے مال مویشی جنگل کو نکل گئے۔ اور کسی کو وصلہ نہ ہوا کہ اس خاندان ویران کی خبر گیری
لینا یا اس کے مال و اسباب کو سہارا لے لیا یا کسی کو کوئی کسی کی تحفہ بخشین
میں بھی شامل نہ ہوتا۔ چالیس روز تک یہ قیامت ٹہرے زور و شور سے رہا رہی۔ آخر
خداوند کریم کو آنت زدہ رہا یا کے حال پر رحم آیا اور پہلا زور و شور گھٹ گیا +

۱۶۱۸ء میں ایک ابریشم فروش کے ہاں دو توام لڑکیاں دانتوں سمیت پیدا ہوئیں۔
ان کے تمام عضو صحیح و سالم تھے اور پشت بڑی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک زندہ رہے
مگر تین سال کے بعد بادشاہ نے اسے واپس ہندوستان بلا لیا +

دلاور خان صوبہ کشمیر کی عثمان حکومت ہاتھ میں لیکر دلاور خان نے اسے
۳۔ سال ۱۶۱۸ء سے ۱۶۲۱ء
میں ہمہ تن سامی رہا یا پروری کے کنا سے پر اس نے ایک وسیع اور دلکش باغ تعمیر
کرایا۔ جو آج تک بارخ دلاور خان کے نام سے مشہور اس کی صوبہ داری کی یادگار
چلا آتا ہے۔ اس خانا پر زمین و زمینداروں کے ہوا جس نے زمینوں کی

پیشین گوئیوں کے باعث لوگوں کو سخت دوسوہ اور توشوں میں ڈال دیا۔ اتفاقاً اسی سال چوہے اس کثرت سے پیدا ہو گئے۔ کہ چوٹیوں کی طرح پھرنے لگے۔ انہوں نے ہندوستان اور کشمیر دونوں ممالک کی زراعت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ۱۶۲۱ء میں جہانگیر کے حکم سے کشتیوں پر فتح کرنے کے صلہ میں بادشاہ نے اس صوبہ کو خدمت زرکار عطا کیا۔ اور صوبہ کشمیر کا ایک سال کا مالک بھی اسی کو بخش دیا۔ آخر ۱۶۲۱ء کی پہلی سیاحت کشمیر کے بعد جب جہانگیر مراجعت پذیر ہوا۔ تو دلاور خان کو ہرمکاب لئے گیا۔

ارادت خان صوبہ کشمیر دلاور خان کی واپسی پر دو سال کے لئے ارادت خان ۲۔ سال ۱۶۲۱ء سے ۱۶۲۲ء تک کشمیر کی خوشنویسی کرنے لگا۔ اور عدل و انصاف سے امن و امان کی حکومت کرتا رہا۔ تادہ پور کے نزدیک اس نے ایک دلکشارونہ تعمیر کرایا۔ جس کے ارد گرد ایک فرحت افزا باغ بھی بنوایا۔ پیہاریت اس شان و شوکت کی تیار کی گئی تھی کہ اقران زمانہ میں اس کی نظیر نہ ملتی تھی۔ اس کی کیمیل پر ارادت خان نے کاریگروں کے سرگروہ سجاد کو جس کے ہنرمند مانتھوں نے اسے تعمیر کیا اور کرایا تھا۔ بہت سے انعام و اکرام دیکر اس کے ہاتھ لٹوا دیئے تاکہ وہ دوسری جگہ ایسی عمارت نہ بنا سکے۔

اعتقاد خان صوبہ کشمیر ارادت کے بعد ۱۶۲۲ء میں اعتقاد نے لوگوں کو ۱۱ سال ۱۶۲۲ء سے ۱۶۳۳ء تک ارادت ازلی کا سبق سکھانا شروع کیا۔ یہ صوبیدار جابر اور خود اسے محتاج پھیلیمان صوبیدار کی واپسی پر فرقہ چک جو سرکشی اور شرارت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ عادہ اعتدال سے باہر نکل آیا۔ لیکن اب اعتقاد خان نے ان کو بہت سستایا۔ گروہ کے گروہ گرفتار کر کے حوالہ تیغ کر دیئے یہاں تک کہ ملک گیزی کی ہوس سے ناامید ہو کر سجان و دل تائب ہو گئے۔ اور محبت و شفقت اور زراعت و کاشتکاری کو اپنا خانہ دانی ہمیشہ بنا کر مصیبت کے دن کاٹنے لگے۔ راجہ بان سنگھ کی وفات پر سید ابوالمعالی کو کشمیر آنے کی اجازت مل گئی۔ لیکن جونہی کہ وہ یہاں پہنچا مصیبت زدہ چک جوتی جوتی اس کی خدمت میں جمع ہو کر اعتقاد خان کے جو روستم کی شکایت کرنے

لگے لیکن اعتقاد خان نے سید صاحب کو اتنا موقع ہی نہ دیا کہ کسی کی دلجوئی کر سکتا اور جلد ہی ہی اسے بادشاہ کے پاس واپس بھیجوا دیا۔ اب سید ابوالعالیٰ کو پچیس ہزار کی جاگیر ملک سندھ میں عطا ہوئی اور وہ مدت العمر وہیں سکونت پذیر رہا۔ اس کے بھائی سید ابراہیم خان کو پرگنہ جھراٹ میں نبوہ بطور جاگیر ملا اور وہ اپنا اہل و عیال لیکر وہیں چلا گیا۔

اعتقاد خان شیعہ مذہب رکھتا تھا چنانچہ اس نے مذہبی تعصب سے خلق خدا کو سخت آزار پہنچایا اور بہت سی بدعتیں ملک میں جاری کر دیں یا شجاریاغات۔ دیات اور جنگلات کی ضبطی اور زعفران زار اور مسلمانانہ وغیرہ کی سختیاں بغرض کئی طرح کے مظالم سے ملک کو تباہ کر دیا۔ اگرچہ جہانگیر بادشاہ اس کے عہد میں تین مرتبہ وار دخلہ ہوا لیکن نورجہان بیگم جو خود بھی شیعہ تھی، کی سوپرنتنڈی نے اسے بالکل آہستہ آہستہ دی ۱۶۲۶ء میں جہانگیر کی وفات کے بعد بھی چھ سال تک اسی طرح دامن ہوس کو گل مراد سے بھرنارہا۔ رعایا تمام ظلم و ستم برداشت کرتی اور آف تک کرتی اور نواس کے رعب و داب کے باعث کسی کا حوصلہ نہ تھا۔ کہ بادشاہ تک اس کی شکایت پہنچائے۔ تہہ درویش برجان درویش ہو کے گھونٹ پیکر خاموش ہو جانے۔ آخر ۱۶۳۳ء میں شاہجہان پہلی مرتبہ جب دار دخلہ ہوا تو اعتقاد خان کا کچا چٹھا کھل گیا۔ بادشاہ نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ خواجہ ابوالحسن کو عطا کی۔

ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہان

ایام حکومت ۳۱۔ سال ۱۶۲۶ء لغایت ۱۶۵۸ء مطابق ۱۰۳۷ھ لغایت ۱۰۶۸ھ
نورجہان کی خود غرضی نے جہانگیر کی زندگی ہی میں جانشینی کے لئے جھگڑے پیدا کر دیئے تھے۔ اس کی وفات پر آصف خان کی حسن سعی سے ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہان دکن سے آکر تخت نشین ہو گیا۔
شاہجہان اُن لوگوں کے عزم اور نامور شائمان چنتائی میں سے ہے جن کے لئے تاج ہندوستان جس قدر فخر و ناز کرے کم ہے تخت نشینی سے پہلے شاہزاد

حزم کے نام سے مشہور تھا امور ات ملکی و مالی کے سر انجام دینے کا اسے وہ ملکہ حاصل تھا کہ اس کی حسن تدبیر پڑے پڑے سے بڑے متبرک انگشت بزدان تھے۔ دیگر ممالک کے بادشاہوں کو بھی اس نے اپنے دام محبت میں اسیر کر رکھا تھا جو شان و شوکت اس بادشاہ کے دربار کو حاصل تھی اس کی تخیل بہت کم ملتی ہے۔ مشہور تخت طاؤس جو چوہیں کروڑ روپے کے صرف کثیر سے طیار ہوا تھا۔ اسی بادشاہ کی دریا دلی اور چاہ و جلال کا ایک ادفے نمونہ تھا۔ عمارتوں کا اسے بڑا شوق تھا چنانچہ آج کل سجدہ پڑائی عمارتیں ہندوستان یا کشمیر میں عمارتوں کا شمار ہوتی ہیں۔ زیادہ تر اسی کے مذاق کا نتیجہ ہیں۔

اس نے عثمان حکومت ہاتھ میں لیکر پہلے خانہ جنگیوں کا تدارک کیا۔ لوہان گم جو اس کی سوتیلی ماں تھی وچیس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا کر کے کار و بار سلطنت سے بالکل علیحدہ کر دیا۔

شاہجہان بھی باپ کی طرح کئی مرتبہ کشمیر کی سیر کو آیا اور ہمیشہ اپنی حرم محترمہ ممتاز محل کے ساتھ مہینوں تک گشت باغ جنان سے دل بہلا کر راحت پذیر ہوتا رہا۔ آخر کار ۱۶۵۷ء میں شاہجہان کی طبیعت سخت علیل ہو گئی۔ اس کے بیٹوں داراشکوہ و لعل بہد اورنگ زیب اور شاہزادہ مراد میں تخت نشینی کے لئے عرصہ دراز سے لڑائی چلی آتی تھی۔ باپ کا قیام بیٹیا ہونے کے باعث اور ولعید کی موجودگی میں اورنگ زیب کو تاج پوشی کا کوئی حق نہ تھا۔ اس لئے اس نے باپ کی حلالیت کو غنیمت سمجھا اور عیادت کے بہانہ دکن سے واپس آگیا۔ داراشکوہ کے مزاحم ہونے پر اس سے لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ آخر کار اس نے شاہجہان کو قلعہ اکبر آباد میں قید کر دیا۔ اور تخت خود سمیہال بیٹھا۔ اس کے بعد آٹھ سال تک حالت قید ہی میں زندہ رہا۔ ۱۶۶۶ء میں پہلے اولو العزم بادشاہ اپنی بیٹی جہان آرا بیگم کے سامنے جو ہمیشہ باپ کے ساتھ رہتی تھی۔ اگرہ کے قلعہ میں انتقال کر گیا۔

سال تاریخ گفت شاہجہان : رضی اللہ عنہ گفت اشرف خان
صوبیدار جو شاہجہان کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے
دلا ظفر خان (خواجہ ابو الحسن) ۷ سال ۴ ماہ ۲۰ روز قنات لکھنؤ مطابق ۱۰۷۱ھ تا ۱۰۷۲ھ

(۲) شاہزادہ مرگوش ایک سال ۱۶۴۰ء لغایت ۱۶۴۱ء مطابق ۱۰۵۱ء لغایت ۱۰۵۲ء
 (۳) نواب علی مردان خان ۱۶۴۱ء ۱۶۴۲ء ۱۰۵۱ء ۱۰۵۲ء
 (۴) ظفر خان بارستانی ۱۶۴۲ء ۱۶۴۳ء ۱۰۵۲ء ۱۰۵۳ء
 (۵) تربیت خان ۱۶۴۳ء ۱۶۴۴ء ۱۰۵۳ء ۱۰۵۴ء
 (۶) حسن بیگ خان ۱۶۴۴ء ۱۶۴۵ء ۱۰۵۴ء ۱۰۵۵ء
 (۷) علی مردان خان بارستانی ۱۶۴۵ء ۱۶۴۶ء ۱۰۵۵ء ۱۰۵۶ء
 (۸) لشکر خان ۱۶۴۶ء ۱۶۴۷ء ۱۰۵۶ء ۱۰۵۷ء

ظفر خان احسن صوبہ کشمیر شاہجہان کی تخت نشینی کے بعد چھ سال دو ماہ تک سلاطین
 ۴ سال ۱۶۴۳ء سے ۱۶۴۷ء
 صوبیدار ہی حکومت ملک پر مامور رہا جس کو ۱۶۴۳ء
 میں شاہجہان نے معزول کر دیا اور خواجہ ابوالحسن کو ناظم صوبہ مقرر کیا خواجہ ابوالحسن
 ضعیف العمر آدمی تھا۔ اس لئے اس نے اپنے بیٹے ظفر خان احسن کو قائم مقام
 صوبیدار بنا کر کشمیر بھجوا دیا۔ ایک سال بعد جب خواجہ ابوالحسن کا انتقال ہو گیا۔ تو بادشاہ
 نے ظفر خان ہی کو مستقل صوبیدار بنا دیا اس کا اصلی نام احسن اللہ تھا بے مثال
 شجاعت اور غیر معمولی کامیابیوں اور ظفریابیوں کے باعث اسے ظفر خان کا خطاب
 ملا۔ اور اسی خطاب سے بعد میں مشہور ہوا۔ خوش خلق۔ نیک اطوار۔ عادل اور
 خوش باش تھا۔ شعر گوئی میں بھی اسے خاص مہارت تھی۔ تخلص احسن تھا۔ خطہ کشمیر
 کی تعریف میں اس نے بہت مثنویاں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ رباعی بطور نمونہ
 درج کی جاتی ہے۔

جہان خواں شد و عقد خیال سے بند بہار پائے چین در نگار سے بند

مسافران چین مار سیدہ در کوچ اند شکوہ سے رود و شاخ مار سے بند

نکامت کشمیر سے پہلے ظفر خان حکومت کابل پر جمتا رہا تھا۔ جہاں اس کی رنگینی
 طبع کا شہرہ سنکر مشہور ایرانی شاعر صاحب جو ملک الشعر اکارتبہ رکھتا تھا۔ ملاقات
 کے لئے گیا۔ اس کی شان میں اس شاعر نے بدلے میں یہ ہند منظوم کیا جس نے
 اس کی ہنرمندی اور قابلیت کا سچا فوٹو کھینچ کر دریا کو کوڑھ میں بند کر دیا ہے
 خان توئی کہ توند بند بخواں خواستے دیگران بیک خوانی است

اس کے صلہ میں ظفر خان نے اُسے ایک ہزار اشرفی عطا کی جس سے صائب
 کے شعر کی صداقت بھی ہم پر چمکی ہے۔
 خان خانان راہنرم و زرم صاحب بدنام در سخا و در شجاعت چو ظفر خان تو بہت
 عنان حکومت ماتھے میں لیکر اس نے اعتقاد خان کے وقت کے مظالم
 کی فہرست طیار کی اور اُسے بادشاہ کی خدمت میں گزارش کر کے بعض بدعتوں
 کی تنبیہ کا فرمان پیں مضمون نافذ کرایا اور جس کو عوام الناس کی آگاہی کے لئے
 پتھر پر کندہ کر کے جامع مسجد کے دروازہ میں نصب کرایا جو آج تک اصل کا نقش
 کالج کی طرح شاہجہان کی رعایا پروری اور حمد کی کاثبت دیتا ہے۔
 نقل فرمان شاہی

”چوں ہمگی بہت والاہیت معروف و معلوف بر فراہیت خلق است۔ بنا بران
 بعض امور کہ در خطہ ولایت باعث آزار سکندہ آند یارے شد حکم فرمودیم کہ بر طرف
 باشند۔ از جہان آن مقدمات یکے آمنت کہ وقت چیدن زعفران مردہا ہنہ
 سے بردند کہ زعفران پچیندہ و قیلے نمک بعلت اجورہ آن بان موم میدانند ازین
 جہت آن جماعت آزار بسیار سے رسید حکم فرمودیم کہ تکلیف چیدن زعفران
 اصلا کیسے نکند۔ آنچه متعلق بخواصہ شریفہ باشد۔ مزدوران و اراضی ساختہ اجورہ
 واجبی بدہند و آنچه متعلق بجاگیر داشتہ باشد بگل زعفران را بجنس حوالہ جاگیر دار
 نمایند بہر طریقہ کہ بداند پچیندہ۔ مقدمہ دیگر آمنت کہ در زمان بعضے اخصوہا
 کشمیر بر سر خردار شالے دو دام بعلت ہیزم میگرفتند و در عمل اعتقاد خان چار دام
 بان علت بر سر خردار گرفتہ میشد۔ چوں ازین جہت آزار بسیار بردم میرسید
 بنا بران حکم فرمودیم کہ بالکل رعایا را طلب ایس وجہ صاف دارند بعلت ہیزم
 چیزے بگیرند۔ مقدمہ دیگر آن است کہ دہے کہ جمع آن زیادہ از چار صد خردار
 شالی نباشد از ان دہ دو گوسفند حکام آنجا ہر سال میگرفتند۔ اعتقاد خان در
 ہنگام صاحب صوبگی خود بجائے گوسفندے شصت و شش و لغم میگرفت
 چوں ازین جہت بر رعایا نیز آزار تمام میرسید۔ بالکل حکم فرمودیم کہ بر طرف باشد
 نہ گوسفند بگیرند نہ نقد۔ دیگر اعتقاد خان در ایام صاحب صوبگی خود بر سر ہزارے

خواہ جوان خواہ پیر خواہ چور سال بھٹا دو بیج دام میگرفت و معمول قدیم اس بود
کہ بر سر چوٹے شصت دام - بر سر پیرے دوازدہ دام و بر سر خورد سالاے سی
و شش دام میگرفتند حکم فرمودیم کہ دستور سابق را معمول داشتند بدستے کہ
اعتقاد خان کہ وہ بر طرف باشند بقتضائے آن عمل نہ کنند - مقدمہ دیگر آنست
کہ صاحب صوبہ در وقت میوہ در ہر باغ و در ہر باغچہ کہ میوہ خوبے گمان
داشتند کہ سان خود قبضہ میں منو نہ کہ آں میوہ را بجست آہا محاطت نمایند
وئے گذشتند کہ صاحبان باغ و باغچہ نا متصرف شوند از بی جہت آزاد بسیار
آں جماعت میر سی چنانچہ بعضے ازاں مردم درخت ٹائے میوہ دار دور
ساختند حکم فرمودیم کہ بیج صاحب صوبہ قرق میوہ و باغ و باغچہ
کے نہ کنند +

سے ہائیکہ حکام کرام و دیوانیاں کفایت فرجام و عمال حال و استقبال صوبہ
کشمیر اس احکام چنان مطلع را شمیر ایسی دانند تغیر و تبدیل بمقتوا حدیث راہ
نہ ہند ہر کسیکہ تغیر و تبدیل دہد بہ لعنت خدا و غضب بادشاہ گرفتار باشد فقط
ظفر خان کو باغ بنانے کا بڑا شوق تھا چنانچہ قیام کشمیر کے دنوں میں اس نے
بصرف کشمیر چار باغ بنوائے۔

(۱) سرنگر محلہ مرہ وار میں باغ ظفر آباد - (۲) سرنگر محلہ بورنگدل میں باغ گلشن
(۳) سپہمدانی کی ریاست کے متصل باغ علیاٹ (۴) محلہ حسن آباد میں باغ حسن آباد +
ان باغات میں اس نے دور دور سے میوہ دار اور پھولدار درخت اور
پودے لگا کر لگائے چنانچہ زینق - گلاب - گیلیاس اور کئی قسم کے انگور پہلے پہل
اسی کے عہد میں یہاں آئے +

بہانگیر کے زمانہ میں بھی تسمیرت کے لئے فوج کشی کی گئی تھی لیکن سوائے
کشت و خون کے کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا - شاہجہان نے جلوس کے
دسویں سال ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۶۰۰ء میں ظفر خان کو رکن کشمیر کو تسمیرت کا فرمان
بھیجا - ظفر خان آٹھ ہزار سوار اور پیادہ کی جمیعت سے ایک ماہ میں سکرو پونجا جو
تسمیرت کا آغاز ہے - یہاں سکے دریاں لے دو بلند پہاڑوں پر دو تہایت مضبوط

قلعے بنوائے ہوئے تھے ظفرخان نے جب ان قلعوں کی رقت و استوار سی
دیکھی تو محاصرہ دیکار کا مچ بد لکڑی پھیل چا لبازمی کی طرف رجوع کیا۔ کشمیری
فوج بہاں صرف دو مہینے قیام کر سکتی تھی کیونکہ کثرت برف و شدت سلس
کے بعد راستے بھی بند ہو جاتے ہیں اور رہنما بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ابدال حاکم
تبت کا خواہر زادہ حسن بادشاہی لشکر میں شامل تھا۔ اس کے ساتھ کشمیر کے کچھ
زمینداروں کو جو اس علاقہ کے رہنے والے تھے اس غرض سے تبت کی طرف
روانہ کیا کہ ان کو شاہی نواز شوں کی امید دلائے محصول کی کمی کا فائدہ سنائے۔
اور اطاعت و انقیاد کی ترغیب دے۔ اہل تبت نے دریا کے کنارہ پر بادشاہی
آدمیوں کا مقابلہ کیا۔ حسن کے ساتھ بھی دو ہزار سپاہی تھے جو آہستہ آہستہ پیچھے
آ رہے تھے۔ جب یہاں رکاوٹ دیکھی تو بادشاہی آدمی مخالفوں کو مجھکا کر اور
کشتیوں کے ذریعے دریا کے پار آ کر قلعہ کشائی کی تیاریاں کرنے لگے دوسرے دن
ابدال حاکم تبت کے پندرہ سالہ لڑکے نے بادشاہی فوج کا مقابلہ کیا ظفرخان
کے بہت آدمی مقتول ہوئے لیکن آخر دشمن کو فرار ہونا پڑا غرض ۲۹۔ بیچ اللہ
کو میر فخر الدین قلعہ میں داخل ہوا اور ابدال کے اہل و عیال کو شاہی حرارت میں
لے لیا۔ دوسرے قلعہ پر جو لوگ تھے ان کے لئے آذوقہ بند کیا گیا چنانچہ قلعہ دار
نے تنگ آ کر قلعہ خالی کر دیا۔ ابدال رعایا کی مخالفت اہل و عیال کے گرفتار اور
قلعہ کے خالی ہونے سے سخت گھبرایا تاخر اس نے بھی اپنے آپ کو حوالے کر دیا
ظفرخان نے ابدال کی موجودگی میں قلعہ میں داخل ہو کر بادشاہ کے نام کا خط
پڑھا۔ چونکہ بڑے کی وجہ سے وہاں بند ہو جانے کا خوف تھا اس لئے ظفرخان
عارضی انتظام کر کے اوقیہ یوں کو ہمراہ لیکر واپس آگیا۔
۱۳۱۷ء میں ایک سخت حادثہ پیش آیا۔ موسم بہار میں لوگ توت کھانے کے
لئے موضع ایہ سومہ میں جمع ہوئے۔ وہاں مسلمانانِ سنی و شیعہ میں توت کھانے
پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ شیعوں نے صحابہ کبار کو برا بھلا کہنا شروع کیا جس سے سنیوں
کے سینوں میں آتش غیرت بھڑک اٹھی اور انہوں نے شیعوں پر لوٹ مار
کا ہنگامہ برپا کر دیا اور ان کی سخت بے حرمتی کی لیکن ظفرخان درمیان آگیا اور اس

نے اس آتش کیتہ کو فرو کر دیا اور مٹیوں کے سرگردہ خواجہ خاندان محمد کو نظر بند کر کے بادشاہ کے پاس بھیجوا دیا۔

شاہجہان کا بحیثیت بادشاہ
پھلا سفا کشمیر

شاہجہان جب شہزادہ یعنی سلطان خورم تھا کشمیر کی سیر کر چکا تھا۔ لیکن جب سے بادشاہ ہوا تھا۔

لاہور اور کشمیر کی طرف نہ آیا تھا۔ آخر سال ہفتم جلوس کشمیر میں بغزم لاہور آیا اور وہاں سے ۲۴ ذیقعدہ کو بادشاہ براستہ بھمبر روانہ کشمیر ہوا۔ آصف خان وزیر اور اہل حرم ہمراہ تھے۔ ۱۸ ذی الحجہ کو بادشاہ دارالسلطنت میں داخل ہوا۔ بادشاہ صبح و شام یہاں کے لالہ و ریاحین۔ اشجار سرسبز بہار۔ انمار رنگین انہار و چشمہ سائے

شیریں سے مشام جان کو معطر کرتا۔ ۱۲ ریح الاول کو محفل میلاد دولت خانہ خاص میں عام وقاص کے لئے منعقد کی۔ کشمیر کے علماء و فضلاء اور حفاظ اور دست خوانوں کو خلعت سے نیر بار کیا۔ بعض کے روزینے بعض کے مہوار اور بعض کو جاگیریں

عطا کیں اور حکم دیا کہ ہر سال بادشاہ کی طرف سے مولود ہو کرے جس کے لئے پارہ تہار کا خرچ منظور کیا۔ اہل کشمیر کی بڑی بڑی دعوتیں کیں تین چھپنے کے قیام کے بعد ۲۳ ریح الاول کو لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اسلام خان کی جاگیر میں ایک پرگنہ تھا جس میں ایک پرانیت خانہ تھا۔ بادشاہ نے معبد کو گر کر اس موضع کا نام اسلام آباد رکھا۔ اور وہاں عمارتوں کی تعمیر کا حکم دیا۔

بھمبر میں بادشاہ کی پینتالیسویں سالگرہ ہوئی۔ لیکن ناتھ کلا دنت کو جس نے دوسرے ستار بادشاہ کو خوش کیا تھا۔ چار تہار پانچ سو روپے انعام دیئے گئے۔ بادشاہ کو بھمبر میں رہنے سے معلوم ہوا کہ یہاں کے مسلمان آئین اسلام سے بالکل ناواقف ہیں ان کے لئے قاضی اور معلم مقرر کئے پھر معلوم ہوا کہ اکثر ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان عورتیں موجود ہیں بادشاہ نے حکم دیا اگر وہ ہندو مسلمان ہو جائے تو اس کو

سے نکاح دوبارہ پڑھوایا جائے۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہو تو عورت کو اس سے آزاد کرایا جائے۔ بھمبر کا رئیس جو ہندو تھا مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ نے راجہ دولت مند اس کو خطاب دیا۔ اس بات کی تحقیق کے لئے کہ کن کن ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان عورتیں موجود ہیں اور کن کن مسجدوں میں اپنی عمارتیں اور مندر انہوں نے

تعمیر کر لئے ہیں شیخ مجنوں کو جراتی مقرر ہوا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ہندو لوگ مسلمانوں پر نہایت سختی کرتے ہیں اور قرآن شریف تک کو جلا دیتے اور اس کی کماں بے ادبی کرتے ہیں ایسے لوگوں کو بعد ثبوت بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ بہت سی عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکالا اور ان کے نکاح مسلمانوں سے کر کے لئے گئے۔ چار سو ہندو اپنی بیویوں کی خاطر مسلمان ہو گئے۔ سات مسیحیوں ہندوؤں کے تصرف سے نکالیں تین جٹ خاٹے شمار کر کے وہاں مسجدیں بنائی گئیں۔ غرض سخت گیریوں کا سختی سے انتظام کیا۔

بادشاہ کا دوسرا

سہما کشمیر

شاہجہان ۲۵۔ شوال ۱۰۲۹ھ کو پھر براستہ پونچھ کشمیر روانہ ہوا اسی دوران میں سلطان مراد دہلے روم کا سفیر اس کے دربار میں آیا اور چونکہ بادشاہ کشمیر میں تھا۔ اس لئے سفیر بھی کشمیر ہی آگیا۔ بادشاہ نے سفیر روم کو کشمیر کی خوب سیر کرائی۔ نیم دی الحجہ کو بادشاہ نے نکال دیا کی سیر کی۔ جہاں تک گوش اور چشم کام دیتے تھے صدائے لغمہ مائے رنج پر در اور نظارہ گل و زیبا بین دکھائی دیتے تھے رات کو نواب علی مردان خان نے ڈل کے کناروں پر اس شان سے روشنی کرائی کہ کشمیر ایک صحنہ نور نظر آتا تھا۔ سفیر روم اور دیگر ممالک کے سفیروں کو بھی اس سیر کے لئے مدعو کیا گیا۔ بادشاہ سنگ سفید کی ہمار دیکھنے کے لئے گیا جو کشمیر سے دو تین منزل کے فاصلہ پر ہے اس کی راہ بڑی ناہموار اور دشوار گزار تھی۔ وہاں بارہ چیمے بارش ہوئی زمینی ہے بادشاہ ضرر رخسار و سامان کے ساتھ وہاں آیا۔ ہوا ایسی ٹھنڈی تھی اور بارش اس زور سے تھی کہ سوار اور گھوڑے لرزے اور کاپتے تھے تین چار دن تک بارش مسلسل دار رہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان اور پہاڑ پھٹ گئے ہیں۔ اور ان کے اندر جہنم دہانی ہے وہ اب ختم ہونے والا ہے۔ بارش اور کچھ کی شدت سے ناہیں ٹاپید ہوئیں۔ بادشاہ سخت تکلیف اٹھا کر واپس روانہ ہوا۔ چار کوس کی منزل چھ پہرین طے کی گئی اور اس پر بھی اکثر گھوڑے اور سوار ضائع ہو گئے۔ اس سال سے لافظ معمول سے زیادہ سیلاب تھا۔ کشمیر اور اس کے مضائقہ میں سے آٹھ ہزار چار سو عشاہی گھوڑے طوفان کی نذر ہو گئے تھے

کی ذراعت کا نام و نشان تک نہ رہا۔ بیشمار عمارتیں گر گئیں۔ کئی دنوں تک بازار مطلق بند رہے۔ غلوں کے اتہار جو جمع تھے وہ ضائع ہو گئے۔ غرض فحط عظیم پیدا ہو گیا۔ بادشاہ اس فحط سے خوف زدہ ہو کر واپس آگیا۔ اہل کشمیر میں سے جو لوگ ضعیف اور سبکین تھے یا اس سیلاب سے تباہ ہو گئے تھے۔ ان کی ایک عظیم تعداد دارو بقول بعض تیس ہزار، شاہ جہان آباد دہلی میں فریاد لیکر آئی۔ بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ ان کی امداد کے لئے عطا کیا۔ اور ان کے لئے سجنے اور خام لنگر خانوں کے اجراء کا حکم دیا اور دو سو روپیہ لنگر کار روزانہ خرچ مقرر کیا۔ اور تیس ہزار روپیہ خاص کشمیر میں مستحقین کے لئے ارسال کیا۔ ان میں سے اکثر لوگ دہلی میں رہ کر دہلی ہی کے ہو گئے اور بعض واپس اپنے وطن کو چلے گئے۔

ظفر خان پہلی مرتبہ تھلہ میں سات سال چار ماہ کی نظامت کے بعد حسب الحکم صاحبقران ثانی دارالسلطنت میں واپس بلوایا گیا۔

شاہزادہ مراد بخش صوبہ کشمیر ظفر خان کی جگہ تھلہ میں شاہ جہان کا چھوٹا بیٹا مراد بخش ایک سال تک تھلہ سے ۱۶۵۷ء سے ۱۶۵۸ء صوبہ بیدار ہو کر کشمیر آیا۔ بادشاہ کا بیٹا۔ شاہی محلوں کا پرورش یافتہ اسے انتظام ملک سے کیا کام۔ اکثر سیر و سیاحت اور تماشاخانیاں ہمار و گلزار میں مصروف رہتا۔ شاہ آباد کے ملکوں کی لڑکی اس کے عقد نکاح میں تھیں۔ جب ناظم بنا تو اس نے اپنے رشتہ داروں اور ان کے لواحقین کو بہت اقتدار دے دیا۔ جنہوں نے موقع غنیمت جان کر رعایا پر ایسا کولوٹھا اور ستانا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی جس نے اسے واپس بلا کر تھلہ میں علیمردان خان کو صوبہ کشمیر بنا دیا۔

علی مردان خان صوبہ کشمیر پہلے شاہ عباس صفوی کی طرف سے حاکم قندھار تھا۔ ایک سال تھلہ سے ۱۶۵۷ء سے ۱۶۵۸ء تھا۔ تیسری دفعہ سے کوہستان قندھار سے اسے ایک چڑھانا دینیہ ملا جس کو لیکر یہ ہندوستان بھاگ آیا اور شاہ جہان کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ عادل مجمل۔ جرد بار۔ دانا۔ آزمودہ کار اور فضول خرچ حاکم تھا۔ ایک سال تک حکومت کشمیر پر ممتاز رہ کر تبدیل ہو گیا۔

ظفر خان صوبہ کشمیر بار ثانی ۱۶۵۸ء سے ۱۶۵۹ء بادشاہ کا تیسرا سفیر کشمیر تھلہ میں

ظفر خان دوسری مرتبہ نظامت کشمیر سرافراز ہوا اس کے عہد میں بادشاہ قریب
مرتبہ لاہور سے آئے۔ صفر کو کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ غرہ جمادی الثانی ۱۰۵۷ھ کو کشمیر
ہی میں سال جلوس کا بازار ہم جشن منایا۔ شاعران نامدار نے طولانی قصائد پر
بادشاہ نے زور و ہرات اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ رعایا کو بہت سی رعایتیں
دیں۔ ایک کشمیری الاصل شاعر غالباً ملا نیم نے بھی ایک قصیدہ پڑھا جس
کا مطلع اول یہ ہے

چینست آئیں بختن وادین خرمود شاہ شاہ کشمیر و سرور خسرو خاقان کلاہ
یہ قصیدہ نہایت پرستے اور نہایت لاجواب ہے۔ اس میں صرف تعریف
ہی تعریف نہیں ہے بلکہ رعایا کے دکھوں کا ذکر بھی ہے چند شعر اس میں
سے لکھے جاتے ہیں

اہل کشمیر ندرد و دیوان عدالت وادخواہ
آنکہ بہت احسان اوچر و دیوان کو گناہ
آنکہ نما را کشادہ در گرم راستہ را
آن جناح جوئے کہ کوئے را بدل نادارہ گاہ
حال میں جمع از گنج نامہ دریا پد نگاہ
قد شان ہجون گمان او فاع است از تیرہ
بخت میں بیچارگان چوں روٹو ظلم اویاہ
وہیں دگر در گنج خم افتادہ چوں یوسف سیاہ
وہیں دگر در گنج و تاب افتادہ چوں اوشد گاہ
از زمین شکل کہ بیروں مکرشد برگ گیاہ
میکند ہر سو نیم سیم و زور و بسیر و ن گاہ
اندہ از عفران در گرمہ جمع بے گناہ
بے خیشا پور و نچ آں شدہ در مرقہ راہ
میں زمانہ میت خانہ برپا شد سجائے خاناہ
وادرابر کہ میں جمع از المہ یا بدہ جاہ

سرور دانش پروغ واد وادیں پرورہ۔
راتہ انصاف کہ جمع ہر دیشان دل کہ کرد
عدالت آگاہ است کایں انہوہ را بر حکم زد
آن تم کہتے کہ کاہی را عوض بگرفتہ کوہ
چیز میں قوم از قوم خامہ برخواہ خسرو
روئے شان ہچو زرا و بیغم امت از نور مرگ
دیدہ میں بیلان چوں چشم لطف و سفید
آں یکے در بند محنت اند چوں یوسف بخت
آں یکے در خاک و خون غلطی چوں از تخم صید
در چمن نادر کہ بالار و ہند شاخ درخت
دست پردہ شد چنان بر پا کہ نرگس ہم ہار شاخ
زعفران گم شد خنداں سازد اند و ہناک را
زیر دست آزا سیئے ظاہر کہ در کشمیر شد
دیش از میں مسجد بنائے شد سجائے بستکہ
عدل را فرما کہ میں قوم از جا گرد خلاص

غرض اوائل شعبان میں بادشاہ کشمیر نے روانہ ہوا اور برف و باران کی تکلیفیں اٹھاتا ہوا وسط ماہ رمضان میں لاہور پہنچ گیا۔

ظفر خاں نے اپنی تصنیف سے ایک مثنوی ہفت منزل بادشاہ کی نذر کی جس میں کشمیر کے باغات و عمارات اور خود کشمیر کی صفات و تسمیہ۔ بادشاہ اس کے مطالعہ سے نہایت محظوظ ہوا۔

۱۵۵۵ء میں کشمیر میں ایک عجیب واقعہ ہوا یعنی موضع بدر واقعہ پرگنہ آٹون میں آسمان سے جبکہ مطلع بالکل صاف تھا۔ برف کی ایک مستطیل چادر گر سی جس کا طول ستر گز عرض تیس گز تھا اور ضخامت ۱/۲ گز تھی جس کی صداقت مرزا سلیم کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے۔

در سیال ہزار و پنجاہ و پنج ایسے بار در گوشہ کشمیر بہت کام بہار کم
ہفتاد گز بش طول یہی گز جنش تختے برفی افتاد بہ تفکیک سیار
شاہجہان نے اس سیاحت میں چشمہ ویرناگ کی مرست کا حکم دیا اور چشمہ کے منبع پر ایک آبشار بنوائی جس کے ایک پتھر پر یہ تاج آج تک کندہ ہے۔
جب در بھگم شاہجہان بادشاہ دہر شکر خدہ اگر ساخت چنین آبشار جوئے
اس جوئے دادہ است جوئے بہشت یاد زیں آبشار یافتہ کشمیر آبرود
یابج جوئے گفت بگو شمع سروش غیب از چشمہ بہشت بروں آمد است جو۔
چشمہ بہشت ۱۰۴۳۔ جولائی ۱۹۔ ۱۰۵۴ھ۔

ترتیب خان صوبہ کشمیر ۱۶۵۶ء میں تربیت خان نظامت کشمیر پرزیت افروز سال ۱۶۵۶ء سے ۱۶۵۸ء ہوا اتفاقاً اسی سال کثرت باران کے باعث قحط عظیم
اٹھا جس سے ہزاروں بے خانمان فاقہ کشی کر کے مر گئے۔ سینکڑوں نقل مکان پر مجبور ہوئے۔ اس موقع پر شاہجہان نے جڑی دریا دلی اور ہمدردی سے قحط زدوں کی ادا کی۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ گجرات اور اطراف پنجاب سے بہت سا غلہ کشمیر بھجوا یا بیگیاٹ شاہی اور دیگر اُمراء دولت سے بہت سا چنڈہ بطور خیرات جمع کر کے قحط زدوں کی ادا پر صرف کیا۔ تربیت خان بھی قحط کے انداد کے لئے سخت کوششیں کرتا رہا۔ اگرچہ وہ خلیق خد کا بڑا خیر خواہ اور

خیر اندیش تھا۔ لیکن قحط کی بدبختی نے اسے بادشاہ کی نظروں سے گرا دیا اور دو سال کے بعد ملک ائمہ کو معزول ہو کر واپس طلب کیا گیا۔

حسن بیگ خان صوبیدار کشمیر ۱۶۸۸ء میں حسن بیگ خان نے نظامت کشمیر
ذی قعدہ سال ۱۱۸۸ھ سے ۱۱۹۵ھ

قحط زدوں کی امداد کے لئے اس نے نوشہرہ سرنگپور میں ایک باغ بھی تعمیر کرایا جس میں بہت سے مزدور کام کرتے رہے اور گرائی کی سختیوں سے بچ رہے۔

شاہجہان کا چوتھا
سبض کشمیر

برسات کے نہ ہونے سے دہلی کی ہوا اس سے بھی ہلکا
نے سفر کشمیر کے لئے لاہور کا عزم کیا۔ چنانچہ غزہ

ربیع الثانی ۱۱۸۸ھ کو لاہور کے شالمار باغ کے باغ فیض بخش میں جشن نوروز منایا۔ ۲۹ جمادی الثانی کو لاہور سے کوچ کیا۔ پنجاب میں قحط کے لحاظ سے

۱۱ سال نہایت مخوس تھا۔ ایک عالم کے مرقعہ بارش کے لئے آسمان کی طرف اٹھتے رہتے تھے۔ لوگ جاوڑوں اور مردوں کو کھانے اور ادلاؤ کو بیچ بیچ کر

پیٹ پاتے تھے۔ آخر مینہ برسا بھی تو اس قدر کہ راسما بھی ڈوب گیا۔ جو کہہ دیا گیا تھا وہ سب بارش کی نذر ہو گیا۔ بارش کے تھمنے پر بادشاہ کو روانہ کشمیر ہو گیا۔ اور

نواب سعد اللہ خان کو رعایا کی استمالات کے لئے چند دنوں تک لاہور میں رکھا۔ بادشاہ آخر جمادی الآخری میں سرنگپور پونجا۔

اہل حرم کے ہمراہ تین کشتیوں میں زہدیت کے پردے لاہور دی اور منقش
ستون اور قبة مائے طلا و مرصع لگا کے سوار ہونا اور ڈول کی سیڑھیاں کرتا۔ ملاحوں کو

عام لوگوں کو زرد اقلام سے بالمال کرتا۔
بادشاہ کی بیٹی جہان آرا بیگم نے شہر میں ایک مسجد ملا شاہ بدخشی کی عبادت

کے لئے چالیس ہزار روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرائی تھی اور اس کے اطراف کے
کمرے اور محکمے میں ہزار روپیہ میں جوائے تھے۔ ملا شاہ اس مسجد میں شکر عبادت

الہی کیا کرتے تھے۔ بادشاہ نے خود سی میں آکر اس سے ملاقات کی اور کچھ دیر تک
شاہ صاحب سے کلمات نصیحت آمیز سنتے رہے۔

اسناک باران کے لحاظ سے کشمیر کا حال بھی پنجاب جیسے کم نہ تھا۔ دہلی میں

بارش نہ ہونے سے پھلدار و درخت بہت کم پھلے بلکہ اکثر خشک ہو گئے۔
 لئے بادشاہ کو اس مرتبہ کشمیر سے کچھ خط حاصل نہ ہوا چنانچہ فرمایا
 کہ لاہور اور شاہجہان آباد کے باغات و باغات مکانات چھوڑ کر خط منفس کے
 لئے اس مسافت بے بیہ کو برداشت کرنا اور خلق خدا کی ایذا رسانی پر راضی ہونا
 خدا پرستی کے طریقہ سے دور اور یک فعل عبت ہے بلا عوض دو دینے کے بعد
 بجانب لاہور روانہ ہو گئے۔ نواب سعد اللہ خان بادشاہ کے کشمیر بولنے کے
 چند دنوں بعد آگیا تھا۔ کشمیر میں بھی چونکہ پنجاب جیسی ہی مصیبت نازل تھی۔ اس
 لئے بادشاہ کے حکم سے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کشمیر کے مالی اور ملکی مقدمات
 اور قسط کا انتظام کرنے کے لئے کشمیر میں رہ گیا۔

علی مردان خان صوبہ کشمیر بارشانی ۱۲۵۰ھ میں پھر علی مردان خان کا ستارہ اقبال روشن
 ہوا۔ اور وہ لاہور اور کشمیر دونوں صوبوں کا ناظم مقرر
 ہو گیا۔ اپنے عہد میں امورات ملکی بڑی قابلیت اور دانشمندی سے سرانجام
 دیتا رہا۔ عیش و عشرت میں بھی عموماً سرشار رہتا چونکہ اس کے پاس فاروق کا
 خزانہ تھا۔ بیخ بھی بیدار کرتا تھا پر گندہ بور میں بمقام تل ل اس نے علی آباد کے
 نام سے ایک وسیع باغ تعمیر کرایا جس میں ایسی ایسی عالیشان عمارتیں کھڑی کیں۔
 جن میں سے ہر ایک عجوبہ و درگاہ تصور ہوتی تھی۔ اسی طرح محلہ نوشہرہ میں بھی ایک
 وسیع اور دلکش باغ اور محل خاص تعمیر کرایا۔ ان کے علاوہ شاہجہان کے حکم سے
 اس نے کشمیر سے راجپوری تک تمام منزلوں پر سرائیں اور راستے میں یاد لیاں اور
 چٹنے بنوائے جن کے آثار اب تک دکھائی دیتے ہیں۔ سرائے محضہ بہارم گلہ
 سوختہ۔ پوشیانہ۔ شاہچہ مرگ اور ہیرہ پور کی عالیشان سرائیں جو اب تک علی مردان
 اور شاہجہان کی یادگار چلی آتی ہیں بنوا کر راہ و دن کے لئے بہت سی محالیں و دور
 کردیں۔ ان کے علاوہ ہیرہ پور کے راستے کو بھی سنگ تراشوں سے بہت کر کے
 آبدارفت کے لئے صاف کر دیا۔ خصوصاً مقام لال غلام کو عبور کرنے میں حیرت
 لایہ ہیرہ پور سے پنجاب کی طرف قریب ۶۰ میل کے فاصلہ پر یہ مقام واقع ہے جس کو روایت نے
 اپنی سیاحت میں بچشم خود دیکھا ہے۔ پھاڑ کے دھن میں اتنا عین ہے کہ انسان نیچے نہیں کیہ سکتا۔

کاسا متناہوتا تھا۔ ان کو بالکل ضائع کر دیا۔ ایک مرتبہ گرانی غلہ کے موقع پر عوام نے خواجہ رام کے یہاں سے پنڈت ہما دیو پیشکار نظامت کا گھر بار لوٹ لیا اور غلہ داری کے کوٹھے جلا دیئے۔ جب بادشاہ کے سب سے مبارک ہیں یہ واقعہ پوچھا تو اس نے چند روٹوں کے ساتھ سرنگی کو بولا کہ تیار ہو کر اس کے پاس چلو۔ اس نے یہ الفاظ دریافت کیا کہ ایک امراہ آمدی اور مقدمہ ہما دیو کہ امراہ کس درجہ پر موزوم است۔ اس نے اس خیال سے کہ فریقین کو نقصان نہ پہنچے۔ تمہید ایشالی اور عرض کیا کہ امراہ پونچھ آمدی دریں مقدمہ از مردم عوام و از ہما دیو کے را تصور نیست لیکن اس طرح گفتگو اور لفظ لیکن پر بادشاہ سخت براشتہ خاطر ہوا اور جھنجھلا کر بولا کہ ہر دو فریق را گناہ ہمارا دیس گناہ از من است کہ مثل تو صرف لا معقل را پر سپہم راست است کہ از راہ پونچھ آمدی۔ تیار ہو کر اس غائب شاہی کے خوف سے بیمار ہو کر چند دنوں میں راسخے عدم ہو گیا۔

علی مردان خان عموماً زمستان میں لاہور اور تابستان میں کشمیر میں قیام رکھتا۔ اس کی آمد و رفت بڑی دھوم دھام سے ہوتی اور لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتا۔ اس مرتبہ علی مردان خان سات سال تک نظامت کشمیر پر ممتاز رہا اور شہر میں بیکامی کے ساتھ تبدیل ہو گیا۔

شکر خان صاحب کشمیر علی مردان خان کے بعد شکر خان حاکم کشمیر مقرر ہوا۔ یہ نام ۲۱۶۵ھ سے ۲۱۶۹ھ تک بھی بڑا زکین مزاج تھا۔ ہمیشہ عیش و عشرت اور سرور و شکار

بقایا حاشیہ صفحہ ۲۱۳۔ اور نہ صحیح امانہ لگا سکتا ہے کہ کس قدر گہرے مقام ہے اس مقام پر بشکل پل پختہ نہیں کی ایسی مضبوطی نہ ہوئی ہے جو آج تک مرست کی محتاج نہیں عجیب قابل دید اور حیرت انگیز مقام ہے اس کے نزدیک آبادی سوائے چند درویشیانہ کہیں نہیں۔ غالباً یہ گرنے سے زیادہ گہرا ہو گا اس کی نسبت مشہور ہے کہ یہ شکر گنتی مرتبہ تیار کی گئی لیکن قائم نہ رہ سکی تھی اور نورا گرجالی تھی آج بھی اس کی ہریت کے مطابق بنیادیں مل رہی ہیں اس پر عمارت بنائی گئی دوسرے سال جب بادشاہ آیا تو اس نے دریافت کیا کہ وہ محل کس مقام پر ہے ایک قلام نے اس کا نشان دیا تو بادشاہ نے اس خیال سے کہ وہ محل نہ کھالے قتل کیے کہ وہیں گاڑ دیا جس سے وہ مقام بھی لال قلام کے نام سے مشہور ہو گیا۔

میں مصروف رہتا۔ باوجود اس کے رعیت پر درمیانی امور اب سلطنت کے انتظام کے بارے میں باحسن وجہ کو شان رہتا۔ اس کے زمانہ میں ازبانی غلبہ اس حد کو پہنچی کہ خروار شالی ایک مرغ کو ملتی۔ ملک آسودہ حال اور رعایا فارغ البال ہو گئی۔ اس نے بھیل ڈل کے شمالی کنارے پر حدود پہاکیں ایک وسیع باغ بستہ کر عالی شان عمارتوں سے مزین کیا۔ جو عوام کی سیر و تفریح کا مجمع تھا۔ اس کے عہد میں ایک دفعہ شدت سرما کے باعث دریائے جہت کا پانی ایسا بچ بستہ ہو گیا کہ ٹٹو بوجھ لیکر خشکی کی طرح سطح آب بچ بستہ پر چلتے۔ اسی اثنا میں ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے شاہجہان کو قلعہ اکبر آباد میں محبوس کر کے حکومت ہند خود سنبھال لی۔ جس سے لشکر خان کی صوبیداری بھی ختم ہو گئی تاہم ایک سال تک یہ دستور نظامت کشمیر کا کام سر انجام دیتا رہا۔ آخر جب اورنگ زیب بھائیوں کی خانہ جنگیوں سے فارغ ہو گیا تو اس نے اپنا سکہ چھانے کے لئے لشکر خان کو واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ اعتقاد خان کو صوبہ کشمیر بنا دیا۔

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر

ایام حکومت ۹۴۴ھ - ۱۶۵۸ء - وفات ۱۶۵۸ء مطابق ۱۰۷۱ھ - ۱۰۷۲ھ

ہندوستان کے چار جلیل القدر اور الو العزم بادشاہوں میں سے چوتھا بادشاہ اورنگ زیب ہے جو شاہجہان کا تیسرا بیٹا تھا۔ بچپن میں ہی اس کی طبیعت میں جاہ پسندی اور عالی دماغی کے آثار پائے جاتے تھے۔ بڑے ہو کر چند در چند وجوہات سے اس نے ۱۶۵۷ء میں باپ کو تخت سے اتار کر قلعہ اکبر آباد گڑھ میں قید کر دیا۔ اور سلطنت خود سنبھال لی۔ اس کے بھائی داراشکوہ - لیہند شاہ - زادہ مراد بخش وغیرہ پڑے بھائی کی حق تلفی سے بیزار ہو کر اورنگ زیب کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور اس سے لڑنے لگے۔ لیکن اس نے سب کو مغلوب کر کے قتل کر دیا۔ اور سلطان علی گڑھ کے بے شکستہ راہ حکومت دینے لگا۔ یہ بادشاہ اول درجہ کا پولیشی زبردست اور جابر آدمی تھا۔ دل کا بھید کسی کو نہ دیتا تھا اور اکثر کشمیریان عالی بھی اس کے ارادوں

اور کارروائیوں سے بالکل بے خبر رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض معاملات جو اس نے منورات سیاسی و فنی منظر رکھ کر ذاتی رائے سے سرانجام دیئے۔ اصلیت معلوم نہ ہونے کے باعث تعصب اور کینہ دہی میں شمار کئے جاتے ہیں۔

جہانگیر اور شاہجہان کے زمانہ میں وراثت کے تحت کے باہمی نزاع نے ملک میں اتیری پھیلا دی تھی۔ اور امرائے دربار نے پاوٹیاں بنا کر ایسی روش اختیار کر لی تھی جس کی منظر تاریخ کشمیر میں چکوں کے دور حکومت میں سخیو ملیتی سے شاہزادوں کی خانہ جنگیوں نے امرائے دولت کو جادہ اعتدال سے منحرف کر کے فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا تھا۔ ہندو راجے اور ہمارے جن کی اصلاح کے لئے اکبر نے بڑی حکمت عملی سے کارروائی کی تھی اس کی وفات کے بعد فوراً امر کو شیاں کرنے لگے۔ تاہم اکبری منظم و منق اور جہانگیر اور شاہجہان کے بے لوث طرز حکومت نے دار الحکومت اور اورنگ زیب کی لڑائیوں کے آغاز تک انہیں سر نہ اٹھانے دیا۔ لیکن ان خانہ جنگیوں نے ان کا حوصلہ بڑا دیا۔ اور وہ لوگ بھی فتنہ و فساد کے لئے سلیار ہو گئے۔ ایسے ملک کی اصلاح کی خاطر عالمگیر جیسے دور بین بادشاہ کے لئے ضروری تھا کہ شور و شر برپا ہونے سے پہلے ہی وہ ایسے وسائل اختیار کرنا جو سیاست قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنی کارروائیوں کو مذہبی رنگ دیگر مذاہب کو اس سے کشیدہ خاطر کر دیا تھا۔ لیکن اگر تعصب چھوڑ کر اس کی ہر ایک کارروائی کی ماہیت پر غور و خوض کی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ نادر الوجود بادشاہ ان اتہام سے جو اس کے سر نہ اٹھتے جانتے ہیں بالکل بری ہے۔ اس نے غلیظ مذاہب پر ایسے ایسے احسان کئے اور ان کے افراد کو ایسے ایسے مناصب جلیلہ بخشے جو کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے۔ ہندوستان کے علاوہ تاریخ کشمیر میں رشی بیرہٹت کا تذکرہ ہمارے سامنے ہے اگرچہ عوام کا اجتماع اور ان کا اظہار خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ مشار الہیہ کے حق میں جس قدر سستی ممکن برتی جاتی۔ لیکن حکم ظاہری صادر کرنے کے بعد جب اسے اصلیت معلوم ہوئی۔ تو اس نے پہلے حکم کے بعد فوراً ہی دوسرے حکم اس مضمون کا بھیجا کہ پہلے لوگ اسے رشی بیرہٹت کا فتنہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ صاحب کشف و کرامات اور خوارق

اسے رشی بیرپٹت بادشاہ کہتے ہیں۔ اب اسے بادشاہ ہردو جہان کہا کریں۔ یہ خطاب اس قسم کا ہے کہ مسلمان پیغمبر خدا کے سوا دوسرے کسی سے منسوب نہیں کر سکتے اور پھر عالمگیر جیسے متقی اور پرہیزگار بادشاہ کا یہ خطاب غیر مذہب والوں کو دیتا اس کی بے ریائی اور بے تعصبی کی کم دلیل نہیں۔ باپ یا بھائیوں سے جو سختیاں اس نے کیں ان کی اصلیت اکثر سوانح عمودیوں سے منکشف ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب اول درجہ کا فائدہ زائد اور پکا مسلمان تھا اور امور اسلام و خلاف شرع کا دشمن تھا مگر یہ امر اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ضرور منصب تھا یا بیاض کشمیر کا۔ اُسے ایسا ظاہر کرنا کئی ایک پھلو لئے ہوئے ہے جن کا انکشاف اس موقع پر ایک لمبی بحث کی تہیہ قائم کرتا ہے جس کا تا بیاض کشمیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باپ کو قید کرنے کے بعد اورنگ زیب ایک سال سے زیادہ عرصہ تک لڑائی جھگڑوں میں مصروف رہا۔ اور حکومت ملک کا سلسلہ شاہجہانی انتظام کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶۔ حادثہ تھا اور لوگ خصوصاً ہندو اسے اذکار اور جہانما سمجھتے تھے چونکہ ہندو مسلمانوں میں اس کی عزت تھی اس لیے رفتہ رفتہ شخص بادشاہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور لوگ اس کی طرف ایسے متوجہ ہو گئے۔ کہ ناظم صوبہ تدرکنا عالمگیر سے بھی اس کی عروت و حرمت بچھوڑنے لگی جس سے ناظم صوبہ کو اس کی روز افزادی ترقی اور طرز زندگی پر اشتباہ ہوا۔ اور اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا جس نے اسے اپنے پاس بلایا یا اسی اشارہ میں بعض درباریوں نے چودہ بار عالمگیری میں موجود تھے۔ ناظم صوبہ کی غلط فہمی پر استدلال کر کے اسے یقین دلا دیا کہ رشی بیریک متبرک آدمی ہے اور اسے ملک گیری کی ہوس میں بالکل نہیں چنانچہ بادشاہ نے اس کے ساتھ ہی دوسرا حکم جاری کر کے اسے بادشاہ ہردو جہان کا خطاب دے دیا۔ ہندوؤں کا قول ہے کہ جب پردانہ طلبی رشی بیرپٹت کے پاس پہنچا تو وہ خاموش ہو رہا۔ رات کو زور کر امت عالمگیر کے پاس پہنچا۔ اور اس کو کہا کہ فقیروں کی دل آزاری ابھی نہیں بادشاہ نے خوف کھا کر دوسرا پردانہ جاری کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۱۷۴۔

موافق چلتا رہا۔ ان سے فراغت حاصل کر کے اس نے ماہ رمضان ۱۱۸۱ھ میں
 قندھار میں اپنا جلوں شاہی مرتب کیا۔ اور پھر اندرونی معاملات نظم و نسق کے سمیٹانے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت
 تک شاہجہان کے زمانہ کا صوبہ لشکر خان ہی نظامت کشمیر پر مامور رہا۔ اب دکن کے
 نے اپنا سکہ جمانے کے لئے اسے واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ اجندا خان کو
 صوبہ کشمیر بنا کر بھیجا۔ عالمگیر اندرونی تھکڑوں جھگڑوں میں بہت مبتلا رہا۔ اس لئے
 صرف ۱۱۸۱ھ کو ایک ہی مرتبہ کشمیر میں رولت افروز خطہ ہوا۔
 آخری دم تک اورنگ زیب تمام مملکت خوش اسلوبی سے سرانجام
 دیتا رہا۔ ضعف پیری کے باعث عرصہ سے اس کی طبیعت نامناسب ہو رہی تھی
 اسی زمانہ میں اسے شاہجہانی دور دورہ کا خیال آیا اور اپنی موت بھی یاد آتی بیوں
 کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں سخت وہم پیدا ہو گیا اور اس نے وصیت لکھی۔
 مالک محروس کے تین حصہ کر کے اس نے محمد معظم خلیفہ اکبر کو یا شاہ ہندوستان
 اعظم شاہ کو حاکم دکن اور محمد کام بخش کو حاکم ہمایا پور مقرر کیا اور ہدایت کی کتبیں بھائی
 با اتفاق یلدرگ علیش و کامرانی سے حکومت کریں اور فتنہ و فساد سے اجتناب
 رکھیں۔ چنانچہ محمد معظم شاہ تو پہلے ہی سے کابل میں حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے اعظم شاہ
 اور محمد کام بخش کو بھی دکن اور ہمایا پور بھیجا اور دار السلطنت کو فتنہ و فساد سے خالی کر دیا۔
 آخر ۱۱۸۱ھ فروری ۱۱۸۱ھ میں عالمگیر جہان نانی سے عالم
 جاودانی کو مرخص ہو گیا اس کی تاریخ تولد ۱۱۸۱ھ میں تاریخ وفات میں عجیب
 مناسبت پائی جاتی ہے۔

تاریخ تولد آفتاب عالمیاب تاریخ تاج پوشی آفتاب عالمیاب
 تاریخ وفات آہ شد آفتاب یزیزین تاریخ دیگر دخل الجنّت
 اعظم شاہ رامتری میں تھا کہ اسے باپ کے انتقال کی خبر ملی۔ وہیں سے لوٹ
 آیا اور تجزیہ و تکفین سے فارغ ہو کر تخت نشین ہو گیا۔ جب محمد معظم شاہ کو خبر ملی تو
 وہ بھی بسااحت تمام اگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اہل محرم ۱۱۸۱ھ کو دار السلطنت لاہور
 میں دار و ہو کر جلوس تاج پوشی منعقد کر کے اس نے بھائی کو لکھنؤ بھیجا کہ دکن بڑا دین

ملک ہے چاہیے کہ باپ کی وصیت پر عمل کر کے ملک مقبوضہ پر قیامت کریں
کیونکہ باہمی جنگ و جدل سے بہر حال صلح بہتر ہے لیکن اعظم شاہ نے اس کا
جواب دیا کہ دو بادشاہ در تظلیع گنج اور قوج آراستہ کر کے لڑائی پر مستعد ہو گیا۔
۱۸۔ ماہ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو نواح اکبر آباد میں سخت ہنگامہ کا رزار ہر پا ہوا جس
میں اعظم شاہ مارا گیا۔ اور محمد معظم شاہ کو س ظفر مندی سجاتا دار الخلافہ آگرہ
میں داخل ہو گیا۔

صوبیدار جو عالمگیر کے زمانہ میں حکومت کشمیر پر مامور ہے

۱۔	اعتماد خان	۳۔ سال	۱۶۵۹ء سے ۱۶۶۲ء	سلطان	۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۲ء
۲۔	ابراہیم خان	۱۔ سال	۱۶۶۲ء سے ۱۶۶۳ء	۱۶۶۳ء سے ۱۶۶۴ء	۱۶۶۴ء سے ۱۶۶۵ء
۳۔	اسلام خان	۱۔	۱۶۶۳ء سے ۱۶۶۴ء	۱۶۶۴ء سے ۱۶۶۵ء	۱۶۶۵ء سے ۱۶۶۶ء
۴۔	سیف خان	۳۔	۱۶۶۴ء سے ۱۶۶۵ء	۱۶۶۵ء سے ۱۶۶۶ء	۱۶۶۶ء سے ۱۶۶۷ء
۵۔	مہار خان	۱۔	۱۶۶۶ء سے ۱۶۶۷ء	۱۶۶۷ء سے ۱۶۶۸ء	۱۶۶۸ء سے ۱۶۶۹ء
۶۔	سیف خان	۲۔	۱۶۶۷ء سے ۱۶۶۸ء	۱۶۶۸ء سے ۱۶۶۹ء	۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۰ء
۷۔	فتح خان	۴۔	۱۶۶۸ء سے ۱۶۶۹ء	۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۰ء	۱۶۷۰ء سے ۱۶۷۱ء
۸۔	قوام الدین	۳۔	۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۰ء	۱۶۷۰ء سے ۱۶۷۱ء	۱۶۷۱ء سے ۱۶۷۲ء
۹۔	ابراہیم خان	۸۔	۱۶۷۰ء سے ۱۶۷۱ء	۱۶۷۱ء سے ۱۶۷۲ء	۱۶۷۲ء سے ۱۶۷۳ء
۱۰۔	حفظ اللہ خان	۲۔	۱۶۷۱ء سے ۱۶۷۲ء	۱۶۷۲ء سے ۱۶۷۳ء	۱۶۷۳ء سے ۱۶۷۴ء
۱۱۔	منظر خان	۲۔	۱۶۷۲ء سے ۱۶۷۳ء	۱۶۷۳ء سے ۱۶۷۴ء	۱۶۷۴ء سے ۱۶۷۵ء
۱۲۔	بوہتر خان	۶۔	۱۶۷۳ء سے ۱۶۷۴ء	۱۶۷۴ء سے ۱۶۷۵ء	۱۶۷۵ء سے ۱۶۷۶ء
۱۳۔	فاضل خان	۳۔	۱۶۷۴ء سے ۱۶۷۵ء	۱۶۷۵ء سے ۱۶۷۶ء	۱۶۷۶ء سے ۱۶۷۷ء
۱۴۔	ابراہیم خان	۵۔	۱۶۷۵ء سے ۱۶۷۶ء	۱۶۷۶ء سے ۱۶۷۷ء	۱۶۷۷ء سے ۱۶۷۸ء
۱۵۔	نواز خان	۱۰۔	۱۶۷۷ء سے ۱۶۷۸ء	۱۶۷۸ء سے ۱۶۷۹ء	۱۶۷۹ء سے ۱۶۸۰ء

اعتماد خان صوبہ کشمیر ۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب نے لشکر خان ناظم سانی کو واپس
بلا لیا اور اس کی جگہ اعتماد خان کو حاکم کشمیر بنایا۔ اعتماد خان
۳۔ سال ۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۲ء
روایا پر در حاکم تھا۔ وہ اہل ملک کی بہبودی و بہتری کے لئے شری کو شش کرتا رہا۔

اس نے تنہا پیش قاضی رومی زانسی آئی کی عدالتوں کو موقوف کر دیا۔ مدعی مدعا علیہ دونوں کی موجودگی میں مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ دونوں کو پیروی کے سپردی حقوق تھے اور دونوں کی حاضری میں مقدمات فیصلہ ہونے لگے۔ اس کا دربار ہر وقت کھلا رہتا تھا اور دربان و حاجب مجاز نہ تھے کہ کسی کے مزاحم ہوں۔ علمیت بھی کافی رکھتا تھا بلکہ اچھا مولوی تھا خصوصاً علم فقہ میں تو اسے خاصی دسترس تھی۔ اور علماء و فضلاء سے بھی بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آتا تھا۔ اراکات خان کے باغ کے متصل جانب شرقی اس نے ایک مجلس اور وسیع باغ تعمیر کرایا۔ آخر میں سال کے بعد منصب صوبیدار سی سے سبکہ دوش ہو کر ۱۶۶۲ء میں عالمگیر کی مصاحبت پر ممتاز ہوا۔

۱۶۶۲ء میں علی مردان خان سابق صوبیدار کشمیر کا بیٹا ابراہیم خان صوبہ کشمیر ۱۶۶۳ء سے ۱۶۶۴ء تک اس سال ۱۶۶۳ء سے ۱۶۶۴ء تک رونق افروز ہوا۔ فیض طبعہ نہ بے کام مقصد تھا۔ اس نے اس کے ہم قوموں کو اس کے عہد میں بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اس کے گھمبیر پر یہ جلال الدین کی خانقاہ اور مسجد حمام واقعہ محلہ آروٹ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ مسلمانان اہل سنت نے ان کے جبر و تشدد کے خلاف اس کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ لیکن ابراہیم خان نے نہ صرف انصاف ہی کو بالائے طاق رکھ دیا۔ بلکہ وہ عہدات مستعینہ بھی ان کے حوالہ کر دیں۔ آخر میں انہوں نے عالمگیر کے دربار میں استغاثہ دائر کیا۔ اس نے قاضی ابوالقاسم کو تحقیقات کا حکم دیا جس نے کافی شہادت کے ثبوت پر مکانات ممتازہ اہل سنت کو واپس دے دیے۔ بادشاہ کو جب ابراہیم خان کی تنسیب کا ردوائی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ اسلام خان کو تعینات کیا۔ جس سے عوام کا جوش و خروش فرو ہو گیا۔

اسلام خان صوبہ کشمیر ۱۶۶۴ء سے ۱۶۶۵ء تک اسلام خان اول درجے کا زاید اور متقی آدمی تھا۔ اعلیٰ نام اس ایک سال ۱۶۶۴ء سے ۱۶۶۵ء تک کا ضیاء الدین تھا۔ زید اور انتہا اور پرہیزگاری کے باعث اسلام خان کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ علماء و فضلاء کی تعظیم و تکریم دایا کر اسلام کی عزت و حرمت بدرجہ غایت کرتا تھا۔ کشمیر آکر اس نے اسلام کی ترویج و تشریح

میں سہی جھیلے کہیں۔ میدان عید گاہ میں جس عی۔
 اور انقلاب زمانہ اور حکاموں کی عدم توجہی سے خستہ حال ہو رہی تھی۔ اس نے
 اسے از سر نو کمال زمینت و رفعت تعمیر کرایا۔ اس کے صحن میں درختان توت کے
 جھنڈے کے جھنڈ زمین کو ناہموار کر رہے تھے۔ اس نے سب توت کٹوا ڈالے۔
 اور زمین صاف اور ہموار کر کے اس میں چنار کے درخت نصب کرا دیئے۔
 جو آج تک اس کی یاد گاریں موجود چلے آتے ہیں۔ علاوہ اس کے عوام کی سیر و
 تفریح اور کھیل و کود کے لئے میدان عید گاہ میں ایک ستون گاڑ دیا جو چھ فلائین
 بن گیا۔

اسلام خان شاعر بھی تھا اور عموماً شعر گوئی میں مستغرق رہتا تھا یہ رعایا اس کی
 جوشش طبع کا نتیجہ ہے۔

بے نوشا تم نابردزما بشنخون میزند
 مرد چشم زگری غوطہ در خون میزند
 دستے پیدکن کے صحرا کشمش
 لشکر آہ از دل من خمیر پیروں میزند
 اور رنگ زیب کا
 سیف کشمیر
 بادشاہ سیر کشمیر کے لئے ۲۵۔ رمضان المبارک ۱۰۵۰ھ کو
 بہار اسلام خان صوبہ کشمیر قلعہ لاہور سے روانہ ہوا اہل
 حرم کی کئی پالکیاں۔ ماتحتی گھوڑے فوج لشکر غرض ایک عظیم شان و شوکت سے
 ماہ ذیقعد میں وارد سری نگر ہوا۔ اس سفوف کئی جانور آدمی پہاڑوں کے نشیب و فراز
 کی نادر ہو کر ناروں کے منہ میں گرتے رہے۔ ایک فیل کو بہر بھی بغزش کھا کر گرا
 اور پہاڑ کے ڈھلوان سے قلا بازیاں کھاتا۔ اور اپنی پیٹ میں بہت سے
 لشکریوں اور کئی کنیزوں کو لیکر چاہ عدم میں جاگرا۔ کشمیر اور اس کے پر خطر راہ کی نسبت
 قادی کا ایک مشہور شعر ہے۔

کشمیر اعتقاد اور مست است
 وے ایمان بر اہش سخت سست است
 بادشاہ کی طرف سے کشمیر میں راجہ رگتا تھ مقصد سی مہات دیوانی کے عہدہ پر
 فائز تھا اس کے روزنامچہ حیات کو جو دفتر ہستی کی ایک بہترین کتاب تھی۔
 دست اجل نے چاک کر دیا۔ بادشاہ نے ایسے قابل الکار کی موت کا افسوس
 کیا۔ بادشاہ نے عید کشمیر ہی میں سنائی عید کی رات کو ڈول کے دونوں کناروں پر

روشنی کا عظیم سامان کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد چشمہ دیر ناگ کی سیر کو گیا۔ جہاں جاگیر اور شاہجان کی عمارتوں اور چشموں کے دلفریب نظارے ملاحظہ کئے۔ موضع پانچوڑ میں جا کر عرفان زار کو دیکھا۔ بادشاہ کو کشمیر کی آمد و رفت میں اس قدر تکلیف پہنچی کہ اس نے آئینہ کشمیر آنا ترک کر دیا۔ بلکہ کہہ بھی دیا کہ بدوں ضروری امور ملی کے سرزمین کشمیر میں حیرت سیر و شکار کے لئے بادشاہوں کا آنا رائے ضابط کے خلاف ہے۔ آخر تین ماہ کے قیام کے بعد نصف کو لاہور پہنچ گیا۔ اسلام خان بھی بادشاہ کے ہمراہ لاہور آ گیا۔ اور ایسا آیا کہ پھر واپس نہ گیا۔ اس نے اپنی ایک سالہ حکومت ہی میں رعایائے کشمیر کو اپنی عدل گستری کے ذریعہ اپنا گردیدہ کر لیا تھا۔

سیف خان صوبہ کشمیر کا اول سیف خان شاہجان کے زمانے کے صوبیدار کشمیر ۱۶۶۴ء سے ۱۶۶۸ء تک تھے۔ اس نے ۱۶۶۴ء میں نظامت کشمیر کا چارج لیا۔ خدائے اس کی طبیعت بھی نام کی مناسبت سے بنا کی تھی۔ نہایت منصف اور شخصی پامنداری سے پاک صاحبِ رعیت۔ جابریت، لحاظ، انصاف پسند اور اول درجے کا منتظم تھا۔ پیمائش اراضیات و رقبہ جات وغیرہ پہلے پہل اسی نے سرنگوں میں جاری کی۔ ایک مرتبہ خواجہ محمد صادق نقشبندی نے حساب کی تفاوت پر کسی پتہ کو ایسا نہ دو کہ وہ مجروح ہو گیا۔ سیف خان نے برائت نہ ہو کر خواجہ صاحب کو اسی کے مکان پر برج دارانی کے نیچے اس قدر تازیانے لگوائے کہ وہ اپنی جگہ بیہوش ہو گیا۔ باندھا دھا کر لے گئے تو بیچارے نے راستے ہی میں سکے سکے کر جان دیدی۔ اس واقعہ سے سیف خان کی بے لوثی کا سکہ عوام کے دلوں پر ایسا جما کہ بڑے بڑے منصف دار اور رؤساء ملک بھی اس کی بے تعصب معایت شمار ہی سے کاتب لکھے۔ اس کی سیت اور رعیت سے لوگ بید کی طرح تھر تھرتھرتے تھے۔ کسی کو مجال نہ تھی کہ اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اس کے بعد میں مرزا بان روئے تبت نے کشتی اختیار کر لی۔ بادشاہ نے یہ عند خان کو کولہ بھیجا کہ ایک مہتمم اور فہمیدہ کا یہ لکھی کی معرفت مرزا بان تبت

کو پہنچا م بھیج کر وہ گراہی کو چھوڑ کر شہنشاہ ہند کی مناسبت سے یہاں سے۔ اور
 سکھ و خطبہ بادشاہ کے نام کا اپنے ملک میں جاری کرے۔ اور مسلمانوں کے
 لئے دہاں ایک مسجد بنوائے اگر ان باتوں سے وہ انکار کرے تو اس کو اور
 اس کے ملک کو پامال کرے۔ سیف خان نے محمد شفیع ایک معتقد کے ہاتھ
 شاہی فرمان مرزبان تبت کو روانہ کیا۔ مرزبان کئی دنوں تک شش و پنج میں رہا
 آخر موافق اطاعت کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جمعہ کے دن اہل شہر کو جمع کر کے
 بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھایا اور خطیب کے سر پر سے سونے چاندی کے
 پھول بچھا کر دیے۔ خلعت فاخرہ دیا۔ عالمگیر کے نام کا سکہ مسکوک کرایا۔ مسجد
 کی تیاری کا حکم دیا۔ اور اس کے ثبوت میں مسجد کا نقشہ اور عالمگیر ہی سکھ
 کی دو ہزار اشرفیاں اور نو ہزار روپیہ بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

ایک دن شیخ عبد الرشید چکنی آستانہ چرار شریف کی زیارت کے لئے جا رہے
 تھے۔ راستہ میں حیدر ملک چاڈورہ کے بیٹے حسین ملک سے دوچار ہو گئے۔
 اثنائے گفتگو میں سخت کلامی درمیان آئی۔ حسین ملک نے صحابہ کرام کے نام
 سب دشمن کہنا شروع کر دیا۔ جس سے سخت تنازعہ برپا ہو گیا۔ اور ناخوشا پائی کو
 نوبت آپس میں۔ شیخ صاحب نے سر نیگر واپس آکر ناظم کے پاس حرافہ کیا جس نے
 بعد تحقیقات بسیار خیال سے کہ کوئی فساد نہ برپا ہو بلکہ عالمگیر کے پاس بھجوا دی
 جس نے فریقین کو طلب کیا اور مزید تحقیقات کے بموجب قاضی ملک کے فتویٰ
 پر حسین ملک کو قتل کر دیا۔ اہل تشیع نے اس دروگیز واقعہ کو بڑے درد و غم سے ایک مرتبہ
 منظوم کیا جس کا ایک شعر بطور نمونہ یہاں بھی دیا جاتا ہے۔

شہاد و ظلم و مہلے دلو قوم یزید حسین ابن حیدر و عہد ہارے شہید

سیف خان کے شمالی کنارے پر بلخ سیف آباد تعمیر کر دیا اور اس کی سیرابی
 کے لئے نالہ سندھ واقعہ لدار سے پھر کھودانی شروع کی لیکن جب یہ خبر بلخ کے
 نزدیک پہنچی تو اس کی تبدیلی کا حکم آپ بچا۔ آخر بارخ او ہوا ہی چھوڑ کر شہنشاہ میں واپس
 آکر گیا +

مبارز خان حیدر کشمیر ایک سال ایک ماہ ۱۶۶۶ء سے ۱۶۶۹ء تک
 شہنشاہ میں مبارز خان نے

نظامت کشمیر پر جانشین ہو کر مدت گزری اور نصیحت خدائی سے حکومت شروع کی یہ صوبیدار قوم کا سید تھا اور خود تو بیڑا صالح اور نیک اطوار تھا اور بادشاہ اس منصب جلیلہ کے نقش پر نکر پیا دہ جامع مسجد جاتا اور غریب اور مساکین کے لئے دسترخوان کھلا رکھتا لیکن قوم اور بک جو اس کی مصاحب اور شیرینی لوگوں کو سخت مٹانے لگی اس قوم کے افراد شریفوں کی پروردہ درسی اور عفت شماروں کی عصمت شکنی کے علاوہ ناحق لوگوں کا خون بہانے لگے جس سے نیک میرت ہمارے خان کی عزت و حرمت میں بھی فرق آنے لگا۔

اس کی حکومت کے دوسرے سال ۱۶۶۵ء میں عبداللہ خان واسیے کا شہر اپنے لئے نوازش خان کی مخالفت سے تارک السلطنت ہو کر زیارت حرمین الشریفین کے لئے عازم کہ ہوا عالمگیر نے ازراہ ہمان نوازی محمد صادق پاشا اور عیس دیگر امرا کو اس کی خاطر تواضع پر مامور کیا کشمیر پہنچنے پر مبارز خان نے اس کی ضیافت میں پچاس ہزار روپیہ خرچ کیا جس کے علاوہ بیٹھارستخ و شامیٹ از قسم ظروف طلا و نقرہ اور دیگر عجائبات کشمیر بھی اس کے پیش کئے اور روانگی کے وقت خود بھی اس کے ساتھ ہی عالمگیر کی خدمت میں روانہ ہو گیا صرف ایک سال ایک ماہ نظامت ملک پر مامور رہا۔

سیف خان صوبہ کشمیر پر ثانی ۱۶۶۶ء میں دوسری مرتبہ سیف خان نظامت کشمیر ۲۔ سال ۱۶۶۶ء سے ۱۶۶۸ء پر ممتاز ہو کر آیا اور اپنے تئیں کیل طلب بلع میں بقیام قہر مار اقامت پذیر ہوا اب کے اس نے قاضی عبدالرحیم کو دانا لہام بزد کل بنایا لیکن ملا محمد رضا کے بیٹے قاضی ابوالقاسم کو سابقہ کدورت کے باعث ملک سے نکال دیا اور وہ اپنے ہرمان مبارز خان سابق صوبہ کشمیر کی حمایت میں چلا گیا جس کی رفاقت نے اسے ملک سے اخراج کرایا تھا۔

دوسری ماہ ستمبر سال ۱۶۶۹ء مطابق ماہ صفر ۱۰۷۹ء میں قریب غروب آفتاب بعد نچال آیا اور شام سے صبح تک زمین کیساں حرکت میں رہی لیکن چند اہل نقصان زمین چڑھا۔

اسی مرتبہ سیف خان نے آبادی ملک کی طرف گزری توجہ مبذول کی

ہست سے دہات آباد کئے مسئلہ میں دہلی سیف کدل تعمیر کرایا جس کی تاریخ یہ ہے
 ۱۰۸۱ھ میں سال بٹاکش حضرت نہقت ^{۱۰۸۱ھ} ^{۱۰۸۱ھ} اصل المستقیم اہل دین گفت
 اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بھی آبادی مزدورات اور ترقی ملک کی
 کوششوں میں مصروف ہو گئی۔ چوہدری ہمیش شکر نے جو ایک منصب واضع
 تھا۔ موضع ایٹ براری متصل سرنگری میں باسٹھ طبقوں کا ایک وسیع اور دلکش
 باغ بنایا جس میں جاسچا دارے اور آبشار تعمیر کر کے اس نے اسے باغ ضول
 بنادیا۔ اس باغ کی سرنگری سے آمد و رفت کے لئے اس نے سلطان مسکنہ
 کی قائم کی ہوئی بنیاد پر سد آب طیار کرانی جو اس کے مکان واقعہ محلہ نایار سے
 شروع ہو کر پھیل ڈل کے بیچوں بیچ اڑھائی کوس یعنی چار میل لمبی موضع ایٹ براری
 تک چلی گئی ہے جو اس وقت فراخ شرک کا کام دے رہی ہے۔ اس شرک
 پر بارہ ٹل ہیں جو ڈل کے دونوں چلندہ حصوں کا پانی ملاتے ہیں۔ ان میں سے
 ایک پر یہ شعر کند ہے۔

ہست تاریخ میں حجتہ اساس پائے کل ہمیش شکر داس۔
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیف خان کے عہد میں شروع ہو کر یہ شرک
 اسی سال میں طیار ہوئی۔ ناظم صوبہ چوہدری کا باغ دیکھنے کے بعد اکثر کہا کرتا تھا۔
 ”چوہدری ہمیش باغ نکرو۔ در دل سیف خان داغ کردی“

اس کے آخری عہد میں حضرت خواجہ عبداللہ مسند سی جو دلی اکل تھے۔
 بمقرب سیاحت رونق افروز خط ہوئے۔ ناظم بری امداد مسدی اور خلوص
 سے ان کی خدمت گذاری میں سرگرم رہا اور اپنے مکان کے ساتھ ہی آتش
 خانہ دارا شکوہ میں سکونت کے لئے جگہ دہی جس سے اسے بھی فیوضات باہنی
 سے بہرہ ور ہونے کا موقع مل گیا۔ حضرت خواجہ تین ماہ کے قیام کے بعد خود تو
 واپس تشریف لے گئے لیکن سیف خان کے دل کو انہوں نے ایسا پکڑا
 کہ تمام شیعیان اور چالاکیاں اور شان و شوکت ایک دم دور ہو گئیں۔ بہانہ
 کہ ۱۶۶۱ھ میں منصب نظامت سے مستعفی ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔

انتہا خان صوبہ کشمیر۔ سال ۱۶۶۱ھ سے ۱۶۶۴ھ ^{۱۶۶۱ھ} ^{۱۶۶۴ھ} افتخار خان نے مسند نظامت پر

قدیم رکھ کر جو ملی شاہزادہ محمد سلیم میں سکونت اختیار کی اور عدل و انصاف اور رعایا پر درسی سے حکمرانی کرنے لگا۔ اس کی چار سالہ صوبیداری اس امن و امان سے دنوں کی طرح گزر گئی کہ معلوم بھی نہ ہو سکی۔ اس کی واپسی کے نزدیک ہی مشہور حادثہ کشمیر کی کاؤڈارہ جس میں بارہ ہزار گھوڑے اور مسیحا جامع بھی جل گئے تھے واقعہ ہوا۔

توابع الدین خان صوبہ کشمیر
۱۶۴۵ء سے ۱۶۴۸ء
۱۰۸۶ھ سے ۱۰۸۹ھ

۱۶۴۵ء میں صوبیداری کشمیر توام الدین کے نام منتقل ہوئی اس نے بھی شاہزادہ سلیم کی جو ملی میں قیام کیا توام الدین شاہزادگان ایران کے احفاد سے تھا اور بڑا صاحب علم و مقام تھا تمام اوصاف حسنہ سے منصف تھا۔ مجرموں کی شناخت اور تفتیش کے لئے اس نے کلاہ سفید ایسا دیا کہ جو پرانی اگلیٹ کے ٹکڑے کی طرح اثبات جرم کے موقع پر ملزم کے سر پر پہنائی جاتی تھی۔

اس کے عہد میں خواجہ محمد شریف اور خواجہ محمد صابری جو سادات وہیدی کے جہامد اور محمد دم اعظم وہیدی کی نسل سے تھے دارم خطہ ہو کر مستقل طور پر یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔

افتخار خان کی مصلحت کے ختم پر آتشزدگی کاؤڈارہ میں جو مکانات جل گئے۔ توام الدین نے نئے سب سے تعمیر کرا دیئے خصوصاً جامع مسجد سرنگری کی تعمیر پانچویں مرتبہ اسی کے عہد میں مکمل کو پونجی۔

تین سال تک عدل و انصاف سے حکومت پذیر رہا۔ ۱۶۴۸ء میں توام الدین واپس چلا گیا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر
۱۶۴۸ء سے ۱۶۵۱ء
۱۰۸۹ھ سے ۱۰۹۲ھ

۱۶۴۸ء میں پھر ابراہیم خان منصب صوبیداری کی عنان میں لایا۔ دوہری مرتبہ ماتہ میں لیکر روانہ کشمیر ہوا۔ اب کے سابقہ حکومت کی بدنامی رفع کرنے کی کوشش میں اس نے خلق خدا کو بہت آسائش و آرام پہنچایا۔ اور ملک کا انتظام بطریق احسن کیا۔

زادہ ننگ زیب کی فرامندی میں ابراہیم خان کی صوبیداری سوا تیرہ ماہ تک رہی۔ پہلے پانچ سال توام الدین سے گزر گئے۔ لیکن ۱۶۵۳ء کے آغاز سے پنج و محن کا گذر ہوا۔ زمانہ از سر نو تازہ ہو گیا۔ اس کی ابتدا ایک ماہ کال کی

منو اثر و متر اکم بارش باران سے ہوئی۔ جس سے طبعیانی اس زمانہ سے واقع ہوئی کہ تمام ملک پانی ہی پانی ہو گیا۔ مکانوں کے مکان بنیاد سے اوکھڑ گئے۔ اکثر چوہی مکان بنے بنائے مثل جباب پانی پر تیرنے لگے ان میں سے بعض مکانوں میں تو اہل خسانہ بدستور بیٹھے ہوئے روتے پٹتے چلے جاتے تھے۔ دریا کے تمام پل بھی بہ گئے۔ زراعت اور مال مویشی بھی دریا برد ہو گئے۔

طوفان مجید اس طوفان کی تیاری ہے جو مقامات طوفان سے بچ رہے ان کی خبر گیری کو حضرت بھو سچال نمودار ہو گئے۔ عرصہ تک زمین پانی کی طرح متحرک رہی۔ اس سے بھی سینکڑوں جانیں تلف ہو گئیں۔ ہزاروں مکانات گر کر خاک میں مل گئے۔ جب ان سے کسی قدر سجات مل گئی تو اسی سال کو ہستان کا شاعر نے حکمران قوم قلماق ملک تبت پر حملہ آور ہوئی۔ حاکم تبت مغلوب ہو گیا اور اس نے بادشاہ سے امداد مانگی۔ سرکشوں کی سرکوبی کے لئے عالمگیر نے افواج کابل و کشمیر امر کیں اور ابراہیم خان کے بیٹے فدائی خان کو سالار قوج بنا کر خوافین کابل کے ساتھ تبت بھیج دیا۔ دو ایک مہینوں لڑائیوں کے بعد قلماق پس پا ہو گئے اور فدائی خان و شہنشاہ مال غنیمت اور برہنہ مال کے ساتھ فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا ہوا مرجعت پذیر ہوا۔

اس کے بعد ۱۸۶۷ء میں ایک ایسا ہنگامہ برپا ہوا جس نے ابراہیم خان کی ساری خدمات اس کی ذرا سی لغزش سے خاک میں ملا دیں۔ بلکہ نظامت سے بھی معزول کر کے مقبور شاہی بنا دیا۔ وہ یہ ہے کہ محلہ حسن آباد کے شیعوں میں سے عبد الشکور نے صادق نام ایک صحتی کو مار پیٹ کی۔ اس موقع پر بہت سے شیعہ اور سنی جمع ہو گئے۔ اور اس جھگڑے نے شخصی شکر رنجی کی حدود سے حکمران قومی عناد کی صورت اختیار کر لی۔ گالی گلوچ کے بعد تند مزاج لوجہ الزور نے لامٹی اٹھالی اور فریقین و ہڑاد ہڑپٹنے لگے۔ ناظم بھی موقع پر پہنچا اور شیعوں کی حمایت اور پامان برسی پر مستعد ہو گیا۔ اور عبد الشکور و غیرہ بانیان فتنہ کو اپنے ساتھ حسن آباد اگرچہ سرنگر سے کچھ فاصلہ پر ہے لیکن اسی کا محلہ شمار ہوتا ہے اور اس میں شیعہ لوگ سرہٹے ہیں۔

مکان پر لے گیا۔ جس سے قاضی محمد یوسف کے دل میں آتشِ غیرت بجھ کر اٹھی۔
 یہ تاثرہ بناد آنا فائدہ تمام سرنگیر میں مشتعل ہو گئی اور تمام مسلمان لاشیاں اور ہتھیار
 لیکر اوتھ کھڑے ہوئے۔ ابراہیم خان کے مقابلہ میں تو کچھ نہ کر سکتے تھے
 اور عبدالشکور بھی اس کے مکان میں پناہ گزین تھا۔ اس لئے انہوں نے
 مسجدِ فساد کو چھوڑ کر حسن آباد کا رخ کیا اور تمام محلہ کو آگ لگا دی۔ یہ خبر سنکر
 فدائی خان جوشِ جوانی اور خروشِ جہانیاں سے سرشارِ نظامت کی فوج آراستہ
 کر کے فنیوں کی امداد کے لئے حسن آباد پہنچا۔ ادھر سے تمام اٹالیاں شہر اور
 افواجِ کابل کے خواتین، مرید خان، الف خان اور مرزا مقیم وغیرہ اپنی اپنی
 فوجیں لیکر شیعوں کی امداد کے لئے بڑے۔ خواجہ محمد یوسف دہ بیدی، خواجہ
 محمد صابر، مرزا سلیم اور مرزا حلیم بیگ کا شغری سے شامل ہو کر شیعوں اور
 فدائی خان کی جماعت پر چاڑھے اور کشت و خون کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جانین
 کی بہت سی جانیں تلف ہو گئیں۔ اچکے۔ پر معاش لوٹیرے اور معتمد چاروں
 طرف لوٹ مار اور غارت و تاراج مچانے لگے۔ آخر کار ابراہیم خان نے مجبور
 ہو کر عبدالشکور وغیرہ کو ان کے حوالہ کر دیا۔ جس کو عوام نے اس کے بیٹوں
 سمیت قتل کر دیا۔ قاضی محمد یوسف لوگوں کی خود سری اور جوش و خروش
 سے خائف ہو کر اپنے مکان کو واپس چلا آیا۔ اسی اثناء میں ملا محمد طاہر مفتی
 اعظم اوتھا اور لوگوں کو ایسی سرکشی سے باز رکھنے کے لئے وعظ و نصائح
 کرنے لگا۔ لیکن اس گفتگو نے ادلٹا اثر کیا۔ لوگ مفتی سے بھی محرف
 ہو گئے بلکہ اس کے مکان پر حملہ کر کے اسے بھی لوٹ لیا۔ اسی اثناء میں
 انہوں نے شیعوں کے مقتدایا با قاسم کو سراہ پکڑ لیا۔ اور عذابِ شدید
 سے مار ڈالا اس پر فدائی خان فوج لیکر عوام کی ہدایت کے لئے دوبارہ محلہ
 اور مرزا سلیم کے مکان کے متصل لڑائی شروع ہو گئی۔ جس میں علاوہ کئی غریبوں
 کے مرزا سلیم بھی مار گیا۔ ادھر بقا بابا نے جو خواجہ حبیب اللہ نو شہری کے
 احقاد سے تھا۔ ناظم صوبہ کی حوٹلی کو آگ لگا دی جس پر ابراہیم خان نے
 غضبناک ہو کر سرکشوں کی تادیب کے لئے افواجِ طاہرہ تعینات کی۔ بقا بابا

قاضی محمد یوسف خواجہ لالہ گتائی خواجہ حاجی یامسے خواجہ قاسم لنگہ وغیرہ رؤسا کے
شہر گرفتار ہو گئے۔ اسی اثناء میں جب اورنگ زیب کو اس واقعہ کی خبر ملی تو
اوس نے ابراہیم خان کی معزولی اور حفظ اللہ خان حاکم لاہور کی ترقی کا فرمان
پہن مضمون بھیج کر اوسے واپس بلا لیا۔

مضمون فرمان

مفتوح حضرت سبحان ابراہیم خان بدلتہ جم غفیرہ جمع کثیر از مردم کشمیر
استادیتے پایہ سرمد خلافت منیر رسانیدند کہ اُن مفتوحہ اسلام راستہ اور
قرار دادہ اکثرے از فرقہ سلیمن بشہادت رسانیدہ حال بحفظ اللہ خان حفظ اللہ
صوبہ مفتوح شدہ لازم کہ آج معزول خود را معزول دانستہ سر خود در فرمان الہی

بسیار وغیر ازین چارہ ندارد۔

اس حکم کے بعد در پراہیم خان اور فدائی خان کی آنکھیں کھل گئیں اور مجبوس
مسلمانوں کو ساتھ لیکر بغیر قتل و قمار اختلافہ شاہی کو روانہ ہو گئے۔ جب لاہور
پہنچے تو امیروں کی رٹائی کا حکم بھی پونچ گیا اور وہ واپس آ گئے۔ ابراہیم خان
آٹھ سال کی حکومت کے بعد بدستور سابق بدنامی کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر منظر کشمیر
حفظ اللہ خان کو سونپ گیا۔

۱۶۸۶ء میں حفظ اللہ خان نے عمان حکمران ہاتھ
۱۶۸۶ء سے ۱۶۹۱ء میں لیکر کشوں کی گوشمالی کی۔ اور ملک کو فتنہ و فساد

سے پاک کر دیا۔ دو سال کے بعد ۱۶۸۸ء میں اس نے عالمگیر کے فرمان سے
ابوالفتح دیوان صوبہ کو قائم مقام چھوڑا۔ اور خود راجہ جوں کی سرکوبی سکے لئے لشکر
لیکر جوں کو روانہ ہوا۔ لیکن جوں فتح کر کے سیدنا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ اور
ابوالفتح بدستور نیابت صوبہ کا کام سرانجام دیتا رہا۔ ایک سال بعد ۱۶۸۹ء میں
اوس کو بھی بادشاہ نے بلالیا اور یہاں ناظم صوبہ کے متعین ہوئے۔ ایک
شخص شیخ ابوالفتح نام نیابت صوبہ کا کام کرنے لگا۔ اس کے زمانہ میں فتح زندہ
سے لوگوں نے سخت تکلیف اٹھائی۔ آخر ۴۰ سال کے بعد ۱۶۹۰ء میں حفظ اللہ خان
کی صوبیداری منظر خان کے نام منتقل ہو گئی۔

منظر خان صوبہ کشمیر - منظر خان شائستہ خان کا لڑکا تھا۔ ظالم۔ سفاک اور بکرا
 دو سال ۱۶۹۱ء سے ۱۶۹۲ء میں اپنے والدینوں سے خلع کو سخت ایذا پہنچائی
 جو روایت پھر جاری کر دیئے۔ پوتھالی زور و دم داری حاصل نمک وغیرہ ظالم
 از سر نو پھر شروع ہو گئے۔ خصوصاً علت چ تمبائی سننے ایسا رواج پایا کہ ایک
 مرتبہ کسی نے کلام اللہ کی ملکیت کا دعویٰ اس کی عدالت میں دائر کیا۔ ثبوت کافی
 نہ پایا تو عدلیائی کے موقع پر اس نے قرآن مجید سے ساڑھے سات سو روپے
 بیضیت چ تمبائی کٹوائے۔ ایسے ظالم حاکم کو خدا نے زیادہ عرصہ نہ رہنے دیا۔ اور
 ۲۔ سال حکمرانی کر کے پایا تھا کہ اورنگ زیب تک شکایتیں پہنچنے لگیں آخر اس نے
 بعد ثبوت سے معزول کر کے واپس بلوایا۔

ابو نصر خان صوبہ کشمیر - ۱۶۹۲ء میں شائستہ خان کا دوسرا بیٹا ابو نصر خان صوبہ
 ۶۔ سال ۱۶۹۲ء سے ۱۶۹۹ء میں کشمیر تیار آیا۔ بجائی سے بڑھ کر ظالم اور سفاک تھا۔ اس
 نے جبر و تعدی سے خلق خدا کو بالکل مجبور و مغلوب کر دیا۔

اس کے عہد کے دو واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ رستم مائٹو
 نام ایک شخص نے صحابہ کرام کی توبین کی۔ سنیوں نے توبین مذہب اور بدل آزاری
 میں اس پر استغناء کیا۔ تحقیقات اور چھان بین ہو سنے کے بعد قاضی عبدالکریم کے
 فتویٰ سے رستم مائٹو قتل کیا گیا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ انہیں دنوں میں ماہ شعبان
 کے اندر ایک شخص میر حسین میزدار سی کشمیر میں آیا۔ اور اپنے آپ کو صاحب
 کشف و کرامت ظاہر کر کے کہہ سلیمان کے دامن میں سکونت پذیر ہوا۔ اقصیت
 الاعتقاد کہاں نہیں ہوتے۔ اور بقول شخصے (ع) جو اہم درجہ بان باقی است
 کس نے نامہ کشمیر میں بھی زود استقا دوں کی کمی نہ تھی۔ لوگ ہوق جوق جن ہونے
 منہ و راج ہوئے۔ اس کی خدمت اور اس کے احترام میں سب لطف کرنے لگے
 ایک دفعہ ماہ رمضان کے دنوں میں ایسی دن کا حصہ باقی تھا کہ آسمان پر سیاہی چھا
 گئی۔ اور طوفان بارود باران نے اندھیری رات کا سماں پیدا کر دیا۔ لوگوں نے
 روزے انکار کر کے نماز شام بھی پڑھ لی۔ نماز کے بعد جبکہ اکثر لوگ کھانا بھی
 کھا چکے تھے بکا ایک سیاہی دور ہو گئی اور سوچ نکل آیا۔ سرینہ وں اور ہوا باندھ

والوں نے پیر صاحب کو آسمان پر پرواز دیا اور یہ سب کچھ
سیرداری صاحب ہی کی کرامت کا نتیجہ ہے۔ سیرداری کی شہادت اجمال
سے رفتہ رفتہ اس کی مصنوعی اور ہوائی کرامتوں کا چرچا عالمگیر جیسے واقف کار
بادشاہ کے کانوں میں پونچا نتیجہ یہ ہوا کہ سیرداری صاحب کو حکم شاہ عالمگیر
سے پایہ ستے دگرے دست بدستے دگرے کشمیر سے مکلنا پڑا۔
آخر چھ سال کی حکمرانی کے بعد شہنشاہ میں ابو نصر خان نظامت کشمیر واپس
دارالسلطنت میں بلایا گیا۔

فاضل خان صوبہ کشمیر ابو نصر خان کی جگہ فاضل خان ناظم صوبہ مقرر ہوا اس کا
سال ۱۱۹۸ھ ۱۷۸۴ء میں تھا اور قاضیوں کا بھی تھا۔
نظامت پر قدم رکھ کر اس نے ملک کی کاپا ہی پلٹ دی۔ رعیت پر درسی اور غلام
واحسان میں شہرہ آفاق ہو گیا۔ بہت سے مظالم جو سابقہ صوبیداروں کے عہد
میں رائج ہو گئے اس نے یک قلم دور کر دیئے۔ علت حاصل نمک تر دام داری
اور جو تھا لی جو ظفر خان صوبیدار کے عہد میں ٹبرے زور و شور پر تھے اس نے
ان سب کو موقوف کر دیا۔ اس کے علاوہ آفات ارضی و سماوی سے
اگر حاصل ملک کو نقصان پہنچتا۔ تو فاضل خان مظلوم رعایا کو مجرانی نالیہ میں مناسبت
رعایت دیتا۔ خیرات۔ میراث و طائف و جاگیرات سے بھی اس نے رعایا کو
بہرہ اندہ دیکھا اور اکثروں کو بڑے بڑے مناصب اور جاگیرات عطا کر کے یقیناً
حک کے بعد پہلی مرتبہ عوام کو منصب داری صوبہ میں بلا مزاحمت داخل
کرنے کا دستور جاری کیا۔ سدھت چنار سمرائے بہت چنار خانقاہ حسن آباد
خانقاہ جوگی لنگر اور نو مسجد کے متصل مدرسہ اور حمام بنوائے۔ ان کے علاوہ
اور بہت سے مواضع باغات۔ سرائیں بھی تعمیر کرائیں اور پرانی عمارتوں کی
مرمت اور ترمیم میں بھی بدور اہم کوشش کرتا رہا۔

ہمایاں شاہ سوار سنگ داروغہ کو صوبہ کے خزانہ دار محمد طاہرہ بی بی میں عرصہ
سے باہمی کدورت چلی آتی تھی اس کے عہد میں سلطانہ مطابق منشی میں عید
مبارک کی صبح کو لوگ نماز عید کے لئے حیدر گاہ میں جمع ہو رہے تھے کہ خواجہ محمد

بیگ نے قریب سے عید مبارک کا مصافحہ کرتے ہوئے اس پر ہتھول داغ دیا جس سے وہ فوراً مر گیا۔ شاہنواز بیگ کے بھائی مومن بیگ نے جھپٹ کر قاتل کو بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔

اس کے بعد اسی سال حضرت محمد مصطفیٰ رسول عربی کے گیسوئے راست کا مستند موئے مبارک خطہ جنت نشان میں ورود سعادت مورد لایا جس کی تاریخ فلانہ ریگ شاعر نے ان الفاظ میں منظوم کی ہے۔

محتاجاں را وقت حاجت طلبی موئے مدد است یا رسول عربی
یکے تزلزل یکے ماتحت گفت کشمیر بدینہ شہزادہ موئے بنی
یہ موئے مبارک خواجہ نور الدین المعروف بہ ایشیری نے قیام بجا پور کے دونوں بڑی کوشش اور خرچ سے حاصل کیا تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو موئے مبارک لاش کے ساتھ کشمیر روانہ کیا گیا۔

مرزا برہان خود بھی فاضل خان تھا اور علما فضلا کا اعزاز و اکرام بھی بہت کرتا تھا۔ جن کی صحبت کے اثر نے اسے بھی ایک نیک سیرت حاکم اور سچا مسلمان بنا دیا۔ اداۓ نماز جمعد کے لئے جمو کا مسجد جامع میں جاتا۔ اور مشایخ و قست کی خدمت اور مقابر اولیاء کی زیارت کے لئے بھی بے حد دل حاضر ہوتا۔ آخر ماٹھے پین سال تک نظامت کشمیر کو حسن انتظام سے مستفین کر کے طغلام میں مستفیض ہو گیا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر بار سوم ۵ سال ۱۱۱۸ھ سے ۱۱۲۸ھ
سابقہ کی معافی حاصل کر کے تیسری مرتبہ کشمیر آیا۔ راستے میں مستعفی فاضل خان سے ملاقات ہوئی۔ اور دیر تک گفتگو ہوئی۔ رخصت ہو کر موٹہ پر خواجہ ٹاٹا کو قاضی جگہ دے دیا۔ جو حاضر مجلس تھا۔ دونوں کی موجودگی میں صفی العبد یہ کہہ کر

عید رمضان آمد و ماہ رمضان رفت صد کرک لیں آمد و صحت کہ آن رفت
اس مرتبہ بخلاف سابق ابراہیم خان تلافی مراقات میں مشغول ہوا۔ شیعیہ و سنی دونوں فرقوں کو ایک نظر سے دیکھنے لگا۔ علیا کی بیوی اور بہتر ہی کے لئے

ہمیلہ کر کے ایسا ہر عنصر پر ہو گیا کہ لوگوں کو سہول گئیں۔

ایک دن شاہی مخبروں نے ایک شخص کو اورنگ زیب کا بھائی
شاہ شجاع سمجھ کر اس کے روبرو پیش کیا۔ لیکن اس نے دیکھتے ہی اسے رٹا کر دیا
اکثر دن کا خیال ہے کہ ابراہیم خان نے بیچا نگر ازراہ ترجمہ عداوت سے چھوڑ دیا۔
اس کے بعد شاہی میں عبدالعزیز خان والے کا شعر کا بھتیجا ارسلان خان بیٹے
کی دست نغدی سے بھاگ کر ملک کے لئے کشمیر آیا۔ لیکن ابراہیم خان اور
اس کے درمیان کسی وجہ سے سوئی مزاحمت پیش آئی اور ناظم نے عالمگیر کے
حضور میں کثرتِ اخراجات، قلتِ محاصل، اور تعددِ تسلط ملک کی مشکلات
کا نقشہ کھینچ کر اس کے ذہن نشین کر دیا۔ کہ اس بارے میں مزید کارروائی کی
ضرورت نہیں۔ بادشاہ نے اس کی تجویز پر۔ ”مرد آخرین مبارک بندہ ایست“
کا پرکار دیکر ارسلان خان کو اپنے حضور میں بلا لیا۔ اور کابل کی فوج اس کی امداد
کے لئے مقرر کی۔ ارسلان خان کے ورد کشمیر کی تاریخ۔ خان عالیستان ہے
اس کے بعد جلد ہی ہی عبدالفتاح گوجر نے پونچھ میں سرکشی اختیار کی لیکن
گرجتا رہ گیا۔ آخر۔ سال کی نظامت کے بعد شاہی میں نیک نامی اور شاد کامی
کے ساتھ تبدیل ہو کر حکومت اچھا بادشاہ ہو رہا۔

نوازش خان صاحب کشمیر ابراہیم خان کے بعد نظامت کشمیر کا سہرا نوازش خان
ایک سال چھ ماہ ۱۷۸۸ء سے ۱۷۹۱ء کے سربراہ بنے۔ چونکہ اسے کشمیر پوسٹوں میں کچھ توقف لاحق
ہوا۔ اس لئے اس نے پہلے تو ملا اشرف صدر دیوان کو اپنا نائب بنا کر مختار
کار کر لیا۔ اور اس کے بعد خواجہ عبد اللہ بیدی کو نایابت کا کام سپرد کیا۔ چند ماہ
کے بعد جب اسے فراغت ہو گئی تو خود بھی عازم کشمیر ہوا۔ جب بارہ مولہ پونجا۔ تو
اورنگ زیب کے انتقال کی خبر نے اس کی آئندہ جہا نیائی کے سارے کھیل کو
درہم برہم کر دیا۔ اسی ابتداء میں محمد معظم شاہ ولیعہد اورنگ زیب نے باپ کی وفا
سے مطلع ہو کر نوازش خان کو متخصیصہ اران کشمیر سمیت پشاور بلا بھیجا۔ لیکن اس
نے مردم کو ہستان کے شور و فساد اور ملک کشمیر کی مگرشی کا عذر پیش کیا اور جو اس
آئے تک خود سرنگیروں داخل نہیں ہوا بلکہ میدان عید گاہ میں خیم افکن رہا۔

جب بادشاہ کی طرف سے مستقل صوبیداری کا حکم ہو چکیا تو اس نے داخل
شہر جو کہ عنان حکومت سیمبال لی عرصہ تخمیناً ایک سال تک عدل و انصاف
سے حکمرانی کرنے کے بعد مسئلہ میں تبدیل ہو گیا اور اس کی جگہ جعفر خان
اعظم صوبہ مقرر ہو کر آیا۔

قطب الدین محمد اعظم شاہ عالم بہادر

ایام حکومت ۵۔ سال ۱۹۔ روز ۱۷ شوال ۱۱۱۹ء مطابق

۱۱۱۹ء نہایت ۱۱۲۳ء محرم

محمد اعظم اورنگ زیب کا دوسرا بیٹا ۱۱۱۹ء پیدا ہوا۔ اور بڑے بھائی سلطان
کے انتقال پر ولیعہد سلطنت مقرر ہوا۔ ایام شانہ رادگی میں دکن اور ایران کی جہوں
سے بھائیابی فراغت حاصل کر کے اس نے باپ سے سرکشی اختیار کر لی۔
لیکن گرفتار ہو گیا۔ اور سات سال تک قید رہا۔ آخر بادشاہ نے اس کا قصور
معاف کر دیا۔ اور کابل۔ پشاور۔ لاہور اور ملتان کا حاکم بنادیا۔ باپ کی وفات
تک بدستور اسی منصب پر ممتاز رہا۔ جب اورنگ زیب کے انتقال کی خبر
اسے پشاور میں ملی تو فوراً آگرہ کو روانہ ہو گیا۔ لاہور پہنچ کر جب چھوٹے بھائی
اعظم شاہ کی تاجپوشی کی خبر سنی تو اس نے بھی اپنا جشن تاجپوشی لاہور میں منایا۔
اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ اعظم شاہ کو بمقام اکبر آباد لڑائی میں قتل کر کے اول محرم
۱۱۱۹ء مطابق ۱۷ شوال میں دربار شاہی آراستہ کیا۔ اور شامائے جلوس مرتب
کر کے اعیان مملکت کو انعام و اکرام اور خراجِ فاخرہ سے سرفراز کیا۔ اور اپنے
آپ کو شاہ عالم بہادر کے نام سے مشہور کیا۔ تاریخ جلوس میں یہ تین شہر
قابل ملاحظہ ہیں۔

بشم مثلاً مرشد کامل گفتند

توسیاں تہنیت سال جلوس

محفل غلہ مشاغل گفتند

عرصہ جشن شہنشاہی را

جشن شہنشاہ عادل گفتند

سال تاریخ ہمایون سعید

تخت نشین ہو کر اس نے مرحوم اعظم شاہ کے بیٹوں اور دیگر لوگوں
سایہ عاطفت میں لیکر مورد المظاہر کیا اور انہیں بڑے بڑے مناصب
میں دہرایا۔

اسی سال ۱۱۱۵ھ میں اس نے نوازش خان صوبیدار کشمیر کو واپس بلا لیا۔
اس کی جگہ جعفر خان کو ناظم صوبہ مقرر کر کے کشمیر بھیج دیا۔ آخر ۱۱۱۹ھ میں
شاہ کو شاہ عالم بہادر اکتھار سال کی عمر میں جبکہ بارادہ سپر کشمیر رونق انروز لاہور
ہوا۔ راہرو عالم جادوئی ہو گیا۔

یہ بادشاہ بہادر۔ رحمدل اور صاحب جود و سخا اور متبع لطف و احسان تھا۔
لیکن امور ارتطبی کی طرف سے کسی قدر لاپرواہ تھا۔ اس نے سلطان
معز الدین المقلب جہاندار شاہ۔ سلطان عظیم الدین المعروف عظیم الشان
سلطان ربیع القدر المعروف رفیع الشان اور سلطان نجمتہ اختر المخلص جہان شاہ
چار لڑکے چھوڑے۔ جنہوں نے حسب معمول ایک دوسرے سے لڑائی
چھکڑے پیدا کر لئے۔ مگر انجام کار ذو الفقار خان میمنشی کی حسن سعی سے مملکت
جہاندار شاہ کے ماتھے لگی۔

صوبیدار جو شاہ عالم بہادر کے عہد میں حکومت کشمیر پر رہا۔

۱) جعفر خان یک سال ۱۱۱۵ھ تا ۱۱۱۶ھ مطابق ۱۱۱۵ھ تا ۱۱۱۶ھ

۲) امیر اسیم خان ۱۱۱۶ھ تا ۱۱۱۷ھ ۱۱۱۶ھ تا ۱۱۱۷ھ ۱۱۱۶ھ تا ۱۱۱۷ھ

۳) نوازش خان باراتی ۱۱۱۷ھ تا ۱۱۱۸ھ ۱۱۱۷ھ تا ۱۱۱۸ھ ۱۱۱۷ھ تا ۱۱۱۸ھ

۴) عنایت اللہ خان ایک سال ۱۱۱۸ھ تا ۱۱۱۹ھ ۱۱۱۸ھ تا ۱۱۱۹ھ ۱۱۱۸ھ تا ۱۱۱۹ھ

جعفر خان صوبیدار کشمیر جب تک جعفر خان خود کشمیر پر بیٹھ چکا۔ خواجہ عبدالعزیز صوبیدار
ایک سال ۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۰ھ ۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۰ھ ۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۰ھ

بعد جب ناظم صوبہ خود پوچھا تو اس نے حکومت کا رنگ ڈھنگ ہی بدل دیا۔
جادو اعتدال سے منحرف ہو کر خلق خدا کو جو دستم سے سخت آزار پہنچانے لگا۔
دام نشہ شراب سے غرق ہو کر طبع طبع کے افعال شنیعہ اور کردار قبیحہ کا مرتکب
ہوتا۔ لوگ مظالم سے تنگ آ گئے۔ اس کا تو کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے۔ لیکن ناظم کے

بنت سے مشرول اور بیچکاروں کے گھروں کو آگ لگا کر آبادہ فساد ہو گئے۔
 ابھی یہ شعلہ مشتعل نہ ہوا تھا کہ کثرت شرابخوری نے جس کے باعث یہ پہلے
 بھی اکثر مریض رہتا تھا۔ اس کو ایک سال تین ماہ کی حکومت کے بعد دنیا سے معذور
 کر دیا۔ کسی مظلوم نے تاج و قات حسب ذیل کسی۔ جان جعفر خان مجسم۔
 جعفر خان کے ورثا اس کی لاش کو ہندوستان لے گئے۔ منصب سونپا
 کچھ دنوں تک خالی رہا۔ لیکن اراکین حکومت نے جلد ہی ہی نئے صوبہ کے پونچے
 ملک قاضی محمد فاروق عرف عارف خان کو انصرام مہام کے لئے مقرر کر لیا۔
 اس کے عہد میں ایک عورت نے پھکلی سے آکر محکمہ قضا میں سوجھشی خود
 ایسے جرم کا اقبال کیا جس کی نمراموت تھی۔ اہل سلسلہ نے اسے اس حرکت
 سے باز رکھنے کے لئے بڑی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنی متناظر قائم رہی۔
 آخر بہت سی مدد کے بعد قاضی نے مجبور ہو کر اسے قتل کر دیا۔ مشہور
 قاضی القضاۃ قاضی حمید الملقب قاضی خان جو دار الخلافہ شاہی میں اواخر
 حکومت عالمگیر سے اب تک مقدمات قضا سرانجام دے رہا تھا۔ سلسلہ میں
 یحییٰ اس سال قضا پا گیا۔ اس کی لاش کشمیر لائی گئی۔ اور موضع پچھ پورہ کے باغ
 میں سپرد خاک کی گئی۔

ایم ایہم خان صوبہ کشمیر بارچام احمد آباد کابل اور پشاور کی خدمات نے اسے
 ۱۰ ماہ سلسلہ مطابق ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ
 نام اور رتبہ تک پہنچا دیا تھا۔ اور اب چوتھی اور آخری بار ملک الموت نظامت
 کشمیر کے بہانے کشمیر لے آیا۔ جس نے تین مہینہ کے قلیل عرصہ میں اسے
 دارالآخرت میں پہنچا دیا۔

لازل خان صوبہ کشمیر بارشاہی
 ۱۱ سال ۱۰ ماہ سلسلہ مطابق ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۱ھ
 نے بھی دارالخلافہ ہو کر اسے منصب نیابت پر بحال رکھا۔ بلکہ اس کی دیات
 دارمی اور خدمات حسنہ سے محفوظ ہو کر اس نے بادشاہ سے امانت خان
 کا خطاب بھی دلوا دیا۔

اس عہد میں پہلے تو سرسبز ہزاروں باغ و بہار تھے۔ بعد ازاں سلطان نے
مزدخات اور مکانات کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد حادثہ آتشزدگی
نے شہر سرسبز میں صرف کدل سے محلہ لھی مراد اس کے اطراف تک
قریب میں محلہ یا چالیں ہزار گھر صاف کر دیئے۔ ایک سال پانچ ماہ کی نظامت
کے بعد بادشاہ نے نوازش خان کو واپس بلوایا اور اس کی جگہ عنایت اللہ خان
کو منصب خان سامانی پر ممتاز تھا عنایت کی۔

عنایت اللہ خان خانساہن صاحب ۱۱۱۲ھ میں عنایت اللہ خان نے بھی اپنی طرف سے
بہ سال ۱۱۱۲ھ سے ۱۱۱۳ھ عارف خان یعنی امانت خان کو نیابت کا پردانہ بھیجا

اس نے رعیت پر درسی و دوستی اور نیک دہشتی سے اپنے منصب کو نبایا۔ اور
اپنے آقا کی مطابقت اور فرمانبرداری میں سرگرم رہا۔ اس کی نیابت میں خلیل
بیگ شیعہ صحابہ کرام کو ہدیان کینے کے جرم میں قاضی محمد اکرم کے فتویٰ سے
قتل کیا گیا۔ پرانے ناظم حفر خان کے عہد میں مودش پنڈت منصب شیکاری
سر انجام دیتے ہوئے کئی ایک ظالمانہ اور ناشائستہ کارروائیوں کا مرتکب ہوا
تھا۔ لوگ ناظم مذکور کے مظالم کا مصدر راسی کو سمجھتے تھے اور اسی کی ایذا رسانی
کے لئے اڈا رکھائے بیٹھے تھے۔ اب امانت خان کے وقت میں
موقعہ پاکریہ لوگ اس پر حملہ آور ہو گئے۔ لیکن پنڈت عجب چال چلا۔ اس نے
فوراً لوگوں سمیت خواجہ محمد آفتاب نقشبندی کے ماتھے پر بیعت اسلام اختیار
کر لی۔ جس سے لوگوں کا کینہ فرو ہو گیا۔ اور اسے بھی سجات لکھی۔ اسی سال
۹۔ ماہ کی نیابت کے بعد ۱۱۱۳ھ شوال ۱۱۱۳ھ میں امانت خان دہائے فانی
سے کوچ کر گیا۔ اور ناظم کشمیر کو دسر نائب ڈھوڑ ہٹا پڑا چنانچہ اب کے اس
نے اپنے داماد مشرف خان کو نیابت صوبہ سے مشرف کیا۔ اس نیابت
کے تین مہینے گذرے۔ ۱۹۔ ماہ محرم ۱۱۱۳ھ کو شاہ عالم بہادر کا انتقال ہو گیا
تاہم اس کے جانشین جہاندار شاہ نے بھی عنایت اللہ خان کو متظامت
کشمیر پر بحال رکھا۔ اس تئیر کے بعد بھی تین مہینے تک تو مشرف خان ہی بہمنور
نیابت کا کام سر انجام دیتا رہا۔ لیکن اس کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۱۱۴ھ میں

عنایت اللہ خان بذات خود دار و خطہ ہو کر ہمارے نظامت میں سب سے پہلے لگا۔ اس کی نظامت میں راجہ مظفر خان شہید نے مظفر آباد میں شورش برپا کی۔ اور علاقہ آزادہ اور کرنا جو مقبوضات کشمیر میں شامل تھے اپنے قبضہ اقتدار میں لے آیا۔ عنایت اللہ خان نے اس کی کوتاہالی کے لئے فوج کشی کی۔ اسی ایشاد میں ۹ ماہ کی حکومت کے بعد جہاندار شاہ کے ماتحت سے حکومت چلی رہی اور فرخ سیراوشاہ بنگیا جس نے تخت نشین ہوتے ہی ۱۸۷۲ء میں عنایت اللہ خان کو نظامت کشمیر سے معزول کر کے واپس بلوایا۔

عنایت اللہ خان اصل باشندہ کشمیر کا تھا۔ میر شکر اللہ خان کا بیٹا اور قاضی موسیٰ شہید کے اعتقاد سے تھا۔ اس کی ماں میر بی بی اداشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی تشریف آوری کے موقع پر اپنی والدہ جان بی بی دختر ملہ شریف میرمن کی وساطت سے زیب السار حبیہ عالمگیر کی تعلیم دے دیں کے لئے داخل ہوئے۔ یہ سسرے سلطان بنی ہوئی۔ اسی کی بدولت عنایت اللہ خان عالمگیر کے دربار میں پہنچا اور رفتہ رفتہ ذاتی حسن لیاقت سے ترقی کرتے کرتے منصب صدر دربار کو پہنچ گیا۔

محمد معز الدین جہاندار شاہ

ایام حکومت ۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۱ء مطابق ۱۲۹۹ھ تا ۱۳۰۱ھ

یہ بادشاہ ۱۸۷۹ء رمضان المبارک ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۲۹۹ھ میں اسلام آباد دکن میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۸۱ء میں ذوالفقار خان کی امانت سے تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے معاون کی صوابدید سے پہلے جنیم الشان کو قتل کیا اور پھر دوسرے بیٹائیوں کو بھی یکے بعد دیگرے مار ڈالا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شاہزادوں کو قتل کیا۔ اور کئی ایک کو جیل خانہ بھجوا دیا۔ ذوالفقار خان کو حمید وزارت اور آصف الدین کو وکیل کل بنادیا۔ عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر کے بیٹے ہدایت اللہ خان کو نائب وزارت کا حمید عطا کر کے سید اللہ تین کا خطاب دیا۔ عنایت اللہ خان

ہستور نظامت کشمیر پر ممتاز رہا۔ اس کے عہد میں تاج کشمیر نے راجہ ظفر خان
بہہ کے بغاوت اختیار کرنے پر منظر آباد پر فوج کشی کی لیکن ابھی لڑائی شروع
ہونے نہ پائی تھی کہ عظیم الشان کے دوسرے بیٹے فرخ سیر نے جہان دونوں
حکومت بنگالہ پر مامور تھا بغاوت کا جھنڈا اٹھ کر دیا۔ اور بہت سی فوج لیکر اگرہ
پر حملہ آور ہو گیا۔ جہاندار شاہ نے اپنے بیٹے ابو الدین کو اس کی مدافعت کے
لئے بھجوا دیا لیکن وہ مغلوب ہو گیا۔ اور بادشاہ کو خود بھتیجے کے مقابلہ پر میدان
جنگ میں آنا پڑا لیکن اس کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ خان جہان کو کلتاس
لڑائی میں مارا گیا اور جہاندار شاہ بھاگ کر آصف الدولہ کے ہاں پناہ گزین ہو گیا جہاں
اس احسان فراموش نے بجا سٹے پناہ دینے کے جہاندار شاہ کو منظر بند کر لیا۔
سنہ ۱۱۰۲ھ فرخ کا ڈھکا بکا ہوا شاہ جہان آباد میں داخل ہوا۔ اس واقعہ کے ساتھ
ہی عنایت اللہ خان کی نظامت کشمیر کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور ہم منظر آباد بھی
نامتوم رہ گئی۔

معین الدین محمد فرخ سیر

ایام حکومت ۶۰ سال ۳۰۵۱-۱۵۰۱-۱۵۰۲ء لغایت ۱۱۰۲ء

مطابق ۱۲۲۲ء لغایت ۱۳۱۱ء

فرخ سیر ۱۵۰۱ء رجب ۹۵۰ء مطابق ۱۲۲۲ء میں شاہزادہ عظیم الشان
کے مشکوٰی معالیٰ میں کشمیری حرم کے بطن سے پیدا ہوا۔ فرخ سیر پہلے اپنے
دادا شاہ عالم بہادر کے عہد میں حاکم بنگالہ مقرر ہوا۔ اس کی وفات پر جہاندار شاہ
کے عظیم الشان کو قتل کرنے سے اسے چھپا کر محفوظ کر دیا۔ خون پوری
سنہ جوش مارا چنانچہ ملوک بلوچہ کی معاونت سے فرخ لیکر اکبر آباد میں چڑھ آیا اور نمایاں
فتح حاصل کر کے شاہ جہان آباد آیا۔ پہلے تو اس نے جہاندار شاہ اور اس کے
معاون ذوالفقار خان کو قتل کیا۔ پھر حکومت ہند پر ٹھکن ہو گیا۔ تاریخ حلوں
شردہ گویشم رسید از سپہ شہزاد شاہ از سب سے تاریخ آن شہزادہ گرفتہ ام
۱۲۲۲ء تا ۱۳۱۱ء

خواجہ اعظم گنج شاہ عظیمی نے تاریخ جلوس اس طرح لکھی ہے۔

از ان جملہ گوشت اعظم کم رموز سلیمان ثانی بعدل و کرم
نخست حکومت پر قدم رکھ کر اس نے پہلے تو اپنے خاندان کی صفائی کرنی شروع
کی۔ کئی بیگناہ شاہزادوں کو ملک عدم میں پھینکا دیا۔ پھر امرا کی طرف متوجہ
ہوا اور بلند اختر و خیرہ بہت سے امرا جن کے دماغ میں خیال خیرہ سرسما
رہا تھا۔ ملک الموت کے حوالے کر دیئے۔

سید عبد اللہ اور سید حسین جن کی سوہستی اور معاونت سے فتح سیر بادشاہ
بنام مختار جوڈکل بن گئے۔ انہیں کی منشاء کے مطابق بادشاہ نے عنایت استغاث
جوہر کشمیر کو معزولی کا حکم بھجوا دیا۔ اور اس کی جگہ سادات خان بہادر معروف میر تقی
جوہر بادشاہ کا خسر بھی تھا نظامت کشمیر کے لئے منتخب کیا گیا۔

اس کے بعد سادات بارہ نے رفتہ رفتہ یہاں تک عروج پایا کہ حکومت
ہند کے مالک و مختار بن گئے۔ اور بادشاہ سے بھی بدسلوکی کرنے لگے۔ فتح سیر
اپنی کوتاہ اندیشی سے خود نامدم تھا۔ کہ اس نے انہیں کیوں اس قدر دخل دیدیا
تھا۔ لیکن مصلحت وقت کے لحاظ سے عموماً خاموش رہتا۔ مگر ان کی بے اعتدالی
سے رات دن متورم رہتا۔ اسی اثنا میں اس نے اعتقاد خان کو مقام الدولہ کا
خطاب دیکر امورات ملی اس کے تنویر کر دیئے اور محمد مراد خان کو زنگ کو
اپنی پیشگاہ میں رکھ لیا۔ اس بات سے سادات کے سینہ میں آتش کیڑ بھڑک
اٹھی۔ انہوں نے دکن سے کسی شاہزادے کو جعلی معین الدین بنالیا۔ اور اس کی
معاونت میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے شاہجہان آباد (دہلی) آ گئے۔ یہاں
انہوں نے تمام الدولہ سے طرح مصالحت پیدا کر لی۔ اور ختیہ عہد ویمان کر کے
قندھار میں داخل ہو گئے۔ یہاں پوچھنے پر سیدوں کا ایمان قائم نہ رہا۔ اور انہوں نے
فتح سیر کو گرفتار کر لیا۔ پہلے تو اس کی آنکھوں میں سلائی پھیرا دسی۔ پھر ایک ماہ
کے عذاب شدید کے بعد عیرہ سال ۱۰۸۰ھ ۱۶۶۹ء بروز ۱۶ اگست ۱۶۶۹ء اسے
مار ڈالا۔ اس عبرت ناک واقعہ کی تاریخ بہت سے شعرا نے لکھی ہے مگر ذیل
کا قطعہ سب سے زیادہ موزون اور مناسب حال ہے۔

دیدنی کہ چہ بادشاہ گرامی کردند
 تاریخ شہادت شہنشاہ وقت
 سادات پوسے نمک حرامی کردند
 فرخ میر و سیم الاخلاق اور قدردان بادشاہ تھا لیکن جو کچھ کرنا چاہتا تھا وہ
 نہیں کر سکتا تھا اور جو نہیں کرنا چاہتا تھا وہ کرتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے
 نا تجربہ کاری سے عبد اللہ خان کو وزارت کا منصب دیکر اپنے آپ کو مصیبت
 میں ڈال لیا حسین علی اور عبد اللہ خان اور ان کے رسوم سے دیگر سادات
 بارہ نے وہ عروج حاصل کیا کہ بادشاہ کٹ پتلی کی طرح ان کے قبضہ میں تھا۔
 اس عروج سے نہ صرف بادشاہ کی جان ہی گئی۔ اور نہ صرف سادات بارہ
 اور یہ دونوں بادشاہ گر مگر خود غرض و دیگر کردار بھائی تمام عالم میں مطعون ہی ہوئے
 بلکہ سلطنت کا شیرازہ بھی روز بروز بکھرتا گیا جو لوگ اہل بصیرت ہیں وہ فرخ میر کو تمام
 عیوب سے بری سمجھتے ہیں *

صوبیدار اور نائب جو فرخ میر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے
 سادات خان بہادر سال ۱۱۰۵ تا ۱۱۰۶ روز ۱۱۱۱ لغایت ۱۱۱۲ مطابق ۱۱۰۵ تا ۱۱۰۶
 نائب صوبیدار سادات خان۔

والف علی محمد خان سال ۱۱۱۱ سے ۱۱۱۲ مطابق ۱۱۱۱ سے ۱۱۱۲
 وہاب اعظم خان ایک سال ۱۱۱۲ سے ۱۱۱۳ روز ۱۱۱۲ سے ۱۱۱۳
 رنج علی محمد خان ایک سال ۱۱۱۳ سے ۱۱۱۴ روز ۱۱۱۳ سے ۱۱۱۴
 (د) احترام خان ۱۱۱۴ روز ۱۱۱۴ سے ۱۱۱۵ روز ۱۱۱۴ سے ۱۱۱۵
 (۲) عنایت اللہ خان ۱۱۱۵ سال ۱۱۱۵ روز ۱۱۱۵ سے ۱۱۱۶ روز ۱۱۱۵ سے ۱۱۱۶
 نائب صوبیدار عنایت اللہ خان

والف میر احمد خان ۱۱۱۶ سال ۱۱۱۶ روز ۱۱۱۶ سے ۱۱۱۷ روز ۱۱۱۶ سے ۱۱۱۷
 باقی نائب صوبیداروں کا حال محمد شاہ کے عہد میں لکھا گیا ہے۔

سادات خان بہادر صوبہ کشمیر
 ۱۱۱۶ سال ۱۱۱۶ روز ۱۱۱۶ سے ۱۱۱۷ روز ۱۱۱۶ سے ۱۱۱۷
 سادات خان بہادر نے نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے انتظام صوبہ کے

لئے یکے بعد دیگرے چار نائب قیادت کئے اور ۳ سال الیاء - ۱۷ - بروز کے بعد معزول ہو کر عنایت اللہ خان کے لئے جگہ خالی کر گیا۔

۱۷۱۲ء میں سادات خان بہادر کا پہلا نائب صوبہ دار و کشمیر تھا۔ عنایت اللہ خان کشمیر سے جگہ پرست الیاء شریف کی زیارت کے لئے کہ معظمہ کو روانہ ہو گیا۔ جہاندار شاہ کی تباہی کے ساتھ ہی کشمیر میں بھی کھل مچ گئی۔ جب عنایت اللہ خان ہمہ منظر آباد کو اور پورا چھوڑ کر واپس آگیا تو منظر خان بسبب کا حوصلہ بھی بڑھ گیا۔ جس نے کرناہ اور پورا وہ سے قدم نکال کر علاقہ کا مراج میں بھی دست اندازی شروع کر دی۔ اسی ابتداء میں منظر خان کا اشتغال ہو گیا۔ لیکن اس کا بیٹا ہیبت خان بہ دستور مخالفت پر جبار تھا۔ علی محمد نائب صوبہ نے کشمیر پونچکر مخالفوں پر فوج کشی کی اور اون کی پوری گونہ مالی کی۔ آخر ہیبت خان نے تنگ آکر صلح کر لی جس سے مخالفوں کے تمام اسیر و غنائم لئے گئے۔ ہیبت خان نے اپنے بیٹے معز الدین کو بطور بر خیال بھجوا دیا۔ اس کے بعد عبدالعظیم خان دیوان صوبہ جو اکثر نائب صوبہ سے بد ساوکی سے پیش آتا تھا۔ راہ راست پر لایا گیا۔ انہیں دونوں میں عبد الفتاح کو جوہر کے بیٹے حمید الرزاق نے پھر شورش برپا کی۔ علی محمد خان نے اس کا استیصال کیا بلکہ گرفتار کر کے سرنگر لے آیا۔ یہاں ناظم صوبہ نے اس سے عہد و پیمان منسجم کیا۔ اور باج و خراج مقررہ وصول کر کے اسے حکم مسترد و پونچھ پر بدستور بحال کر دیا۔ اسی اثنا میں علی محمد خان کے ہمراہیوں اور اہلکاروں نے رعایا بے کشمیر پر دست تھاپا۔ دراز کیا سادر ہیبت سی پختیں رائج کر دیں۔ جب اس کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی تو سادات خان نے دو سال کے بعد اسے واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ اعظم خان کو نائب صوبہ بنا کر بھیجا یا۔

۱۷۱۲ء سے ۱۷۱۳ء
۱۱۲۴ھ سے ۱۱۲۵ھ

۱۷۱۵ء میں سے ہیبت سے آدمیوں کو معزول کر دیا۔ اور گیارہ ماہ تک عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کے بعد پھر علی محمد خان کے لئے جگہ چھوڑ کر مرخص ہو گیا۔

۱۷۱۵ء سے ۱۷۱۶ء
۱۱۲۴ھ سے ۱۱۲۵ھ

علی محمد خان نائب صوبہ بارہم دوسری مرتبہ ایک سال کے لئے سادات خان
ایک سال ^{۱۱۱۷ھ} سے ^{۱۱۱۹ھ} کا نائب مقرر ہو کر آیا اور ^{۱۱۱۸ھ} میں معزول ہو کر
واپس چلا گیا۔

احترام خان نائب صوبہ اب ناظم صوبہ سے احترام خان بخشی کو جو اس کا
۱۱۱۸ھ و ۱۱۱۹ھ مطابق ^{۱۱۱۷ھ} اپنا رشتہ دار تھا۔ نیابت صوبہ پر بھجوا یا لیکن ابھی کشمیر
پہنچا ہی تھا کہ سادات خان خود صوبہ یاری کشمیر سے برطرف ہو گیا۔ اور اس کی جگہ
عنایت اللہ خان ناظم صوبہ مقرر ہوا۔

عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر

۲ سال ^{۱۱۱۸ھ} اور ^{۱۱۱۹ھ} سے ^{۱۱۲۰ھ}

عنایت اللہ خان زیارت حرمین سے مراجعت پذیر ہو کر روز عنایات
خسروادہ ہوا۔ اور بادشاہ نے اسے دوبارہ نظامت کشمیر پر سرفراز کر دیا۔
احترام خان خود تو ہمیشہ دار السلطنت ہی میں رہا۔ لیکن انتظام صوبہ کے لئے
اس نے میر احمد خان کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر ^{۱۱۱۸ھ} میں کشمیر بھجوا یا۔
میر احمد خان انتظام امور دار السلطنت میں جیسی شہرت رکھتا تھا ویسے ہی اس
نے کشمیر میں بھی پوچھ کر رکھا یا کو عدل و انصاف اور جوہد و احسان سے منور کر دیا
اس کی حکومت کے دو سال تین ماہ اور اٹھائیس روز بعد سلطنت بہت میں
سادات ہارہ کی سبب زوری سے تغیر عظیم واقع ہوا۔ لیکن میر احمد خان اور اس
کا آقا عنایت اللہ خان پر مشورہ حکومت کشمیر پر مانور رہے یہاں تک کہ تمام جھگڑا
جھیلیوں کا فیصلہ ہو کر ^{۱۱۱۹ھ} میں محمد شاہ تخت نشین ہوا۔

شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات

ایام حکومت ۳ ماہ ۱۱۱۹ھ مطابق ^{۱۱۱۸ھ}

فتح سیر کا کام تمام کر کے سادات ہارہ نے شانہ زادہ ابوالبرکات کو قسب
سے نکال کر تخت پر بٹھایا۔ لیکن بدقسمتی سے تھوڑے ہی دنوں میں تپ دق

نے اس نوجوان شاہزادے کو ہمیشہ کے لئے دنیا کے محضوں سے
سمات دلا دی۔

یہ بادشاہ ۷۰۰ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ کو بمقام دہلی رفیع الشان کے ماں
پیدا ہوا۔ اور ۱۹۔ رجب ۱۱۱۱ھ میں برس ایک ماہ تیرہ روز کی عمر میں دنیا
سے کوچ کر گیا۔

اس کے عہد میں نظامت کشمیر عنایت اللہ خان کے نام پر رہی۔ اور
میر احمد خان نائب صوبہ بدستور حکمرانی کرتا رہا۔

رفیع الشان ملقب شاہجہان ثانی

ایام حکومت ۳۰۰ ۵۱۔ ۲۷ روز ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۱۱۱ھ

یہ شاہزادہ ۵۰۰ ماہ صفر ۱۱۱۹ھ میں غزنی میں پیدا ہوا اور ۲۰۔ رجب ۱۱۱۱ھ کو
سادات کی سعادت سے قلعہ دہلی میں تخت نشین ہوا اور صغی خان قلعہ دار
کی امداد سے عالمگیر کے بیٹے محمد اکبر کا لڑکا سلطان نیکو بیگ قلعہ آگرہ میں تخت نشین
ہو گیا۔ لیکن سید حسین شاہجہان ثانی کو ساتھ لیکر آگرہ پر حملہ آور ہوا۔ اور خوشنیر لڑا
کے بعد نیکو بیگ کو شکست فاش دیکر قلعہ آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ نیکو بیگ
ہو گیا۔ موت نے اس بادشاہ کو بھی ہمت نہ دی اور ۳۰۔ ماہ ۲۷ روز کی جہانپناہ
کے بعد ۷۰۰ ماہ ذیقعد ۱۱۲۱ھ میں پندرہ برس کی عمر میں باجل طبعی داعی ملک
عدم ہوا۔

اس کے عہد میں بھی میر احمد خان بدستور عنایت اللہ خان کی طرف سے
نیابت صوبہ کشمیر کا کام سرانجام دیتا رہا۔

ناصر الدین محمد شاہ غازی

ایام حکومت ۲۸ سال ۸۰۰ ۲۰۔ روز ۱۱۱۹ھ عنایت اللہ مطابق

اسلامی نہایت اسلام

بادشاہ ۳۳۰ - ماہ صبح الادل ۱۲۳۱ مطابق سنہ ۱۸۱۵ء کو بمقام غزنی جہان شاہ بن بہادر شاہ کے ہاں پیدا ہوا۔ اور اوایل ذیقعد ۱۲۳۱ مطابق سنہ ۱۸۱۵ء میں بمقام دہلی سادات بارہ کے انتخاب سے زیب آرائے سر پر سلطنت ہوا۔ تاریخ جلوس ... مظلرب ہے

بادشاہ کا اصل نام روشن اختر تھا۔ اپنی ماں نواب قدسیہ بیگم کے ہاں قید خانہ ہی میں پرورش پائی۔ بادشاہ ہو کر جب اس نے اپنا نام روشن اختر سے ابو الفتح ناصر الدین محمد شاہ رکھا تو قید خانہ سے نکلنے اور تخت پر بیٹھنے کے متعلق ایک شخص نے یہ رخصتہ تاریخ کہی ہے

روشن اختر بود اکنون ماه شد یوسف از زندان برآمد شاہ شد
جب اس نے تخت حکومت پر قدم رکھا تو اس کی عمر سترہ برس کی تھی۔ اور ملک فتنہ و فساد سے مملو تھا۔ البتہ اس کی ماں نے اچھی طرح اس کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ سادات بارہ خود غرض اور احسان فراموش ہیں۔ چنانچہ درپردہ پہلے ہی سے وہ ان کی جگہ کی کے درپے ہو گیا۔ محمد شاہ کے اشارہ سے مقام الملک فتح جنگ نے دکن میں شورش برپا کر دی۔ اور بہت سے سادات بارہ جو اس علاقہ کے فرما روا اور منصب دار تھے۔ مغلوب و مقتول ہو گئے۔ اس کی ہدایت کے لئے محمد شاہ بڑے جوش و خروش سے سید حسن علی خان کو ہمراہ لیکر روانہ و کہن ہوا۔ راستہ میں محمد امین خان بخشی کے ایما میر حیدر خان نے موقعہ پا کر سید حسن علی کا پیٹ چاک کر دیا۔ سید کے ہمراہیوں نے میر حیدر خان کو توریہ توریہ کر دیا۔ لیکن محمد امین بخشی کی فوج نے اتفاق محمد شاہ تمام سادات کو مغلوب و منکوب کر کے تباہ و تاراج کر دیا۔ جب سید علی مدد خان نے بھالی کا چشمہ سنا تو اس نے رفع الشان کے لئے بڑے لشکر کے سلطان ابراہیم کو قید سے نکال کر محمد شاہ کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ لیکن آخر کار گرفتار ہو کر سلطان ابراہیم

سے بھول بھڑ ۳۳۱ - تاریخ الادل ۱۲۳۱ مطابق سنہ ۱۸۱۵ء
اس نے اس تاریخ میں دو سال زیادہ ہیں لیکن تاریخ نہایت سبب حال اور بر محل نگاہ لاوا یہ ہے

مناقد ہی مقتول ہو گیا جب سارے سادات کیفر گردار کو پونچھنے تو محمد شاہ ترکی امر
کی معاونت اور حمایت سے بامقصد تمام حکومت کرتے لگا۔
محمد شاہ نے آغاز سلطنت میں کچھ فہم و فراست دیکھا۔ میدانوں کو لیے
بادشاہی کی ضرورت نہ تھی جو قتل و کفر سے کام لیتے۔ انہیں ایسے بادشاہ درکاشت
کاٹھ کے گوہر تھے آخراں ملک حرموں نے اپنی عجیب حکمت عملیوں سے
محمد شاہ کو لہو و لعب میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد شہزاد کے نشہ میں وہ ایسا
بڑا کہ تاج کو سر سے ادرخت کو قدموں کے نیچے نہ سمجھا۔ سکا۔ ملک میں طوائف لہو
اور چور و ستم کا بازار گرم ہو گیا۔ مطرب۔ یعنی اورار باب نشاط اور اکین بزم شاہی کا کام
دینے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر ایک شخص نے شیخ سعدی کے اس شعر سے جو شاہ
دور کی یہ تیاری نکالی ہے۔

چو خواہد کہ دیران کسند عالی ہند ملک در تیغ خالی

اسی اثنا میں نادر شاہ فرماں روا کے ایران نے اس چار کر و روپے کا مطالبہ
کیا جو شاہ طہاسب واسطے ایران سے ہمالیوں بادشاہ بطور ملک اور معاونت لیا تھا۔
محمد شاہ نے اس کا بھی کوئی خیال نہ کیا اور خاموش انجمن عیش و عشرت گرم کے
بیٹھ رہا۔ آخر نادر شاہ ٹڈی دل لشکر لیکر ہندوستان پر چڑھ آیا۔ لیکن اس مہوش باد
غفلت نے اس وقت تک کوئی خیال نہ کیا جبکہ وہ تمام پنجاب کو زندہ کر کے
میں پانی پت نہ آپونچا۔ اب محمد شاہ کی آنکھیں کھلیں اور ساز و سرور لیکر فہم کے
استقبال کو نکلا۔ صلح ہو گئی اور نادر شاہ بہرہاں محمد شاہ داخل دلی ہو گیا۔ اس اثنا میں
کسی بات پر کشیدہ خاطر ہو کر نادر شاہ نے قتل عام کا حکم دیا جس سے جو ہیں
گھنٹہ تک انالیان شہر پر قیامت برپا رہی۔ آخر محمد شاہ کی منت و خوشامد اور
الحاح اور تلقین پر نادر شاہ کو رحم آیا۔ اور وہ پھر صلح جہانی کر کے واپس لوٹ گیا۔
اس جہلہ نے محمد شاہ کی ساری قلعی کھول دی۔ اور اسرار و ذرا۔ نواب راجے جس
اور ناظم بھی آہستہ آہستہ اس کی مطابقت کا جو اگر دن سے اُتارے گئے کشتہ
ہیں بھی فتنہ و فساد برپا ہوا۔ صوبیدار منافقانہ کارروایاں کرنے لگے۔ الفز
۱۱ ملک کے ہر طرف ظالم کے ہمدانیں چن کر تویا پت کے سن حامل ہوتے ہیں۔

محمد شاہ کے عہد میں سلطنت مغلیہ کو وہ ضعف پونچا جس کے باعث اسے حکومت ملک ہی نکال دی۔

رنگینی مرزا کے ساتھ محمد شاہ کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ اور یہ شوق اس نے اپنے جانشینوں کے لئے بطور ورثہ چھوڑا۔ اس کے اشعار کا نمونہ درج ذیل ہے۔
 ۵۰ بار در صبح بر سر فکر بر جانش گنید عاشقان شب میر و درخیز بر پائش گنید
 تخر کار ۴۴ سال ایک ماہ اور تین روز کی عمر میں ۲۷ ماہ ۷ صبح انسانی سال ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء کو ناصر الدین محمد بادشاہ غازی راہی ملک عدم ہوئے اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد ابو نصر محمد الدین احمد شاہ تخت خلافت پر بیٹھا۔
 صوبہ یارچو محمد شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہا۔

۱۱۶۱ھ سے ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۸ء سے ۱۷۴۹ء
 نائب صوبیدار

۱۱۶۲ھ سے ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۴۹ء سے ۱۷۵۰ء

۱۱۶۳ھ سے ۱۱۶۴ھ مطابق ۱۷۵۰ء سے ۱۷۵۱ء

۱۱۶۴ھ سے ۱۱۶۵ھ مطابق ۱۷۵۱ء سے ۱۷۵۲ء

۱۱۶۵ھ سے ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء سے ۱۷۵۳ء

نائب صوبہ

۱۱۶۶ھ سے ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۳ء سے ۱۷۵۴ء

۱۱۶۷ھ سے ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۴ء سے ۱۷۵۵ء

۱۱۶۸ھ سے ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۵ء سے ۱۷۵۶ء

۱۱۶۹ھ سے ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء سے ۱۷۵۷ء

۱۱۷۰ھ سے ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۷ء سے ۱۷۵۸ء

نائب صوبہ

۱۱۷۱ھ سے ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۵۸ء سے ۱۷۵۹ء

۱۱۷۲ھ سے ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء سے ۱۷۶۰ء

۱۱۷۳ھ سے ۱۱۷۴ھ مطابق ۱۷۶۰ء سے ۱۷۶۱ء

نائب صوبہ

حکومت میں جو سراسر انقلاب رونما کرنا نہ تھا ایک شخص عبد الباقی نے
محتوی خان نام رکھ کر کشمیر میں فتنہ و فساد کی آگ لگا دی۔ بہت سے واپس
اور بیفکر سے مارنے مارنے اور دست قطا دل و راز کرنے کے لئے جمع
کر کے میر احمد خان نائب صوبہ کشمیر اور قاضی کشمیر کے پاس جا کر ان سے
زبردستی یہ احکام جاری کر لئے کہ کھاکہ ہندو گھروں پر سوار نہ ہوں وہ جامہ
نہ پہنیں۔ پگڑی اور ہتھیار کا استعمال نہ کریں اور باغوں اور مہرہزاروں کی میر
نہ کریں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ چیز نا انصافی ہے اور ایسے احکام
سیاست ملک سے بہت بعید ہیں۔ محتوی خان آشفتنہ خاطر ہو کر دماغ سے
چلا گیا اور شہر میں ہندوؤں کے خلاف ایک جوش عظیم پیدا کر دیا۔ ہندو
کو جہاں دیکھتا تھا ان کی بے عزتی کرتا۔ ایک معزز کشمیری مجلس رائے
کو بھی دائرہ ساز و کار ایک جماعت کے ساتھ ایک باغ میں بہت سے
برہمنوں کو کھانا کھلا کر باغ میں کمرہ بنائی انقلاب دس بارہ ہزار واپس اور
غیر ذمہ دار لوگ جمع کرنے کے دماغ چا پوچھا۔ اور ان کی دماغ سخت بے عزتی
کی مجلس رائے نائب صوبہ میر احمد خان کے پاس دوڑا گیا۔ محتوی خان کو
بھی خبر ہوئی۔ انہوں نے فریادی و فریادیں دو دنوں کے مکانوں کو جا کھیر لے گئیں
آگ لگا دی اور مکانوں سے جو کچھ مل سکا نکال لیا۔ جو اس کا مزاجم ہوتا تھا وہ
مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ تہ تیغ پیدا رہا ہو جاتا۔ عرض کئی لوگ زخمی اور کئی
قتل ہو گئے۔ میر احمد خان ایک دن اور ایک رات گھر سے باہر نہ نکل سکا
آخر کسی حکمت سے بچت حاصل کر کے میر شاہو خان بخشی کو ساتھ لیا
اور ایک جمعیت لیکر محتوی خان پر حملہ کیا۔ وہ بھی دست بستہ ہو کر ہتھیار
چن چن ہندوؤں سے انہیں کو ہلا دیا۔ جس پر سے میر احمد خان گذر تھا۔ تاکہ
واپس نہ آ سکے اور اس بازار کے دورہ یہ مکانوں کو آگ لگا دی۔ جہاں نائب
صوبہ کشمیر موجود تھا۔ تیر ہندوؤں۔ تلوار اور اینٹ پتھر سے لڑائی ہو رہی تھی۔
میر احمد کا بھائی سید ولی اور ذوالفقار خان بیگ نائب چوڑہ کو تو الی ایک جماعت
کے ساتھ کشنہ اور زخمی ہوئے۔ میر احمد سخت مصیبت میں تھا۔ آگے جاتا ہے

تو دشمن موجود ہے بیچے ہٹتا ہے تو مل لٹتا ہے۔ میر احمد نے بہتر رفت
 و ذلت مختوی خان سے سمجھت حاصل کی۔ مختوی خان جوش و فکیر سے میر احمد
 اہل ہندو کے محلہ میں گیا۔ اور کوئی گھبراہٹ نہ چھوڑا جسے کوٹایا جلا یا نہ ہو۔ مجلس رائے
 میر احمد کے مکان میں چھپا ہوا تھا۔ اس کو دہان سے دولت کے ساتھ نکالا۔
 اور کئی بے گناہوں کے ناک کان کاٹ ڈالے اور وہ باتیں کیں جو اہل
 اور اخلاق اور قانون کے رُوسے کسی مذہب اور کسی شخص کے ساتھ جائز نہیں
 ہیں۔ دوسرے دن میر احمد خان کو ہندوؤں کی حمایت اور مجلس رائے کی
 پناہ دہنی کے الزام میں نیابت سے معزول کر کے خود کو کشمیر کا حاکم قرار دیا۔
 اور خطاب اپنا دیندہ زبان رکھا۔ پانچ مہینہ تک یہ سنگدل ملکی معاملات سرانجام
 دیتا رہا۔ میر احمد خان کو گوشہ نشین کیا۔ اس زمانہ میں تارا دت اک اور ریل کی
 فطیتیں تو موجود تھیں۔ دتین مینے کے بعد بادشاہ کو دہلی میں اس فتنہ و فساد کی
 خبر پہنچی۔ اس نے حکم دیا کہ مومن خان نجم ثانی کو عنایت اللہ خان کا نائب بن کر
 کشمیر بھیجا جائے۔ اور ہندوؤں کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا جائے
 مالی امداد کے سہم اور حسن سلوک کی دوا سے ان کے رنجوں اور آن کی
 بیماریوں کا اند مال کیا جائے اور اس شفیق القلب کو سخت سزا دی جائے۔ اور
 جب تک مومن خان و ماں نہ پوسے۔ عبداللہ خان وہ سپیدی نیابت
 کا کام کرے۔

سید اللہ خان وہ بیہوشی نائب صوبہ مختوی خان کا فساد علیہ اللہ خان وہ بیہوشی کی
 ۲۲۷۵-۱۱۱۱ھ روز ۱۱۱۱ھ سے ۱۱۱۱ھ کو ششوں سے بھی فرو نہ ہو سکا بلکہ اس کے
 احمد میں مختوی خان سے محال صرف خاص پر بھی اپنا تہنہ بجالایا۔ اور باقی
 جس سے جرم بڑھ کر لوٹ مار کرنے لگے۔

مومن خان نائب صوبہ ۲۲۷۵-۱۱۱۱ھ روز ۱۱۱۱ھ سے ۱۱۱۱ھ کو ششوں سے بھی فرو نہ ہو سکا بلکہ اس کے
 شہداء مطابق ... قریب پونچا تو مختوی خان اپنے افعال سے
 شرمندہ ہو کر خواجہ عبداللہ رئیس کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ آپ ایک
 جماعت رُوسا و امر سے شہر کی لیکر مومن خان کے استقبال کو جائیں۔ اور اس

کو اعزاز و اکرام کے ساتھ لائیں خواجہ عبداللہ نے کہا کہ پہلے میر شاہ پور خان بخشی کے پاس جا کر غرض و معذرت کرو پھر میں استقبال کے لئے جاؤنگا۔ جب محتوی خان میر بخشی کے گھر پہنچا تو وہ کسی بہانہ سے اٹھکر باہر گیا۔ اور باہر جا کر اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ چند مخلوں سے لوگ جمع کر کے گوشوں میں چھپا دو۔ آپ پھر اندر آگیا جب محتوی خان رخصت ہونے لگا تو میر بخشی کے آدمیوں نے محتوی خان کے دو بیٹوں کو جو ظلم رسائی میں ہمیشہ اس کا ساتھ دیا کرتے تھے نہایت عذاب و عقوبت سے قتل کیا۔ قاتلوں کی جماعت میں جو کہ شیعہ تھے جو محلہ چربلی کے رہنے والے تھے اس لئے اہل سنت کے ایک گروہ نے اُن کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ دو روز تک ہنگامہ جاری رہا۔ دو تین ہزار آدمی جن میں مثل کثرت سے تھے۔ معذرت و فرزند ہنگامہ چمالت و کدورت کی نذر ہو گئے۔ پھر یہ گروہ قاضی اور بخشی کے مکانوں پر گیا۔ قاضی تو یہ تغیر الیاس کہیں بھاگ گیا اور بخشی کسی اور کے مکان میں جا چھپا۔ یہ شور و شر جاری تھا کہ سید اختر خان دیوان بیویات نے بعض اور منصبداروں کے اتفاق سے بروز چار شنبہ ۲۱۔ ماہ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کو ملا۔ محتوی خان کو قتل کر کے ملک کو اس کے بچہ ظلم سے نجات دلائی۔ غرض اس دوران میں شیعوں نے شیعوں اور اہل تشیع نے اہل سنت کو قتل و غارت کیا اسی کشمکش میں مومن خان کشمیر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ محتوی خان مسجد میں بیٹھ کر حکم احکام جاری کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو پابند اسلام بلکہ مہد اسلام سمجھتا تھا۔ اس لئے شیخ الاسلام کا حمد بھی اس کے ساتھ منسوب تھا۔ جب مومن خان نے دیکھا کہ باوجود اس مقصد کے مرجانے کے ہنوز فتنہ و فساد جاری ہے اور اس کے حامیوں کی ایک کثیر جماعت موجود ہے تو اس نے مصالحت و الفت سمجھکر اس کے بیٹے ملا شرف الدین کو اس کا جانشین کر دیا۔ مگر یہ ذات شریف اگر پر تنواندہ پسر تمام کنہ کے مصداق نکلے۔ شرف الدین نے بھی ہندوؤں کی دل آزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اُن مسلمانوں سے بھی گن گن کر بدلے لئے جو اس کے باپ اور اس کی جماعت کے خلاف

تھے۔ عہد شیخ الاسلامی کی آڑ میں اس نے ہندوؤں کو حد سے پہنچائے اور کئی گھبراہٹیں کیں۔ قتلہ و قتلہ سے پھر سرکالہ عوام یہ ظلم برداشت نہ کر سکے شورش نے یہاں تک غلبہ اختیار کیا کہ عنایت اللہ خان جو بیزار اور اس کے نائب موہن خان دونوں کو اپنے اپنے عہدوں سے استعفا دینا پڑا۔ مختوی خان اور اس کے بیٹے ملا شرف الدین نے کشمیر میں جو طوفان بے تمیزی مچایا۔

اس کا پتہ اس کا حال اس زمانہ کے مشہور شاعر میر حسن اللہ خان عرف نصاحت خان نے اپنے چند شعر آشوب قصیدوں میں لکھ چکے ہیں جو شعر موزون درج ذیل ہلکے جاتے ہیں۔
راجہ از قرب قیامت عمر کا کوتاہ شد۔
یاغیوں از بیم آفت مینوہ مارا خام چید۔

دیگر یہ۔
ہر کہ فرمان بر وصیت او داغ دل است۔
عبدالصمد خان سیف الدولہ۔

سال ۱۱۵۰ھ۔ عہد عبدالصمد خان کے مظاہریت کے میں پور اتر حاصل کر کے عبداللہ خان دہلیہ کی کوشش میں نائب صوبہ بنا کر قائم مقام بنایا۔ لیکن اس سے انتظام صوبہ نہ ہو سکا اور پانچ ماہ کے بعد عبداللہ کو عبدالصمد خان لشکر حرارت ساتھ لیکر براہ لاہور محرم ۱۱۵۱ھ میں وارد خطہ ہوا۔ تاریخ۔ خروچال آباد لاہور۔
یہاں آکر اس نے حکمت عملیوں کے دامن میں ملا شرف الدین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اسی طرح اس کے معتقدوں کو طرح طرح کے عذاب مانگے شدید سے راہ راست پر لے آیا۔ اس نے ایک دن میں ناکہ کدل سے خواجہ یار علی قریب پچاس معتمدوں کو مٹولی پر چڑھایا جس سے تمام باغی اپنی اپنی جگہ دیکھ گئے۔ اور ان کی تمام سیار شین اور منصوبے ایک دم خاک میں مل گئے۔ محمد دگر نظام کے مختوی خان نے ہندوؤں اور پندتوں کے لئے دیتا رہا جس نے گھوڑوں پر سوار ہونے لگے۔ اچھا لباس پہننے خشقہ لگانے کی سخت ہانفت کر دی تھی۔

علاوہ ازیں پٹنوں اور بندوؤں کے پیشوں کو تعلیم حاصل کرنے کی بھی سخت بندش تھی۔ عرصہ دیر سے سال سے غریب ہندو کیسی کی حالت میں ایسے ایسے کئی نظام کا نشانہ ہو رہے تھے۔ عبدالعہد خان نے ان رکاوٹوں کو دور کر کے مظلوموں کے لئے آرام و سائش کے دروازے کھول دیئے۔ چھ ماہ کے اندر اندر تمام قباحتوں کی بجگنی کر کے اس نے نیابت ابوالبرکات خان اور عارف خان کے تفویض کردہ سی اور تھو لاہور لوٹ گیا۔

ابوالبرکات خان و عارف خان نائب صوبہ پنج سیدی فرمائے ہیں۔ دو بادشاہ دربار سے ۱۱۴۲ھ سے ۱۱۴۳ھ تک۔ اس نے غریبوں کو بڑھاپے کے باوجود سیف الدولہ نے یہ کمال غلطی کی۔ کہ کشمیر میں بجائے ایک کے دو نائب بھیجے جن کے درمیان تھوڑے ہی دنوں کے بعد آتش جسد و کینہ بھڑک اٹھی۔ دونوں کی باہمی مخالفت سے انتظام صوبہ میں فرق آنے لگا۔ جس کی شکایت ناظم صوبہ کے پاس پہنچی۔ اس نے دونوں کو معزول کر دیا اور ان کی بجائے نجیب خان کو عمان نیابت سوتپ دی۔ اس دو جلی کے زمانہ میں گزرائی غلہ شروع ہو گئی۔

نجیب خان نائب صوبہ ۱۱۴۳ھ میں چارج لیکر نجیب خان نے عدل و انصاف ایک سال ۱۱۴۳ھ سے ۱۱۴۴ھ تک۔ اس سے حکمرانی شروع کی اور ایک سال تک انتظام کرتا رہا اس کے بعد عبدالعہد خان کی نظامت اختتام کو پہنچی اور بادشاہ نے اسے برطرف کر کے اعظم خان بہادر کو صوبہ کشمیر بنایا۔

دوسرا اعظم خان بہادر صوبہ کشمیر

ایک سال ۱۱۴۴ھ سے ۱۱۴۵ھ تک۔

اعظم خان بہادر نے منصب صوبیداری کا پروانہ حاصل کر کے پہلے عبداللہ خان وہ بی بی کو اپنا نائب مقرر کیا لیکن قریباً اڑھائی ماہ کے بعد اس کے آغاز میں بذات خود رونق افروز کشمیر ہوا اور امور ذات ملک خود سرانجام دیتے لگا۔ ناظم کے بعض کو نہ اندیشہ رشتہ داروں کی بے اعانتی الیوں اور بکرواریوں سے منصب ایران دولت مخرب ہو گئے۔ اور انہوں نے

اعیان ملک سے اتفاق کر کے شورش برپا کر دی لیکن اعظم خان بہادر نے جلد ہی ہی حکمت عملی سے انہیں رام کر لیا۔

نائب ابوالبرکات خان کی نیابت سے قریب ڈیڑھ سال پہلے جوگرانی شروع ہوئی اعظم خان کے عہد میں اس نے ایسی خوفناک صورت اختیار کر لی کہ قلعہ ہلال عیدہ جو گیارہ اقلق خدافاقت کشی سے تزیین کر رکھی تھی۔ آٹھ روپیہ کو ایک خرد اڑتالی بکتے کی جیسی حال ہو گئی جناس کا بھی قتل ہوا۔ عینا ہو گیا قریب اڑتالی سال تک پڑے زور و شور سے لکھنؤ اور علیا کی تباہی کر کے عنایت اللہ خان غازی نے اس میں قیوط فرو پڑا۔ تاریخ فتح عظیم ہے۔ اجماع اعظم خان قریب ایک سال تک نظامت کشمیر و سرحد پر کرکٹ لیکو معزول ہو گیا۔

(۴) عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر وادرسوئیچہ

ایک سال ۱۱۳۲ھ سے ۱۱۳۵ھ

۱۱۳۵ھ میں تیسری مرتبہ عنایت اللہ خان عروس ملک وادری سے جنگ شروع ہوئی اس نے غزوہ میں خان کو نیابت صوبہ سرحد پر لڑا دیا۔ پہلی جاکہ کوششوں سے اڑتالی سال قیوط فرو ہو گیا ایک سال تک تیسری قابلیت اور احمدی سے فوج کشی ہو کر تباہ۔ جس کے اخیر میں شملہ میں عنایت اللہ خان کا انتقال ہو گیا اور محمد شاہ نے عقیدت خان بہادر کو صوبہ کشمیر مقرر کیا۔

(۵) عقیدت خان چھادس صوبہ کشمیر

۲ سال ۱۱۳۲ھ سے ۱۱۳۴ھ

۱۱۳۲ھ میں عقیدت خان بہادر نے عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر وادری سے جنگ میں اس نے ابوالبرکات خان کو اپنا نائب مقرر کیا لیکن اس سے کافی عرصہ چل سکا اور وہ سال کے بعد پہلی بدلتا کی کایت اور شاہ کپاس بدلتی جس نے نائب کے ساتھ ہی ناظم صوبہ کو بھی معزول کر دیا اور صوبہ کشمیر وادری اور عنایت کو دیدی۔

(۶) اعتر خان صوبہ کشمیر

ایک سال ۱۱۳۲ھ سے ۱۱۳۳ھ

اعتر خان نے کشمیر داخل ہو کر قتر بیاچہ اذ تک توڑے عدل و انصاف سے حکومت کی۔ لیکن اس کے بعد اکی طبعیت یک لخت بدل گئی۔ وہ بادہ اعتدال سے منحرف ہو کر جو رو بہت کر کے لکھنؤ چلے گئے انحال قبیحہ کا ترکیب ہوا ابوالبرکات خان جو ابھی تک کشمیر میں ہو رہا تھا اس کے سردار ہو کر لیکن ناظم صوبہ بنے اسے منصب پیشکاری عطا

لہ کے اپنا خیر خواہ بنالیا۔ اور پھر عرصہ کے بعد کسی یہاں سے گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ اور خود بے خوف ہو کر خلق خدا کو لوٹنے لگا۔ کہیں تو فریب بازی اور حیلہ سازی سے مصادر اور جرمانہ اخذ کر لیتا اور کہیں زبردستی لوٹ مار چا دیتا تھا۔ جس جو ماتھے لگتا بشیر اور سمجھ کر مہم کر جاتا مظلومان کشمیر نے کئی مرتبہ محمد شاہ کے پاس عرضیاں بھیجیں۔ لیکن روشن الدولہ ظفر خان بخشی سویم جو بادشاہ کے حضور میں رہتا تھا۔ ناظم صوبہ کاسو پور ست تھا۔ لوگوں کی چیخ پکار اور صوبہ کشمیر کے ظلم و ستم سے بادشاہ کو خبر تک نہ ہونے دی۔ یہاں تک کہ تنگ آکر رعایا باغی ہو گئی۔ دو ماہ تک سخت فوروں شر پر پارٹا۔ لڑائی دنگ اور خونریزی جاری رہی۔ اسی اثنا میں محمد شاہ کے وزیر اعظم نے ظفر خان بخشی کو جامع مسجد میں عوام کے روبرو جوئے لگائے اور سخت بے عزت کیا۔ جس سے بخشی صاحب کو خیال ہوا کہ یہ مظلوم رعایا اسے کشمیر کی آدھا اثر سے جس نے اسے ایسا رسوا کیا ہے۔ اب اس نے تمام شکایتیں بادشاہ کے روبرو پیش کیں۔ اور ناظم صوبہ کے نام غول لکھوا لیا۔ اور رعایا اسے کشمیر نے شکستوں پر شکستیں دیکر آغز خان کو بارہ مولہ پسچا دیا تھا۔ ۱۳۔ ماہ رمضان ۱۱۱۷ کو وہیں شاہی پروانہ پسچا۔ جس کے پڑھتے ہی چپ چاپ ہندوستان کو روانہ ہو گیا۔

خواجہ اعظم صاحب ٹونج تاج اعظمی اسی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ علاوہ علم و فضیلت کے آپ صوفیا کے کرام میں بھی شمار ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخ اس پایۂ قبولیت کو پوچھی ہے کہ اس کے مقابلہ میں سب تاریخیں میچ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جو واقعات ان کی کتاب میں درج ہیں۔ وہ اختراع اور مضمون سازی سے بہت کچھ نیچے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ پہلے پہل وارد خطہ ہوا تو اکثر اوقات ملاقات کے لئے خواجہ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اور بار بار حسن عقیدت اور اخلاص ہندی کے اظہار میں یہ شعر پڑھتا تھا۔ اور اسی کے مطابق دو سال بعد اسے بیست

کا بدلہ لیا گیا ہے۔

الہی چوبیستم آگہی	چونیت بجز امت خیر مہدی
آغرخان کو شہر کوئی کا بھی شوق تھا	یغزل ایسی کی طبع اوہ ہے
بہ خیم ابرو بٹے نگار قسم	بہم تیغ آبدار قسم
خط ادایت ہماست شد	بہر صفحہ خبرا قسم
سار ششیرے کند ابرو	پہلی ذوالفقار قسم
دیدیہ غیر ترانے میند	یک قسم صد قسم ہزار قسم

(۷) امیر خان صوبہ کشمیر

۷ سال ۱۶۲۹ء سے ۱۶۳۸ء

آغرخان کی معزولی کے بعد ۱۶۲۹ء میں امیر خان ناظم کشمیر مقرر ہوا اس نے اپنی طرف سے ابو البرکات خان کو نیابت بخشی۔

ابو البرکات خان نائب صوبہ یار سوم ابو البرکات خان نے نیابت کشمیر پر متنازعہ ۲ سال ۱۶۲۹ء سے ۱۶۳۱ء ہو کر کشمیر پونچھ تک جلیل الدین خان کو اپنا ناظم مقام رکھا۔ چند ماہ کے ۱۶۳۱ء میں خود بھی یہاں آگیا۔ اور دو سال تک حکومت

کے سر پر مقننہ ہو کر ۱۶۳۱ء میں احترام خان کے لئے جگہ خالی کر گیا۔

احترام خان نائب صوبہ اس کے عہد میں گرائی غلہ کی سخت شدت ہوئی۔ اور ۱۶۳۱ء سے ۱۶۳۳ء لوگ اس کے پاس فریادی آئے کہ غلہ تو بکثرت

موجود ہے۔ لیکن غلہ داروں نے گراں فروشی کی نیت سے عہد تہنہ پار کیا ہے۔ احترام خان نے نا عاقبت اندیشی سے حکم دیدیا کہ اگر ایسا ہے تو غلہ چھان

دیکھو نہ ہر دوست سے جاؤ۔ اب کیا متالوگوں نے غلہ داروں پر لوٹ بچا دی اور کئی غلہ داروں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ فیصلت خان واپس مدد طلبت اور

نعمہ اشرف خان مفتی کو جہیوں نے گرائی غلہ کی اصلاح کر سہا میں عہد ام تو جہی کی تھی۔ منہ وں نے گرفتار کر لیا۔ اور سید جانت میں لیجا کر انہیں قتل کر دیا۔ ابو البرکات خان کو احترام خان کی کوتاہ اندیشی پر سخت افسوس

ہوا۔ اسی اثناء میں جیہہ کے دن احترام خان ادا کے نماز کے لئے مسجد

جامع گیا۔ لیکن ابوالبرکات خان خانقاہ محلے کی نمازیں سناس ہوا اور عہدہ نائب کے ہمراہ نہ گیا۔ اس بات پر احترام خان کا شک اور بھی بڑھ گیا اور وہ مسجد ہی سے بھاری جمعیت کے ساتھ ملکر ابوالبرکات خان پر حملہ آور ہو گیا۔ دونوں کھنم کھنقا ہو گئے۔ تلواریں کھینچ لگیں۔ خلاف توقع اہلیان شہر ابوالبرکات خان کی امداد پر مستعد ہو گئے۔ اور احترام خان کو جان بچانی بھی مشکل ہو گئی۔ وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ جب امیر خان ناظم صوبہ کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے احترام خان کو چھ ماہ کی نیابت کے بعد معزول کر کے ابوالبرکات خان کو مستقل قائم مقام بنادیا۔

ابوالبرکات خان نائب صوبہ بارچرام چوتھی مرتبہ ۱۱۳۱ھ میں ابوالبرکات خان ۵۔ سال ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۳۵ھ نائب صوبہ بنا۔ اسی سال راجہ جیبت خان دالے مظفر آباد نے بغاوت کا جھنڈا اٹھا کیا۔ اور علاقہ کامراج میں داخل ہو کر اس نے تاخت تاراج شروع کر دی۔ نائب صوبہ شاہی فوج نیکر سرکشوں کی سرکوبی کے لئے موضع گنل پونچا۔ رات کو غنیمت گھاٹ سے نکلا اور شاہی فوج پر حملہ آور ہو گیا۔ کشت و خون اور جدال و قتال کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ شاہ آباد کے نادر ملک کا بیٹا مختار ملک اور اور بہت سے کشمیری سردار مارے گئے۔ جس سے نظامت کی فوج میں اتیری پھیل گئی لیکن ابوالبرکات خان بڑی جواہر دمی اور عالی بہتی سے پاؤں جمائے رہا۔ آخر کئی لڑائیوں اور بہت سی خونریزی کے بعد نوبت صلح پر پہنچی اور نائب صوبہ ناکام ہو کر مرجعت پذیر ہوا۔

اسی روز جبکہ بمقام گنل کشمیریوں پر قیامت برپا ہو رہی تھی۔ پہر روز گذرے خانقاہ محلے کا مستقب بالاضحییٰ آگ سے بھڑک اٹھا۔ اور دواڑا ٹٹی گھنٹہ کے اندر تمام خانقاہ جاکر زمین سے مل گئی۔ دوسرے سال ۱۱۳۲ھ میں ابوالبرکات نے اسے از سر نو تعمیر کر دیا۔ ... تاریخ گفتہ البرکات اس کے بعد دو سال اسن دامن سے گذر گئے۔ آخر امیر خان کی نظامت موقوف ہو گئی۔

دل دلیرخان صنوبہ کشمیر

(۴)

سال ۱۱۴۵ھ سے ۱۱۴۸ھ
 دل دلیرخان پانی پت کا باشندہ اور شاہجہان کے رشتہ داروں میں
 سے تھا۔ اس نے ۱۱۴۵ھ میں نظامت کشمیر حاصل کر کے ابوالبرکات خان
 کو بدستور اپنا نائب اور قائم مقام رکھا۔ خود بھی اس نے کئی مرتبہ کشمیر آئیکا
 زادہ کیا لیکن لاہور سے آگے نہ بڑھ سکا۔

ابوالبرکات خان نائب صنوبہ یارنجیم
 سال ۱۱۴۵ھ سے ۱۱۴۸ھ
 دل دلیرخان کی نظامت شروع ہونے
 ہی بارش اس شدت سے شروع ہو گئی
 کہ سات روز تک ایک تار جاری رہی جس کے طوفان سے ایک
 طلاطم پیدا ہو گیا۔ نہ اردن مکان پہ گئے فیروحات تلف ہو گئے۔ اور ایک
 ہمسینہ تنگ رکازوں کے صحن اور میدانوں میں پانی جمع رہا۔ اسی سال دوسری
 ذیقعد کو شدید زلزلہ آیا۔ اور کئی مکان گر گئے۔ نہ اردن جانیں تلف ہو گئیں۔
 یہ شور قیامت تین ماہ تک برپا رہا۔ ہر روز رات دن میں کئی مرتبہ زلزلہ آتے
 رہے۔ لیکن پہلے ہچکولے جیسے شدید نہ تھے۔ زلزلہ کی تاریخ اس فقرہ
 سے نکلتی ہے۔ اِنْبَیُّ الْمَوْمِنُوْنَ زُلْزِلَ زُلْزَلًا شَدِیْدًا ۱۱۴۸ھ

دوسرے سال ۱۱۴۸ھ میں سمیت خان والے مظفر آباد نے پھر
 شورش برپا کی۔ نائب صنوبہ نے میر جعفر کنٹ کو بے شمار فوج دیکر اس کی
 مدافعت کے لئے مامور کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حسن تدبیر
 سے تمام قوم بمبہ کو مطیع و منقاد کر لیا۔ لیکن جب واپس مہری نگر پہنچا تو ابوالبرکات
 نے اس کی خدمات کی چند ان داد تہ دی جس سے میر جعفر کے دل میں کدورت
 پیدا ہو گئی۔ اور اس نے درپردہ قوم بمبہ کو درغلجہ پھرتہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔
 ابوالبرکات خان نے دوبارہ میر جعفر کنٹ ہی کو اس مہم کے سرکرانے کے
 لئے مقرر کیا اور بہت سے مشتبہ دار ساتھ دیکر اسے براہ بارہ مول
 روانہ کر دیا۔ میر کنٹ جب بارہ نولہ پہنچا تو اس نے انہیں ہمراہیوں سے
 مشورہ کر کے واپسی کی پھیرائی۔ اور دیں سے لوٹ آیا۔ اٹالیان شہر کو اپنے

ساتھ شامل کر کے نائب کی جیلنی کے در پہلے

غرمہ ماہ رجب ۱۱۵۵ھ میں شہر کے محل کاٹ دئیے اور بنوادت کا جھنڈا
کھڑا کر کے لوٹ مار مچانے لگا۔ ابوالبرکات خان بھی لڑائی کو بھلا۔ اور اس
نے اطراف شہر میں آگ لگا دی جس سے قریب میں نہر گھڑ جل گئے
تین مہینے تک یہ جنگ و جدل بڑھ جوش و خروش سے جاری رہا۔ اس
قتل میں بہت سی آتش زدگیاں ہوئی ہیں۔ جن سے نصف سے زیادہ شہری
جنگیا۔ آخر کار میر جعفر کنٹ نے ابوالبرکات خان کے عم زادہ انانت خان
سے راجہ اتحاد مستحکم کر لیا۔ اور پونچھ کے چوہدری عبدالرزاق سے یکساں
نائب صوبہ پر حملہ آور ہو گیا۔ ۱۲ محرم ۱۱۵۵ھ کو خرمیز لڑائی ہوئی جس میں ابوالبرکات
منہزم ہو کر لاہور بھاگ گیا۔ عوام نے اس کا گھریار لوٹ کر حوالہ آتش کر دیا جس
کا مال و متاع جہاں کہیں ملا غارت کر کے لے گئے۔ اس حادثہ پر ذل دیر خان
نے یادگار خان کے بھائی جلیل الدین خان کو نیابت صوبگی پر مقرر کر دیا۔

جلیل الدین خان نائب صوبہ اس کے عہد میں بھی میر جعفر کنٹ اور اس کے
۱۱ ماہ ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۱۵۵ھ ہمارے ہاں فساد سے باز نہ آئے اور اس غلہ داری
کے بہانے سے لوگوں کو لوٹنے لگے۔ اس کے علاوہ بابا عبد السلام نے
جو شاہ قاسم حقانی کی نسل سے تھا۔ شیوہ اسلاف کو خیر باد کہہ کر ہرزہ گردی پر مگر
باندھ دیا۔ اس نے علاقہ اوتر بھیوزہ کے ایک صاحب حیثیت زمیندار محمد ملاز
کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اتفاقاً محمد ملاز مر گیا۔ اور اس کی تمام جائیداد کا مالک بابا
عبد السلام بن گیا۔ دنوں ہی میں دولت مند سی کے نشہ نے اس میں سخوت اور عیونت
پید کر دی۔ اسی اثناء میں خیالی منصوبوں کی تکمیل کے لئے میر جعفر کنٹ
سے رشتہ موافقت ہو رہا تھا۔ لیکن جب اس کو جانیدہ نے بابائی نامہ دار
میں خود سری کی بو بائی تو چپکے سے اس کا کام تمام کر دیا۔ الغرض میر جعفر وغیرہ
مفسدوں کی کوششیں انکار اور تمام ملک میں پاداشی اور بے چینی
پھیل گئی جس کے فرو کرنے میں نائب صوبہ قاصر رہا اور اس نے تمام
حالات محمد شاہ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے۔ اور خود مستعفی ہو گیا۔ اتفاقاً انہی دنوں

میں دل ویر خان بھی مر گیا اور نظامت کشمیر فخر الدولہ کے نفع میں ہوئی۔

(۹) فخر الدولہ صوبہ کشمیر

۹ ماہ ۱۱۵۱ھ سے ۱۱۵۲ھ
یہ ناظم روشن الدولہ کا بھائی تھا۔ اس نے نظامت کشمیر پر فتنہ حاصل کر کے قاضی خان کو اپنا نائب بنایا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اخیر سال ۱۱۵۱ھ میں خود بھی وار و خطہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک فتنہ پر داموں اور مفقہوں کا قلع و قمع کر کے نظم و نسق ملک میں مصروف رہا۔ لیکن بعد میں لوگوں کو غلہ داری اور بنیاد کے بہانہ سے سخت تکلیف پہنچانے لگا۔ چنانچہ محمد فاروق خان کو غلہ داری کی تمت لگا کر عوام کے ہاتھ سے مروا ڈالا۔ اسی طرح جلیل الدین خان اور قاضی خان وغیرہ کئی ایک آدمیوں سے مصادرہ لیکر انہیں زندان میں بھجوا دیا۔ اس کے بعد مسٹر جعفر مرحد کامیاب میں بدستور شور و فساد کر رہا تھا اور عتاب ہوا۔ ناظم نے فوج کشی کر کے اس کی کمر بستہ توڑ دی۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ کر علاقہ کھو مامہ میں جہاں اس کی موروثی زراعت اور زمینداری تھی چلا گیا۔ فخر الدولہ یعنی ۹ ماہ کے بعد نظامت کے بوجھ سے سبکدوش ہو گیا۔

(۱۰) عنایت اللہ خان ثانی صوبہ کشمیر

۲ سال ۱۱۵۲ھ سے ۱۱۵۴ھ
یہ شخص چڑا نے عنایت اللہ خان ناظم کشمیر کا بیٹا تھا۔ اصلی نام اس کا عطیہ اللہ خان تھا۔ باپ کی وفات پر بادشاہ نے عنایت اللہ خان کا خطاب دیکر باپ کے منصب اور جاگیر و رفاہ کر دیا۔ ۱۱۵۲ھ میں فخر الدولہ کے بعد نظامت کشمیر پر مقتدر راہنورد اس نے عصام الدین خان کو نائب بنا کر کشمیر بھجوا دیا۔ لیکن فخر الدولہ نے جو ابھی تک کشمیر ہی میں تھا اسے جعلی صوبہ بیکر سازش کے الزام میں ماخوذ کر کے

قریب دیکر قید کر لیا۔ اور اس سے بہت سا روپیہ بطور جرمانہ وصول کر کے
 قاضی خان کو قائم مقام چھوڑ کر خود دی چلا گیا۔ اس کے بعد عصام الدین خان
 نے قاضی خان کو پس پا کر کے حکومت خود سنبھال لی۔ اس کے بعد
 جلد ہی ہی ایک سال ۱۵۱۱ھ میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا جب لاہور
 پر پہنچا تو فخر الدولہ نے اس کے وزیروں اور مشیروں سے رابطہ
 اخلاص بہم پہنچا کر نادر شاہ سے اپنے نام پر نظامت کشمیر کا حکم
 حاصل کر لیا۔ اور پہاڑی قوام کی ایک بڑی جماعت فراہم کر کے ماہ محرم
 ۱۵۱۲ھ میں کشمیر آ گیا۔ اور نادر شاہ کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرنے
 لگا۔ لیکن عوام نے ایرانی بادشاہ کی سلطنت تسلیم کرنے میں ناواضحگی
 ظاہر کی۔ اور شور و شریر پام ہو گیا۔ چالیس روز تک یہ فتنہ قائم رہا۔ اسی
 اثناء میں پانی پت کی لڑائی کے بعد حبیب محمد شاہ کی نادر شاہ
 سے صلح ہو گئی۔ اور صوبہ کشمیر بدستور شائمان مغلیہ کے دست تصرف
 میں رہا۔ اور یہاں کی نظامت بھی مثل سابق عنایت اللہ خان ثانی
 کے نام پر رہی تو اٹالیاں کشمیر نے اتفاق کر کے فخر الدولہ کو شہر سے
 نکال دیا۔ لیکن وہ کہینہ جو بمقام ہفت چنار جا مقیم ہوا۔ اس نے موقع
 پا کر اطراف سری نگر میں آگ لگا دی اور تاخت و تاراج کر کے بہت
 سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ دو مہینہ تک یہ حالت رہی۔ آخر عوام
 کی مخالفت سے فخر الدولہ تنگ آ گیا۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔
 اس کے بعد ابوالبرکات خان نے عنایت اللہ خان ثانی سے
 منصب نیابت حاصل کر کے کشمیر کی راہ لی۔ تین مہینہ بعد جب
 نادر شاہ کی آؤ بھگت سے فراغت ہو گئی تو عنایت اللہ خان خود بھی
 و بیفہد ۱۵۱۳ھ میں دار و خطہ ہوا اور با اتفاق ابوالبرکات خان پانچ چہرہ
 تک انتظام ملک دار ہی میں مصروف رہا۔ حتیٰ الامکان نصف فنکاری
 اور معدلت گشتی سے رعایا پروری کرتا رہا۔ متمدنوں اور سرکشوں
 کا بھی اس نے قلع و قمع کر دیا۔ مشائخ وقت کی خدمت اور علماء و فضلاء

کی قبر دانی سے مقوڑی سی حکومت میں عوام کی نگاہ میں اس نے کافی عزت حاصل کر لی۔ آخر الامر ابو البرکات نے مسندوں کے اعوانے سے عنایت اللہ خان سے روگردانی اختیار کر لی۔ ایک دن نماز جمعہ کے بعد مسجد جامع کے باہر فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی اس موقع پر ابو البرکات خان کے دیرینہ رسوخ اور شہرت نے عنایت اللہ خان کو مغلوب و منکوب کر دیا۔ دوسرے دن پھر بمقام عید گاہ فریقین میں مقابلہ ہوا اس مرتبہ بھی ناظم صوم سنہزم ہو کر شہر میں چاچھپا۔ اس کا لڑکا خلعت خان سوپور کی طرف بھاگ گیا۔ اور ابو البرکات خود مختار حکومت کرنے لگا۔ اڑھائی ماہ کے بعد خلعت خان نے ہیبت خان بیہ کے بیٹے سے ملک لیکر کشمیر پر چڑھائی کر دی۔ سلخ ماہ شعبان ۱۵۳۳ھ میں بمقام بارہ ترٹ ابو البرکات خان اور خلعت خان میں سخت لڑائی ہوئی جس میں اول الذکر کو شکست ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ گیا۔ عنایت اللہ خان محل اختفا سے باہر نکلا۔ اور بیٹے کی معاونت سے مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ ابو البرکات خان پونچھ جا پونچھا اور عبد الرزاق چوہدری کے لڑکوں محمد مان اور محمد دل کی امداد لیکر کشمیر پر چڑھ آیا۔ عنایت اللہ خان خواب غفلت ہی میں اوندھٹھ رہا تھا کہ مخالف دہندہ مار کے راستے حد دوسری نگہیں داخل ہو گئے۔ اب خلعت اللہ خان بھی فوج لیکر بہت چنار کے نزدیک جا پونچھا۔ اور غنیم سے رو پڑھا۔ لیکن لڑائی شروع ہوئی نہ ہو نے پائی تھی کہ خلعت خان کی فوج مخالف سے جا ملی۔ اور اس پیچا رسے کو مایوس بھاگنا پڑا۔ ۱۹ ماہ شوال ۱۵۳۳ھ کو ابو البرکات خان مدافعت مستمر رہا۔ مگر داخل ہو گیا۔ عنایت اللہ خان مقابلہ کو نکلا۔ ادھی رات تک لڑتار لڑا۔ لیکن تمام ملک کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش چل سکی اور اسے بھی بیٹے کی طرح روئے فرار اختیار کرنا پڑا۔ خام پور کے راستے سوپور پونچھا اور وہاں سے خلعت خان کو ساتھ لیکر راجہ محمود خان بمبہ کے پاس چلا گیا۔ جہاں سے مع اس کی فوج کے پھر کشمیر آگیا۔ اور علاقہ کمارچ میں لوٹ مار مچا نے لگا۔ دو تین ماہ تک یہ فتنہ و فساد قائم رہا۔ آخر ماہ صفر ۱۵۳۴ھ میں

یونچہ والوں کی خواہش سے سری نگر آگیا۔ محمد ولی اور محمد زمان دونوں اس کے استقبال کے لئے گئے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اسے شہر میں سے لے آئے۔ اسی رات کے وقت محمد ولی کے اشارے سے دیوارام سے اس کو قتل کر کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا۔

(۱۱) احمدیاد خان صوبہ کشمیر

۴۷۔ سال ۱۱۵۱ھ تا ۱۱۵۸ھ

عنایت اللہ خان کے انتقال کے بعد دو تین ماہ تک ابوالبرکات خان آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اسی اثناء میں محمد شاہ کی طرف سے اس پر بارخانہ صوبہ کشمیر مقرر ہوا۔ اس نے بھی ابوالبرکات خان کا زور و شور دیکھ کر اس کی تبدیلی کا حوصلہ نہ کیا۔ اور اسے بدستور اپنی قائم مقامی کا پروانہ بھیج دیا۔ یونچہ والے جن کی معاونت سے ابوالبرکات خان کو یہ منصب حاصل ہوا تھا ماب جاوہ اعتدال سے باہر ہو گئے۔ نائب ناظم کو اپنا آوردہ خیال کر کے دست قہر سے دراز کرنے لگے۔ ابوالبرکات بھی ان کی زیادتیوں سے رانت میں رہا تھا۔ لیکن ان سے اس کی کچھ پیش نہ چل سکتی تھی۔ تاہم اس نے حکمت عملی سے ان لوگوں کو شہر سے نکال دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پھر یہ لوگ استعداد مکی حاصل کر کے داخل شہر ہو گئے۔ لیکن ابوالبرکات خان نے شہر والوں کی معاونت سے انہیں پھر شہر بدر کر دیا۔ لیکن انہوں نے بیرون شہر ہی استقامت پا کر لڑائی شروع کر دی آخر الامر ہر دزغہ باہر ہوا۔ ۱۱۵۸ھ کو وقت آخر شب یہ لوگ غلبہ حاصل کر کے ابوالبرکات کے مکان میں آ گئے۔ اتفاقاً اس وقت ابوالبرکات خان خانقاہ معلیٰ کی زیارت اور مورچہ بندھی کے ملاحظہ کے لئے گھر سے نکلا ہوا تھا۔ انہوں نے مایوس ہو کر لوٹ چڑھا دی۔ اہل خانہ بہرہ وقت جان سلامت لے کر بچ گئے۔ اسی اثناء میں جب ابوالبرکات خان کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی اپنے ہمراہی جمع کر کے آگیا۔ اور دروازہ روک کر کھڑا ہو گیا کہ دشمن باہر نہ نکلیں۔ ابوالبرکات کا نصیب اچھا تھا۔ تین روز کے بعد محمد ولی محمد زمان اور دیوارام

تینوں معتمد اس کے دام تزدیر میں اسیر ہو کر گرفتار ہو گئے۔ ۱۶۔ ماہ شوال ۱۱۵۵ھ کو اس نے انہیں قتل کر دیا تین روز تک ان کو پونچھہ پر قتل عام جاری کیا رہا جو کوئی ملتا کو توالی میں لیجا کر بھانسی دیا جاتا۔ اسی طرح قریب پانچ سو گھر قتل کئے گئے۔ جس سے ابوالبرکات کی سعادت کا حق اور عنایت اللہ کا قتل کا قصاص بطریق احسن پورا ہو گیا تین سو ۵

خورد سال قتل ہمہ گویران۔ بمقتا سنہ ۱۱۵۹ھ
اس کا ہردائی کے صلیب میں ابوالبرکات خان کو محمد شاہ کے حضور سے بنادری کا خطاب ملا۔

اس کے بعد وہ کچھ عرصہ تک اسن واماں سے بیخوف و خطر حکومت کرتا رہا۔ ۱۱۵۶ھ میں دہم دار ستارہ نمودار ہوا۔ جو مشرقی عقائد کے روئے آجائات ناگہانی کا پیش خیمہ متصور ہوتا ہے۔ اس کے بعد جلدی ہی بغر و قہر علامات بھی ظاہر ہونے لگیں۔ پہلے تو ابوالبرکات خان نائب صوبہ کسی شدید مرض میں مبتلا ہو گیا۔ پھر شکر اللہ بیگ کے پوتے بیر اللہ بیگ نے جو ابوالبرکات کے خاص پروردوں سے تھا نہ داری کا مراج پر نشین تھا۔ حق نمک فراموش کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ابوالبرکات خان اپنی مصیبت میں مبتلا تھا۔ اس کا تدارک نہ کر سکا جس سے اس کو بڑی تقویت ہو گئی یہاں تک کہ وہ کورنمک مظفر آباد اور پونچھہ کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر کے کشمیر کے شہر و دہات میں آگھسا اور شہرے و شکر لوگوں کا مال و انسیاب اور نمک و ناموس برباد کرتے ہوئے دلی نعمت سے لڑنے کو سرنگز آپونجا۔ یہاں اس نے اہل تشیع سے موافقت پیدا کر لی اور انہیں اہل سنت کے مظالم یاد دلانے اور فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ اب مستبین پر طرح طرح کے ظلم و ستم ہونے لگے۔ ابوالبرکات خان بھی جگہ سے ہلا۔ بیر اللہ بیگ کا مرج کی طرف بھاگ گیا۔ ابوالبرکات خان نے اس کا تنقب تو نہ کیا۔ لیکن اس کے سعادوں کی گوشمالی کے لئے کم عقلی اور کوتاہ بینی سے خاتما جڈی بل پر حملہ کر کے اہل تشیع پر لوٹ مار مچا دی۔

اس کا ردائی سے نائب صوبہ کا بہت کچھ اقتدار و اعتبار جاتا رہا۔
 بیر اللہ خان نے بھاگ کر انڈر کوٹ میں جمعیت اکٹھی کرنی شروع کی۔
 اور دست تطاول و راز کر کے رعایا کو لوٹنے لگا۔ ابوالبرکات خان نے
 مراد بازار خان پیشکار صوبہ کی سرکردگی میں بہت سی فوج اس کی مدافعت کے
 لئے بھجوائی۔ جدو شداد می پور اور انڈر کوٹ کے مابین فریقین میں مٹھہ
 ہوئی۔ بے موقعہ اور بے محل لڑائی شروع کر دینے سے نظامت کی
 فوج میں اتیری پھیل گئی۔ اور وہ ایسی بدحواس ہو کر بھاگی کہ دریا میں کود پڑی
 اس وقت دریا بھی پوری طغیانی پر تھا۔ ساری فوج اپنے سردار
 مراد بازار خان سمیت غرق ہو گئی۔ صرف محمد دے چند جانیں لیکر شہر
 پونچے۔ اس واقعہ سے بیر اللہ خان کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ پہاڑ اور کشتواڑ
 سے جو لوگ نائب ناظم کی امداد کے لئے آئے ہوئے تھے۔ طبع
 نفسانی سے بیر اللہ خان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اُس نے
 مہراج اور کامراج دونوں علاقوں پر مشیط ہو کر تاخت و تاراج شروع کر دی
 ابوالبرکات بھی حوصلہ ہاریچھا اور حکومت اور ناموس سے مایوس ہو کر
 خواجہ مرزائی نقشبندی کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ بیر اللہ بیگ فیروز پور کی
 طرح گونجتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ چند اویاستوں کے ذریعہ سراغ لگا کر
 اس نے ابوالبرکات کو مرزائی صاحب کے مکان سے نکال لیا۔ اور
 اپنی حویلی میں نظر بند کر دیا۔ کشتواڑ اور پونچھ والوں اور پہاڑی لوگوں
 نے تمام شہر میں لوٹ مار مچا دی۔ کھلم کھلے لوگوں کے گھروں میں گھس
 جاتے۔ اور مال و اسباب جو کچھ پاتے اپنے باپ کا مال سمجھ کر اٹھا
 لے جاتے۔ یہ ہنگامہ نہ تھا بلکہ قہر الہی تھا۔ اگر کسی کو موقع مل جاتا اور ظالموں
 کے دستبرد سے بچا نہ گئے لے وہ اپنے مال و مویشی وغیرہ کو جنگلوں
 میں بھجوا دیتے تو وہاں بھی کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہو کر تباہ ہو جاتے
 اس واقعہ کی تاریخ ”عام التشریش“ ہے۔
 جب یہ خبر دہلی پونچ تو بادشاہ نے اسد یار خان کو معزول کر کے

جیسا کہ شیعوں کی لوٹ میں ظاہر ہوا۔ سچائے اس کے کہ دشمنوں کے
سرخند کی گوشمالی کا تذکرہ کرتا۔ اس نے ناحق ایک مقتدر فرقہ کے دل
کو بخیرہ کر کے اپنے آپ کو بے اعتبار بنا لیا۔ جس نے جلد ہی ہی اسے
نیا دکھلا کر حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ خوشنویس اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اما اور انشا
پر دازمی میں یگانہ دہر اور شعر گوئی میں بھی بہرہ وافی رکھتا تھا اور شعرا و مشائخ
کی تعظیم و تکریم بھی بدل و جان کرتا تھا۔ ذیل کے اشعار اسی کے
طبع سے ہیں۔

صوفی سخن نازہ و رنگین دارم مشرق خطے زیار و دیریں دارم
از طرز کلام من شکر سے ریزد فرما دیا کہ حرف شیریں دارم۔

افراسیاب بیگ خان نائب صوبہ
۲۵ سال ۲ ماہ ۲۷ روز ۱۱۵۹ھ سے ۱۱۶۲ھ

پے در پے حوادث سے مملو ہے۔ دو سال سے کشمیر میں جو بدہمی
پھیل رہی تھی اور بعض و عدا اور شور و فساد کا بازار گرم تھا۔ اس نے رعایا کو
نان شبینہ کا بھی محتاج کر دیا۔ اسباب کشاد رزی مال مولیشی اور غلہ اور محاصل
اراضی سب بیر اللہ خان کے پنجہ تصرف میں آچکے تھے۔ اس کے علاوہ
ملکی شور و شر کے زمانہ میں رعایا بھی کاروبار دنیاوی محو کر کے فتنہ پر دازمی
اور مفسدہ انگیزی میں مصروف رہی یہاں تظاول اور تاراج کے جہیم و طہرس
میں مجبوراً کام کاج سے پہلو ہتی کرتی رہی۔ خدا خدا کر کے جان نشتار کی
جان نشتاری نے کچھ عرصہ سے اس بدامنی اور بے چینی کو دور کر دیا۔
اور زمیندار کا شتہ کاری اور زراعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس پر راہ
سادن میں متواتر بارشوں نے ان کی ساری محنت دریا برد کر دی۔ فصل
خام رہا۔ ادھر غلہ داروں نے رکھا رکھا باغلوہ بار کھا۔ اور سخت گرانی شروع
ہو گئی۔ روز بروز اس کی شدت بڑھنے لگی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ
ایک روپیہ کو دو سیر غلہ بھی مانتہ نہ آتا۔ فاقہ کشی سے لوگ اس قدر مر رہے
تھے کہ ان کی لاشیں سمبھالنی مشکل ہو گئیں۔ کفن نو دستیا ب ہی نہ ہوتا۔

گھاس میں لپیٹ کر مروے دفن کرتے یا دریا میں ڈال دیتے۔ جس سے
 پانی متعفن ہو گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اتنی ہمت بھی کسی کو نہ رہی۔ مردے جہاں کے
 تہاں پڑے رہتے کتے بلیاں۔ کوءے۔ گدے وغیرہ جانور گوشت کھا کر فتن
 کرنے والوں کے فرائض ادا کر دیتے۔ ماں۔ باپ بچوں کو ناشتہ بنا کر شدت
 گرسنگی رفع کرتے۔ ہزاروں بچے لڑکے لڑکیاں۔ روزمرہ فروخت ہوتے
 اور دو تین تین ٹکے سے زیادہ مول نہ پاتے۔ اس آتش قبر الہی میں
 قریب ایک تہائی آبادی طبعہ اجل ہو گئی۔ دوسری تہائی جلاوطن ہو گئی۔ اور
 تیسرا حصہ سخت مصائب جھیل کر پیچھے بچ رہا۔ سات ماہ کا لہی زور و شور
 آخرت میں فصل نے خدا کی عنایت کے دروازے کھول دیئے۔ انہیں دنوں
 میں خواجہ علاؤ الدین نقشبندی المعروف خواجہ مرزا اور حاجی عتیق اللہ قادری
 ملارٹی۔ نے عوام کے شور و ادویا پر شورش برپا کر دی۔ اور غلہ داروں پر نراخت
 و تاراج مچا کر ان کا مال و متاع اور گھر بار ویران کر دیا۔ افراسیاب بیگ نے
 ان کی ہدایت کے لئے فوج بھجوائی جس نے محلہ زمینہ کدل میں جہاں
 معتمدون کا ہجوم تھا۔ ان پر تلوار چلاتی شروع کی۔ ہزاروں مکان جلا دیئے۔
 حاجی عتیق اللہ اور اس کے سارے ہمراہی بھاگ گئے۔ درودہ روپوش ہو گیا۔
 دوسرے دن نائب ناظم نے مصالحت کا سلسلہ چھیڑا اور خواجہ
 علاؤ الدین نقشبندی اور بعض دیگر سربراہ درودہ اصحاب کو دربار میں بلایا
 اسی اثناء میں حاجی عتیق اللہ بھی گرفتار ہو گیا۔ افراسیاب بیگ نے خواجہ صاحب
 کو سیاست قائم رکھنے کے لئے اس کے ہمراہیوں سمیت بادشاہ کے
 پاس بھجوا دیا۔ اور ساتھ ہی میر بہاؤ الدین قادری اور خواجہ ہاشم دہ سیہ سی
 کو بھی جن کا اس ہنگامہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ گرفتار کر کے دہلی بھجوا دیا۔ حاجی
 عتیق اللہ کو نائب ناظم سے درستی اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آیا
 تھا قتل کر دیا۔

انہیں دنوں میں مرحوم ابوالبرکات خان کا داماد میر عمر کو جو اپنے
 محترم بیگ کے ہاں موضع سیرنگتہ کماورہ پارہ پناہ گزین تھا۔

جادہ اعتدال سے باہر ہوا اس نے چند اویاسیوں کو اکٹھا کر کے اسلام آباد کے تھانہ دار کو قتل کر دیا۔ افراسیاب بیگ نے اس کی گوشمالی کے لئے فوج بھجوائی۔ جن نے مختشم بیگ اور اس کے لڑکوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا لیکن میر عمر بھاگ کر کشمیر چلا گیا۔ اس شور و شر کے فرو کرنے میں بھی رعایا کو سخت آزار پہنچا۔ تاریخ اس واقعہ کی ”قہر دم کشمیر ہے“

۱۱۵۹ھ سال ۱۷۴۶ء میں قحط نے پھر منہ دکھایا۔ سات اٹھ روز کو خردار شمالی بکنے لگی۔ انہیں دنوں میں دوسری جمادی الاول ۱۱۵۹ھ کو طوفان باد شروع ہوا۔ جس سے ہزاروں درخت گر گئے۔ اور لوگوں کا بڑا نقصان ہوا۔ اگر دو غبار سے تمام عالم پر سیاہی چھا گئی۔ اور ایسا اندھیرا ہوا کہ لوگوں نے دن دناترے چراغ روشن کر لئے۔ کوئی بیس دن بعد موسلا دھار بارش شروع ہوئی اور سیلاب برپا ہو گیا جس سے قریب بیس ہزار مکان بہ گئے لیکن خلاف معمولی اس ”طغیان ملک“ نے قحط کی آفت رفع کر دی۔

اسی سال ۱۰ جمادی الثانی ۱۱۵۹ھ کو نادر شاہ آدھی رات کے وقت قوم فزلیاں اور افشار کی سازش سے اپنے ہی فوجداروں کے ہاتھ سے مقتول ہو گیا۔ اور احمد شاہ ابدالی نے جو نادر شاہ کے مصاحبوں میں سے تھا۔ اپنی قوم کے چار پانچ ہزار آدمی لیکر پہلے نادر شاہ کے قاتلوں کی خبر لی اور پھر عمان حکومت ہاتھ میں لیکر اس کی سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اور ربط و ضبط ممالک میں مصروف ہوا۔ تمام مقبوضات میں معتقد بھی اگر نادر شاہ کی ساری سلطنت کا مالک بن گیا۔ منجملہ ان کے احمد شاہ کے ایک۔ اعظم سردار جہان خان بامیری نے جو صوبہ پشاور کی نظامت پر ممتاز ہوا۔ افراسیاب بیگ سے میر کشمیر کی اجازت چاہی۔ افراسیاب بیگ نے اس کی درخواست کو بکمال خوشی منظور کر لیا۔ لیکن سردار جہان خان نہ تو کشمیر آیا اور نہ اس نے نائب ناظم کو کوئی مزید جواب دیا۔

جب اٹلیان کشمیر نے احمد شاہ ابدالی کی سخت دشمنی کا حال
 ان کے لئے فتنہ پرداز سی کا دوسرا ڈسنگ نکل آیا۔ انہوں نے
 ابدالی زانی کو لکھ بھیجا کہ آپ کشمیر کے لئے کوئی ایسا ناظم مقرر کر کے بھیج
 ہم لوگ سد بغیر ابدالی جھگڑے کے ناظم حال کو اس کے حوالہ کر دیں گے
 یہ نصیحت افراسیاب بیگ کے ماتھے لگ گیا اس نے مصلحت وقت
 لحاظ سے اور کوئی کارروائی تو نہ کی۔ مگر اس تحریر کو امرائے کشمیر
 روبرو ڈال دیا۔ اس وقت تو سب خاموش ہو گئے۔ لیکن انہیں نا
 ناظم کی بدگمانی کا خیال پیدا ہو گیا اور اب ذہ اندہ ہی اندہ پہلے سے
 زیادہ اس کی مخالفت پر مستعد ہو گئے۔ اسی قبل وصال کے درمیان
 میں عصمت اللہ خان بہراہی محدث خان پسر دوٹم محتوی خان مرہ
 پشاور سے تین چار ہزار سوار ساتھ لیکر براہِ توسہ میدان دار و خطہ چو
 افراسیاب بیگ میر مقیم اور خواجہ ظہیر وغیرہ منصب داروں کو
 لیکر غنیم کے مقابلہ کو نکلا۔ گریو حیرہ اوڈر پر فریقین میں لڑائی مشہ
 ہو گئی۔ اگرچہ باشندگان کشمیر خصوصاً سردارانِ دولت اکثر عصمت اللہ
 کے مددگار اور معاون تھے۔ لیکن قضا و قدر نے کسی کی بھی پیش
 چلنے دی۔ افراسیاب بیگ ہر چند فتحیاب ہو گیا تاہم اہم اعلیٰ
 سرسری نگر نے عصمت اللہ خان کی دلجمعی کی اور اسے سرسری کو کشش
 آمادہ کر دیا اور وہ نہایت سے لوٹ کر سرسری نگر کی طرف بڑھا۔ موضع
 ہٹنگ سے دریائے بھت پایاب کر کے موضع آسپار کے
 میں آ پونچا۔ افراسیاب بیگ کو جب اطلاع ہوئی تو وہ بھی توجہ لپ
 خواجہ موسیٰ کے باغ میں آ گیا اور پھر افواجِ افغانہ سے مجاہد و مفت
 شروع کر دیا۔ لیکن اب کے افراسیاب بیگ کو پیچہ دکھائی پڑی
 عصمت اللہ خان کو جس طغیانی سے بچا تا سرسری نگر میں داخل ہو گیا۔ جس
 نوشہرہ میں پونچا تو کسی نہایت خوردہ سپاہی سے جو دیوار کی آڑ بنا کر بار
 پھینکا ہوا تھا۔ سوراخ دیوار سے عصمت اللہ خان کا نشانہ کر کے ابا

گولی سے اس کا کام تمام کر دیا۔ خواجہ جلال اپنے مقتول رفیق کا سر کاٹ کر
 سورہ کو کھل گیا۔ لیکن افراسیاب بیگ نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔
 فوج بھی کچھ تو جانیں لیکر بھاگ نکلی اور کچھ افراسیاب کی تیغ بران
 رہ گئی۔ محدث خان جو جنگ چیرہ اوڈر سے بھاگ کر اور جبہ کدل کو
 لگا کر اپنے مکان میں آ بیٹھا تھا عصمت اللہ خان کے قتل ہونے پر
 ظہیر کے مان پناہ گزین ہوا۔ پھر وہاں سے بھاگ کر ہندوستان
 آ گیا۔ عصمت اللہ خان کی لاش مقتل ہی میں سورہ کے راستہ پر
 ان ہوئی اور افراسیاب بیگ کو خدا نے ایسی حالت میں اپنی
 رشت کا ملہ کا تماثہ دکھا کر مظفر و منصور سری نگر میں پونچھا دیا۔ اس واقعہ
 کی تاریخ جان محمد بیگ سامی نے اس طرح قلمبند کی ہے۔
 تاریخ چنیں واقعہ میکر دیان بالتمیہ بیچ اس اسجد خان
 از خطہ کشمیر شہ فوج پٹمان۔ اسب و زرد و تقدیر کہ ماندوران ۱۱۶۱ھ
 اس کے بعد جلدی ہی ۲۴۔ ۵ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ میں محمد شاہ کا
 انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا احمد شاہ گدھی نشین ہوا جس سے محمد شاہ
 کے وقت کی نظامت کشمیر بھی ختم ہو گئی۔

محمد ابو النصر مجاہد الدین احمد شاہ

ایام حکومت ۶ برس ۳۵۳۔ ۳۵۴ روز ۲۸ شوال ۱۱۶۱ھ بقایت ۱۱۶۲ھ

مطابق ۱۱۶۱ھ بقایت ۱۱۶۲ھ ہجری

محمد ابو النصر مجاہد الدین ۲۴۔ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ کو شنبہ کے دن
 بمقام دلی پیدا ہوا۔ اور واقعہ ۲۔ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو پانی پت میں تخت
 نشین ہوا۔ شجاع اور بہادر تھا ایام شانہ رادگی میں اس نے بمقام سرہند
 خونی لڑائی کے بعد احمد شاہ ابدالی پر نمایاں فتح حاصل کی اور یہ آخری
 فتح تھی جو شاہان مغل میں سے اس بادشاہ کو نصیب ہوئی۔ اسے

اپنے وزیر سے شکر رنجی ہوئی۔ جن کے باعث دربار شاہی میں بدام
ہنگامہ برپا رہتا۔
اس کی سخت نشینی کے چھٹے سال ۱۷۵۳ء میں آلہ قلیان صوبہ کشمیر کے
عہد میں ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم نے میر تقیم کنٹ نائب صوبہ
سے جنگ وجدل شروع کر دی اور اسے منہزم کر کے حکومت ملک
پر خود قابض ہو گیا۔ اسی اثنا میں میر تقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر نے احمد شاہ ابدالی
کو تخی کشمیر پر آمادہ کیا جس نے ۱۷۵۴ء مطابق ۱۱۶۶ھ میں عبداللہ خان ایک
اقا جس کو کشمیر کے صوبہ نمبر کو بھی اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا۔ جس سے
حکومت ملک شامان چنتائی کے ماتھے سے نکل کر افغان
کے ماتھے آگئی۔

صوبیدار جواہد شاہ نے کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے
(۱) ابوالنصور خان بہادر صدر جنگ ۵ سال ۱۰ روز ۱۷۵۴ء لغایت ۱۷۵۹ء
مطابق ۱۱۶۱ھ سے ۱۱۶۶ھ ہجری

نائب صوبہ
(الف) افراسیاب بیگ خان ۲- سال ۱۰ ماہ ۸ روز ۱۷۵۹ء لغایت ۱۷۶۲ء
مطابق ۱۱۶۱ھ سے ۱۱۶۵ھ ہجری
رب احمد علی خان ۲- سال ۱۰ ماہ ۸ روز ۱۷۶۲ء سے ۱۷۶۵ء مطابق ۱۱۶۵ھ
رج ملک حسن ایرانی ۲- ماہ ۸ روز ۱۷۶۵ء سے ۱۷۶۶ھ ہجری

۴) آلہ قلی خان ۵ ماہ ۱۷۶۵ء مطابق ۱۱۶۶ھ
نائب صوبہ
(الف) میر تقیم کنٹ ۱۷۶۶ء مطابق ۱۱۶۶ھ

ابوالنصور خان بہادر صدر جنگ بعد کشمیر
۵- سال ۱۰ روز ۱۷۶۶ء سے ۱۷۶۹ء
محمد شاہ کے انتقال پر احمد شاہ نے بھی صدر جنگ ہی کو لگاتار

کشمیر کا پروردانہ عطا کیا جس نے افراسیاب بیگ کو بدستور نیابت پر قائم رکھا۔

افراسیاب بیگ نائب صوبہ
۸ سال ۱۰ ماہ ۱۰ روز ۱۱۹۴ھ سے ۱۲۰۲ھ
۱۱۹۴ھ
۱۲۰۲ھ
افراسیاب بیگ خان محمد شاہ کے
عہد میں متواتر حادثات کا مقابلہ کر کے
فراغت ملی حاصل کر چکا تھا۔ اب ہمام علی کے اندرونی معاملات کے
انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ سردار جہان خان ناظم پشاور عصمت اللہ خان
کے قتل کے بعد ہمیشہ اسی فکریں رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح افراسیاب
سے انتقام لے۔ دوبارہ فوج کشی کرنے کی جرأت تو نہ کر سکا۔ لیکن
اس نے طالب علی خان کو درپردہ ہمارا سبنا کر اس کے قتل پر آمادہ
کر دیا۔ اس پکیش نے ہاؤ خود اس کے کہ افراسیاب سے قہر پی رشتہ
بھی رکھتا تھا۔ اسے زہر دیکر مار ڈالا۔ حضرت بل کے متصل دفن کیا
گیا۔ لوح مزار پر یہ رباعی کندہ ہے۔

نواب بہادر و فلک قدر زیں دار قتل چوروئے بر تاخت
جبریل ز غیب گفت بہ بہ زیر قدم رسول جا یافت

احمد علی خان نائب صوبہ
۱۲۰۲ھ مطابق ۱۸۱۷ء
احمد علی خان افراسیاب کا بیٹا کشمیری
حرم کے بطن سے تھا۔ باپ کے انتقال پر
ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے نیابت صوبہ اسی کے سپرد کر دی
چونکہ یہ کم سن تھا اس لئے اس کا گارڈین اور معاون ملک حسن ایرانی
مقرر ہوا۔ ملک حسن ابوالمنصور کے معتمدوں میں سے تھا۔ اس
لئے اسے احمد علی خان کی ماتحتی گوارا نہ ہوئی۔ اندر ہی اندر جلنے لگا۔
ایک دن باپ کی فاسخ خوانی کے لئے احمد علی حضرت بل جارا تھا
کہ ملک حسن نے آقا باقر اور حسن علی الہی کی معاونت سے آثار مبارک
کے دروازے پر اسے گرفتار کر لیا اور ملاحوں کے ماتھے سے
قتل کروا ڈالا۔ لاش سربینگر لاکر مٹی کے نیچے چھپا

اپنے وزیر سے شکر رنجی۔ منصوبہ کچھ یعنی احمد علی خان کا کام تمام کر کے
ہنگامہ برپا رہتا۔ ملک حسین نیابت خود سیمہال بیٹا۔ لیکن
اس کی سخت تشویش اپنی نیت کا بدلہ لیا۔ اور دو ماہ کے اندر ہی
اندراجہ ظہیر زیدہ مری کی ترغیب سے معزول کیا گیا۔ خواجہ
ظہیر جو افراسیاب کے عہد میں صاحب کار اور مدار الملک کے
رتبہ پر ممتاز تھا۔ میدان خالی پا کر نیابت پر خود قابض ہو گیا۔ لیکن
اعیان ملک نے اس کی حکومت کو ناپسند کیا۔ اور احمد شاہ
چغتائی کے پاس نئے صوبیدار کی تقرری کے لئے
درخواست بھیجی۔ جہاں سے آملی خان صوبیدار کی
لئے منتخب ہوا۔

(۲) اللہ علی خان صوبیدار کشمیر

۱۱۵۲ھ سے ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۱۶۵ء سے ۱۱۶۶ء
آملی خان نے قیامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے میر مقیم
کنٹ کو نائب اور قائم مقام بنایا۔ خواجہ ظہیر اپنی جلالت طبع سے
خود بخود مدار الملہام بن گیا۔ اور امورات ملکی باتفاق نائب سرانجام دینے
لگا۔ میر مقیم زفاہیت خلق اور آسودگی رعایا کے لئے ہمیشہ سادگی رہا۔
لیکن اس نے جنگی اخراجات کی زیادتی محسوس کر کے بہت سے
سپاہیوں کو معزول کر دیا۔ اور باقیوں کی تنخواہیں بھی کم کر دیں۔ جس سے
فوج بے دل ہو گئی۔ قریباً پانچ ماہ کے بعد ابوالبرکات خان
کے بیٹے ابوالقاسم نے جو آوارہ و پریشان محلہ تلاش پورہ میں
بیٹھا تھا۔ بعض منصب داروں کے اعزاز سے معزول
شدہ سپاہیوں کو جمع کر لیا۔ اور کافی جمعیت ہم پر بھرا کر اپنے
شورش ہوا اپنے بھائی نور الدین خان کو اس نے تو کدل کے راستے
پر امور کشمیر اور خود نالہ مار کے زیستے محسد ذہرہ مرچن سید
کے مکان پر محسد آور ہو گیا اس کے گھر بار کو آگ لگا کر مال و اسباب

ہوٹ لیا۔ دوران حملہ میں یہ شعر اس کی ورد زبان تھا۔
بعد ازیں دست من و دمان کوہ بیتون
وارث فریاد دم و دارم از و دعویٰ خون

میر مقیم تاب مقاومت نہ دیکھ کر علاقہ کہوٹامہ کی طرف بھاگ گیا۔
احب ظہیر بھی روپوش ہو گیا۔ اور ابوالقاسم سند حکومت پر جا بیٹھا۔
اس کے بعد میر مقیم کنٹ نے قوم بمبہ کے آدمی فراہم کر کے علم تقابل
کے لئے کیا لیکن ابوالقاسم حکمت عملی سے مصالحت کر کے اُسے
شہر میں لے آیا۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی صوبہ کشمیر شامان دہلی کے
مقتضہ اقتدار سے نکل گیا۔ اور ابوالقاسم نے خود سر حکومت
کی بنیاد ڈال دی۔ اسی اثنا میں جب احمد شاہ ابدالی
بقصد تخییر ہندوستان لاہور مقیم تھا۔ تو میر مقیم
کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ مری نے بوجہ خصومت و عداوت
اسے تخییر کشمیر پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اُس نے ۱۷۵۳ء
مطابق ۱۱۶۵ھ کو عبداللہ خان ایشک اقا صی کو پسند رہ نہار
جس دیدہ سپاہ ساتھ دیکر کشمیر بھجوا یا۔ ایشک اقا صی جب
راجور ہی پہنچا۔ تو ابوالقاسم خان نے سید محمد عابد کو بطور وکیل
اس کے پاس بھجوا یا۔ اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ تعلیقندی
پیش کش کرنے کا اہتمام کیا۔ ایشک اقا صی وہیں ٹھہر گیا اور
نذرانہ مذکور کے پونچنے کا انتظار دو ماہ کامل کرتا رہا۔ اسی
اثنا میں ابوالقاسم نے خواجہ ظہیر کو قسید خانہ سے
نکال کر سازش کے الزام میں قتل کر دیا۔ اور اُس کی لاش کو عیسیٰ مدفون
نہ کرنے دیا۔ تاریخ وفات۔ ظہیر گل ۱۱۶۵ھ

ایشک اقا صی بعد انتظار بسیار متوجہ دیار
کشمیر ہوا۔ ۱۷۵۳ء میں قصبہ شوپیان میں وارد ہو کر خیاں
زن ہوا۔ ہنگام کشت و قتار بہ جنگ و جدل شروع

ہو گیا۔ پندرہ روز تک آتش کارزار مشتعل رہی۔ آخر الامر
 ابوالقاسم کا سپہ سالار گل خان خیمبری عبداللہ خان ایشک
 اقصی سے مل گیا اور قاسم بے حوصلہ ہو کر میدان سے
 ہٹا گیا۔ لیکن گرفتار ہو گیا۔ ایشک اقصی مراجعت
 کے وقت اسے اپنے ہمراہ کابل لے گیا۔ جہاں
 اپنی حسن لیاقت اور قابلیت کے باعث دم بادشاہ
 کا مقبول نظر ہو گیا کچھ عرصہ بعد وہاں سے ہندوستان
 آگیا۔ جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے صرف تین ماہ
 حکومت کشمیر کی۔ اور اسی عرصہ میں سلطنت ملک ایک خاندان
 سے نکال کر دوسرے خاندان کو دے گیا۔ ابوالقاسم خان
 بڑا عالی ہمت اور صاحب حوصلہ تھا۔ اور اگر بعض ایسے
 ابدالی کو حملہ کشمیر پر آمادہ نہ کرتے۔ تو تاریخ کشمیر کے اگلے صفحوں
 میں دوسرا ہی نقشہ دکھائی دیتا۔ اسے شہر و مومن کا بھی
 شوق تھا۔ صافی متخلص تھا۔ یہ ریاحی ایسی کی طبع زاد
 ہے۔

بردگوار صنت خطر بچان نوشتہ اند

یابوستان بگرد گلستان نوشتہ اند

نوشتہ مجھ من کے اوصاف زلف تو

جملہ نوشتہ ایک پریشان نوشتہ اند

اورنگ زیب

دور حکومت شاہان افغانہ

از ابتدا کے ۱۷۵۳ء لغات ۱۸۱۹ء مطابق ۱۱۶۶ھ لغات ۱۲۷۷ھ ہجری
 پریسیدہم از خرابی گشتن ز باغباں افغان کشید و گفت کہ افغان خراب کرد
 اس خاندان کے بانی احمد شاہ ابدالی کی زندگی کے حالات یہی کارنامہ قدرت
 الہی کی پیچیدگیوں کا اعلیٰ ترین عقدہ ہیں۔ اس سے پہلے کہ حیرت انگیز سوا اس
 کے آقا نادر شاہ کی زندگی کا ہے جسکی سرپرستی نے احمد شاہ کو شاہان افغانہ کی
 حکومت کا بانی بنایا۔ چونکہ اسے اس اورنگ سے ایسا قریبی تعلق نہیں اس لئے
 اس کے ابتدائی حالات سے اغماض کر کے صرف وہی حالات قلمبند کئے
 جاتے ہیں جنکی اس اورنگ میں ضرورت ہے۔ احمد شاہ ابدالی محمد آفاق خاں
 بن عبداللہ خاں بن حیات سلطان کا بیٹا قوم سندوزئی المشہور ابدالی تھا۔ اسکے
 جد امجد پہلے ملتان واقعہ پنجاب میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے دادا عبداللہ خاں
 نے معہ اپنی قوم کے ۱۱۲۹ھ میں ملتان سے ہجرت اختیار کر کے علاقہ ہرات
 میں بود و باش اختیار کر لی۔ وہاں ہی اس قوم کے قریب ساٹھ گھر پہلے سے آباد
 تھے۔ عبداللہ خاں ذاتی شجاعت اور دلیری کے باعث ساری قوم کا سرگروہ
 اور سرغنہ بن گیا اور اس نے ایسا عروج حاصل کر لیا کہ اپنے علاقہ کا خود مختار
 حاکم شمار ہونے لگا۔ کئی مرتبہ اس نے حاکمان ہرات کے برخلاف بغاوت
 کر کے شجاعت اور جلاوت کے جوہر دکھائے۔ کچھ عرصہ تک مخالفوں کے ہاتھ
 میں قید ہی رہا۔ اور آخر کار زمان خاں واسطے ہرات کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسکے
 بیٹے نے بحیثیت مجموعی اس وادان کی زندگی بسر کی۔ جب نادر شاہ نے خراسان
 کے بعد ہرات پہنچا تو اس کا پوتا احمد خاں ابدالی شاہی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ذاتی
 جوہر اور حسن اوضاع و اطوار سے اس نے نادر شاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور
 رفتہ رفتہ اس کے خواصوں اور مشیروں میں داخل ہو گیا۔ اور نہر وقت بادشاہ کا

ہم کاب رہنے لگا۔ نادر شاہ کو اس کی خیال و حال ایسی پسند خاطر ہوئی کہ وہ بار بار لکھا کرتا تھا کہ من ورا میران و تو زان و بند وستان پیچ کے مثل احمد خاں نیک محسن مدیم ایک دن اس کے متعلق نادر شاہ نے پیشین گوئی کی اور اسے مخاطب کرنے کے کہا۔ اسے احمد خاں اس سخن یاد داری کہ بعد از من مالک این سلطنت تو باشی در آن وقت جوق نعمت من یاد داری و فرزند ان مراد کشف حاضرت خود گمباری۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ جب نادر شاہ مارا گیا تو اس کے لڑکوں میں سلطنت کے قابل کوئی بھی نہ تھا۔ اور احمد خاں نے میدان خالی پا کر فوراً تخت حکومت پر قبضہ کر لیا اور احمد خاں سے احمد شاہ بن گیا۔ نادر شاہ کی تمام فتوحات قبضہ اقتدار میں سے آیا ہندوستان پر بھی اس نے کئی حملہ کئے اور وہ عروج پایا کہ ابوالعزم شہنشاہوں میں شمار ہونے لگا۔ ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ء ہجری میں میر تقی محمد کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ مری کی ترغیب سے جبکہ مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اس نے عبداللہ خاں ایشک اقامی کے ذریعہ کشمیر کو بھی فتح کر کے تمام دیرینہ انتظام کو درہم برہم کر دیا۔ قریب چھیانوے سال تک کشمیر میں افغانہ حکومت رہی۔ اس عرصہ میں حملہ کشمیر طرح طرح کے مظالم کا تجربہ متحمل ہوا۔ جس قدر صوبیدار کشمیر میں آئے تقریباً سب کے سب یہاں کی آب و ہوا سے متاثر ہو کر خود مختار بننے لگے۔ آج ایک صوبیدار مقرر ہوا۔ کل وہ باغی ہو گیا اس کی سرکوبی کے لئے دو سالہ سوار آ رہا ہے۔ جب اس نے کچھ دن کاٹے تو وہ بھی سرکشی ہو گیا اب اس کے رام کرنے کی جویریں ہو رہی ہیں۔ جب تک کابل میں امن قائم رہا ورنہ ابوالشاہ آئے دن تازہ تازہ یہاں بھیج کر کشمیر کو تہ و بالا کرتے رہے آخر جب وہاں بھی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور محمود شاہ نے زمان شاہ کو گرفتار کر کے قلعہ و فیاد کی بنیاد قائم کر دی۔ تو ان لوگوں کو اپنی پڑ گئی اور کشمیر کی حالت بگڑنے لگی ایسی حالت میں سلطنت کا استحکام کیسے ممکن تھا۔ کابل کی وہ حالت تھی اور وزیر فتح محمد خاں نے یہاں کی باتوں کو دور کرنے کے لئے ۱۲۲۹ء ہجری میں مہاراجہ رنجیت سنگھ والے پنجاب سے امداد کے لئے کشمیر پر فوج کشی کر دی اس کا رروانی نے انتظام کشمیر کو باطل بل دیا۔ درحقیقت اسی امداد نے کشمیر کو مسلمانوں کے ہاتھ سے

ہمیشہ کے لئے نکال دیا۔ کیونکہ وزیر صاحب نے اُس کے عوض ہمارا جو موصوف کو آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا تھا اور جب دوسرے سال سردار محمد عظیم خاں نے باہمی کشمکش کے باعث خراج دینا بند کر دیا تو واسطے پنجاب کو یہی موقع مل گیا۔ فوراً فوج لے کر چڑھ آیا۔ اس سال تو ناکام ہی رہا لیکن ۱۰۱۹ء میں پٹنہت ہیرنل کی ترغیب سے اُس نے پھر لشکر کشی کی سپہ سالار مصر دیوان چند نے داخل کشمیر جو ملک کوتہ و بالا کر دیا اور حکومت ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین کر سکھوں کے ہاتھ میں دے دی۔

شجرہ نسب

احمد شاہ ابدالی

تھور شاہ سلیمان شاہ سکندر شاہ پیر پٹنہ
 محمود شاہ زبان شاہ عباس شاہ شجاع الملک شاہ پور فیروز شاہ
 شہزادہ کامران شاہ شجاع الملک

احمد شاہ ابدالی

ایام حکومت ۱۹ سال ۴ ماہ ۲۷ روز ۱۷۵۳ء عنایت ۱۷۶۲ء

مطابق ۱۱۶۶ھ عنایت ۱۱۸۶ھ ہجری

اجمادی الثانی ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۳ء میں نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد خاں عنان حکومت ہاتھ میں لے کر احمد شاہ ابدالی کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطنتِ غلیہ کی کمزوری اور افغانوں کی فتوحات کا حال سکر بھٹس امرائے کشمیر نے احمد شاہ سے ساز باز کرنا شروع کیا۔ ابدالی کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور رنلوں کی کمزوری کی وجہ سے جو فتنہ و فساد اٹھنے والا تھا۔ اس کی طرف اس کو توجہ دلائی۔ پہلے پہل ۱۷۵۸ء میں محمد شاہ خاں کشمیری سردار جہان خاں بامیتیری ناظم پشاور کے سپہ سالار عصمت اللہ خاں کو پہلو لایا جس کے بعد ابدالی نے

کی زیادتیوں سے تنگ آکر میثم کنت اور خواجہ تلمیذ ویدہ مری نے خط و کتابت
 کر کے احمد شاہ کو دوبارہ فوج کشی کرنے پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے لاہور سے
 عبداللہ خاں ایشک اقامی کو کشمیر بھیجا جس نے ابو القاسم کو گرفتار کر کے ۱۱۳۷ھ
 میں کشمیر میں حکومت افغانہ کی بنیاد ڈالی۔ مگر کہ زور پلچوٹنے اہل کشمیر کے دلوں میں
 تیرکوں اور افغانوں کے جوہر و تہدی کا جویم و ہر اس بچھا دیا تھا مفلوں کی سبے ریا
 حکمت نے اُسے بالکل دور کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے پٹھانوں کو بھی
 مثل ہی خیال کر کے دعوت کشمیر دی لیکن ایشک اقامی نے واپس کشمیر ہو کر
 اندالوپ کے مظالم اور سرفرازہ کر دیئے۔ اور انہیں یاد دلا دیا کہ مفلوں کی حکومت
 ان کے حق میں کیسی مفید تھی مگر قدر عافیت کے واند کہ یہ مصیبتے گرفتار آید ایشک
 خلق خدا کو طرح طرح کے عذاب شدید پہنچا کر انہیں کفران نعمت کا مزاج کھانے
 لگا۔ جلیل القدر کو وہ ہے کی سچوں سے چھوڑا کر مار ڈالا۔ قاضی خاں سے ایک
 لاکھ روپے مسادورہ لیا۔ سپر ہی اُس کے بیٹے کو ایسا عذاب دیا کہ بچا رہ تنگ
 آکر دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ پراسہ شاہی خسرواں و وفائیں اور مال و اسباب
 تو قاضی عبداللہ کے لئے شیر اور ہی تھے اس نے تمام رعایا پر لوٹ مار چا دی۔
 جوہر و ستم ظلم و دغا و قاتلانہ تاراج، احمد مسادورہ و جہر مانہ اور مذرا نہ غرض جس طرح
 ممکن ہوا اُس نے غریب رعایا کو لوٹنے میں کوئی فرق نہ رکھا۔ تمام ملک میں شور
 و ادیا برپا ہو گیا۔ ملا احمد اس واقعہ کو ان دروائیز الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

شد نے نغمہ کو چڑھایا و	حرف افغان چور میان اقاماد
شور افغان چو ہشتم بے قیل	یادم آید ز صور اسرافیل
بس کہ پر شور کا افغان ہت	شور و یار افغان ہت
ایں زماں خاصہ گوشہ کشمیر	شد ز افغان چونے بہ نالہ سپر
خواست حق کیں میں مینازنگ	چو دل نے شور ز افغان تنگ
دہشت دور از تصرف چختہ	بے سرور از تصرف چختہ
کر دہر و سہرے سلطافغان را	بلاغ جہشید واد دیوان را
بود این گل زمین سلیمان باغ	شد ز دیوان کنوں سلسر داغ

ناگہاں چوبلا سے دانستہ شاہ قاضی رسید در کشمیر الخ
 القصہ عبد اللہ خاں ایشک قاضی پانچ ماہ چوبیس روز تک میر مقیم کنٹ کی
 رہنمائی سے جو روخا کا بازار گرم رکھ کر عبد اللہ خاں کابلی کو منصب صوبیداری
 اور سکہہ جیون مل کو انتظام صاحب کاری سپرد کر کے خود بمراقت میر مقیم
 ابو القاسم اور چند دیگر اعیان ملک ایک کروڑ روپیہ نقد و جنس کے ساتھ واپس
 چلا گیا۔ خواجہ عبد اللہ خاں کابلی نے ایشک قاضی کی مراجعت پر ۱۵۲۳ء میں
 عنان حکومت ہاتھ میں لی اور عدل و انصاف سے کام لینے لگا۔ لیکن سکہہ جیون مل
 نے اسے آرام نہ لینے دیا۔ خواجہ عبد اللہ کو منصب صوبیداری پر ابھی چار ماہ
 روز ہی کا عرصہ گزر تھا کہ ابو الحسن بانڈے کی سازش سے سکہہ جیون مل نے اسکو
 مع اس کے فرزند کے قتل کر دیا۔

۱۵۲۷ء سے سکہہ جیون مل کی حکومت شروع ہوئی۔ اس نے
 ابو الحسن کو بناؤت کے صلہ میں رتبہ صاحب کاری اور دارالہمامی دیا اور فتنہ و فساد
 مٹا کر خود مختار حکومت کرنے لگا۔ اسی اثنا میں جب احمد شاہ ابدالی نے عبد اللہ
 کابلی کی موت اور سکہہ جیون مل کی سرکشی کا حال سنا تو اس نے جیون مل کو
 اپنا اہلکار تصور کر کے کسی عزیز کاروائی کی ضرورت سمجھی اور نظامت کشمیر کا
 پروانہ اسی کے نام بھجوا دیا۔ ساتھ ہی بادشاہ نے اپنا تسلط قائم رکھنے کے
 خیال سے عظمت اللہ خاں مرحوم کے خسر خواجہ کچک کو نائب صوبہ بنا کر کشمیر بھیجا
 سکہہ جیون مل بھی مقتضائے مصلحت پہلے تو بالکل خاموش ہو گیا۔ اور نائب صوبہ
 سے متفق ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب احمد شاہ ابدالی نے
 کچھ روپیہ اور دیگر تحفہ و تحائف کشمیر خواجہ کچک سے بھی وہ چند مالیت رکھتے
 تھے ناظم کشمیر سے طلب کئے تو سکہہ جیون مل نے بدعتی سے عدم اطاعت
 ظاہر کر کے صاف انکار کر دیا۔ اور خواجہ ابو الحسن خاں بانڈے کے اتفاق سے
 بادشاہ سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے یہ بھی کوشش کی
 کہ خواجہ کچک ملک حسن خاں ایرانی، اعظم خاں و میر خاں کو بھی بناؤت میں شامل
 کرے۔ لیکن انہوں نے حقوق شاہی نہ نظر دیکھ کر انکار کر دیا۔ بلکہ اس کے برخلاف

قرب دوہزار تھیں۔ تبارہ سپاہی لے کر مقام بارہ مولہ ٹوٹ گئے۔ سو کہہ جیون
فوج لے کر ان کے متعاقب دوڑا۔ اور خونریز لڑائی کے بعد ملک حسن عظیم خاں
اور میرہ خاں قاتل ہوئے اور خواجہ کچیک مغارب ہو کر ملک سے ہر کیا گیا۔
سو کہہ جیون مل منظور و مقصد واپس آگیا اور اب اس نے حکم دیا کہ شاہ والا گہر
باو شاہ دہلی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

خواجہ کچیک نے قیام کشمیر کے دنوں میں اپنے داماد کی قبر درست کرا کے
مقبرہ طیار کر دیا اور اس کے متصل ایک مسجد بھی بنوائی۔ منجہ دیگر اشعار کے
عظمت اللہ خاں کی لوح مزاجہ شیریں کنندہ کرایا۔

کشمیر را مدید و نفس ہم نکر و راست طو ورا از پنجماں بچمان و گر کشید
خواجہ کچیک کی واپسی پر احمد شاہ ابدالی نے پہر عبد اللہ خاں ایشک اقا صی کو
تیس ہزار سپاہ کے ساتھ جیون مل کی کوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ ایشک اقا صی
کا حوصلہ پہلی چڑھائی سے بڑھا ہوا تھا اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ غین موسم سرما میں براہ
پونچھ کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ سکہ جیون ہی فوج آراستہ کر کے مقابلہ کے لئے مقام
حیدر آباد پہنچا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ اسی اثناء میں بارش برف بھی بکمال شدت
گرنے لگی جس سے افغان سخت لاچار ہو گئے۔ سکہ جیون مل نے تیرہ خاں کہکے
کی معاونت سے غنیم کی فوج کو درہم برہم کر دیا۔ ایشک اقا صی پہاگ گیا۔ کسی پٹھان
گزقار ہو گئے۔ سو کہہ جیون مل نے امیروں کو کاغذی ٹہپیاں پہنا کر سری نگر بھجوا دیا۔
اس کامیابی کی خبر اس نے بادشاہ دہلی کی خدمت میں بھجوائی جس نے سکہ جیون
کو راجہ کا خطاب عطا کیا۔ اور ایک ہاتھی اور جہاں رواں پالکی بطور خلعت بھی بھجوائی۔
ابوالحسن کو خاں کا خطاب دیا۔ اس پالکی کی توصیف میں ملا محمد قونیق نے یہ رباعی
موزون کر کے راجہ سکہ جیون مل سے شایاں تمام حاصل کیا۔
ایں پالکی طاق کہ ملبورع و نکواست چشمے بہت کہ از بائش فرار ش ابر و دست
چترش پاک دیدہ و خرکان جہاں لر چون کو یک دیدہ ہمارا راجہ درواست
اس کے بعد راجہ سکہ جیون مل نے کوہستان کشمیر کے محافلوں کو جمع کیا انہیں
اطراف کے باشندے سے تہہ معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ قریب تیس ہزار سپاہی

تیناٹ کر کے ان کی بے ایمانیوں کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ اسی طرح قریب تیس منصب داروں کو جن سے اسے اندیشہ تھا بلا تقصیر گرفتار کر لیا اور ان کا مال واسباب بھی ضبط کر لیا۔

۱۱۵۶ھ میں قحط کے آثار نمودار ہوئے جس سے ملک میں سخت شور مچا۔ خواجہ ابو الحسن خاں نے سرکاری محالات غلہ کے دروازے کو لاکھڑا کر دیا۔ غایا کے گھروں میں حسب حیثیت کئی کئی دنوں کا آؤ و قد ڈال دیا۔ انہیں دنوں میں ٹڈی نے بھی کشمیر پر دھاوا کر دیا۔ چونکہ فصل کا موسم نہ تھا نہ راعت کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ لیکن اس نے بقول ”فلح بوستان خورو و مروم تلخ۔“ قحط زدوں کے لئے خوراک مہیا کر دی۔ دوسرے سال ۱۱۵۶ھ ع میں اوائل موسم بہار میں ابو الحسن خاں نے منجملہ دولاکہہ خسار شالی جو سال گذشتہ کی تقسیم سے بچ رہی تھی ایک لاکہہ خروار ایلان مری گریں تقسیم کر دی اور باقی ایک لاکہہ خروار مفصلات میں زمینداروں کو بطور تقاضی بھجوا دی۔ دوسرے سال بھی فصل اچانہ ہوئی اور زمیندار لوگ نہ تقاضی ادا نہ کر سکے۔ تو خواجہ ابو الحسن خاں نے سال آئندہ معطل کر دیا۔ اسی طرح یہ بقایا بیاسی سال تک زمینداروں کے نام واجب الادا رہا۔ آخر ۱۱۶۳ھ ع میں کرنل میاں سنگ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں بباعث قحط بالکل معاف کر دیا۔

ایک دن رات کے وقت جب کہ راجہ سکھ جیون علمائے اسلام سے صحیح بخاری کے متعلق مباحثہ کر رہا تھا شاہی معطل میں آگ لگ گئی۔ پاس ہی بارود خانہ تھا آگ کی چنگا ریاں اڑ کر بارود میں جا گریں جس سے سارا بارود خانہ بھڑک اٹھا۔ متعلقہ مکانات ریزہ ریزہ ہو کر اڑ گئے اور اس زور کا دھماکا ہوا کہ تمام شہر ہل گیا۔ مکانوں کے دروازے ٹوٹ گئے۔ بہت سی جانیں تلف ہو گئیں اور گرد و نواح کے اکثر لوگ پہوش اور زخمی ہو گئے۔

دو اڑھائی سال تک راجہ سکھ جیون ابو الحسن خاں کی عوایب و عیوے سے امور ات ملکی بخیر و خوبی سر انجام دیتا رہا۔ لیکن قحط زدوں کو یہ امن کا زمانہ پسند نہ آیا۔ ۱۱۵۶ھ ع میں سیریم سنگھ نے جو کابل سے واپس آ گیا تھا یادہ گوئی کر کے کیا بھی کدورت پیدا

کروسی ناتاہم خواجہ ابوالحسن خاں صفائی کی کوشش کرنے لگا چنانچہ رفع کففت کے
 لئے اس نے اپنے باغ میں راجہ سکھ جیون کے لئے ضیافت تیار کی لیکن جب
 راجہ مکان دعوت کو روانہ ہوا تو میر تقی نے اسے سچایا کہ ابوالحسن خاں نے ضیافت
 کے کمرے کے نیچے بارود پھیلوا رکھا ہے۔ جیسے ہی اس میں آگ لگا کر سب کو
 ہلاک کر دیگا۔ یہ سنکر راجہ سخت براغزوئے ہوا۔ راستے سے واپس لوٹ آیا اور ابوالحسن
 کو قید کر کے اس کے لواحقوں سے اس نے ایک لاکھ روپیہ بطور جبرمانہ وصول
 کر لیا۔ اس کے بعد میر تقی وزارت پر متنازع ہوا لیکن ایک ہی سال کے بعد اسے
 ابوالحسن کی قید پر سزا فرار کر کے مجوس کو پھر اپنے عہدہ پر شکن کر دیا۔
 دوسرے سال جب سکھوں نے پنجاب میں شورش برپا کی اور پنجاب کے
 بہت سے علاقے افغانوں کے ہاتھ سے نکل گئے تو سکھ جیون کو جیون لگی گیری کا
 شوق دامگیر ہوا چنانچہ قریب چالیس ہزار سپاہی آراستہ کر کے اس نے سیالکوٹ
 پہنچا اور اٹھنور وغیرہ پر چڑھائی کر دی تاکہ سیالکوٹ محصور ہو جائے لیکن راجہ جیون
 کی مخالفت نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخر بے شمار اخراجات کے بعد سکھ جیون
 کو بے نیل مرام واپس آنا پڑا اس کے پیچھے قوم مبہونے بناوٹ اختیار کر کے
 علاقہ کمران میں لوٹ چلا دی ابوالحسن خاں انکی مدافعت کے لئے بارہ مولہ گیا
 لیکن راجہ کی ہزیمت کی خبر سنکر واپس آگیا۔ سکھ جیون نے کشمیر پہنچ کر بعض اہلکاروں
 کو ابوالحسن سمیت غفلت کے جرم میں قید کر کے اپنی فکست کا جبار نکال لیا اور
 میر تقی کو قید سے آزاد کر کے ابوالحسن کی جگہ مقرر کیا۔ لیکن پھر کچھ دن بعد راجہ جیون
 کی عنایت سے میر تقی اور ابوالحسن نے اپنی جاہوں کا تبادلہ کر لیا۔ انہیں دونوں
 میں میر خاں کہہ کے شورش برپا کی اور سکھ جیون اس کی ہدایت کے لئے بارہ مولہ
 گیا۔ پیچھے ابوالحسن نے بناوٹ اختیار کر لی رشتہ کے پل توڑ کر تمام کشتیاں اپنی
 طرف کینچ لیں اور مٹھن ہو کر بیٹھ رہا۔ کچھ دن بعد جب راجہ واپس آیا تو اس نے
 میر تقی کو آزاد کر کے عزت و حرمت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ دوسرے دن راجہ کے
 دس ہزار جوار سپاہی بر فور شیناوری دریاعبور کرنے کے ابوالحسن خاں سے رخصت
 ہوئے۔ دو اور اس کے سارے ہمراہی منتشر ہو گئے۔ راجہ کے آدمیوں نے ابوالحسن

کے مکان کو آگ لگا دی اور اس کے متعلقوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ابوالحسن
جنگ کو ہستان پہنچ کر نکل گیا جہاں کچھ عرصہ آوارہ گردی کرنے دنیا کے چھوٹے
سے ہیشتہ کے لئے نجات حاصل کر گیا۔

اس واقعہ کے بعد راجہ سکھ جیون نے پنڈت مہانتہ و رگور تہہ دار الہامی پر
بھروسہ کر لیا جس کی حسن تدبیر سے راجہ نے پہاڑی چال ڈال کر بدل کر نہ ہی تہہ صمد کا
چھٹا اکثر کر لیا اور اہل اسلام کی سخت بے حرمتی کرنے لگا۔ سب ملتان، دکان کی
ممانعت کر دی اور گاؤں کشی سنگین جرم ہو گیا جس سے عوام راجہ کی مخالفت پر
آواز ہو گئے۔ منجملہ ان کے ایک غنی شاہزادے نے بومہ سپاس سواروں کے
عرصہ سے راجہ کے زیر سایہ اوقات بسر کر رہا تھا ایک دن خلوت کے موقع پر راجہ
کے شانے پر چھری کا دار کر کے اسے زخمی کر دیا۔ اسی اثنا میں راجہ سکھ جیون
کے سکھ ہمراہی آپہنچے اور انہوں نے اسے موت کا حسین اور اس کے ساتھیوں
کے قتل کر دیا۔ ساتھ ہی رالگر سے محلہ پاڈاں تک سا۔ مشہوری روٹ لیا۔ اسی
طرح محتوی خاں کا بیٹا جو عظمت اللہ خاں کے قتل سے کچھ عرصہ بعد وار و خولہ ہو کر
کہیں تک نہیں ہو گیا تھا۔ راجہ کے حکم سے بمقام شاہ آباد مارا گیا۔ انہیں دونوں میں جب
۱۵۵۰ء بمالی لاہور پہنچا تو اس نے سکھ جیون کی سہنے اعتدالیوں اور زبردست م
مال سسنا۔ اس لئے اس نے نور الدین خاں بامیری کو پاس ہزار جریدہ سپاہ
دے کر اس کی گوشمالی کے لئے مقرر کیا جو راجہ جیون کو امانت سے توبہ میدانی
کے راستے ساتویں ماہ ذالحجہ ۱۰۵۵ھ میں وار و کشیہ ہو کر رگور تہہ میں استقامت پذیر
ہوا۔ سکھ جیون بھی ساتھ ہزار سپاہی لے کر متوجہ ہوا اور بمقام کرمیہ پہنچا اور
قیام کیا۔ دوسرے دن عین جنگ کے موقع پر سکھ جیون کی فوج کا افسر سخت بل فغانا
سے جلا جس سے راجہ بے حوصلہ ہو کر بہان کھڑا ہوا۔ اثناء تیریت میں کئی اسپہ سالار
نے اسے گرفتار کر کے نور الدین خاں کے پیش کیا جس نے دارالامارت مرتی نگر میں
۱۵۵۰ء اس محاذ پر کے صلہ میں احمد شاہ ابدالی نے راجہ کو تسلیم بعد تسلیم کر کے کشمیر سے ساہیوڑ
خوار شمالی لینے کا حکم دیا جو ساہیوں کے زمانہ تک راجگان جیون کو بہ دستور ملے۔ ان
دونوں جیون راجہ رنجیت سنگھ کے راج میں آئے۔

داخل ہو کر اس کی آنکھیں جام کے اُترنے سے ٹکوا دیں۔ کچھ عرصہ بعد نور الدین تھان
نے راجہ تھوڑو کو بادشاہ کے پاس بھیجا دیا لیکن اس نے ہی اس کے حال پر کوئی
انتفات نہ کی بلکہ اس کو تہی کے پاؤں میں ڈال کر کچلا دیا۔
راجہ سکھتیوں بڑا شجاع اور دلاور تھا جب اس کی آنکھیں ٹکوائی گئیں تو
اس جو انرو نے اُٹ تک نہ کی۔ ہنڈت مہانتہ ور کی مارا الہامی سے پہلے اول
درجے کا بے تعصب بے ریا۔ نیک طینت اور راست گو تھا۔ مسلمان علماء و فضلاء
کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ بعد کے دن سب جامع میں عبادت خود موجود رہتا تھا۔ تھوڑوں
اور مقبروں پر فیض مائل کرنے کی غرض سے جانا۔ اور عید اور نوروز کے جشن بڑی
وجہ و دام سے مناتا تھا۔ اسے شعر و سخن کا بھی بڑا شوق تھا۔ نور الدین بامینری کے
حملہ آور ہونے سے پہلے اس نے ایک غزل مظلوم کی تھی جو اس موقع پر بطور پیشانی کی
ثابت ہوئی ہے

چشم از وضع جہاں پوشیدہ بہ	سوسرا حوال آن یا دیدہ بہ
مہر کہ چوں من و نہشت جا برفق گل	عاقبت در خاک و غل غلطیدہ بہ
چند روئے خود تماشہ کردہ ام	زین تہن گلبائے عبرت چیدہ بہ
گر وہی شیریں پذیر ہر عوض	زین سیدہ مار جہاں تیریدہ بہ
باز اگر چشم جہاں بینم و مہند	چوں گدایاں در بدر گردیدہ بہ

حالت نامہ اپنی الی میں ہمیشہ یہ رباعی در زبان رہتی تھی ہے

مہر چند کلمہ نفس و فی را	باید نہ کردن نا کردنی را
تھیں نفس کیسے نشید از من	تاوید آخسر ناویدنی را

جیسا کہ او پر ذکر کیا گیا ہے راجہ سکھتیوں کی ابتدائی حکومت کشمیر کے
لئے نسبت غیر مترقیہ تھی۔ اگر ہنڈت مہانتہ ور اس کو تعصب مذہبی کی طرف مائل
نہ کر دیتا۔ تو کچھ شک نہیں کہ اس کی حکومت کئی مسلمان صوبداروں اور بادشاہوں
سے بدرجہا اچھی تھی۔ وہ نہایت علم و درست حاکم تھا۔ وہ راجہ جے سنگ سلطان
بزرگ انعام دین اور شہنشاہ اکبر کی طرح اپنے عہد اور گذشتہ زمانوں کی ایک کمل
تاریخ لکھوانے کا بہت شوقین تھا۔ چنانچہ اس نے مندرجہ ذیل سات شعروں کو تاریخ

کشمیر منظم کے تیار کرنے کے لئے پیش قدمیاں مشاہیر سے دیئے۔ محمد علی خاں
 یمن، عبدالوہاب شائق، ملا راج، محمد جان بیگ سامی، طاہر توفیق رحمت اللہ
 نوید حسن راجہ سکھ جیون چونکہ خود شاعر تھا۔ اس لئے شعرا کی قدر دانی بھی کرتا تھا
 بلکہ ہر مہفتہ یک شبہ کے دن مشاعرہ بھی ہوا کرتا تھا۔ جس میں راجہ اکثر مرتبہ خود بھی
 شامل ہوتا تاریخ کشمیر کے سات حصے کر کے مندرجہ بالا سات منتخب اہم شعرا کو
 تقسیم کر دیئے گئے۔ اور ایک ایک بیت کے لئے ایک ایک روپیہ انعام کا وعدہ کیا گیا
 شائق نے ساٹھ ہزار ملا توفیق نے دو ہزار سامی نے ایک ہزار بیت ابھی تیار کیا تھا
 کہ راجہ سکھ جیون کا آفتاب اقبال برج زوال میں آگیا۔ اور یہ بے نظیر تاریخ نامکمل
 رہ گئی۔

محمد جان بیگ سامی نے راجہ سکھ جیون کی شان میں کئی قصیدے بھی لکھے
 اور چونکہ مشاعرہ سرکاری میں اقتدار کلی رکھتا تھا اس لئے پنڈت مہانت کی خاطر
 بھی اسے منظور تھی اور اس کی تعریف میں بھی اس نے اکثر قصیدے لکھے۔ ایک
 نظم کے چند شعروں میں جن میں سعدی کے لفظ و رنگوں غلبہ سے بنا ہوا ہے

کار پر داز تو مہماندہ است	آنکہ ہمت از قبلہ دگر
مے نمائی بنام او تنخواہ	نقد و جنس و برائت چاکر
گفتہ در باب جہنم روزی	سعدی آں آگہ از مقدر
رزق ہر چند بیکال برسد	شر و عقل سست جہنم از در

راجہ سکھ جیون نے ۱۱۶۴ھ سے ۱۱۷۲ھ تک آٹھ سال ایک ماہ اور تین
 روز سبھی بڑی سان و شوکت اور خود سری سے حکومت کشمیر کا دھکا بجایا۔ اسکے
 انجام کی نسبت کسی نہیہ تاریخ لکھی ہے۔

وزیر اور ویکند و ہنقاد و قنچ سکھ جیون شدت با مال و گنج

نور الدین خاں بامیری راجہ کا کام تمام کر کے سرکشوں اور خیرہ سروں کی سرکوبی
 کی طرف متوجہ ہوا اور تین ماہ کے اندر تمام انتظام درست کر کے واپس آگیا۔
 راجہ سکھ جیون مل احمد شاہ اباالی کے امیروں سے تھا اور اگرچہ اس نے منصب
 صاحب کاری پر سرفراز ہو کر خود سری اختیار کر لی اور بالآخر بادشاہ دہلی کے

اور وہیں پہنچ کر سو قہر کا مظہر کر کے فرار ہو گیا۔

اسی تنازع میں جب احمد شاہ ابدالی لاہور پہنچا تو نور الدین خاں اپنے بہادر بھائی مانگھو
اور گورکھ پور سے گئے کو تمام مقام چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ اس
کے پیچھے سب خاں شک و خدشہ سے غافل ہو کر وہیں سے پرگٹہ ہیرودہ کا
سیر بکاوہ دہ جاکر واپس آئے اور جس نے ناظم کی سرپرستی میں اقتدار حاصل کر کے
موضع علی ہاس واقع پرگٹہ بندھو میں ایک مضبوط قلعہ بھی بنایا تھا جس تک فراموش
کر کے باقی ہو گیا۔ اور خاں محمد کو حکومت سے برطرف کر کے ^{۱۶۹۶} میں نظامت
کشمیر کا نائب مقرر کیا۔ اور کوئی اس کی مخالفت کی جزوت نہ کر سکا۔ سمجھا تھا کہ یہ
حکومت چند روزہ ہی ہے ول کہول کر رہا یا کو مرنے لگا۔ خصوصاً تعصب مذہبی
کے باعث اس نے فرقہ بندی کو سخت ایذا پہنچائی۔ انیس دنوں میں حافظہ عبداللہ جو
در اصل شیعوں کا پیرو تھا اپنے آپ کو سنی ظاہر کر کے وعظ اور دیگر ذرائع سے
صحابہ کرام کی ترویج کرنے لگا مگر علی ہی ہی پکڑا گیا۔ عالوں و فاضلوں نے اسے خواہ
کمال الدین نقشبندی کے پیش کیا جس نے مزم کو بعد تحقیقات رخصت و تبرہ کی قسب
یامیں شہادتیں قلمبند کرنے کے بعد خانقاہ نقشبندی کے ایوان مبارک میں اپنے
گاہکوں سے قتل کیا۔ اس سال بلائے قحط بھی منورہ ہوئی جس سے تمام رعایا جلّا اُکھی
قریب چھ ماہ تک اسی دار و گیر اور مصیبت و آفت کا زائر رہا جب بادشاہ کو خبر ہوئی
تو اس نے نور الدین خاں کو معزول کر کے خورم خاں کو اس کی جگہ کشمیر روانہ کیا۔

خورم خاں صوبہ کشمیر گیا۔ ۱۶۹۶ء

۱۶۹۶ء سے ۱۶۹۷ء تک

^{۱۶۹۷} میں خورم خاں خلعت صوبہ دار مقرر کیا گیا۔
جن کر کے لشکر جوارا کے ساتھ روانہ کشمیر ہوا جب
بارہ مہر پہنچا تو سب خاں صبر کیا اور حجت زدہ ہو کر مری نگر خالی کر کے اپنے قلعہ میں پناہ
چنانچہ نیا ناظم علامہ رحمت واصل شہر ہو گیا۔ اس نے کیلاس و رکوڑہ و راجا جکاری
عطا کیا جس سے فرقہ بندی کے دونوں سے سب خاں کے مظالم کا دوسرے دور ہو گیا اور وہ
عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ خورم خاں کم ہمت۔ کالی الوجود اور ذہنی طبیعت
کا آدمی تھا چنانچہ امور مات نظامت کے سرانجام میں ہی پوری توجہ نہ دے سکے۔ مسکین
و محتاجوں کو تقویت حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد ^{۱۶۹۸} میں میر تقی میر

آباد سے محمود خاں مجبہ کی امداد کے کر سہ پور آگیا۔ لعل خاں ہی اپنی کمین گاہ
 پر اس سے آگاہ اور دونوں بالاتفاق لڑائی کے لئے طیار ہو گئے۔ دوسرے
 لعل خاں اور کیلاس وریٹر سے کر و فر سے سو پور کی جانب روانہ ہوئے۔ انہوں
 نے امیر خاں جو انیسرہ کو راہ بارہ مولہ کی حفاظت پر متعین کیا یہ دیکھ کر میر فقیر شاہ
 نے ہمراہیوں محمود خاں اور لعل خاں سمیت کہوٹا مرہ کی راہ سے نامہ آگیا۔ ان
 جیسے خورم خاں نے ہی پٹن سے اُدھر کار استہ لیا۔ لیکن راستے میں کسی
 نے دھلے ہوئے کپڑے دھوپ پر ڈالے ہوئے تھے جن کے پاس سے
 دریاں گزر رہی تھیں۔ ناظم صوبہ نے ان دونوں باتوں کو بد شکونی پر حصول
 روپے سے سری نگر کو لوٹ پایا اور بے حوصلہ ہو کر دوسرے دن راموہ چلا
 خاندوں نے تین روز تک آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی۔ آخر جب انہیں معلوم
 کہ سری نگر خالی ہے تو وہ شہر میں داخل ہوئے اور تاخت و تاراج کرنے
 اس سے دوسرے دن وہ لوگ خورم خاں کے تعقب میں راموہ پہنچے۔ تھوڑی
 دیر بعد خورم خاں منہزم ہو کر شوپیاں چلا گیا۔ اسی دوران میں لعل خاں
 ہرجمی ہو گئی اور وہ اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ کر اپنے قلعہ میں چلا گیا۔ اُدھر
 ان جو انیسرہ ہی راہ بارہ مولہ کی محافظت سے ماتمہ اٹھا کر وہیں کے راستے
 میں آگیا جہاں سے ناظم صوبہ اور کیلاس وریٹر کے ہمراہ جنوں کے راستے احمد شاہ
 کی خدمت میں چلا گیا۔ خورم خاں نے قریب ایک سال تک کشمیر میں حکمرانی

۱۶۶۷ء میں میر فقیر شاہ کنٹ نے حکومت
 میر صاحب بن شاہ سے ۱۸۸۵ء
 کی مطابقت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے رفیق لعل خاں کو شہر
 و سنے کے لئے لکھا۔ لیکن وہ نہ آیا اس لئے اس نے فاضل کنٹ کو فوج دیکر
 کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ لیکن لعل خاں معمولی لڑائی کے بعد قلعہ کو آگ
 بجھ بجاگ گیا جہاں سے سیدھا بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ اس
 میر صاحب نے دوسرے مخالفوں کی ہدایت اور گوشمالی پر کمر باندھ دیا اور

قوم جو کی معاہدہ کیا تھا اب کا قصاص لینے کی خاطر اس نے فرقہ بندی سے متبرک
 و تہی شروع کی بہت سے ہندوؤں کو قتل کر دیا۔ ہندوؤں نے مسلمان ہو کر جان بچائی
 تمام ملک میں شور و آوازاٹھا اور پیر پور سے ہندو جانیں بچانے کے لئے ادھر کو ادھر
 رو پھرتے ہوئے تھے۔

کچھ عرصہ تک میر فقیر احمد شاہ ابدالی کے دکاندارانہ اور جراح اور کار تار تار
 لیکن روز بروز کے قہار سے اس کے دماغ میں خود کشی کی ہوا اچھونک دی اور
 مالیر کی ادائیگی میں نیت و نعل کر کے گانا شرب خانہ خراب ایسی گاؤں گھیر ہوئی کہ ہر دم
 اسی کا دودھ جاتا رہا حالت مخموری میں طرح طرح کی مساک و میساک کا مرتکب ہوتا۔
 اسی کی جڑ تک میں اس نے ایک ون اپنے ماسوں کو گھوڑے کے پاؤں کے نیچے
 کھل کر مارا۔ اسی آئنا میں ملے خاں کا بلی بچھ گیا اور اس سے بادشاہ کی نہایت میں
 شدہ ہلند کیا۔ اور ناظم کشمیر کے مہالہ کا نقشہ ورد و انگیر الفاظ میں کھینچ کر اس سے مراد
 کشمیر کی بیکسی پر بادشاہ کو متبرجم کیا۔ اسی آئنا میں دکھائے کشمیر نے ہی ناظم کی
 روگردانی کی نسبت احمد شاہ کو لکھا جس سے بادشاہ سخت برا فرقہ ہو گیا اور
 اس نے پیر نور الدین خاں بامیری کو سرکشی کی سرکوبی پر متعین کر کے کشمیر روانہ
 کیا۔ احمد شاہ اور پیر نور الدین خاں کے درمیان کو سابقہ رابطہ تھا و یاد دہانہ اور راست پر
 لانا چاہا اور اس سے لکھا کہ اگر وہ راستی اختیار کرے تو حکومت اسی کی ہے۔ لیکن اس
 پر پیر نور الدین خاں نے غفلت سے جواب تک نہ دیا۔ چپہر نور الدین خاں نے علی گڑھ میں
 گامگاہ کے راستے آگے روانہ کیا جس نے موضع چاندل پہنچ کر میرزا ایک سال
 گزیر مسنگ کو گرفتار کر کے صبح کے وقت قتل کر دیا اور بڑے زور و شور سے
 آگے بڑھ آیا۔ اور نور الدین خاں ہی تو میدان کے موضع گوری پور پہنچ گیا۔ میر
 فقیر احمد ہی فوج آگے نہ بڑھ کر کے مقابلہ کو نکلا۔ لیکن شکست کھا کر سری نگر ہٹ گیا۔
 نور الدین خاں ہی راولپور کے راستہ دارالامان کو بڑھ آیا۔ اس نے میں میر فقیر احمد
 ہی قوم بیدار کر کے ایک مقام پایہ مورہ مستعد قرار دے ہو گیا۔ لیکن شرب خانہ خراب نے
 جو اس کر کے اسے بے دخل کر دیا اور وہ خود بخود جراح کی طرف بھاگ گیا۔ قوم
 ہندو داخل سری نگر ہو گئی اور کئی ایک مصلوں کو تاخت و تاراج کر کے اپنے علاقہ کو لوٹ

سہی نور الدین خاں ایک ماہ تک میدان عید گاہ میں جمیمہ نہ تو اطاعت قبول کی اور نہ اس کے قابو چڑھانے کا ہر ایک موقع پا کر کی طرف نکل گیا۔ اور کوہستان کرناہ میں جا پہنچا۔ جہاں شراب نے جان لے کر اس کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

نور الدین خاں بامیزری صوبہ کشمیر بار دویم کر کے نور الدین خاں نے خلافت

۲ سال ۱۰ ماہ ۱۱۶۴ھ سے ۱۱۶۵ھ

خصوصی لہری پہنچا۔ اور محل محمد خاں کے صلاح و مشورہ سے امورات ملکی و مالی بہتر بنائے۔ سرانجام دینے لگا۔ متمرروں اور مفسدوں کی گوشائی کر کے اس نے ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد محمد خاں خزانچی نظامت کشمیر کا پر وائے کر منظر آباد پہنچا۔ لیکن نور الدین خاں نے جاوہ اعتدال سے منحرف ہو کر اس کا مقابلہ کیا۔ اور خزانچی صاحب کو بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا۔ اس کے بعد کیلاس درجہ خورم خاں کے سپاہ کابل گیا ہوا تھا۔ اہل رائے دولت کی استمداد سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور شہر کشمیر کا بیڑا اٹھا کر بہرہ دگی خورم خاں روانہ ہو گیا۔ جب یہ دونوں پشاور پہنچے تو ناصر صاحب محل محمد خاں کو قایم مقام چوڑ کر بہا جوں ملک سے نکل گیا۔ اور یسویں کی جدو جہد کا تماشہ دیکھنے کے لئے جموں ہی میں استقامت پذیر ہو گیا۔ یہی محل محمد خاں نے فوج آراستہ کرنی شروع کی۔ اور مصارف جنگ کے لئے تاجروں اور منصب داروں کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ جس سے ایمان ملک رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ اسی اثناء میں جب خورم خاں منظر آباد پہنچ گیا۔ تو محل محمد خاں بھی مع فوج و سپاہ بارہ مولہ کو روانہ ہو گیا اور یہیں کشت اور اس کے بہائیوں کو پاؤں بکھیر کر کے ساتھ لے گیا۔ خود بارہ مولہ شہر لیکن اپنے بہائی سیف اللہ خاں کو خورم خاں کے مقابلہ کے لئے کوارست بھیجا۔ مگر وہ شکست کھا کر واپس آ گیا۔ جب محل محمد خاں نے بسم اللہ ہی غلط پائی اور غنیم کے مقابلہ پر اپنی طاقت کو بھی کمزور دیکھا۔ تو بغیر کسی مزید جدوجہد کے اپنے قلعہ میں گیا۔ خورم خاں میدان خالی پا کر سیف بہ مہنہ سری لگا لگا گیا۔ اور سرسبز حکومت پر شکن ہو کر جدید نظامت کا باقی مہائی ہوا۔

خوہر خاں جو بد کشمیر بار دوم

۱۷۱۱ء سے ۱۷۱۲ء

نظامت پر قبضہ حاصل کر کے اس نے میر جہاں کنٹ کو قید سے رہا کر دیا اور اُسے رئیس الملک و پیش کار بنا دیا۔ امیر خاں جو کشمیر کو جوشا ہی فوج کا سردار تھا اس نے نسل محمد خاں کی سرکوبی کے لئے بھجوا یا لیکن وہ ناکام واپس آگیا۔ کیونکہ نسل محمد خاں کو آئے دن پونچھ سے تازہ تازہ ملک پہنچتی رہتی تھی اور اس کا قلعہ ہی تقریباً ناقابل تسخیر تھا۔ امیر خاں کی مدد سے دو گاہ بیگاہ قلعہ سے باہر نکلتا اور دھات پر گنہ بیروہ اور بانگل میں فارت گری کر کے گاؤں کو آگ لگا دیتا اور پھر قلعہ میں جا بیٹھتا تھا۔ خوہر خاں فرشتہ رائے اور بہت بہتی سے نسل محمد خاں کی بیخ کنی اور استحکام سلطنت کا تدارک نہ کر سکا۔ امیر خاں جو انشیر نے اس کی شکایت بادشاہ کے پاس بھجوائی جہاں سے امیر خاں جو انشیر ہی کے نام صوبیداری کا فرمان نکلا اور خوہر خاں چھ ماہ کی حکومت کے بعد براہ جموں واپس چلا گیا۔ انہیں دونوں میں نور الدین خاں جو ابھی تک جموں میں مقیم تھا خوہر خاں کے وٹاں پہنچنے سے ایک دن پہلے دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔

امیر خاں جو انشیر صوبہ کشمیر ایک سال

۱۷۱۲ء سے ۱۷۱۳ء

۱۷۱۲ء میں امیر خاں جو انشیر نے نظامت پر شکن ہڑاس اس نے میر فاضل کنٹ کو تیار الیہام چڑھ کر بنا یا اور تمام امورات علی و مالی اسی کے تفویض کر دیئے خود ہر وقت محفل عیش و عشرت میں شرب شراب اور سماع و سرود میں مشغول رہتا اور ہر وقت فاضل کنٹ کو موقع مل گیا اور اس نے میر مقیم کے قصاص میں کیلاں و کر کو سرور بار گرفتار کر کے عذاب شدید سے مار ڈالا اور فرقہ بنو دس پر طرح طرح کے جور و ستم کر کے بیچاروں کو ذلیل و خوار کر دیا۔

نسل محمد خاں نے قلعہ سے نکل کر قصبہ ناکام میں بغاوت اختیار کی۔ میر فاضل کنٹ اس کی سرکوبی کے لئے خود گیا۔ لیکن وہ میدان چھوڑ کر بدستور قلعہ میں تحصن ہو گیا۔ چند روز بعد سیف الشغاں نے سرسئی نگر پر بیٹھ کر مارا اور راجہ سنگھ جیوان کے مملات کو جو محلہ ڈالگر میں واقع تھے آگ لگا دی۔ اسیثناء میں امیر خاں کو معلوم ہوا کہ شاہی لشکر کے بعض خیمہ ساز اور سپاہی نسل محمد خاں سے ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس جو انشیر

نے غضب ناک ہو کر قریب تین سو آدمیوں کو نوکر
 ہی محل محمد خاں بھی کسی مرض شدید میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ ہر مرد فون ہوا
 اہل و عیال اس کے بہاگ کر پونچھ چلے گئے۔ امیر خاں اس کی لاش سرحدی نگر لے آیا
 جسکو دوبارہ جنازہ پڑھ کر خانقاہ محلے کے صحن میں لب وریا دفن کرایا گیا۔ مرحوم کی
 شجاعت اور جلاوت کی بہت تحسین و آفرین کی۔

ان جھگڑوں سے فارغ ہو کر ناظم صوبہ نے پرعیش و عشرت کا بازار گرم کر دیا
 اسی عیاشی کے طفیل اس نے جمیل دل کے درمیان ہم گزلبا اور ہاس گز چوڑا ایک
 مصنوعی جزیرہ تعمیر کرایا جو سوٹلنگ کے نام سے مشہور آج تک امیر خاں کی رنگینی
 طبع کا نشان دیتا ہے۔ اس جزیرہ پر اس نے بہت منزل کا شہنا بنوایا۔ جس کے
 سقت پر بذریعہ دو لابی آبشار اور چوارے جاری کرائے۔ عموماً اسی میں تفریح
 طبع کے سامان ہیا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات کاروبار مملکت ہی اسی جگہ سرانجام دیتا
 تھا۔ انہیں دنوں میں بند پور کے ملاحوں کی ایک لڑکی سے جو رعنائی اور دلربائی میں
 ثانی نہ کہتی تھی اس نے نکاح کر لیا اور اس کی خاطر وہیں سوٹلنگ پر ایک عالی شان
 محل تعمیر کرایا۔ اس کے بعد اس نے باغ امیر آباد بنوایا۔ اور علیحدہ بادشاہوں کے
 نشین اور باغات سے بہتر وغیرہ مصالحہ اکھیر کر اپنے باغ میں لگوا دیا۔ ناظم کی اس کاروائی
 سے اس کے رشتہ داروں میں ملاحوں کو بھی موقع مل گیا اور انہوں نے تمام پرانی
 عمارتیں اور باغ ویران کر دیئے۔ اور پھر اور دیگر اسباب لوٹ کر لے گئے۔ باغ
 امیر آباد کی تکمیل پر اس نے سری نگر میں طلوع تیر گڈھی طیار کیا۔ جس سے اوپر کیرٹوف
 یعنی جانب جنوب دریائے بہت پر امیر اکدل کا پل ہی اسی نے بنوایا۔ تیر گڈھی
 کے موقع پر پہلے ایک پرانا باغ تھا جو قوم ڈار کی موروثی ملکیت میں تھا اور انہیں کے
 نام سے ڈارہ باغ مشہور تھا۔

بعض اوقات ناظم صوبہ باغ امیر آباد سے ادھر کبھی باغ میں آجاتا اور یہیں عبادت
 کرتا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے ڈارہ باغ میں ایک عالی شان دیوان خانہ ہی بنوایا۔ اتفاقاً
 اسے کچھ عرصہ بعد امیر خاں جو انشیر کے خاندانوں نے اسکی تمام عمارتوں کو تہدم کر کے جزیرہ سوٹلنگ
 پر جیل خانہ طیار کر دیا۔ جہاں وہ اٹھ اچیس قیدی محبوس کئے جاتے تھے۔

اسی سال اسکے عہد میں قلیالی آب سے تمام مل اور بے قعدا و مزروعات دریا برو
 ہو گئے اور زمین خاں کا دیوان خانہ ہی تباہ ہو گیا۔ طوفان کے بعد اس نے ڈاڑھ باغ
 کی تعمیر پھر شروع کرائی اور سیلاب کے بچاؤ کے لئے سنگین فیصل بنا کر اس نے
 اسے قلعہ بنا دیا۔ فیصل کے اندر کئی عالیشان عمارتیں ہی بنوائیں اور ڈاڑھ باغ کا نام
 تبدیل کر کے اسے شیر گڑھی کے نام سے موسوم کیا جو آج تک اسی نام سے مشہور
 چلا آتا ہے۔ آخر ۱۷۶۷ء میں احمد شاہ ابدالی کے انتقال کے بعد امیر خاں جو کشمیر کی
 نظامت حالت تزلزل میں آگئی۔

تیمور شاہ درانی ابدالی

ایام حکومت ۱۱ سال ایک اہل علم و لطافت ۱۷۶۳ء مطابق

۱۱۸۷ھ لطافت مستحبی

احمد شاہ ابدالی کے مال چار بیٹے تیمور شاہ، سیلوان شاہ، سکندر شاہ اور پرویز
 پیدا ہوئے۔ بچہ ان کے تین چھوٹے بھائیوں کو اس نے اپنی حین حیات میں قید کر رکھا
 تھا اور چوتھے اور سب سے بڑے کو مرگت کی صوبیدار پر تعینات کیا تھا۔ ان وفات
 پر وزیر شاہ ولیخان نے بادشاہ کے دوسرے بیٹے سیلوان شاہ کو جو اسکا داماد ہی تھا
 قید سے نکال کر سند نشین کر دیا۔ جب تیمور شاہ نے باپ کے انتقال اور بہائی کی جاہلی
 کی خبر سنی تو وہ ہمساعت تمام لشکر جبار کے ساتھ غازی پور جہاں شاہ ولیخان وزیر
 سواروں کے ساتھ اس کے استقبال کو آیا لیکن تیمور شاہ نے قاضی فیض اللہ خاں
 کی نصیحت سے انگوٹھاں درانی کو شاہ ولیخان کے قتل پر مقرر کیا جس نے راستہ
 ہی میں وزیر کو محاس کے دو بیٹوں اور ایک بہانے کے قتل کر دیا۔ تیمور شاہ کھلے
 دروازے داخل قندھار ہو کر سند نشین ہو گیا۔ اسی دن باغیوں کا قلعہ واقع کر کے اس نے
 اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا۔

چرخ آرم و طلا و فقر و غریب و شاد

تازہ چہرہ لعلش کے تیمور شاہ

علم شد از عنایات آہی

سجنگین

بجاء دولت تیمور شاہی

اس بادشاہ نے اپنا دارالارٹ بجائے سو رے ہاں شہر کیا موسم گرما میں کابل رہتا اور سردیوں میں پشاور چلا آتا تھا۔ امیر خاں جو کشمیر کو اس نے ولی جنگ کا خطاب عطا کیا اور نظامت کشمیر ہی بدستور اسی کے نام رکھی۔

تیمور شاہ کے عہد حکومت میں ہی کشمیر میں طوفان بے تمیزی ہی برپا رہا خصوصاً اس کے صوبیداروں کریم داؤخاں اور آنا داؤخاں نے تو ظلم و تعدی کو وہ عروج دیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ تاہم اس کی حکومت میں سلطنت افغانہ کا پورا اسکہ جاری رہا اور ۲۱ سال ایک ماہ کی جہانباہی کے بعد ۱۶۹۳ء میں بمقام پشاور مرض الموت میں مبتلا ہو کر کابل کو روانہ ہو گیا جہاں ۷ ماہ ۱۲۰۶ شمسی ۱۶۹۳ء کو دنیا سے فانی سے پروو کر گیا تاریخ ہوتی سے محمد شافع تیمور بادشاہ ۱۲۰۷ھ

تیمور شاہ نے سات بیٹے چھوڑے۔ ان میں سب سے بڑا بیٹوں تھا جو اول درجہ کا عیاش تھا باپ نے اسے حکومت قندھار پر مبرا فراد کر رکھا تھا۔ دوسرا بیٹا محمود ہرات کا حاکم تھا۔ تیسرا زمان شاہ کابل میں حکمرانی کرتا رہا اور باقی چاروں بیٹے عباس شاہ، شجاع الملک، شاہ پور اور فیروز شاہ سب کے سب کابل ہی میں موجود تھے مگر انہیں حکومت ملک سے کوئی تعلق نہ تھا۔

صوبیدار جو تیمور شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور ہوئے

- (۱) امیر خاں جو کشمیر ولی جنگ ۳ سال ایک ماہ ۱۶۹۲ء سے ۱۶۹۷ء مطابق ۱۱۸۷ھ سے ۱۱۹۰ھ
- (۲) حاجی کریم داؤخاں ۲ سال ۱۰ ماہ ۱۶۹۷ء سے ۱۶۹۸ء ۱۱۹۰ھ سے ۱۱۹۶ھ
- (۳) آنا داؤخاں ۲ سال ۴ ماہ ۱۶۹۸ء سے ۱۶۹۹ء ۱۱۹۶ھ سے ۱۱۹۹ھ
- (۴) عد داؤخاں اسحاق زئی (سیف الدلم) ۱۰ ماہ ۱۶۹۹ء سے ۱۷۰۰ء ۱۱۹۹ھ سے ۱۲۰۰ھ
- (۵) امیر داؤخاں ۲ سال ۱۶۹۹ء سے ۱۷۰۱ء ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۰۲ھ
- (۶) ملا غفار خان ۴ ماہ ۱۷۰۱ء سے ۱۷۰۲ء ۱۲۰۲ھ سے ۱۲۰۳ھ
- (۷) جمعہ خاں الکوڑی ۳ سال ۵ ماہ ۱۷۰۲ء سے ۱۷۰۷ء ۱۲۰۲ھ سے ۱۲۰۷ھ
- (۸) امیر زرخاں ۴ ماہ ۱۷۰۷ء سے ۱۷۰۸ء ۱۲۰۷ھ سے ۱۲۰۸ھ

امیر خاں جو کشمیر ولی جنگ صوبہ کشمیر ۳ سال ایک ماہ ۱۶۹۷ء سے ۱۶۹۸ء ۱۱۹۰ھ سے ۱۱۹۱ھ تیمور شاہ کے عہد حکومت

میں چند ماہ تک توجہ کشمیر، خطاب کی خوشی میں بادشاہ کی مطابقت میں گرم جوشی
 ہی ظاہر کرتا رہا لیکن اس کے بعد کشمیر کے خوشگوار باغات اور حیل و دل کی تازہ
 مہوا سننے اس کے دماغ میں یہی بوئے خود سری ڈال دی اور شاہ کابل کی فرمانبرداری
 کا طوق گردن سے نکال کر خود مختار فرمانروائی کرنے لگا۔ مذہب تشیع کا پیرو تھا
 سرکشی اختیار کر کے اپنے دین کی ترویج میں مصروف ہو رہا اور مسلمانان اہل سنت
 کو سخت ایذا میں پہنچانے لگا۔ واقعہ ماہ شعبان ۱۱۱۱ھ میں اس نے حافظ عبد اللہ
 کے قصاص میں خواجہ کمال الدین نقشبندی کو اور ملک بلوچ کے ہاتھ سے نقب لے
 کر واکے مروا ڈالا۔ اسی طرح خواجہ فتح اللہ لکھنوی، علی اکبر شاہ دہلی اور ابوالبرکات
 کے بیٹے نور الدین خاں کو بھی توہین مذہب تشیع کے جرم میں خفیہ طور پر قتل کر دیا۔ بلوچ
 امیر آباد میں اس نے زکریا کے ستھداے کر بلا کی ماتمداہی کے لئے ایک
 سیاہ خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ شیخ الاسلام قاضی خاں اور دیگر مفتیان مسری مگر کو
 جمع کر کے اس نے اذان میں کلمہ علی ولی اللہ متال کرنے کے لئے مجبور کیا وہ
 لوگ خوف جان سے اس وقت خاموش ہو رہے لیکن خود بخود اس کے دل پر
 کوئی غیبی رعب چھا گیا اور وہ اس حکم کے اجرا سے باز آگیا۔ رفتہ رفتہ امیر خاں
 کی زیادتیوں کی خبر تیمور شاہی دربار میں پہنچ گئی اس نے علی اکبر خاں کو تھوڑی
 سی قوت کے ساتھ انتظام صوبہ پر مامور کر کے بھیجا۔ جب وہ حدود مظفر آباد میں
 پہنچا تو ناظم صوبہ کے معاون قوم بونے مزاحمت کی اور اسے آگے نہ بڑھنے دیا۔ وہ
 بیچارہ وہیں سے کابل کو لوٹ گیا اس واقعہ پر امیر خاں کا خوصلہ اور یہی بڑھ گیا اور
 اس نے مقام سوپور محمود خاں بہہ سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کیا ساتھ ہی
 دلی خاں کہکے اور امیر خاں کہکے کی رکیاں اپنے عقد میں لایا جس سے اس قوم کے ساتھ
 یہی رابطہ اتحاد قائم ہو گیا۔ اس کے بعد ناظم صوبہ کے میزبان کاظم کو نیا بہت سے تحویل
 کر دیا۔ بہت کے راستے میں تین سخت قلعہ بنائے۔ اور بعض زمینداران گندہ سر سنگ
 کو سازش کے الزام میں قتل کر دیا۔ علی اکبر خاں کی مراجعت پر تیمور شاہ فرامی کرید و خاں
 کو لشکر حیدر دے کر امیر خاں جو کشمیر کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن اس نے
 کرید و خاں کے بہائی زمان خاں کو پیشا پختہ و تحائف دے کر بادشاہ کی خدمت میں

بھجوا دیا اور امرائے دربار اعلیٰ کے ساتھ بزرگوں خط و کتابت جلا اور یعنی حاجی کریم داؤد خاں
 کی واپسی کا فیصلہ کریں۔ چنانچہ وہ براہ کھچکی واپس چلا گیا۔ باوجود اس کے ناظم صاحب
 نے شیوہ جو رویت دہی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ یہاں تک کہ تمام رعایا بر خلاف ہو گئی اس
 وقت اس نے کوشش کی کہ کسی طرح عوام کو راہ راست پر لائے۔ چنانچہ اس نے
 اپنے متعمدوں کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لئے متعین کیا۔ لیکن لوگ اس کی
 نسبت اس کے کارکنوں سے جو زیادہ تر زوالت پیشہ ہندو اور ملایا تھے ناظم
 سے ہی زیادہ جلتے بیٹھتے تھے۔ غرض اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ تاہم اس
 کے بروقت ہمدرد ہونے سے اتنا ضرور ہوا کہ بغاوت رک گئی۔ لیکن عبداللہ
 اور ملا محمد وغیرہ چند اکابر ان کے ہر موقع پر بادشاہ کی خدمت میں چلے گئے
 اور دوبارہ حاجی کریم داؤد خاں کو اس کی تادیب کے لئے ہمراہ لائے۔ علی اکبر خاں
 کی طرح محمود خاں بہہ کریم داؤد خاں کے سردار ہوا۔ لیکن اس جو انہوں کے مقابلہ میں
 اس کی کچھ پیش نہ چل سکی اور وہ باوجود نقصان بہتیرے فوج و سپاہ مشاعرہ کو
 بارہ مولہ پہنچ گیا۔ اب کے امیر خاں کا کوئی داؤ نہ چلا اور آمادہ پیکار ہو گیا۔ اس نے
 تاریکیوں میں افشار کو بے تعداد فوج کے ساتھ خیم کے مقابلہ کے لئے بارہ مولہ بھیجا
 جس نے وہاں پہنچ کر بمقام گورنر بونی قیام کیا۔ اور کریم داؤد کی پیش قدمی کا انتظار کرتے
 لگا۔ یہ تو اپنے کیسپ ہی میں مٹھا رہا۔ اور حاجی کریم داؤد موضع جانہار پورہ کے پاس
 سے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ وریا سے بہت عبور کر کے قصبہ ٹپن میں آہنچا
 تاریکیوں میں ہی اس کے پیچھے ٹپن آگیا۔ لیکن غلاف توقع عہد و بیان کر کے شاہی
 فوج سے مل گیا۔ اسی طرح میر فاضل کنٹ بھی کہوٹا سے لوٹ کر کریم داؤد خاں
 سے جا ملا۔ یہ حالت دیکھ کر امیر خاں پامردی کا مقتولہ علی میں لایا اور شاہ آباد کی
 طرف بھاگ گیا۔ وہاں کے زمینداروں نے عداوت سے راہ سے گمراہ کر کے
 ایسے سنگسار اور دھواں گزاردے کہ ہستان میں ڈال دیا۔ جہاں سے بخیر عافیت
 نکلنا مشکل بلکہ محال ہو گیا۔ اسی اثنا میں کریم داؤد خاں کے سردار معروف خاں اور
 علی اکبر خاں شاہ آباد کے زمینداروں کی وساطت سے منرو کے سر پر آہنچے اور
 اُسے گرفتار کر کے آقا کے پاس لے گئے۔ جس نے اُن کے پاؤں باندھ کر پائین چا

کی حیرت میں اسے کابل بھیج دیا۔ کچھ عرصہ تک قید رہا آخر بادشاہ نے اس کا
 قصور معاف کر کے اسے آزاد کر دیا۔ اس مرتبہ امیر خاں نے ۳۳ سال ایک ماہ
 حکمرانی کی۔

حاجی کریم داد خاں ضویہ کشمیر سال
 ۱۰۱۰ھ ۱۶۶۶ء سے ۱۱۹۶ھ ۱۷۸۲ء کے بعد نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے

میرزا فضل کنٹ کو مختار پایہ اور شکفل مورات ملکہ بنایا۔ لیکن جلد ہی ہی چند ماہ
 کے بعد محمد سوم ۱۱۹۶ھ کو تحصیل پایہ میں تساہل کرنے کے باعث اسے قتل کر دیا
 جس کے بعد اس نے قاضی عبدالرحیم کے بہائی نور محمد کو عہدہ قضاہ بخشا اور
 دلا رام خلی کو منصب صاحبکار سی عطا کیا۔ اسی سال اس نے اپنے بیٹے خضر خلی
 کو کابل سے بلا بھیجا۔ ۱۱۹۶ھ کو وہ سری نگر پہنچ گیا اس کا استقبال مہر
 و صومہ دام سے کیا گیا اور سلامی کے توہن اتنی چلائی گئیں کہ ان کے متبادر آواز سے
 نظامت کے دیوان خانہ کھان کے دو خان گر گئے جس سے اکثر لوگ زخمی ہو گئے
 بعض لوگ ایسے مجروح ہوئے کہ کچھ دنوں تک سگ سگ کر میں استقبال کی توہنوں
 کی نذر ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد ۱۱۹۶ھ بعد حاجی کریم داد خاں نے مرقضی خاں کو تسمیر اسکرو و پر
 مامور کیا جس نے بڑی جدوجہد کے بعد راجہ مراد خاں حاکم اسکرو و کو مغلوب کر لیا
 اور باج و خراج اور بیر خاں لے کر مظفر و منصور مراجعت پورہ بٹو اساطم صوبہ
 نے فتحنامہ تیسرے شاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ جس نے اس کے صلہ میں اسے شجاع
 الملک کا خطاب عطا کیا۔ اسی سال راجہ رنجیت دیو والٹے جوں نے تیس ہزار سپاہ
 کے ساتھ بانہال کے راستے کشمیر پر چڑائی کی۔ لیکن شکست کھا کر واپس ہو گیا۔
 تاہم والٹے جوں کی اس کارروائی سے ناظم صوبہ کو اتنا معلوم ہو گیا کہ اقوام کشٹ
 کہکے و بیکہ کی سازش سے راجہ مذکورے کشمیر پر فوج کشی کرنے کی جرات کی چنانچہ
 اس نے پہلے تو قوم کشٹ کو سید لکھیا پر اقوام کہکے و بیکہ کے تدارک کے درپے
 ہوا۔ ۱۱۹۶ھ میں محمود خاں بیکہ کی سرزنش کے لئے جس نے اثناء پور میں کشمیر میں
 کریم داد خاں کے ساتھ پہلے مراجعت کی تھی تار خلی خاں کو سات ہزار آدمی

کے ساتھ منظر آباد بھجوا یا جیب وہ ہولیا سب سے پہنچا تو فتح خاں راہ کشمائی نے صحیح راستہ سے گمراہ کر کے ایک ایسے تنگ درہ میں جھونک دیا کہ یہ بالکل بے بس ہو گیا۔ اسی اثناء میں فتح خاں نے حملہ آور ہو کر فوج کشمیر کا تمام مال و اسباب اور اسلحہ و ہتھیار چھین لئے اور اسے بنے دست و پا کر کے ناظم کشمیر کے پاس واپس بھجوا دیا۔ تاریخی حقائق کی حاکقت سے کریم داؤد خاں اس قدر غصہ بنا کہ ہٹھا کہ جوش غصہ میں اس کو قتل کرادیا۔

حاجی صاحب نے ان جھگڑوں و جھیلوں سے فراغت ملنے حاصل کر کے جو راجا اور ظلم و ستم کا بازار ایسا گرم کیا کہ تمام رعایا الامان الامان کر اُٹھی۔ مال و دولت غارت کرنے کے علاوہ اس نے اعلیٰ و اوسط کے پروردہ ناموس کو چاک کرنے کا بیڑا اٹھا یا بالانسیق مذہب تمام اقوام اس کے مظالم سے قالاں تھیں کئی قسم کے ٹیکس ہی اس نے رعایا پر لگا دیئے جو سراسر جور و بھت پر مبنی تھے۔ منجملہ ان کے ایک ٹیکس زر نیاز تھا جو منصب داروں اور جاگیرداروں سے وصول کیا جاتا تھا اکثر حالتوں میں ٹیکس آمدنی سے بھی دو گنا چڑھا ہوا ہوتا تھا۔ اس نے منصب داروں اور جاگیرداروں کو ناانہینہ کا ہی محتاج کر دیا۔ چنانچہ کئی ستم بدنگاں مال و اسباب فروخت کر کے مضور ہو گئے۔ دوسرا ٹیکس زر اشخاص کے نام سے مشہور تھا۔ بعد یہ تاجداروں اور دیگر متمول اچھی امید و روئے اس کے سر سے اٹھایا جاتا تھا۔ اور تیسرا زر حیوانات تھا اور یہ ٹیکس زمینداروں سے وصول کیا جاتا تھا جن سے بطور وراثت سب تباہ و ویران ہو گئے۔ زمینداروں نے میوہ و اور خجور کے باغوں کے باغ جو شاہانِ مغلینہ کے وقت سے چلے آئے تھے کٹ کر انکی کٹریاں بازاروں میں فروخت کیں اور زر حیوانات ادا کیا۔ سادراستے ان کے چوٹی چوٹی باتوں پر گاؤں کے متمول اور رئیسوں سے بڑی شہری و قومات بطور جرمانہ اور معذورہ جبراً وصول کر لیتا۔ ان پر قوم کی وصولی پر اس نے اسلم ہر کارہ کو مقرر کر رکھا تھا جو اول درجہ کا سفاک اور بیباک اور اعلیٰ درجہ کا طوطا چشم اور بد لحاظ آدمی تھا بالکل میں بڑے گشتہ کرتا اور ایسے ایسے مظالم کار وادار ہوتا جو اسل کشمیر سے کہہ ہی نہ سکیے تھے۔ ایک دفعہ حاجی صاحب نے اسے اور اس کے نائب یا بونہر کارہ کو جیاد

اور ان کے قتل کا اٹھام اکا بران ہنود پر لگایا۔ چنانچہ انہیں گرفتار کر کے سخت ایذا پہنچانے لگا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہر کاروں کے عوض سچا پس ہزار روپیہ لائے۔ مساورہ دینا منظور کر لیا۔ اس رقم کا نام ترزہ و دقتار پایا۔ اسی طرح پشتہ و روں اور خرفت گروں پر بھی اس نے کئی طرح کی بدعتیں برپا کر دیں۔ دلا رام قلی کے مشورہ اور رہنمائی سے شال بانوں پر پہلے پہل داغ شال کا ٹیکس لگایا گیا۔ اور باج گزاروں سے اقساط خراج و باج یومیہ وصول ہونا معمول بن گیا۔ مصیبت تنہا نہیں آتی انہیں قنارول و تاراج کے دنوں میں ۱۱۹۵ھ میں سخت ہونچال آیا جس سے ہزاروں مکان بگڑ کر ویران ہو گئے۔ یہ زلزلہ چھ ماہ تک بڑی شدت سے رہا۔ لیکن حکمت سال بہر محسوس ہوتی رہی۔ دوسرے سال ۱۱۹۶ھ میں زمین ٹرت سرما کے باعث دریائے بہت اور جھیلیں بیخ بستہ ہو گئیں جس سے رعایا کی مصیبت اور بھی زیادہ ہو گئی۔

جب اپنے ملک کو ویران کر چکا تو اسے راجہ محمود خاں واسٹے مظفر آباد کی سرکوبی کا خیال آیا۔ ۱۱۹۵ھ میں عازم مظفر آباد ہوا۔ بارہ سولہ پہنچ کر اس نے بمقام گورس بونے قیام کیا۔ جہاں سے اس نے ہیر دغاں کہک کو حکمت علی سے گرفتار کر کے سری نگر بھجوا دیا اور اس کے لڑکے بہادر خاں کو باپ پر بھیج کر کے مظفر آباد اپنے ساتھ لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر ہباگ گیا۔ لیکن اس کے متعلقوں اور سرداروں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہو گئے۔ وہ اپنی بر جب کٹھالی پہنچا تو بہادر خاں کہک غسل کے بہانے دریائے بہت پر گیا جہاں سے جان چوڑا کر بسوا رسی سنا پم پار ہو گیا۔ دوسرے دن سچا پس ساتھ بہادر آدمی لے کر کریم داد خاں کے لشکر پر آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے صحیح و سلامت واپس چلا گیا۔ اسی بدو جہد میں کریم داد خاں کی فوج کا ایک افسر دیوان سنگ نام بھی مارا گیا۔ شجاع الملک صاحب کریم داد خاں صرف سات سو ساتہ لے کر گورس بونے آیا اور دوسرے دن کوچ کر کے سری نگر چلا گیا جہاں اس نے اسی دن ہیر دغاں کہک کو صحن شہید کر دیا۔ میں قتل کر دیا اور لاش اس کی سید منصور کے مقبرہ میں مدفون ہوئی۔ باقی قیدیوں کے لئے حکم دیا کہ روزانہ دس دس آدمی جھینڈل میں غرق کئے جائیں۔

اپنے عہد حکومت میں اس نے فرقہ تشبیح کی زجر و توبیخ کو فرض منصبی سمجھا۔ اور انہیں ایسا ذلیل و خوار کر دیا کہ وہ عرصہ دراز تک ہمارا ٹھکانے کے قابل نہ رہے۔ خواجہ کمال الدین شہید کے قاتل کو بغضاب شدید قتل کر کے سر اسکا خانقاہ نقشبندیہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا۔ ان مظالم کے علاوہ باغ امیر آباد کو خواہ مخواہ خدا واسطے کی عداوت میں ویران کر دیا۔

۱۱۹۶ء میں تیمور شاہ کے بہائی سکندر شاہ نے علاقہ کامراج میں داخل ہو کر فتور شہر بہا کی سناظم صوبہ نے اس کی مدافعت کے لئے اپنے بیٹے آزاد خواں کو مامور کیا۔ سکندر شاہ لڑائی سے بہاگ گیا اور آزاد خواں منظر و منصور واپس آگیا۔ ان دونوں کریم داد خواں مرض صعب میں مبتلا تھا۔ اس نے وصیت کی کہ وہ اسکے مرنے کی خبر کا بل نہ بھجوائے۔ آخر ۱۲ ماہ صفر ۱۱۹۶ء کو انتقال کر گیا۔ ہمارے دولت نے آزاد خواں کے پونچنے تک اس واقعہ کو پوشیدہ رکھا جب وہ پہنچا تو اس نے باپ کی لاش خانقاہ علی کے احاطہ میں مدفون کرائی۔ تاریخ وفات ظالم گور۔ دیگر ظالم ہمرگ

کریم داد خواں نے ۴ سال ۱۰ ماہ کی عمر میں ۱۱۹۶ء میں جامع مسجد اور علی مسجد کی مرمت کئے سوا اور کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس کے علاوہ میدان مہمانیہ سومر سے اس نے توت کے تمام درخت کٹوا دیئے اور ان کی جگہ سفیداروں کی صفیں لگا دیں اور گہوڑ جوڑ کے لئے میدان بالکل صاف ہوا کر دیا۔ آخر صوبہ کشمیر کی قسموں کا فیصلہ آزاد خواں کے سپرد کر کے اسے اپنے نقش قدم پر چلنے کا سبق دے گیا۔ آخر عمر میں اسے اولیا کرام کی مقابر کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا اور کچھ کچھ رشتی پر آنے لگا تھا۔ لیکن موت نے اسے ہمت نہ دی کہ کوئی نیک کام کرتا۔

آزاد خواں صوبہ کشمیر ۲ سال ۱۶۸۵ء سے ۱۶۸۷ء قلی کو منصب مدارالمہامی عطا کیا۔ اور تیمور شاہ کی مطابقت کا اعلان کر کے حکومت کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے امرائے کابل کی وساطت سے بادشاہ سے نظامت کشمیر کا فرمان بھی حاصل کر لیا۔

آزادان کے عادات تھے جو مے خانوں میں شادی جوتے رہتے۔ مسعود نے
 بیٹا جو رو پیدا ہوا اس سے بھی بڑا کر رکھا۔ خود تو معمول لباس
 پہنتا تھا لیکن اس کے عظام اور چوہا فوق البشرک پوشش اور زربین کمر بند
 زیب تن کئے جو بے غلط اور نظر آتے تھے۔ یہ دیکھ کر کے لئے بڑی دھم دھم
 اور تزک و احتشام سے نکلتا۔ اور شیر و ہنگ سے عمدہ اٹھنے کو ہر وقت آمادہ
 اور بادشاہ کو بھی تا طو میں نہ لٹا تھا۔

پہلے سال ہی اس نے کشمیر پر چڑائی کر دی۔ وہاں کے راجہ گورگن کے
 کشمیر لے آیا۔ لیکن یہاں غلام غلام سے سرفراز کر کے اس نے اسے چھ حکومت
 کشمیر پر بحال کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عنان حکومت پر پنجپہ کی جانب مسدود
 کی مدافعت میں غلام غلام کے مارے بھال گیا۔ آزادان ایک ہفتہ
 تک لوٹ مار چکا اور گورگن ہت کھل کر کے واپس آگیا۔ دوسرے سال ہی
 نے پھر چڑائی کی لیکن اس مرتبہ رستم خاں نے بیٹا زبیرا پیش کش کر کے صلح کر لی
 اسی طرح اس نے راجہ راجواری کو بھی صلح کر کے شمول عنایات کیا۔ اس کے
 بعد آزادان نے کچھ دنوں کشمیر میں قیام رکھا کہ زمینداران باہر سو میں نہر جاری
 کرنے کی کوشش شروع کی۔ پہلے نالاول سے نہر کائی گئی لیکن اس کا پانی
 میدان کو میں نہ پہنچ سکا۔ پھر دوسری کے نیچے دریائے بہت سے نہر کائی گئی
 لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہو سکی اور مجبوراً اس طرف سے اسے خاموشی ہی اختیار
 کر لی۔ پھر دنوں کو بعد سلطان گھٹائی پر مہم اختیار کرنے کے ارادہ سے اور علاقہ
 چار کے راجوں پر پورش کرنے کے لئے اس نے تمام پرگنہ ہات کشمیر کے زمینداروں
 کو بار بار داری کے لئے بیجا کر پڑیا جس سے شور و جھڑپا ہو گیا۔ آزادان جب
 غلط آباد کے مدد میں پہنچا تو تمام ہڈی ریت خوف سے اوہڑاؤ دھڑکے اور
 آزادان اجنبی معمولی آدمیوں کو گرفتار کر کے واپس آگیا۔

جب چاروں طرف سے کامیابی اور سرفرازی نے منہ دکھایا تو ناظم صوبہ
 کا دماغ آسان پڑنے لگا۔ اس نے بادشاہ سے بھی راجہ داری اختیار کر لی۔ اپنے
 بہائی زمیندار کو جو تھوڑا سا کی خیر گالی کا دم بھرتا تھا قید کر دیا۔ اسی طرح غلام خاں

علاقہ پچھلی میں چلا آیا۔ اور شے سرتے سے چڑھائی کی لیا۔ سی کر کے لگا۔ آزاد خاں
 اپنی بارہ مولہ ہی میں تھا کہ وہ بمقام پرندہ دریا عبور کر کے موضع کچھو امہ میں پہنچ گیا
 اتفاقاً انہیں دونوں میں قحط عظیم اٹھایا تھا کہ روپے کو میر غلہ بھی نہ آتا تھا نہ
 ہی تمام ملک میں وبا و مہینہ ہی پھیل گئی جس سے قریب بیس ہزار آدمی مر گئے
 خصوصاً علما و فضلا کو اس وبا نے چن چن کے نابود کیا۔ البتہ علاقہ کھوٹہ اور ریر گڑ
 بہاگ اس بلائے ناگہانی سے بچ رہے۔ لڑائی کے باعث در آمد ملک سد و دہوئی
 جس سے ملک بھی نایاب ہو گیا اور چاندی کے بہاؤ بکت لگا۔ ایک تو یہ بلا میں تھاری
 تھیں دوسرے غیر کشمیر کے غلبہ پا جانے سے شاہی لشکر کے سامان حرب اور
 رسد وغیرہ پہنچنے کے وسائل اور راستے سد و دہوئے جس سے مرقضی خاصیت
 پریشان ہو گیا تاہم ہری جو اندری سے رتار آخر بہت سی جدوجہد و جنگ و جدل
 کے بعد کچھ توفیق ملی اور وہاں سے تباہ ہو گیا اور کچھ آزاد کے ہاتھ سے ویران ہو کر
 ذلیل و خوار ہوا۔ اسی اثنا میں نور جنگ قلی خاں ستانی محمد علی علیہ السلام خاں وغیرہ حضرات
 افسر ہی گرفتار ہو گئے جس سے مرقضی خاں کار نامہ سہا جہ صمد بھی جاتا رہا اور بہاگ
 پونچھ کے راستے پشاور چلا گیا آزاد خاں دوبارہ فتح و نصرت کا گیت گاتا ہوا سری نگر
 آگیا۔ یہاں اگر پہلے تو اس نے اپنے نائب دارالہمام دیوان سنگھ کلان کو بمقام مفت
 چنار قتل کیا۔ اور پھر شیخ عبد اللہ اور اکیت اللہ بانڈے کو بھی اسی جگہ عدم اکاؤ کو بچا دیا
 اس کے بعد آزاد خاں نے بمقام مصلحت قبض اللہ خاں کو بادشاہ کابل کی
 خدمت میں بھیجا اور بشفاعت کلام اللہ سابقہ تقصیرات کی معافی مانگی لیکن تیمور شاہ
 نے منظور نہ کیا تاہم کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے کاشت خاں کو نور جنگ قلی خاں وغیرہ
 محبوسوں کی رہائی کے لئے آزاد خاں کے پاس بھیجا۔ آزاد خاں بڑی عظیم و مکریم
 سے اسکے ہاتھ پیش آیا۔ لیکن نور جنگ قلی خاں اور اس کے پورے دونوں کو میدان
 مایہ سومہ میں اس کے روبرو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ملا نور محمد کو حسن پیش خدمت کے
 ہاتھ سے نور باغ میں غرق آب کر دیا۔ انہیں دونوں میں راجہ میر و خاں میر غفر اللہ
 کے لئے سری نگر آیا اور ناظم نے معاف کر کے اسے خلاغ فاخرہ سے متنازع کیا لیکن
 وہ چارہ دو تین دن بعد تھائے رہائی سے انتقال کر گیا۔ اس کے ہمراہی لاشیں

نے گئے۔

رعایا سے بڑھ کر منصب دار اور راکین دولت بھی آزاد خواہ
 بید کی طرح کانپتے تھے اور اندر ہی اندر اس کی بیخ کنی کے درپے تھے۔ منجملہ ان
 کے پہلوان خاں اور ملوک خاں نے عظمت خاں قابچی محافظ شہساز اور غلام کرناظم
 کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ جس نے ایک دن رات کے وقت موقع پا کر آزا ماں پرستوں
 کا قیام کیا۔ گولی ران ہو گئی اور وہ کمال اضطراب اور انقلاب کی حالت میں قلعہ شیر گڑھی
 کی فصل کے ایک درخت سے دریا میں کود پڑا اور کشتی میں بیٹھ کر دلارام قلی کے ہاں
 چلا گیا۔ عظمت خاں پہلوان کو ساتھ لے کر وہاں بھی جا پہنچا اور کشتی پر جب ہیں محافظ اور
 پناہ گزین دونوں بیٹھے تھے انہوں نے گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن آزاد خاں
 کو کوئی آسیب نہ پہنچا۔ البتہ دلارام قلی خفیف سا مجروح ہو گیا۔ اب آزاد نے
 فراغت پا کر فوج آراستہ کی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے میدان مایہ مومہ
 میں آگیا۔ پہلوان خاں اور ملوک خاں بھی اپنی اپنی جماعت کے ساتھ مقابلہ پر آئے
 اور لڑائی شروع ہو گئی۔ پہلوان خاں اور ملوک خاں تنگ آ کر قلعہ شیر گڑھی میں تحصن
 ہو گئے۔ آزاد خاں بھی محاصرہ سے تنگ آ کر اونٹنی پورہ چلا گیا جس سے پہلوان خاں
 کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ قلعہ سے نکل کر اس کے نقیب میں دوڑا۔ پھر لڑائی شروع
 ہو گئی۔ عین خونریزی کے موقع پر عظمت درانی خیر نکال کر آزاد خاں پر حملہ آور ہوا
 لیکن جونہی اس کے چہرہ پر اس کی نظر پڑی خوف طاری ہو گیا اور کانپنے لگا اسی
 وقت میدان چھوڑ کر نکل گیا۔ پہلوان خاں پر زہریم ہو کر سری لگر بہاگ آیا۔ آزاد خاں
 بھی ان کے متعاقب پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے بیٹھ گیا۔ سات دن رات
 جا نہیں میں گولہ باری ہوتی رہی آخر محصورین تنگ آ کر رات کے وقت قلعہ چھوڑ کر
 بھاگ گئے آزاد خاں نے مسرت سے خامپورتک ان کا تعقب کیا۔ اور سب کو گرفتار
 کر کے لے آیا۔ پہلوان خاں۔ ملوک خاں اور ان کے متعلق قریبا بیس آدمیوں کو
 قتل کر دیا۔ اور عظمت درانی کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ اسی سال سری لگر حملہ
 شکی پورہ میں حادثہ آتش زدگی واقع ہوا۔ جس سے بہت سے گھر جل کر خاک سیاہ
 ہو گئے دوسرے سال ۱۱۹۹ھ کو سخت ہونچال آیا جس سے بہت سے مکان گر گئے

اور سینکڑوں آدمی و بکری مر گئے۔ تین چار ماہ تک تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد
 خنیت سے نزلے آتے رہے۔
 نور جناب علی خاں کے قتل کے بعد تیمور شاہ نے سیف الدین مدد خاں اسماعیلی
 کو یہاں نہرا چنید سپاہی دے کر آزاد کو حلقا قیاد میں لانے پر مامور کیا۔ اس
 نے اپنی فوج کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ بارہ مولہ کے راستے بھجوا دیا اور دوسرا
 حصہ قریب تیس نہرا سپاہی خود اپنے ہمراہ لے کر براہ کرناہ موضع چہاگل علاقہ
 گامراج میں آفاخل ہوا۔ آزاد خاں بارہ مولہ کی فوج سے ہم تہرہ ہونے کے لئے
 بمقام دولہ بیٹھا تھا کہ مدد خاں سیف الدین خاں کنٹ کی رہبری سے کھولامہ اور
 لار کے راستے ۱۴ ماہ صفر ۹۹۰ھ کو سرسی نگر اگر بمقام بہت چنار مقیم ہو گیا۔
 عبدالعزیز خاں نائب صوبہ کو اس نے شیر گڑھی سے نکال کر قتل کر دیا۔ جب
 آزاد خاں نے سنا تو اس نے اہل و عیال پونچھ بھجوا دیئے۔ اور خود موضع دولہ
 سے کوچ کر کے خوشی پورہ میں آ بیٹھا۔ اس کا ایک سردار اسلام خاں سیف الدین
 سے مل گیا۔ جس پر آزاد خاں نے اس کے دو بیٹے اور ایک لڑکی دریا میں غرق کر دی
 اور اسکی بیوی کا دامن عصمت اپنے سپاہیوں سے چاک کر لیا۔ مدد خاں بھی کوچ
 کر کے خوشی پورہ آ گیا۔ اور مخالفانہ سے معرکہ جہاں و قتال شروع کر کے خون
 کی ندیاں بہانے لگا۔ دواو گیر کے موقع پر آزاد خاں نے باواں بلند پکار کر کہا کہ
 اگر کوئی شخص مدد خاں کا سر کاٹ کر میرے سامنے لا یگا تو ایک لاکھ روپیہ انعام
 پائے گا اور اگر کوئی شخص اسے زندہ پکڑ لائے تو اسے دو لاکھ روپیہ دو لاکھ روپیہ
 کی لالچ میں بہاؤ سنگہ نام ایک بہادر اس امر خطیر کے انصرام پر آمادہ ہو گیا۔ اور
 گھوڑا دوڑا کر مدد خاں کے سر پر جا پہنچا لیکن اس جوشیر نے گھوڑے سے اٹھا کر
 بہادر سنگہ کو اپنے آگے بٹھالیا چاہتا تھا کہ زندہ ہی آزاد خاں کے حوالہ کر آئے
 لیکن اس کے سپاہیوں نے ایک ہی وار سے اسکا کام تمام کر دیا۔ القعد آزاد خاں
 کے کئی سردار بھی مدد خاں سے جا ملے اور وہ بیچارہ گریختگی و زوار سے لاچار ہو کر
 میدان سے نکل گیا۔ مدد خاں کوچ کر کے سرسی نگر محلہ زلہ گرمی واخل ہو گیا۔ کچھ
 دن کے بعد آزاد خاں نے پھر کر بہت باندھی اور مدد خاں کی فوج پر خون مارا

لیکن اس کے ایام برگشتہ تھے اس کی ایک ہی پیش نہ گئی اور بھاگ گیا۔ راستے میں شاہی سپاہیوں نے اُسے روکا لیکن وہ شاہ ولی خاں کا حجام رجب بن ہمدی بنکر پونچھ کی طرف نکل گیا کچھ عرصہ تک راجورسی وغیرہ کی اطراف میں آوارہ گرد رہ کر پھر پونچھ آگیا اور اس فکر میں ہوا کہ وہاں کے راجہ رستم خاں کو گرفتار کر کے اس کی جگہ بٹھ جائے لیکن راجہ ہندو کو نے اس کے خیالات سے آگاہی پا کر اُسے محصور کر لیا۔ اتفاقاً اسی دن مدد خاں کا سپہ سالار اسلام خاں بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے آزاد کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ آخر کار محصور نے تنگ آنے کو خوشی کر لی۔ اسلام خاں نے اس کا سر کاٹ کر مدد خاں کے پاس بھجوا دیا جس نے اُسے تیمور شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے ایسے بہادر کے مرتے پر سخت افسوس ظاہر کیا تمام اس کی ماں سے اس نے دو لاکھ روپیہ بطور مصا ورہ وصول کر لیا۔ اس نے دو سال اور چار ماہ کی حکمرانی میں ایک ہی نیک کام کیا اور وہ یہ تھا کہ شاہ نعمت اللہ صاحب کی خانقاہ واقعہ صفائیل جو مل گئی تھی از سر نو تعمیر کرا دی۔ یوں تو تمام عہد افاغندہ کشمیر کے لئے ایک تازیانہ عبرت تھا۔ لیکن ان باپ بیٹوں کا زمانہ نظاست کشمیر میں قہر آگاہی سے کم نہ تھا۔ غضب خدا کا۔ رعایا فاقوں سے تباہ حال ہو رہی ہے۔ اور یہ باپ بیٹا اپنے اپنے عہد میں ٹھوٹے محصولات سے اُس کا اور بھی کچھ منکال رہے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے پھل وار درختوں کو اس خوف سے کہ ظالم اور جابر حاکم میوہ نہ بروستی اتار کرے جائیں گے بڑے نمونے کے پیوند لگا دیتے ہیں جس سے پھلوں کی شکل بھی بدل جاتی ہے اور ذائقہ بھی خراب ہو جاتا ہے۔ تاکہ تلخی اور کھٹائی کی وجہ سے یہ میوہ حاکموں کو مرغوب نہ ہو سکے۔ ان دونوں کے عہد میں غریب رعایا کو بگاڑ کے ظلم سے ہی تباہ کیا گیا ہے۔

سیف الدولہ مدد خاں اسحاق زئی صوبہ کشمیر ۱۶۹۵ء سے ۱۶۹۷ء
۱۶۹۷ء میں ۱۶۹۹ء
پر قدم رکھا۔ تو اس نے دیکھا کہ ملک کی
ہوا بگڑی ہوئی ہے۔ لوگ افغانوں کی شکل و بیکتے ہی بیکتے ہیں۔
مستم کا نمونہ ہے۔ اس لئے اُس نے محسوس کیا کہ حاکم رعایا کو بگاڑ کر
مستم کا نمونہ ہے۔ اس لئے اُس نے محسوس کیا کہ حاکم رعایا کو بگاڑ کر

اور نہایت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتی تھیں۔ چنانچہ اس نے ملائمت سے کام لینا چاہا لیکن معلوم ہوا کہ بعض فتنہ پرور ازبک اپنی خود غرضیوں اور جاہ طلبیوں کے لئے شورش و شریکد کرتے اور حکام کو خود ظلم و ستم پر آمادہ کرتے ہیں۔ آخر اس نے نامی گرامی سرکشیوں اور غیرہ سبروں کو کچھ عتاب میں کھینچا جس سے ایک شورش برپا ہو گیا۔ اور لوگ مدد خواں کو کریم دوا خواں اور آزاد خواں کے مظالم کا متمم سمجھنے لگے۔ چنانچہ تاریخ ہوئی ہے۔

در تواریخ یک ہزار و دو صد ظلم آزاد را رسید و آخر جب ہندوؤں کے استیصال کے بعد اس زمان کی صورت نظر آگئی تو اس نے رعیت پروری اور فادگری کا شیعہ اختیار کر لیا۔ عالموں فاضلوں کی تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ ہر جمعہ کی رات کو عائد دین کو پُر کلفت ضیافت دیتا تھا جو ان کی صحبت نے اس کے افتخاری خیالات بالکل بدل دیئے اور اس نے کریم دوا خواں اور آزاد خواں کا ناقابل برداشت جزیہ ہی موقوف کرنے کا اہمہ کر لیا لیکن انہیں دہنوں میں ملا غفار خاں میر سامان و صولی مالہ کے لئے وار و خط ہوا اور اس نے ہندوؤں سے اس جزیہ کے بارے میں رہنما نامہ عام کہوا لیا۔ جس سے دوا خواں کی کوشش ضائع گئی۔ دس ماہ کے بعد میر و دوا خواں فرمان صوبیداری حاصل کرنے کے وار و خط ہوا۔ دوا خواں اس وقت علاقہ وچھہ میں قیام پزیر تھا وہیں سے نئے صوبیدار کی ملاقات کے بعد سید با تیمور شاہ کے حضور میں چلا گیا۔

میر و دوا خواں صوبہ کشمیر ۲ سال ۱۷۹۷ء سے ۱۷۹۹ء تک ۶ سال ۱۷۹۹ء سے ۱۸۰۵ء تک دو دنوں بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔ انہوں نے ملا حبیب اللہ قاضی اور ملا قوم اللہ کو صدر عدالت بنایا اور پٹنٹ و لارم قلی کو عہدہ انس و دیوانی عطا کیا۔ موخر الذکر جو آزاد خواں کے عہد میں ہوا تھا خود سری سے دماغ موطر کر چکا تھا اسے انتظام پر کیسے قناعت کر سکتا تھا۔ ناظم اور نائب کے درمیان مناعت کر کے اس نے اتفاق ڈال دیا جس سے معاملات ملکی کے انصاف میں جھگڑے اٹھنے شروع ہو گئے۔ دلا رام قلی کی قدر بڑھ گئی۔ فریقین اس کی معاونت کے خواستگار تھے۔ تمام دفاتر

سہکاری میں اس نے ہندو اور پٹت بھرتی کر لئے مسلمانوں کی حق تلفی ہونے لگی۔ ادھر میر داو اور ملا غفار کا اتفاق خصوصیت کے درجے سے نکل کر خاصیت کے رتبہ کو پہنچا جس کی اطلاع بادشاہ کو پہنچی ہوئی اور اس نے نشان خواں درانی کو تحقیقات اور تصدیق کے لئے بھیجا یا۔ لیکن وہ بغیر فیصلہ کے داخل نشا ہی لیکر واپس ہو گیا۔ جس سے متخاصمین کو اپنے اپنے منصوبوں کی تکمیل کا موقع مل گیا۔ اور انہوں نے علانیہ دشمنی شروع کر دی۔ جس پر بادشاہ نے مقررہ خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے اس جہگڑے کے تصفیہ کے لئے کشمیر بھیجا یا۔ یہاں پہنچ کر اس نے اعلان کر دیا کہ ناظم پانائب میں سے جو کوئی مالیہ سہکاری کا ذمہ دار ہے حکومت ملک پر منتقل کیا جائے گا۔ ملا غفار خاں نے ذمہ داری کی تحریروں دینے سے انکار کیا اور کابل کو روانہ ہو گیا۔ نظامت میر داو خاں کے سپرد ہوئی۔ اس نے تحصیل مالیہ کی بنیاد پر طرح طرح کے مظالم جاری کر دیئے۔ جس سے گرائی غلہ شروع ہو گئی اور پانچ روپیہ خروار شالی بکنے لگی۔

واعظ شہر حافظ کمال چوہدری ملا رہتہ میں رہتا تھا حاجی کریم داو خاں کے عہد میں رخص گوئی کی پاداش میں وعظ خوانی سے محروم کیا گیا تھا۔ لیکن اپنے مکان پر وہ اکثر وعظ خوانی کرتا اور لوگوں کو نہایت مقابلاً و لیاؤ زہد و دنیا پر فقرا سے منع کرتا رہتا تھا۔ جب اس نے اپنے راستے میں کوئی مزید رکاوٹ نہ پائی تو رفتہ رفتہ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کو بڑے الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ جس سے بعض راسخ الاعتقاد مسلمانوں کے دلوں میں مذہبی جوش بھڑک اٹھا اور انہوں نے اس کے برخلاف قاضی حبیب اللہ کے پاس استغاثہ وائیکیا۔ جس نے ثبوت پر پہلے تو گدھے پر سوار کر کے اسے تمام شہر ہٹوں پھرایا اور پھر ہتھام ہفت چنار قتل کر دیا۔ اس کے بعد دیوان دلارام علی نے جواب کشمیر ان خاص میں داخل ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کو عداستنا شروع کیا۔ اس لئے بعض عمائد دین جہنم کے دن مسجد جامع اور خانقاہ علی کے دروازے مقفل کر کے دیوانہ کو پر حملہ آور ہو گئے۔ لاشی پتھر سے اسے مجروح کر دیا۔ عین وقت پر ناظم صوبہ کو اطلاع ہو گئی اور اس نے فوراً آدمی بھیجا کہ مسجد اور خانقاہ کے دروازے کھولا دینے

اور مغدوں کو تسلیم کرنا اور وعدہ وعید دے کر واپس لے آیا۔ انہیں دونوں میں سے کسی سے بھی کام راج میں شورشیں اٹھائی لیکن میرزا و خاں کے آدمی اسے گرفتار کر گئے۔ آخر دو سال کی محکمانی کے بعد ۱۵۸۹ء میں میرزا و خاں مرض الموت میں مبتلا ہو گیا اور ۱۵ ماہ رجب ۱۰۰۰ھ کو جان بحق تسلیم کر کے سید منصور کے احاطہ میں مدفون ہوا۔

ملا غفار خاں صوبہ کشمیر ۱۵ ماہ ۱۵۸۹ء مطابق ۱۰۰۰ھ تک مرحوم کا ایک رشتہ دار اسماعیل خاں مہاراجہ ملکی سرانجام و تیان نہ کچھ دن بعد ملا غفار خاں خلعت صوبیداری زیب تن کر کے ۱۵۸۹ء میں وار و حملہ ہو گیا۔ اس نے میر جعفر کنٹ کو قید سے رہا کر کے حکومت شروع کی لیکن جلد ہی ہی چار ماہ بعد واپس ہو گیا۔

منذو ار جمعہ خاں الکزئی صوبہ کشمیر ۲۴ ماہ و یقعد ۱۰۰۲ھ میں میرزا و خاں ۱۵ ماہ ۱۵۸۹ء سے ۱۵۹۲ء عیسوی

والصفات میں مشغول ہوا۔ کچھ دن کے بعد اس نے اپنے بیٹوں عبداللہ خاں اور محبت خاں کو بھی کشمیر بلا لیا۔ محمد ان کے عبداللہ خاں قاضی ملک مقرر ہوا۔ اس نے رزمیہ فانیس اور عدالت کا اجارہ بشیر خاں کو دے دیا۔ لیکن ملا قوام الدین نے اس ٹھیکہ دار کو محض کر کے باطل بے دخل کر دیا۔ میرزا و خاں کی حکومت شروع ہونے کے پہلے سال ہی کثرتِ بارش سے طوفانِ سیلاب برپا ہوا جس سے مغلذات کی تباہی کے علاوہ سرحدی نگر میں بھی بہت نقصان ہوا۔ سید قاضی زاوہ ٹوٹ گئی اور محمد غانیہ اور رعنہ واری میں بہت سے مکان گر کر زمین ہو گئے۔ ایک سال کے بعد ملا فاضل درانی ناظم کشمیر کی طلبی کے لئے پیشا پور سے پاسور ہوا۔ جمعہ خاں نے اپنی جگہ محبت خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ جو اپنی خوشنویاقت سے کچھ عرصہ کے بعد خلعت اور انعام حاصل کرنے کے واپس آ گیا۔ اس کے بعد جب تیمور شاہ خود پشاور پہنچا تو اس نے عبدالرحیم خاں کو بیعتِ حساب کے لئے رزواہ کشمیر کیا۔ یہاں سے میر جعفر اور دھارام کو ساتھ لے کر ناظم صوبہ گذارش محاسب کے لئے خود عبدالرحیم خاں کے ہمراہ گیا اور محبت خاں کو قائم مقام چھوڑ گیا۔ انہیں نو

بن بڈی بل اور حسن آباد کے شیعوں نے ماتم سروسے میر کے علاوہ ماتم داری شروع کر دی۔ نائب صوبہ نے اسلام خاں کو تحقیقات پر مامور کیا۔ اس کی رپورٹ بحسب خاں جمعہ کے دن معاً اثر و نام عام موقع پر پہنچا۔ ماتم سروسے کو نیا دسے ٹیڑ دیا اور شیعوں کو سخت تنبیہ کی۔ تین ماہ کے بعد سروسے ہی فراغت حاصل کر کے مال اقتدار واپس آ گیا۔

اس کی واپسی پر وزیر حسن علی خاں بمبوع نے کامراج میں بناوت برپا کی۔ لیکن مغلوب و منکوب ہو گیا۔ انہیں دنوں میں راجہ رستم خاں والٹے پونچھ نے ہستان کشمیر میں لوٹ چاوسی۔ خصوصاً بھٹیر بکری اور مال و مویشی کے ریوڑ کے ریوڑ اور گلہ کے گلہ غارت کر کے لے گیا۔ جو خاں خود عازم پونچھ ہوا۔ رستم خاں نے گھبراہٹ و اضطراب اختیار کر لی۔ اور مال مسروقہ کے مالکوں کا راضی نامہ حاصل کر کے ناظم کے پاس بھجوا دیا۔ اس کے وکلاء کو زرخند بند سی وے کر مرخص کیا۔ اسی اثنا میں والٹے راجہ جوری بہادر خاں کہہ کہ گزشتہ کر کے لے گیا۔ جو خاں فوج کشی کر کے راجہ گور کو روکو۔ خراج شاہی بطور بر خاں سہری گرنے آیا۔ اس کے بعد اگلے میں ناظم صوبہ حسب مطالبہ رحمت اللہ خاں کو قائم مقام چوڑ کر تیمور شاہ کی خدمت میں لیا۔ پیچھے اقوام کہہ کہ ویمبوع نے کامراج میں شورش برپا کر دی لیکن رحمت اللہ خاں نے جلد ہی ہی ان کو مغلوب کر لیا۔ ۱۲ محرم ۱۲۰۴ھ میں جو خاں کرناہ کے راستے داخل کشمیر ہو گیا۔ اور دو ماہ بعد ماہ ربیع الاول میں ببار ضد ہمال فوج ہو کر سید قمر الدین کے مقبرہ میں مدفون ہوا۔ جہاں سے کچھ عرصہ بعد اس کی لاش کو قند بارے گئے۔ اس کے بعد تین ماہ اور ۱۲ روز تک اسکا بیٹا رحمت اللہ خاں جو پہلے ہی قائم مقام صوبہ رہ چکا تھا۔ امورات ملکی سرانجام دیتا رہا۔ آخر ماہ جادی التالی میں تیمور شاہ نے میرزا خاں کو صوبہ داری کشمیر پر ممتاز کر کے بھجوا یا۔

میرزا خاں صوبہ کشمیر ۱۲۰۴ء سے ۱۲۰۶ء

میرزا خاں نظامت کشمیر پر ممتاز ہو کر ۱۲۰۴ء میں وارد خط ہوا۔ اس نے زمام اختیار اپنے بیٹے میرزا خاں کے سپرد کر دی اور خود حکمرانی سے کنارہ کش ہو گیا۔ میرزا خاں نے خواجہ عینی دہلوی کو عہدہ صاحبکار سی عطا کیا اور ملا قوام الدین کو منصب قضاہ بخشا۔ اور اطمینان سے

حکومت کرنے لگا۔ چار ماہ بعد تیمور شاہ بادشاہ کی وفات کی خبر کشمیر پہنچی جس سے
میرزا خاں کی نظامت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

زمان شاہ درانی

ایام حکومت بہ سال ۱۰۹۳ھ لغایت ۱۱۱۲ھ مطابق

۱۲۰۷ء لغایت ۱۲۱۶ء ہجری

تیمور شاہ کی وفات پر امرائے دولت شل قاضی فیض اللہ خاں وزیر و فواد
عبدالغفار خاں شہر پنچ اور پائندہ خاں مارکنڈی نے خبر وفات مصلحتاً مخفی رکھی
تمام دیگر امرائے دولت اور دوسرے کابل کو سر دیوان حاضر کر کے انہوں سے
دروازے بند کر دیئے اور بادشاہ کی وفات کا اظہار کیا۔ تقریباً سب نے اتفاق
البرائے ہو کر مرحوم کے میسرے بیٹے شاہ زمان کو تخت نشینی کے لئے منتخب کیا
اگرچہ بعض رٹو سا اور شانہ لوگاں نے عباس شاہ کو ترجیح دی۔ لیکن اس وقت
مخالفوں کا غلبہ دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ اسی قبل و قال کے درمیان پاشت
کے بہانے بغیر کسی آخری فیصلہ کے دربار برخواست ہو گیا۔ اور اعیان مملکت
نے بے خبری کے عالم میں شاہ عباس کے دروازہ پر مخالفتی پیرے کشمیر کر دیئے
دوسرے دن وزیر و فواد خاں نے سب کو متفق کر کے زمان شاہ کو تخت پر بٹھا
دیا۔ تاریخ جلوس۔

دونقش چہ دلخواہ و چہ جانکاه نشست
خوشید پر آذر اقی ماہ نشست
انگر دش مہر و ماہ تیمور ز تخت
برخواست خواب زمان شاہ نشست
(لغزبان شاہ)۔ (تیمور)۔ (تخت)

زمان شاہ نے وفادار خاں کو امیر الملک۔ رحمت اللہ خاں کو مستعد الدولہ اور
شیر محمد خاں کو مختار الدولہ کے خطابات عطا کئے۔ اور وفادار خاں کی لڑکی اپنے عہد
تکاج میں لاکر حکومت۔ و عشرت کے مزے لینے لگا۔
سکہ طرازیافت بحکم خدائے ہر و جہان۔ رواج سکہ دولت تمام شاہ زمان

ملکین۔ تہار اور الطاف خورشیدین فرماں
 یکہ دونوں کے بعد زمان شاہ نے سوائے شجاع الملک کے باقی تمام شاہزادوں
 کو جو کابل میں موجود تھے باندھ کر بغاوت فطریہ کروا دیا لیکن پھر افغان مفسدوں نے
 اسے چین نہ لینے دیا اور اپنے عہد حکومت میں ہمیشہ ہاشموں سے لڑتا رہا آخر کار
 آٹھ سال اور سات ماہ کی خونریز مراثیوں کے بعد ۱۱۹۲ھ میں درہ خیبر میں بڑے
 بہائی محمود شاہ کے ماتھے میں گرفتار ہو گیا۔ جس نے بکمال بے رحمی محبت و اخوت
 کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر محبوس بادشاہ کی آنکھوں میں سلاخی پھر وادی۔ اور پھر
 بڑے بہائی ہمایوں شاہ کے پاس قندھار بھیجوا دیا۔ زمانہ کوری میں زمان شاہ
 نے یہابیات حسب حال منظم کر کے اپنی شاعرانہ قابلیت کا نمونہ پیش کیا
 زنگیں کسے کے بگیہ و گلاب زچشمان من چوں گرفتند آب
 ز احوال چشم چو پرست کسے بلکو کور شد ویدہ آفتاب تخلص
 تخت نشینی کے بعد چار ماہ سے زیادہ عرصہ تک زمان شاہ خانہ جنگیوں کے تدارک
 میں لگا رہا اور معاملات کشمیر کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو سکا آخر ماہ ربیع الاول ۱۲۰۸ھ
 کو اس نے میرزا خاں کی بجائے اس کے بیٹے میر نزار خاں کے نام فرمان صوبیداری
 نافذ کیا۔

صوبیدار جو زمان شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور

(۱) میر نزار خاں	۱۱۹۲ھ سے ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۲۰۷ھ سے ۱۲۱۲ھ
(۲) میر رحمت اللہ خاں	۱۱۹۷ھ سے ۱۲۰۸ھ
(۳) کفایت خاں	۱۱۹۷ھ سے ۱۲۰۸ھ
(۴) ارسلان خاں	۱۱۹۷ھ سے ۱۲۰۸ھ
(۵) عبداللہ خاں اکوڑی	۱۱۹۷ھ سے ۱۲۰۸ھ
میر نزار خاں صوبہ کشمیر ماہ	۱۱۹۲ھ سے ۱۲۰۸ھ
نائب صوبہ میر نزار خاں نے بادشاہ کی وفات کی	۱۱۹۲ھ سے ۱۲۰۸ھ
خبر سن کر کچھ دن تو رسومات ماتمذاری سوگوار سی	۱۱۹۲ھ سے ۱۲۰۸ھ
بسر گئے۔ اور اس کے بعد انتظام ملک کو درست کر کے ماہ ذی الحجہ میں علاقہ کامراج	۱۱۹۲ھ سے ۱۲۰۸ھ

کی طرف گیا۔ انہائے دوزخ میں ناصر علی خان۔ ابراہیم خان۔ صفدر علی خاں اور
 میر بند خاں راجگان کوہستان وچھندہ وکھاوردہ خلعت فاجبرہ اور عنایات تکاشر
 سے سرفراز ہوئے۔ کامراج سے پہر تاہوڈا پر گنہ لایا گیا جہاں اس نے جشن
 عید منایا اور نالہ مندہ کے کناروں پر چراغان کا تہاشتہ دیکھا۔ ماہ رجب الاول
 ۱۱۰۰ھ میں زمان شاہ نے اسی کے نام فرمان عہدہ داری بھیجواٹا مذہبان شاہ
 پشاور آیا تو اس نے کاظم خاں پیش حدست کے ماہہ خیران سلطانی بھیجے
 کے لئے میرنہرا خاں کو لکھا۔ لیکن اس نے نا عاقبت اندیشی سے شاہی حکم کی
 تعمیل نہ کی بلکہ حاوہ اطاعت سے قدم باہر رکھ کر خود مختار بن بیٹھا۔ اور لوگوں
 پہ طرح طرح کے جوڑ و تم کرنے لگا۔ خصوصاً ہندوؤں اور شیعوں پر تو اس نے
 قیامت ہی برپا کر دی۔ ہزاروں بے گناہ ہندوؤں کو قتل کر دیا۔ سینکڑوں
 کو بوریوں میں بند کر کے جھیل ڈل میں ڈال دیا مولارام علی کو تو پہلے ہی واقعہ
 ۱۲ ماہ واولچہ ۱۱۰۰ھ کو بمقام خانیار قتل کر دیا تھا۔ باقیوں پر ایسی ایسی پھینکیں
 جاری کر دیں کہ میر فقیر اللہ بھی مات ہو گیا۔ تمام ہندوؤں پر زجر جزیہ لگا یا۔ دفتر دیوانی
 موقوف کر دیا اور حساب مالہ بھی کہا تے میں دس کرنے کا حکم دیا ہندوؤں
 کو فارسی پڑھانے کی سخت ممانعت کر دی۔ اسپر زمان شاہ نے میرزا خاں کو بیٹے
 کے سچھانے بھیجائے۔ کسے دئے کشمیر بھیجوا یا لیکن یہ سعادت مندیشا باب کی ہی کب
 سنتا تھا بلکہ برغلالت اس کے اس نے اسے بھی قید کر دیا۔ اب زمان شاہ نے
 احمد خاں شہسپا باشی اور رحمت اللہ خاں پسر جو خاں الکوڑی کو بے تعدا و قروح
 کے ساتھ اس کچ اندیش کی تاویب کے لئے بھیجوا یا میرنہرا خاں نے بعض اکابر
 فرقہ ہندو کو جو اس کی قید میں تھے زندان سے آزاد کرنے کے ساتھ ہی دریا میں
 غرق کر کے قید ہستی سے بھی آزاد کر دیا۔ اور خود بمقام بارہ مولہ صفوف محاسبہ آرت
 کر کے لڑنے کو لیا رہو گیا۔ تقریباً تین ماہ سے زیادہ عرصہ تک لڑائی شروع رہی
 آخر الامیر میرنہرا کے سردار جنگو خان۔ غلام خان۔ میان خاں اور غلام علی خاں عین
 لڑائی کے موقعہ پر پہنچی باشی سے جا ملے۔ ہزار خاں میدان سے فرار ہو کر خانقاہ علی
 میں جا چھپا۔ لیکن گرفتار ہو گیا۔

رحمت اللہ خاں الکوڑی صوبہ کشمیر
۱۶۹۴ء مطابق سنہ ۱۲۰۸ھ ہجری

ہزار خاں کی گرفتاری کے بعد مندرجہ ذیل
ماہ رمضان سنہ ۱۲۰۸ھ کو داخل سری نگر ہوئے

رحمت اللہ خاں الکوڑی نظامت پر متنازع ہوا اور ساتھ ہی احمد خاں شہجی ہاشمی اسکی
ظہروں میں کھٹکنے لگا جھگڑے قضیے پیدا ہو گئے۔ ایک ماہ کے اندر ہی بادشاہ نے
دونوں کو واپس بلا لیا۔ اور وار و خطہ ہونے سے چار ماہ بعد رحمت اللہ خاں میر نزار خاں
احمد خاں خواجہ عیسیٰ اور پندت نندرام کو میکو کو ساتھ لے کر روانہ حضور ہو گیا۔ جہاں
پہنچ کر خواجہ عیسیٰ نو واپس چلا آیا۔ لیکن نندرام مکر رفتہ رفتہ اپنی ذاتی حسن لیاقت سے
امیر الملک وزیر وفادار خاں کے ہاں عہدہ دیوانی پر مقرر ہو گیا۔

کفایت خاں صوبہ کشمیر ایک
سال ۱۶۹۷ء تا ۱۶۹۸ء

اس کی واپسی پر زمان شاہ نے سنہ ۱۶۹۷ء میں کفایت خاں
کو نظامت کشمیر کی خلعت سے سرفراز کیا۔ اس نے

کشمیر پہنچ کر میرزا عبداللہ دین اور میرزا رضاء کو مدارالہمام۔ ملا مسعود کو قاضی اور ملا علی
کو مفتی بنایا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ یہ شخص نیک اندیش اور سفاک
شہر تھا۔ تین ماہ تک انتظام مملکت حسن و خوبی سے سر انجام دے کر زمان شاہ
کے مطالبہ پر میرزا عبداللہ دین کو قائم مقام چھوڑ کر کابل چلا گیا انہیں دنوں میں آقا حیم
نام ایک ملک التیار بدعوئے قصاص محمد تقی خواجہ عیسیٰ دیوانی کو قریب اپنے
مکان پر لے گیا۔ اسے حمام میں اس نے بٹھا کر دروازے بند کر دیئے اور پیچھے آگ
جلا دی جس سے حمام سخت گرم ہو گیا۔ قریب تھا کہ خواجہ عیسیٰ کا کام تمام ہو جائے
کہ اتفاقاً کسی راہرو نے اس کی چیخ پکار سنی جس نے بعض اور لوگوں کی امداد سے
اسے حمام سے باہر نکال عید گاہ کے میدان میں پہنچا دیا۔ عوام نے آزدحام کر کے
آقا حیم کے گھر بار کو آگ لگا دی۔ یہی شہنشاہ اہل تشیع خواجہ عیسیٰ کے مکان پر ٹوٹ
پڑے۔ اور اصل سنت نے یہی شیعوں پر حملہ کر دیا۔ خواجہ عیسیٰ کو خونین غلام شیر گردی
لے گئے اور عوام میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بہت سی خونریزی اور مارتا پائی کے
بعد اہل تشیع بہاگ گئے اور خواجہ عیسیٰ کا مکان بچ گیا۔ پانچ چھ ماہ کے بعد کفایت خاں
بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے پھر زار کشمیر ہو گیا۔ انہیں دنوں میں قوم بمبو
سے عدد و کھراج میں شورش برپا کر دی۔ اور غارتگری مچانے لگی کفایت خاں

نے ان کی تادیب کے لئے محمد صالح میرزا عبدالرحیم اور میرزا ابوالحسن کو مقرر کیا لیکن
خان جہاں شاہ طلی خاں اور صفدر علی خاں نے سو پورا کر میرزا بدر الدین سے
جنگ شروع کر دی۔ خان جہاں شاہ پہاڑ پر تھے ہونے مارا گیا اور باقی سرکشوں نے
میرزا رضا کی وساطت سے صلح کر لی۔
کفایت خاں نے بھی ایک سال تک کشمیر میں حکمرانی کی۔ امورات ملکی کے
انصرام میں ہمیشہ بکام دل بشمول رملہ رعایا اس سے عام طور پر خوش رہی۔ محمد ظاہر
میں ایک سیج باغ اس کی یادگار ہے۔

۱۷۹۵ء میں امیر خاں کا مینا اور سلا خاں صاحبدار

۱۷۹۵ء سے ۱۷۹۷ء

۱۷۹۷ء سے ۱۷۹۹ء

۱۷۹۹ء سے ۱۸۰۱ء

۱۸۰۱ء سے ۱۸۰۳ء

۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۵ء

۱۸۰۵ء سے ۱۸۰۷ء

۱۸۰۷ء سے ۱۸۰۹ء

۱۸۰۹ء سے ۱۸۱۱ء

۱۸۱۱ء سے ۱۸۱۳ء

۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۵ء

۱۸۱۵ء سے ۱۸۱۷ء

۱۸۱۷ء سے ۱۸۱۹ء

۱۸۱۹ء سے ۱۸۲۱ء

۱۸۲۱ء سے ۱۸۲۳ء

۱۸۲۳ء سے ۱۸۲۵ء

۱۸۲۵ء سے ۱۸۲۷ء

۱۸۲۷ء سے ۱۸۲۹ء

۱۸۲۹ء سے ۱۸۳۱ء

۱۷۹۵ء میں امیر خاں کا مینا اور سلا خاں صاحبدار
کشمیر میں مینا ساس نے اپنی طرف سے محمد خاں
جوانشیر کو نائب اور میرزا کاظم کو صاحبکار اور تحصیلدار بنا کر روانہ کیا۔ مینا خاں
۱۸۰۱ء کو محمد خاں سری نگر پہنچا۔ کفایت خاں سابق صاحبدار کشمیر کو بھی خالی کر کے
اپنے باغ واقعہ محلہ خایار میں چلا گیا۔
محمد خاں جوانشیر نے سریر حکومت پر اقتدار حاصل کر کے حکمت علی سے کفایت خاں
کو ناوہ پور سے بلایا۔ اور خیشلہ ہی میں مجبوس کر دیا۔ چند روز بعد مینا ہی ایلچی کے ہمراہ
کابل بھجوا دیا۔ محمد خاں نے یہی دم ہی نہ لیا تھا کہ خان بلوچ - خدا داد خاں اور مینا
نے اتفاق کر کے کشمیر کو بھی کامحا کر دیا۔ نائب کاظم نے قوم جوانشیر کی تعداد حکومت
کے ساتھ قلعہ کے دروازے بند کر لئے اور بالاسے حصہ بیٹھ کر گولہ باری کرنے لگا
لیکن یہاں خاں احمد مینا خاں نے جہالت کی اور بیٹھ ہی لگا کر قلعے پر چڑھ گئے
محمد خاں کو انہوں نے گرفتار کر لیا۔ لیکن پھر باہمی سازش کر کے لڑ خاں مینا خاں اور مینا
تینوں بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔ ماسی اجتری کی حالت میں تیس سال
گزر گیا۔ بادشاہ کو ضروری تو اس نے میر محمد خاں مختار الدین کو عبداللہ محمد خاں
کے ساتھ آتش رسا دے کے چھانے کو بھیجا۔ انہوں نے کامیابی کے ساتھ باغیوں اور
سرکشوں کا قلع قمع کر کے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ احمد روبر میر محمد خاں
عبداللہ خاں کو حاکم کشمیر بنا کر محمد خاں اور مینا خاں وغیرہ کو اپنے ہمراہ کابل لے گیا
عبداللہ خاں انکو نئی صورت کشمیر و سال ۱۲۱۰ھ سے ۱۲۱۲ھ

نے ۱۷۹۴ء میں حکومت کشمیر پر تسلط ہو کر اپنے بھائی رحمت اللہ خاں کو قائم مقام بنایا۔ اور خود مختار الدولہ کے ہمراہ روانہ کابل ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب آپس آیا تو اس نے ہندوستان سے واپس آ کر تہہ صا جکاری عطا کیا۔ اور ربط و ضبط ملک میں مصروف ہوا۔ ایک سال کے بعد بموجب طلبی اپنے دوسرے بھائی گلستاں خاں کو نائب اور میرزا رضا کو اس کا مشیر اور صلاح کار بنا کر خود روانہ کابل ہو گیا۔ اس کی روٹھلی کے بعد صفدر علی خاں اور شیر بلند خاں بھونے اطراف کامراج میں ٹو مارچاوسی ملکستان خاں ان کے مقابلہ کو نکلا۔ اس کے چند نامور سردار مثل باران خاں اور مومن خاں وغیرہ مارے گئے۔ قوم بھوکا مشہور سردار علی خاں بھی قتل ہو گیا اور اس پر بھی کئی آدمی گرفتار ہو گئے۔ ناظم صوبہ بھی ۱۲۱۳ھ کو مخصر ہو کر کشمیر پہنچ گیا اور انتظام ملک کے ورپے ہوا۔ آہستہ آہستہ اس نے تمام سرحدوں کو امورات ملک سے بیدل کر کے سری نگر سے کال دیا۔ اپنے بعض اقربا کو کارپردازی اور دست پر داری پر مامور کیا۔ ہندی اور کوہستانی اقوام کو مناصب جلیلہ عطا کئے۔ قریب تیس ہزار پیادہ و سوار قوم بوجی کے بہرتی کر کے جنگی طاقت کو بھی بڑھا دیا۔ اس کے بعد اس نے مضافات کشمیر چڑھائی کی۔ اور پوچھہ۔ راجوری مظفر آباد و چھتہ و کہا ورہ کو قبضہ اقتدار میں لاکر ہر ایک کو باج گزار بنایا۔ راجہ کرم اللہ واسٹے راجوری کو گرفتار کر کے کشمیر لے آیا اور یہاں سے بڑی عزت و حرمت اور شان و شوکت سے اسے رخصت کیا۔

بہادر خاں واسٹے پوچھہ کو بھی گرفتار کیا۔ لیکن جلد ہی ہی اسے رہا کر دیا۔ جب دوسری مرتبہ اس نے بغاوت کی تو پھر اسے قید کر کے لے آیا اور کچھ عرصہ کے بعد اسے زہر لو کر مار ڈالا۔ اس کی جگہ وزیر روح اللہ کو حاکم پوچھہ بنایا۔ فتح خان بھو کو مظفر آباد تک تمام علاقہ پہاڑ جاگیر میں دے دیا۔ اسکی بیٹی اپنے عقد نکاح میں لایا جس سے فتح خاں کی بھی عزت افزائی ہو گئی۔ اور ناظم صوبہ بھی قوم بھوکے چھتر خاں سے ملٹن خاطر ہو گیا۔ اسی سال شہاب نڈ خاں بلوچ کی صبیہ بھی مع قلیل بے شمار اسباب و جہیز داخل حرم ہوئی۔

عبداللہ خاں رفاد عام کے قتلے پیشہ کو قتل کر تارکے۔ اس نے عدل و انصاف

اور جو دو اہل خانہ کے دروازے چوٹوں بڑوں کے لئے مساوی کھول رکھے
تھے۔ یہ حال اس کی حکومت کی شکر گذار تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ہندوستان میں
کہ ایک رومیہ یا بارہ اسمے کو خروار بکنے لگی۔ لوگ فارغ البال اور منزع الحال ہو گئے
اسی اثنا میں ہندوستان کو امیر الملک وزیر و خادار خاں کی توجہ سے ترقی کرتے
کرتے رہتے ہوئے اب تک پہنچ گیا۔ اور بادشاہ کے خاصوں میں شمار ہونے لگا تھا اس
بات سے اس کا بہائی سردار اس چوکشیر میں بڑی شان و شوکت سے ایام زندگی بسر
کرتے رہتا تھا۔ بہت قدر پاکیزہ شاہی باج و خراج اسی کی معرفت بھجوانا شروع ہوا
۱۲۱۵ء میں میراد اس کو ناظم صوبہ سے کہدورت ہو گئی۔ چنانچہ دیوان تندرہ رام
کی تحریک سے بادشاہ نے عبداللہ خاں کو وائیں بلا بھیجا۔ عبداللہ خاں اپنے بہائی
عطا محمد خاں کو اپنا قائم مقام بنا کر خود روانہ کابل ہو گیا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس
کے دوسرے بہائی کوہیل خاں نے وزیر و خادار خاں کی معرفت جو اس کا ہم زلف
تھا بادشاہ سے حکومت صوبہ کا فرمان حاصل کر لیا۔ جب عبداللہ خاں کابل پہنچا تو
وزیر نے حساب کی کمی بیشی کے بہانے مقرر کر کے بالاحضار میں قید کر دیا۔ اور
ملا احمد کو عطا محمد خاں کی گرفتاری اور کوہیل خاں کی سنانیشینی کے لئے ہتھیار و فوج
کے ساتھ کشمیر روانہ کیا۔ عبداللہ خاں نے بھی اپنے معتدوں کے ذریعہ عطا محمد خاں
کو کہلا بھیجا کہ فہم کو ملک میں داخل نہ ہونے دے۔ ملا احمد ذریعے کشن گنگا پر ہنچا
تو عطا محمد خاں نے ناظم کوہیل خاں کو جو کشمیر میں رونق افروز تھا قتل کر کے افواج تاج
کے ساتھ بارہ مولہ پہنچ گیا جہاں سے اس نے ملا احمد کی مداخلت کے لئے بہت سی
فوج مظفر آباد بھیجوائی۔ بدریا نے کشن گنگا کے کنارے زمینیں نے معرکہ کارزار
گرم کر دیا۔ آخر کار افسران عطا محمد خاں نے حکمت عملی سے اپنا لشکر قریبے ٹھالیا۔
اور کھجالی میں آکر انتظار کرنے لگا۔ ملا احمد فتح و نصرت کا تقاریر بجا تا ہوا اور باوجود
کرایا۔ جب درہ دیو یا سہ کے درمیان پہنچا تو فتح محمد خاں مجبور ہو کر ہٹ کر کے
عطا محمد خاں کے پاس بھجوا دیا۔ اس کی فوج متلوپ و منکوب ہو کر منتشر ہو گئی جس
سے بہت سا مال غنیمت فتح محمد خاں کے ہاتھ لگا۔ عطا محمد خاں نے میراد اس کو
قید کر لیا اور ٹھکان چوکریٹھ رٹا۔

ماہ محرم ۱۲۱۷ء کے عاشورہ کے موقعہ پر بعض اہل شیعہ نے اصحاب کبار کے نام
 علامہ محمد اکبر شریعہ شروع کر دیا۔ جس سے عوام اور خواہشیں کابل کے سینوں میں آتش
 غیرت جھک اُٹھی۔ انہوں نے سری نگر کے بعض اوباشوں اور بد معاشوں کو روٹا کر
 شیعوں پر غارت برپا کر دی۔ مال و دولت لوٹ لیا اور ان کے گھروں کو آگ
 لگا دی۔ اس کے بعد جلد ہی ہی علی مسجد واقعہ میدان عید گاہ کو آگ لگی اور مسجد کو
 بالکل تہہ ہو گئی۔ بن میں گل محمد خاں کے اہتمام سے دوبارہ تعمیر ہوئی۔ انہیں دنوں
 میں رہنما شاہ کاستارہ اقبال زوال میں آگیا اور وہ کشمیر کو اسی اہتری کجالت
 میں چھوڑ کر بھائی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔

محمد شاہ وراثی و شجاع الملک

ایام حکومت: اسال ۱۲ ماہ ۱۸۱۲ء لغایت ۱۸۱۹ء مطابق ۱۲۱۷ء
 لغایت ۱۲۲۴ء ہجری

رمان شاہ کی علیحدگی کے ساتھ ہی احمد شاہی خاندان کی حکومت کا زوال شروع
 ہو کر فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ جس نے ان کی سلطنت کا سلسلہ ہی منقطع کر دیا۔
 بھائی کی آنکھیں نکال کر ۱۲۱۱ء کو محمد شاہ تخت کابل پر جلوہ افروز ہوا لیکن تھوڑے
 ہی عرصہ کے بعد جب کہ یہ مکرشوں کی سرکوبی کے لئے شامزادہ کامران کے پاس
 فتنہ مار گیا تو اس سے مختار الدولہ کے بھتیجے بھینی خاں اور رحمت اللہ خاں کے خزان
 و وفائے سب ضبط کر لئے جس سے مختار الدولہ آشفۃ خاطر ہو گیا چنانچہ اس نے
 بعض امراءے دولت سے اتفاق کر کے ۱۲۱۵ء میں تیمور شاہ کے پانچویں بیٹے
 شجاع الملک کو تخت سلطنت پر بٹھادیا۔ محمود شاہ معمولی لڑائی کے بعد گرفتار ہو گیا
 اور شجاع الملک نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا۔

سکہ نرواز حکم حق برسیم و زر
 شجاع الملک شاہ بھر و بر
 اس کے بعد ہی لڑائی جھگڑے دستور قائم رہے یہاں تک کہ ۱۲۱۸ء میں لڑائی
 کے موقعہ پر مختار الدولہ شجاع الملک کے ہاتھ سے مار گیا۔ جس سے اس کی حکومت

کا ہی خاتمہ ہو گیا اور اسی سال وہ بھقام پشاو رعلیم خاں کے ہاتھ سے شکست کھا کر
مہاراجہ رنجیت سنگھ والے پنجاب کے پاس چلا گیا۔ محمود شاہ پہر وزیر فتح محمد کی
معاونت سے بے کشکے افغانستان و خراسان کا بادشاہ بن گیا۔

اس زمانہ اتری میں جب کہ بادشاہوں کو ہر وقت تاج و تخت کے چھیننے یا ملنے
کا خیال و انگیز رہتا تھا۔ انتظام ملک کی طرف کس طرح متوجہ ہو سکتے تھے کشمیر میں ہی
ان خانہ جنگیوں نے پورا پورا اثر دکھایا۔ چنانچہ ۱۸۰۲ء سے جو وہیدار یا حاکم صوبہ
کشمیر پر حکمران رہے درحقیقت محمود شاہ یا اس کے جانشین کے محکوم نہ تھے البتہ
ان کا قوم افغانہ ہے ہونا انہیں اس اورنگ میں داخل کرتا ہے۔ ورنہ اگر غور سے
دیکھا جائے تو وہ سب کے سب خود مختار تھے۔ یہاں تک کہ آخر کار ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ
رنجیت سنگھ نے کشمیر پر قبضہ کر کے نئی طرز حکومت کا سلسلہ ڈالا۔

صوبیدار چچو شاہ و شجاع الملک کی عہد میں حکومت کشمیر

۱) عبداللہ خاں الکوڑی ۵ سال ۱۸۰۲ء سے ۱۸۰۷ء مطابق ۱۲۱۶ء سے ۱۲۲۱ء
۲) عطا محمد خاں ۵ سال ۱۸۰۷ء سے ۱۸۱۲ء ۱۲۲۱ء سے ۱۲۲۶ء
۳) محمد عظیم خاں ۶ سال ۱۸۱۲ء سے ۱۸۱۵ء ۱۲۲۸ء سے ۱۲۳۱ء
۴) جبار خاں ۴ سال ۱۸۱۵ء سے ۱۸۱۹ء ۱۲۳۱ء سے ۱۲۳۵ء

عبداللہ خاں الکوڑی صوبہ کشمیر
۵ سال ۱۸۰۲ء سے ۱۸۰۷ء ۱۲۲۱ء سے ۱۲۲۶ء

جو ان دنوں لاہور میں مقیم تھا عازم کابل ہوا۔ لاہور کی صوبیداری اس نے خوانین
کابل کو دینی چاہی لیکن زمانہ کی باتری کو نہ نظر نہ کیا کہ کسی نے منظور نہ کیا۔ چچو رنجیت سنگھ
مہر سنگھ اور صاحب سنگھ کو بالاشتراك نظامت تفویض کر کے بمسارعت تمام
پشاور پہنچا اور محمود شاہ کی مداخلت پر طیار ہو گیا۔ اسی خنور و شتر کے زمانہ میں عبداللہ
الکوڑی کو بھی موقع مل گیا۔ اوز و جان نثار خاں دار و غدہ بالاحصار کو بے شمار انجام
و اکرام کا لالچ دے کر تانہ سے نکل بہا گا اور کشمیر آگیا۔ یہاں سے اس نے ایک لاکھ روپے
نقد و جنس دار و غدہ کو کو دیا اور بڑی سرعت و حرمت سے اُسے خرمن کر دیا۔ خود

شاہان کابل کی مطابعت سے سر پھر کر خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ محمود شاہ اپنے ہمارا مات
 میں سرگردان تھا کشمیر کی طرف متوجہ نہ ہو سکا جس سے عبداللہ خاں کو اور بھی تقویت
 ہوئی۔ ^{۱۱۲۱ھ} ۱۱۲۱ء میں جب شجاع الملک نے محمود شاہ کا تخت چھین لیا تو واسطے
 کشمیر ان کے اندرونی رشتہ دواہیوں سے مطمئن ہو گیا۔ اسی سال کشمیر میں سخت زلزلہ
 آیا جس سے بہت سے مکان بگڑ گئے ہزاروں بکیں نیچے دب کر مر گئے۔ عورتوں
 کے جن وضع ہو گئے۔ کئی موقعوں پر زمین پھٹ گئی اور خانقاہ معلیٰ کا کھس ہی گیا
 دوسرے سال ^{۱۱۲۲ھ} ۱۱۲۲ء میں کثرت باران سے سیلاب آیا۔ اور بیرونجات کا
 بہت نقصان ہوا لیکن سری انگر کو چنداں آسیب نہ پہنچا۔ ^{۱۱۲۳ھ} ۱۱۲۳ء میں شدت
 برودت کے باعث جھیلیں خشک ہو گئیں دریا اور پانی منجمد ہو گئے لوگ بوجہ اٹھا کر سطح
 بستہ پانی پر چلتے پھرتے کوئی دواہ تک یہی حالت رہی۔ اسی سال موسم گرما شروع
 ہوتے ہی جب شجاع الملک قندھار سے پشاور آیا تو اس نے شیر محمد خاں مختار الدولہ
 کو عبداللہ خاں کی سرزنش اور گرفتاری کے لئے کشمیر بھیجا۔ جس نے منظر آباہنچہ
 ابراہیم خاں کی معرفت اسے پیغام بھیجا کہ اگر وہ حلقہ مطابعت گردن میں ڈال کر شاہی
 باج و خراج ادا کرے تو بلا مزاحمت نظامت خط پر مامور رہے ورنہ ذلیل و خوار
 ہوگا۔ عبداللہ خاں ایسی دھمکیوں کو کب خاطر میں لانا تھا۔ نجات و رعایت نے
 زور مارا اور مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ بے شمار فوج غنیم کی مدافعت کے لئے ہم بھیجا
 موضع سیر میں جا بیٹھا۔ مختار الدولہ پہلے تو مصالحتاً خاموش رہا آخر لڑ جگان علاقہ
 بہاؤ کو اپنے ساتھ متفق کر کے اس نے لڑائی شروع کر دی۔ عبداللہ خاں کی فوج
 منہزم ہو کر واپس بہاؤ کی اور مختار الدولہ دریائے کشن لنگا عبور کر کے، ماہ ذیقعد
 مذکور کو موضع لار میں آگیا۔ وزیر راج اللہ کی جواب دید سے عبداللہ خاں بھی
 موضع سیر سے اٹھا اور دریائے بہت پر پل تیار کر کے موضع دواہہ گاریں غنیم کی
 فوج سے ہم بند ہو گیا۔ فریقین نے شجاعت و مردانگی کی خوب داد دی۔ آخر کار
 عبداللہ خاں مفرور ہو کر قلعہ بیروہ میں جا چھپا۔ بہت سے ہریت خوردہ سپاہی
 بل عبور کرتے ہوئے دریا میں گر کر غرق ہو گئے۔ ماہ ذی الحجہ ^{۱۱۲۳ھ} ۱۱۲۳ء کو مختار الدولہ
 منظر منظر سری انگر میں داخل ہوا۔ عبداللہ خاں کی سرکوبی کے لئے اس نے

اپنے بیٹے عطا محمد خاں کو مقرر کیا جس نے قلعہ بیروہ کا محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا اور بہت سا کشت و خون واقع ہوا۔ آخر کار ۱۸۱۷ء میں لائل علی کو غنیمت چل بنے عبداللہ خاں کا کام تمام کرنے کے تمام جہازوں کا فیصلہ کر دیا۔ تاریخ شمسیت کہتے ہیں کہ مختار الدولہ نے حکیم خواجہ سے سازش کر کے اسے سمجھ کر دیا تھا۔ مرحوم کے اہل و عیال نے کچھ عرصہ تک محمد خاں کے افسار میں جو پھیرتا قلعہ کا دروازہ بند رکھا یا آخر عبداللہ خاں کی والدہ نقش نے کر مختار الدولہ کے پاس آگئی۔ چند روز تک سید مصطفیٰ کے خطیرین لاش امانت رکھنی تھی۔ سارے پہاڑ جب میں کشمیر خاں ولی محمد خاں اور جہدربا کے ہمراہ کابل بھجوا دی گئی۔

عبداللہ خاں الکوزی عالی حمت بہادر رعایا پرور منصف مزاج اور اولیٰ و زبے کا منتظم تھا اس نے ابتدا سے مرتے تک دس سال دس ماہ تک کشمیر میں حکومت کی۔ رعایا کی بھوسہ اور آسائش کا خیال اسے ہر وقت دامنگیر رہا۔ جس سے ملک خوشحال اور فاسخ السال ہو گیا۔ البتہ ۱۸۱۵ء میں جب کہ وہ سخت بیمار تھا حکیم خواجہ نے جو شیعوں مذہب کا معتقد تھا تصدیب مذہبی سے ناظم کو بدنام کرنے کے لئے اسے روزمرہ دوشیزہ و کیوں سے جماعت کرنے کی صلاح دی۔ اس طسوق سے بعض بیہادوں اور ملک و قوم کی خاک و ناموس کے دشمنوں نے شہر نقیول اور عالی خاندانوں کو دھمکیاں دے دے کر رشوت بٹور لی شروع کی ملک میں یہ افسوسناک حالت دو سال تک جاری رہی۔

عطا محمد خاں صوبہ کشمیر ۱۸ سال ۱۸۱۷ء سے ۱۸۱۹ء تک انتظام صوبہ کے لئے کشمیر میں رہا جس کے بعد اپنے لڑکے عطا محمد خاں کو حکومت کشمیر پر نامزد کر کے خود روانہ کابل ہو گیا۔

عطا محمد خاں کی تاریخ جلوس - انصاف رحمانی ہے۔ پندرہ تہج رام کو اس نے عہدہ دیوانی عطا کیا۔ اور خود عدل و احسان اور دل و امتنان میں مصروف ہوا۔ ہمیشہ آبادی رعایا اور ترقی مزدورات میں مصروف رہتا۔ اس کی نیک فیتی اور خوش آتماشی سے محاصل ملک بھی وہ چھپ ہو گیا۔ اور ملک خدا ہی آسودہ اور خوش و خرم رہی اس کے عہد میں بہت لوگوں کو شہر آباد

و فیصلہ لیکن سردار نے ان سے ایک ہسید کا سوا خذہ نہ کیا اور تمام کے تمام انہیں
 خوش قسمتوں کے پاس رہنے دیئے۔ علاؤ الدین اور شجاع و فقہار کی قدر و منزلت کرتا
 تھا حکومت کی رعوت اور پوشاک کے تکلف سے بالکل پاک ہمیشہ سادہ لباس
 میں رہتا تھا اور مقدمات عدالت بذات خود فیصلہ کرتا تھا اور اشت کے قاضیوں میں
 موقع پر پہنچتا اور فریقین کے روبرو فیصلہ دیتا۔ اکثر اوقات ورثہ اپنے ہاتھوں میں
 میں تقسیم کرتا اور فریقین سے صرف ایک روپیہ اپنے شعلی کو دلاتا تھا۔
 ۱۲۲۲ء میں علاؤ الدین کا باپ غنار الدول لڑائی میں مار گیا۔ شجاع الملک
 غنار خاں کے ہاتھ سے شکست کھا کر بہاگ نکلا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے لئے
 پنجاب کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ ویکہ کرناٹم کشمیر نے علاؤ الدین کی موت کا جھڈا اٹھا
 کر دیا۔ اس لئے ۱۲۲۳ء میں اکبر خاں یا میری اور میر خاں بہت سی
 سپاہ کے ساتھ عازم کشمیر ہوئے۔ علاؤ الدین خاں کو ہی فوج آراستہ کر کے
 بارہ مولہ میں قیام کیا جب حملہ آور بمقام شاہدہ وارہ ہوئے تو لڑائی شروع ہو گئی
 جس میں شاہی فوج مغلوب و شکوب ہو کر لوٹ گئی۔ علاؤ الدین خاں فتح و نصرت
 کے ساتھ متوجہ دارالخلافہ ہوا۔ جہانمیدہ سپاہی تھا اس کامیابی سے ہی علاؤ الدین خاں
 کو پوری دلچسپی نہ ہوئی۔ اس لئے وہ آئندہ حملوں کے واقعہ کے فکر میں ہوا۔ سامان
 حرب و ضرب مثل توپ بند و ق بارود وغیرہ اسلحو کا اس نے ایک ہزاری ذخیرہ
 فراہم کر لیا۔ قصبہ سوپور و بارہ مولہ میں مورچہ بندی کے لئے سنگین برج بنوائے
 ہل بارہ مولہ مرمت کرایا اور ۱۲۲۴ء میں کوہ مارلن واقعہ میں نگر پراک ایک بلند مضبوط
 اور مستحکم قلعہ تیار کیا۔ تمام قلعوں اور مورچوں میں بہت سا سامان جنگ ہی جمع
 کر دیا۔ بہانگ کہ آئندہ حملوں کے روکنے کے لئے تدبیر کے تمام ضروری لوازمات
 سرانجام دے کر خنیم سے بے کھٹکا ہو بیٹھا۔ ساکرم خاں یا میری جیسے دلاور کی ناکامی
 کے بعد سلطنت کابل کی اتہری سے دلاوران کابل میں سے کسی کو جرات نہ ہو سکی
 کہ کشمیر کا ذمہ اٹھائے جس سے علاؤ الدین خاں کو بھی لڑائی کی تیاریوں کے لئے
 کافی ہمت مل گئی۔ آخر کار جب محمود شاہ کے لئے کابل کے فرمان سے وزیر فتح محمد خاں
 کابل تختہ دار میں اقامت کر چکا تو غزوہ ماہ شعبان ۱۲۲۶ء کو عازم کشمیر ہوا۔ ۱۱ دھڑ

جب عطا محمد خاں نے سنا کہ شجاع الملک ہمارا چہرہ نخبیت سنگہ کے زیر سایہ
موضع بلنبیہ میں قیام پذیر ہے تو اس نے دیوان محمد رام اور اپنے بہائی جہانگیر
کو اس کی خدمت میں بھیج دیا۔ جنہوں نے وزیر جہانگیر اور عابد الملک کے خاں کی
وسعت سے شجاع الملک کے ہاں باریابی حاصل کی اور سمجھا بھگا کر غرہ نامہ سوال
۱۲۱۲ھ کے راء سے حسن خاں اور ملا بدانت احمد خاں کشمیر لے آئے۔ ناظم نے مقتضای
مصلحت شجاع الملک کو قلعہ مارن میں قید کر دیا اور وزیر جہانگیر اور عابد الملک
کو دو تین ہزار سپاہی دے کر قلعہ الملک کی محافظت کے لئے بھیج دیا۔ اسی
اثناء میں جب وزیر فتح محمد خاں دریائے انک کے کنارے پہنچا تو عطا محمد خاں
کے حسن انتظام اور استحکام سلطنت سے خوف زدہ ہو کر وہیں ٹوٹ گیا۔ اور
ہمارا چہرہ نخبیت سنگہ وائے پنجاب سے کلک کے لئے خواست نکھار ہوا۔ ہمارا چہرہ
مردموت نے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خراج مقرر کر کے دیوان حکم چند کو جمعیت دس
ہزار سوار و پیادہ وزیر کی معاونت پر مامور کیا۔ ۱۲۱۲ھ میں وزیر ہی دریائے
انک عبور کر کے سکپوں سے آٹھ لاکھ روپیہ لشکر تفریق ہو کر سلسلہ ع کو سپرہ پور کے
زائے کشمیر کو بڑھے۔ عطا محمد خاں بھی موضع بل پورہ میں آ بیٹھا اس نے غنیم
کی مافوت کے لئے بے شمار فوج کوہ پیر پنجال پر استناد کر دی۔ لڑائی شروع
ہوئی کشمیری فوج کے دو تین ناکہ سرام سرخار اور کئی آدمی فتح محمد خاں کے
ہاں چلے گئے۔ تاہم باقی فوج بڑی شجاعت اور دلاوری سے لڑتی رہی۔ جلا اور
کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر کار کشمیری منہزم ہو کر بہاگ نکلے۔ جب
عطا محمد خاں نے اس بہریت کا حال سنا تو بل پورہ سے سری نگر واپس آ گیا
اب اس نے شجاع الملک کو قلعہ سے نکالا اور اسے ساتھ لے لیکر خود مقابلہ کو نکلا
اسی اثناء میں وزیر موضع راو پور پہنچ گیا تھا۔ شجاع الملک اور عطا محمد خاں اس کے
عقب میں آٹھ ہزار اور صف آرائی کرنے لگے۔ لڑائی کے موقع پر عطا محمد خاں
نے اپنے خیال سے کہ مبادا شجاع الملک ہی غنیم سے مل جائے۔ اس کے گوشے
کے سول میں یخیں لگا کر زمین میں کاڑ دیا۔ ایسی ہی حالت میں ہمارا چہرہ شجاع الملک
کے زیر سنا تھا۔ عطا محمد خاں کی فوج ایک ایک کرن کے وزیر سے اعلیٰ سی حالت ہو کر

عطا محمد خاں اور شجاع الملک سید ان سے بہاگ کے عطا محمد خاں نے غنیمت گنتی میں حضور
 ہو گیا۔ اور شجاع الملک بدستور سابق قلعہ داران میں چلا گیا تاہم کہ بہائی نظام محمد خاں
 قلعہ داران کی مخالفت پر غور ہوا۔ انیس دنوں میں دم و اسر ساز کلا جس کو شیرینی
 چھایہ کے رو سے عطا محمد خاں نے اپنے لئے تباہی کا پیش خیمہ تصور کیا اور وزیر قلعہ
 ہی راو پور سے کوچ کر کے بمقام چچل رسی نگر آ گیا۔ پانچ چہ دن کے بعد
 عطا محمد خاں نے بمقتضا سے مصلحت شجاع الملک ہی شیر گڑھی میں ہالیا۔ دو دنوں
 نے متفق ہو کر دیوان محکم خیر کے ساتھ سازش کر لی محکم خیر نے محاصرہ سے
 ہاتھ اٹھا ہندوؤں محصورین دیوان موصوف کے پاس چلے گئے۔ اس کارروائی
 سے وزیر فتح محمد خاں سخت تنہا ہوا۔ چاہتا تھا کہ محکم خیر کا کام تمام کر دے لیکن اس
 کے پشت پناہ کے خوف سے زہر کا گھونٹ پی کر دم بخود ہو گیا۔ دوسرے دن
 محکم خیر کی حمایت سے عطا محمد خاں وزیر کے قیام گاہ میں چچل آبا ملاقات پر چچہ
 جلی جواہرات وزیر کے پیش کیے اصلی جواہرات اور سونا چاندی تمام مال
 و اسباب لے کر منہ اہل و عیال پشپا ور کوروا نہ ہو گیا۔ راستے میں ایک لاکھ روپیہ
 والے پنجاب سے بھی بٹور کر ^{۱۸۱۳} ۱۸۱۳ء میں قلعہ انک کا قبضہ اسے دے گیا۔ چند
 روز بعد لاکھ روپیہ کی ہندوی نے کر محکم خیر بھی فرحیں ہو گیا اور شجاع الملک کو
 اپنے ساتھ لاہور لے آیا۔

محمد عظیم خاں صوبہ کشمیر سال
 ۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۹ء

اس کے بعد وزیر فتح محمد خاں دو تین ماہ تک کشمیر
 کے بندوبست میں مصروف رہا اور پھر دیوان
 انند رام کو ساتھ لے کر کابل چلا گیا۔ نظامت کشمیر اپنے بہائی محمد عظیم خاں کے سپرد
 کر گیا۔ راستے میں اس نے قلعہ انک کی بازیافت کے لئے مہاراجہ رنجیت سنگھ
 سے لڑائی چھیڑ دی لیکن منہ کی کھا کر کابل کو بہاگ گیا۔ کشمیر میں محمد عظیم خاں نے
 ۱۸۱۳ء کو میر کرائی سند کا نگاری ہو کر پنڈت بیج رام کو بدستور منصب
 دیوانی پر مقرر رکھا۔ ساتھ ہی دیوان سیراوس کو زبیر صاحب نگاری عطا کر کے
 امورات علی تمام و کمال پنڈتوں ہی کے حوالہ کر دیے۔ محمد عظیم خاں نے میر حبیب
 شاہ و انک والے پنجاب کو خراج بخود دیا و انک نہ ہندو کر دیا۔ جس سے مہاراجہ

رنجیت سنگھ کے دل میں آتش کینہ براقبہ نہ ہوئی۔ اور اس نے ۱۸۱۷ء میں
 ڈل سنگھ کو برہمنوئی نامدار چکر پٹی دل لشکر کے ساتھ براہ سد کشمیر بھیجا۔ اور
 خود قصبہ رنجیت سے اقامت گزین جو کہ فتح کشمیر کی تہنیت کا اظہار کرتے تھا۔ محمد علی
 بھی لوہے کے مقابل کھڑا کر کے موضع سید آباد میں آگیا۔ سکھوں کی فوج محمد علی خان براہ
 کی نظر بچائی ہوئی موضع سدو میں آپہنچی۔ اتفاقاً اسی دن بادشہ یاران کمال شہت
 سے شروع ہو گئی۔ بروقت اس درجہ بڑھ گئی کہ گرم ملک کے رہنے والے
 الامان الامان پکار اٹھے۔ پیار سے تازت آفتاب کے جھلنے ہوئے ٹھنڈے بہاں
 پتھر کشمیر کے تھے۔ سردی کے مارے اکڑ گئے۔ بارود تر ہو گیا۔ سنگ چٹاق نے
 آگ دہنے سے انکار کر دیا اور کشمیری بہادر بڑو بڑو کر اٹھا۔ مارنے لگے۔ مصیبت و
 سکھوں نے موز پے چوڑ کر کرپہ سدو کے دھن میں بیاہلی اور محمد علی خان نے
 بابا خان کو دو تین ہزار جوار سواروں کے دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا۔ جس
 نے قصاص خون آفتاب نیام سے نکال کر خالصدین قیامت برپا کر دی۔ شام سے
 پہلے پہلے قریب تین ہزار سکھ طعہ اہل ہو گئے۔ نہیں ماند گال حرب گاہ سے
 ہٹا کر کرپہ سدو پر چڑھ گئے۔ دوسری ماہ شہان سنگھ کو خبر ملی کہ سکھوں کی
 مار دہم فوج تو سدو میں ان کی راہ سے موضع راہیار کی طرف بڑھی چلی آ رہی ہے۔
 محمد علی خان نے فوراً عہد اللہ خاں ایک زری کو فتح محمد خاں سلطان محمد خاں اور
 فیض اللہ خاں کو بہ معاونت روح اللہ خاں راہیار کے راستے متعین کیا اور خود
 دوسرے دن کرپہ سدو پر حملہ آور ہوا۔ سکھ شہت بروقت سے مغلوں کی سکوت
 ہو کر رختوں اور چٹانوں کی اوٹ میں سکھ رہے تھے کہ غنیم نے انہیں بیدار
 کر دیا۔ چاروں چار آگے بڑھے اور صبح سے شام تک سارا دن بڑی جواہر دی
 اور شجاعت سے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ فریقین کے بہت سے سردار اور افسر
 مارے گئے۔ بابا خاں ہی بضر بگولی مارا گیا یا وجود اس کے تمام کو فیصلہ کے
 بغیر جانہیں اپنے اپنے کیمپوں کو لوٹ آئے۔ اسی دن عہد اللہ خاں وغیرہ نے
 قصبہ میدان میں اٹھ گمانہ جو زری برپا کر دیا۔ دونوں میدانوں میں کئی روز تک
 طریقین کے بہادر لڑتے رہے اور کھتے رہے۔ اسی اثناء میں راجہ آغرخاں نے

مرد و رعیت سنگہ کو سنایا کہ افغانوں نے سرد کی ساری فوج قتل کر ڈالی ہے۔ یہاں تک کہ خبر دینے والا ہی کوئی نہیں بچا۔ یہ سنگہ رعیت سنگہ بے حوصلہ ہو گیا اور فوراً کوچ کر کے راجوری کی طرف چلا گیا۔ عبداللہ خاں نے کوٹلی تک عقب کیا اس نہایت سے بہت سال غنیمت پٹھانوں کے ہاتھ آیا منجملہ اس کے خاص رعیت سنگہ کی سواری کا ایک مشکلی گھوڑا ہی محمد عظیم خاں کے سامنے پیش ہوا جسکی آنکھوں سے فراق آقا کے باعث آنسو ٹپک رہے تھے جب سکھوں نے رعیت سنگہ کے ہواٹھنے کی خبر سنی تو پہلے تو توسہ میدان والی فوج نے روکے قرار اختیار کیا اور پھر سرد والی سپاہ نے بھی حمارہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور واقعہ امامہ شمعان کو لاہور کو لوٹ گئی۔ محمد عظیم خاں منظر و منصور سری نگر آگیا۔ رعیت سنگہ کی ناکام واپسی اور محمد عظیم خاں کی فتح یابی پنڈت تان کشمیر کے لئے آت و رویت کا پیش خیمہ بنی جسکی کیفیت یہ ہے کہ اس فتح سے عظیم خاں کی جرات و بہت بڑھ گئی جو رفتہ رفتہ غرور و تکبر تک پہنچ گئی۔ اور جن نے رعایا کے کشمیر کو درط مصیبت میں ڈال دیا رعایا کے کشمیر میں سے پنڈت تان کشمیر کی تباہی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ سردار محمد عظیم خاں کو کئی قرائین اور بعد میں کمال تحقیقات سے معلوم ہوا کہ رعیت سنگہ کو پنجاب سے کشمیر میں لانے کا باعث فرقہ ہندو ہی ہے جو کشمیر میں بجائے اسلامی حکومت کے ہندو وانی حکومت کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جب تحقیقات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا تو اس نے ایک حسد اموں اور باغیوں کو مچھن مچھن کر تلاش کیا۔ اور ان کی سرزنش اور سرکوبی پر کمر باندھ لی۔ سب سے پہلے دیوان ہیرا داس کو قتل کیا۔ جو اس کے خیال میں باغیوں کا سرغنہ تھا۔ اس کے علاوہ کئی معززین ہندو کی بے حرمتی و بے عزتی کی گئی۔ سب سے بڑھ کر یہ سرداری کا ہندوؤں پر از سر نو جزیرہ لگا دیا۔ جس سے وہ لوگ کانپ اٹھے جو اسکی استطاعت نہ رکھتے تھے۔

گہروں کے ساتھ گھن بھی پس گیا یعنی بعض مسلمان ہی محمد عظیم خاں کے غضب کا شکار ہو گئے۔ جو اپنی ذاتی غرضوں کے لئے ہندوؤں سے ملے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے منصب داروں کے عہدے چھین گئے۔ اور جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط

ہو گئیں۔ آفات ارضی کی یہ شدت و کثرت دیکھ کر ہائے سادسی بھی خانہ کشمیر میں
 میں پہنچی۔ چنانچہ قحط اس شدت سے شروع ہوا کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان سب
 چلا آئے۔ ایک خروار شالی سولہ روپے کو بھی بیکل دستیاب ہوتی تھی۔ جب
 زمین و آسمان خلق خدا کی تباہی و بربادی پر آواہ ہو جائیں تو ان غریبوں کا کہاں
 ٹھکانا ہے قحط یہ ہوا کہ ملک ویران ہو گیا اور بیشمار لوگ ہنگ ابل کا تہہ ہو کر فاقہ
 سخت پائے۔ دیواں ہیرا اس کے قتل کی تاریخ جو عظیم اور آفات قحط کی
 تاریخ قحط عظیم ہے۔ ان تاریخوں میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ قحط عظیم کو عظیم خاں کے
 نسبت خاص ہی ہے۔

اب بیچارے شجاع الملک کا حال سنئے۔ جب وہ دیوان حکم چند کے ہمراہ لاہور
 پہنچا۔ تو رنجیت سنگھ اس سے بڑی مہربانی اور سلوک شناسانہ سے پیش آیا۔ لیکن
 بعد میں کوئی مشورہ جس اور دوست و رازی کی بدولت کہ وہ تور میں آ کے موافقت میں
 اس کو قید کر دیا اور نہایت تنگ کرنا شروع کیا۔ جب شاہ شجاع سے کہہ دیا اور
 اس کے ساتھ بہت سے ان جو اہل ہت ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جبین لئے
 تو وہ بیچارہ اہل و عیال جہاں بجا کر لدانہ پہاگ آیا۔ جہاں سرکار انگریزی کی
 حمایت میں آگیا۔ لیکن ملک رانی کا شوق بدستور قائم تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد کشنوار
 چلا گیا۔ وہاں سے قلیل سی ملک نے کشمیر پر حملہ کر دیا۔ جب موضع کوہن پر گئے تو
 میں پہنچا تو محمد عظیم خاں کی طرف سے امیر محمد خاں مقابلہ کو نکلا۔ اسی جنگ آزادی
 ہو رہی تھی کو محمد عظیم خاں خود ہی کشمیر سے مدافعت شجاع الملک کے لئے روانہ ہو گیا
 شجاع الملک تاب مقاومت نہ لاکر کشنوار کو پہاگ گیا۔ اور وہاں سے پھر پھر کر
 پھر لدانہ میں سرکار انگریزی کی پناہ میں آگیا۔ باوجود ان شکستوں اور آئے
 دن کی بدعالیوں اور بدقابلوں کے بادشاہی کی حرص کم نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ پھر
 لدانہ سے کچھ اداوے کر باہر نکلا۔ اور کابل و قندھار کو فتح کر دیا۔ دو سال تک حکومت
 نہ کرنے پایا تھا کہ زمان شاہ کے لڑکے نے اس کو قتل کر دیا۔
 حکومت کے آخری دنوں میں جب محمد عظیم خاں کا غصہ فرو ہو گیا تو اس نے
 پنڈت ہیرنل بیزار پنڈت اور سوکھ رام کو تحصیل مالیہ کا ذمہ وار مقرر کیا منجملہ ان کے

بیت بیریل کے نام ایک لاکھ وہیہ باقی رہا۔ سردار نے تنگ طلبی شمع کی بہت سی قلی
 قلی کے بعد بیریل نے ناظم کو سردار پر پکار کر کہا کہ میں خامی فصل اتھلائے تو مجھ پر میگرم۔
 یہی ہے باکانہ طرز گفتگو سردار کے ناگوار خاطر ہوئی نہایت سنگ سے سازش کرنے کی وجہ سے
 سے ہی اس سے ناراض تھا۔ اگلی پہلی کدورت جو نین ہوئی اور اس نے ایک سو فزلیاں
 بتایا کی رسولی کے لئے بیریل کے مکان پر تعینات کئے بیریل ٹال مشول کرتا رہا دو تین دن
 کے بعد سردار نے پندرہ انڈیت سے پوچھا کہ بیریل شاید ہاتھ کا ارادہ رکھتا ہے اس نے تسلی
 دی کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بصورت دیگر میں ذمہ دار ہوں۔ محمد عظیم خاں مطمئن ہو گیا اور
 میرزا پنڈت نے بیریل سے جا کر کہا کہ اگر ہاتھ کا ارادہ ہے تو جلدی کرو ورنہ کل ہی نکل جاؤ
 ورنہ ہر وقت تہہ نہ آئے گا۔ بیریل فوراً طیار ہو گیا۔ بھوی کو تو اس نے واسہ لاک ہر کارہ کی موت
 تو اس کو جہاں کے مکان پر چھوڑا اور خود اپنی جاگیر میں موضع پانہر گام پر گئے دیوہ میں چلا گیا
 جہاں سے اپنی بیٹے راجہ درو کو ساتھ لیکر موضع دھنواں میں جو ملک ان گھوڑی کی جاگیر میں تھا جا پہنچا
 ملکوں نے سابقہ رادہ ور ملک کے لحاظ سے پنڈت موصوف کی بڑی آؤ بھگت کی اور بارش برف کے
 در و شور کے در بیان ملک و واقف اور ملک کا نگار نے نور حال ساکن ندی لکھ کے محبت
 و مراقت سے بہار عبور کر کے اسے جموں پہنچا دیا۔ راجہ گلاب سنگھ والے جموں نے ہی اسکی
 بڑی عزت کی کچھ دن وہاں ٹھہرایا۔ پھر اپنے بہائی راجہ دیوان سنگھ کے نام سفارش دیکر اسے
 لاہور بھیج دیا۔ بیریل جب کشمیر سے پار ہو گیا تو محمد عظیم خاں کو اسکی فراری اور ملک کا نگار اور
 ذوالفقار کی آمد و بھ کی کا حال معلوم ہوا سخت برا فرختہ ہوا۔ فوج بھیج کر ملک ان گھوڑی کے
 غائبان ویران کر دیئے ان سے نارغ ہو کر بیریل کے پس ماندوں کی تلاش کرنے لگا۔ میرزا پنڈت
 سے پوچھا کہ بیریل کہاں گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر ہوس دنیا نہیں کہتا تو گنگا جائیگا ورنہ
 رنجی سنگھ سے فوج لیکر کشمیر آجائیگا۔ سردار نے پوچھا کہ اب اسکا کیا علاج ہے اس نے کہا کہ کشمیر
 میرزا پنڈت اتنی ہی بات سے میرزا پنڈت کو تو چھٹی ہو گئی۔ سردار نے واسہ لاک ہر کارہ ہا ہی
 لوکڑ اور بیریل کی بھوی کا پتہ پوچھنے لگا۔ وہ دن میں نو ہزار روپیہ ہی اس سے بطور جرانہ لیا۔ لیکن
 اس نے نہ مانا نہ بتایا۔ اسی ناموں میں بیریل کے داماد منشی ٹیلوک چند نے بھوی کی معرفت اس کو
 دھونڈ لیا اور سردار کو گاہ کر دیا۔ وہ اسی وقت گرفتار کی گئی۔ سپاہی اس کو تیر گھنٹہ میں بچا ہے
 تھے کہ انہارا راہ میں اس عصمت شمع نے لباس چاٹ کر خود کشی کر لی۔ واسہ لاک ہر کارہ کا

پیٹ چاک کیا گیا۔ مہاراجہ در کی بیوی ہی گرفتار کر کے سیلان گئی اور اس کے سی بھائی کے حوالہ کر کے اہل
نے کابل بھی بھجوا دیا۔ جہاں وہ عرصہ دراز تک آباد رہی۔ یہ عورت پشت در بھو کی ماں ہی لیکن جو
اس کے پیرل کو کوئی واپس نہ لاسکا۔ اور وہ وہ بھیاں سنگہ کی جماعت کو مہاراجہ نجیت سنگہ کے
دور بار میں داخل ہو گیا۔

انہیں منوں میں خواجہ نور شاہ نے جو وقت ایک رئیس با اختیار و با اعتبار تھا۔ عظیم غلام کو
پہنڈ قتل کی فتنہ پرداز سی اور بیتی نے با جگر کے اس بات پر کلامہ کیا کہ وہ انہیں کا در بر سلطنت
سے بیہ دخل کرے اور وہ وہ کیا کہ گزرا ظلم سے اجادت وید کو تو وہ ان کی بھگنی کے علاوہ اسے میں
لاکھ روپیہ ہی وصول کر دینا۔ مگر اس نے اس بات کو منظور نہ کیا۔ تاہم نور شاہ میرا پندت سردار
کو ورت رکھنے کے باعث باز نہ آیا چنانچہ ایک دن میرا پندت کو دھوکہ دے کر کسی پڑا خان میں بھجیا
چیمبر آگ لگا دی لیکن یہ ان ہی پر دم نے وقت پر اسے آگاہ کر دیا اور وہ قضا کو اجابت کے بجائے
اچھ کر اپنے کان کو بچا آیا دوسرے دن کچھ ہم نے خواجہ صاحب کے کلن بھٹ پادی اور وہ وہ
لاکھ روپیہ اخذ کر کے عظیم غلام کو پہنچا دیا۔

فتح کشمیر کے بعد وزیر فتح محمد خاں قندار چلا گیا تھا۔ محمد شاہ چند سال تک اس کے محل اہل
ہا استقلال تمام حکومت کرتا رہا لیکن اخیر میں شاہی خاندان والوں کی باہمی کہ ورت نے سخت
بد امنی پھیلادی جس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ محمد شاہ نے اپنی بیوی سے ہائی حاجی غیر و زلہ میں کو حاکم
سہرت مقرر کر رکھا تھا اسکا بیٹا شاہزادہ کامران چاہتا تھا کہ وہاں کی حکومت اس کے ہاتھ میں آجائے
اسنے باپ کو بتلایا لیکن ہائی کی رعایت اور پاس واری سے اس نے ایک نئی۔ آٹو کا کام لیا
نے وزیر فتح محمد خاں کو سختہ موافقت جوڑا جس نے بادشاہ کو فیروز شاہ کی معزولی پر کلامہ کر دیا۔
محمد شاہ نے وزیر تہذیب پر ہی کو قلعہ سہرت کے خالی کرانے پر مامور کیا جب وزیر بڑا تو خلاف حوت
فیروز شاہ ہی مقابلہ کو طیار ہو گیا۔ اور مٹائی شروع ہو گئی۔ اور وہ مٹائی چھری ہوئی تھی۔ اور
دوست محمد خاں ایک دستہ راہ سے شہر میں داخل ہو گیا اور اہل قلعہ کو مغلوب کر کے سہرت پر دست
تمام مال و اسباب و اٹھو سالان پر قابض ہو کر اس کو فیروز شاہ کے معہ خانہ کو بھی جو قلعہ میں تعمیر تھا
زیر حراست کر لیا۔ اس نے شاہزادہ کامران کی بہن کے اہام سے آزار دہندہ ہی لکھو ایلا۔
جو وہ لاکھ روپیہ سے زیادہ مالیت کا تھا دوسروں فیروز شاہ بھی گرفتار کر گیا۔ جب شاہزادہ
کامران کو دست محمد خاں کی ریافتیوں کی اطلاع ہوئی تو بہت نا اراض ہوا چنانچہ جب

اور سرداروں و وزیر فقیر محمد خاں فتح جہت کا تذکرہ اور شہر و دیہات کے باشندوں کی دست میں حاضر ہوئے تو اس
 نے شہر بارہ زریہ کی آگاہیں لگوا دیں لیکن محمود شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے کامران کو سخت سخت
 ملاحت کی اور فتح محمد خاں کو دلاسا دیا اور دیکر دستور وزارت پر متنازع کہا چونکہ عدم بصارت کے
 باعث مہام لکی کے اندر مہل میں واقع ہوئی تھی اس لئے وزیر نے اپنے بہائی محمد عظیم خاں
 کو کشمیر سے بلوایا۔ محمد عظیم خاں نے تمام مال و اسباب زیورات و جواہرات نقد و جنس جو ایک
 گھر سے زیادہ مالیت کا تھا کچھ حرم خانہ اپنی روانگی سے پہلے پنڈت سچ ٹم و دارالمہام کے
 ہمراہ کوٹلی بھجوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد اپنے بہائی جبار خاں کو حکومت کشمیر کے کرا سال کی دہائی
 کے بعد ۱۹۱۹ء میں آپ ہی روانہ کابل ہو گیا۔

سردار جبار خاں صاحب کشمیر
 ۱۹۱۹ء میں پہلی بار
 بہائی کی روانگی پر ۱۹۱۹ء میں جبار خاں نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔
 شخص جس کا دل مصطفیٰ علیہ السلام کی طرح گمراہ ہو گیا تھا کہ اس کے عہد میں
 جو دستور جو زمانہ افغانستان کے کشمیر پر نازل ہوئے تھے وہ سب جابجائی لیکن انقلاب ماننے والے اسکے ایام
 حکومت ہندوستان کی اور جلد ہی ہی اسے حکومت ملک سے برطرف ہونا پڑا۔

محمد عظیم خاں کے کابل میں واپس چلے جانے کی اطلاع جب عوام کو ہوئی تو پنڈت بیڑل نے
 شیخ نجاب بہادر صاحب سنگہ کو کشمیر کی دعوت دی۔ سانپ کا کتا سی سی ہی ڈونڈا کو کشمیر کی دعوت
 اور کشمیر کی کشمیر کی کاملاً رنجیت سنگہ کی جگہ بچا تھا۔ ایک ایک لشکر کشی کی جہات نہ کر سکا لیکن بیڑل
 نے اسے طرح طرح کے سبب مانے اور کامیابی کا یقین دلایا اور کہا کہ تمام سپہ سالاروں سے
 آپ کے ساتھ ہیں۔ اور ملک میں جو ظلم و ستم ہو رہا ہے اس کے لحاظ سے فتح کشمیر کوئی دشوار کام نہیں
 ہے۔ رنجیت سنگہ آکر رہنے ہو گیا تاہم اس نے نقصان فوج اور مصارف جنگ کا وہ امر بیڑل کو نہایا
 اور اس کے لڑنے کے راہ کو بطور پر خاں نے اپنے حضو میں رکھا۔ وہ ویران چندا طفہ جنگ بہادر کو پہنچا دیا
 گلاب سنگہ واپس چلے گیا۔ شہر ہری سنگہ کو وہ شہر اور جلال سنگہ پانڈے حکم سنگہ چینی۔ سردار ان امارسی والہ
 اور ڈیرہ شامہ لڑے کھرک سنگہ وغیرہ قس بہار سے زیادہ سپاہ و فوج بیڑل کے ساتھ کشمیر بھیجا۔ جب
 وہ مقام تہہ پنچا تو کچھ دن آرام کر کے اس نے فوج کے جو حصے کئے ایک حصہ راہ ہال کے راستے اور دوسرا
 پوششبانہ کی طرف سے بڑا۔ سردار جبار خاں ہی ولی محمد خاں عبداللہ خاں اور عبدالرحمن خاں وغیرہ
 سرداروں کو ہمراہ لیکر سیمہ پور میں آگیا۔ افواج خاندہ جب کوہ پیر پنجال کی چوٹی پر پہنچیں تو افغانستان
 لشکر جسکو جبار خاں نے پہلے ہی سے راستہ کی محافظت پر مامور کر رکھا تھا سکھوں پر ٹوٹ پڑا۔

بہت سی خوزیری کے بعد پٹھان بٹے بنے شوہیاں کے پاس پہنچ گئے۔ دو سرحدوں جبار خاں ہی کر
 بہت باڈ کر غیر پر حملہ آور ہو گیا۔ مہاراجہ عبدالرحمن خاں ہی مارا گیا لیکن پٹھان پرستور پور سے خوش
 خوش کے ساتھ بڑھ کر ہاتھ راستے رہو اسی اثنائے بہادران ظفر جنگ بہادر میں
 سے کسی نے جبار خاں کے ہانہ و پر زخم کاری لگایا جس سے بیتاب ہو کر وہ سری نگر کو ہار گیا
 اور ایسا بے حوصلہ ہو گیا کہ سری نگر پہنچے ہی ال و اسباب اٹھا کر بارہ ولہ کے راستہ کابل کو روانہ ہو گیا
 سردار کی یہ حالت دیکھ کر تمام پٹھان بہاگ گئے۔ چھوٹے چھوٹے دیکھ کر تمام ملک کو زور سے لگا
 سکھ ہی پٹھانوں کے کسی طرح کم نہ تھے لوٹ مار اور غارت و تالاج سے ملک کو تہ و بالا کر دیا۔
 غریب لوٹ پٹھان ایک ایک کر کے بہاگنے لگے۔ سکھ سرداروں نے جہاں کہیں پٹھانوں کا نام سنا یا
 گھر کا گھر محلہ کا محلہ اور گاؤں کا گاؤں تباہ کر دیا۔ اسی طرح تمام ملک کو ویران کر کے ہمارا مار
 ۱۸۶۶ء بمبئی مطابق ۱۱ ماہ رمضان ۱۲۸۳ھ کو نواح دیوان چند شہر گڑھی میں داخل ہو گیا۔ تاریخ
 ہوئی۔ بولوچی و اگرچی کا خالصہ بولوچی و اگرچی کی فتح۔ ۱۸۶۶ء بمبئی
 جب کوئی بادشاہ یا حاکم وقت نشتر حکومت سے بچو ہو کر رعایا کے حالات سے بیخبر اور
 بہبودیے ملک سے لاپرواہ ہو جاتا ہے یا اپنے فریض و ذمہ داریوں سے چشم پوشی کر کے
 تمام دار و مدار ظالم اور جابر اہل کاروں کے ہاتھ میں دیدیتا ہو۔ تو اس بد نصیب ملک میں
 فتنہ و فساد شروع ہو جاتا ہے اور بے چینی و بد امنی رعایا میں پھیل جاتی ہے یہ ضروری بات
 ہے اور تقریباً ابتداء سے چلی آئی ہے کہ جب فاتح کسی ملک کو فتح کرتا ہے۔ تو اپنا عرب و روم
 و کہا نے کیلئے ابتدا میں بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو اخلاقاً جائز نہیں ہوتیں لیکن بالکل
 حکمت خیال ہے وہ لازمی ہوتی ہیں مثلاً بڑے بڑے آدمیوں کو زیرِ تکر لیتا۔ اس ملک کی
 پہلی شاہی یادگاروں کو منہدم کرنا رعایا پر مختلف طریقوں سے اپنا عیب ٹھکانا وغیرہ
 وغیرہ یہ زبردستیاں چند دنوں کے لئے محض عارضی ہوتی ہیں لیکن جو بادشاہ ہمیشہ کیلئے
 فاسخا نہ کیجیائے۔ میر رہ کر منشیہ جو قوم کو ذلیل و خوار سمجھتا رہے اور اس سے جانوروں کا سا
 ساوک کرتا رہے۔ معاف نہ رہے کہ اسکی حکومت اسکی زندگی کی طرح پانی کا ایک بلبکہ ہو
 جسکا عروج و زوال کو ساتھ لیکر بہتا رہتا ہو ایسی ہی ناقصبت اندیش اور بدست فاقوں میں
 بعض افغان حاکم اور سردار تھے جنہوں نے اپنی خالی اور رذلت دیکھا نیک لوگوں کو کشمیر
 اور اسی ہندوستان رعایا کو تباہ کر دیا۔ اصول ملک دار اس کی طرف کسی حاکم نے خوب نہ

ہمیشہ رعایائی دل آزاری اور روپیہ پیٹنے کی طوط ہی خیال رکھا۔ آخر فرقہ بندی جو مسلمانوں کی نسبت زیادہ بڑھ رہی تھی، ہمارا راجہ رنجیت سنگھ کو بھی کشمیر پر آمادہ کر دیا تاکہ ان سنگدل افغانوں کے پنجے سے نجات ملے اور اپنی ہم مذہب ہمارا راجہ کے زیر سایہ امن کی کوئی صورت نظر آئے۔ منصوبہ جابر بے رحم اور منکر حاکم ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ مسلمان حاکموں سے اگر ہندوؤں کو تکلیف تھی۔ تو ہندو اور سکھ حاکموں سے غریب مسلمانوں کو بھی امن و آرام کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ جیسا کہ سکاہوں کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہو گا۔

البتدلیوں اور ان عبرت انگیز واقعات سے حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب ذی صفت لکھنؤ کی کشمیری نے ساڑھے تین سو سال پیشتر اپنی دونوں نظموں کے ذریعہ چیخ مروان ہندو کشمیر کو آگاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب کی وہ نظمیں اب بڑھ چکی ہیں۔ شمار ہوتی ہیں۔ ہم ان دونوں نظموں کا خلاصہ لکھتے ہیں جن کا تعلق عہد خالصہ تک ہے۔ یہ نظمیں ہندو کے بداندیشوں کے عہد حکومت اور پھر مہادی آخر الزمان خردجال اور قرب قیامت تک کے حالات میں ہے۔ لیکن اس حصہ نظم کا کشمیر کے تاریخی واقعات سے چندان تعلق نہیں ہے۔ اس لیے وہ ظہور انداز کیا جاتا ہے۔ آپ کی یہ دونوں نظمیں بہت مشہور ہیں اور عوام انکی عظمت و وقعت سے بخوبی آشنا ہیں۔ پیشتر اس کے کہ آپ کی نظموں کا خلاصہ درج کیا جائے۔ آپ کا ایک شعر درج کیا جاتا ہے جو خاص اسی واقعہ کے متعلق ہے یعنی یہاں اشارہ ہے۔ کہ ۱۳۳۱ ہجری میں ملک۔ اور باوٹناہ اور مذہب و ملت میں ایک خاص تبدیلی ہو جائیگی۔ یعنی کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت اختتام کو پہنچے گی اور کوئی اور حکومت شروع ہوگی۔ جس کا دین و مذہب مسلمانوں سے الگ ہو گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-
 در سال غم و اگر بانی مینی ملک و ملک و ملت و دین ہر گرو
 اب دونوں نظموں کا خلاصہ لکھا جاتا ہے

آپ کا نام کن الدین ہی تھا لیکن شاہ نعمت اللہ کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ وطن حصار تھا۔ یہ اشارہ غیبی یا شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم ہائے تربیت خواجہ بابائے قادری و پیرش بابا عثمان و دیگر مریدان کشمیر پر عہد پکان رونق افروز خط ہوئے۔ چچ بل متصل سیف اگدل میں قیام فرمایا۔ ہزرگان کشمیر اور جم غفیر آپ فیض باب ہوا۔ آپ جناد حضرت محبوب سبحانی سے تھے اور ہر چہ سلسلہ قادریہ سے واسطہ تھا لیکن کسی کسی وجہ سے بھی شوق فرماتے تھے۔ اربع الاول کو دستمال فرمایا۔ آپ شیخ محمد برویش قادری کے مرید تھے۔

پہلی نظم کا خلاصہ ہے

نادرا آید ہم نایاباں بادستان ملک ہند
بعد از واحد شہجہ کو بہت گیتی را پناہ
چوں کند قصد سفر آن بادشہ سوئے بقا
قوم نکال چہرہ دستی چوں کند بر مسلمین !

دوسری نظم کا خلاصہ ہے

سکہ از شور و شر و در قمر سے بنیم
بعد از آن سال غلہ و آید و ساز و پاد
سوئے کشمیر کشد بنگ در بارہ لشکر
بار دوم چو کشد از پٹے تسخیر ش باد
کفر غالب شود و میر و دین بر ہم
زود باشند کہ فرنگ آید و شورے سازد
کرد حق واقف اسرار و تاناہیں جا

قتل و ہلی میں زور و تیغ آن پیدا شود
اور ملک ہند آید حکم آن پیدا شود
رخنہ اندر خانہ آنے راں میاں پیدا شود
تا چہل اس چہرہ بدعت اندراں پیدا شود

حال سلطان خراسان چہ ترے ہم
تقدیر شور بہ آفاق تیرے ہم
بار اول ز غمش خون جگر سے ہم
حسب تقدیر بر وقوع و ظفر سے ہم
شرع و اسلام بسے نقص ضرر سے ہم
ہند و پنجاب بسے زیر و زبر سے ہم
من نہ انم پس ازیں چہ خبر سے ہم

تمام شد تاریخ کشمیر جلد دوم عہد اسلامیبہ

جلد سوم

میں حکومت فرمانروایان خالصہ و حکومت موجودہ حکمران خاندان کا ذکر ہو گا۔

ملک سکوں شد جب پہلی مرتبہ کشمیر پرورش کی ہے تو شکست کھا کر اور اپنی جان بچا کر پنجاب کو واپس
بھاگ آئے تھے۔ دوسری مرتبہ جب لشکر کشی کی تو کامیاب ہو گئے اس واقعہ کے طور پر کہ حضرت
شاہنشاہ نے کئی سو سال پیشتر ہی بیان فرمادیا ہے۔ فوق